طیب الوردۃ

شرح

قصیدۃ البردۃ

علامہ ابو الحسنات محمد احمد قادری

مکتبہ نعمانیہ سیالکوٹ

اردو زبان میں قصیدہ بردہ شریف کی سب سے جامع اور عمدہ شرح

طیب الوردہ

علی

قصیدۃ البردۃ

مصنف

امام محمد بن سعید بوصیری رحمۃ اللہ علیہ

شارح

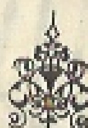
علامہ ابو الحسنات محمد احمد قادری قدس سرہ

الناشر

مکتبہ نعمانیہ اقبال روڈ سیالکوٹ

سلسلہ مطبوعات نمبر ۲

مصنف قصیدہ بردہ ——— امام محمد بن سعید بوصیری رحمۃ اللہ علیہ
شارح قصیدہ ——— علامہ ابوالحسنات محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ
طبع دوم ——— آفسٹ
ناشر ——— مکتبہ نعمانیہ اقبال روڈ سیالکوٹ
مطبوعہ ——— الکتاب پرنٹرز لاہور
صفحات چارسو ——— تعداد گیارہ سو
تاریخ اشاعت ——— ذوالقعدہ ۱۳۹۳ھ



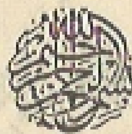
کتاب ملنے کے پتے

۱۔ مکتبہ نعمانیہ اقبال روڈ سیالکوٹ
۲۔ مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ، لاہور
۳۔ تنویر القرآن اردو بازار، لاہور
۴۔ شمس الدین تاجر کتب، از یر مسلم مسجد لاہور
۵۔ دار الاشاعت علویہ رضویہ ڈجکوٹ روڈ لائلپور
۶۔ مکتبہ رضائے مصطفےٰ، چوک دار السلام گوجرانوالا
۷۔ مکتبہ نوریہ رضویہ، وکٹوریہ مارکیٹ سکھر
۸۔ جامعہ مجددیہ رکن الاسلام، آزاد میدان حیدرآباد سندھ

قیمت [illegible]



مختصر فہرست طیب الوردہ



نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

عرضِ ناشر

اللہ کریم کا شکر ہے جس نے اپنے حبیب مکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے علماؑ کو انبیاء کا وارث بنایا۔ اور دین اسلام کی آبیاری ان کے سپرد فرمائی۔ یہی وجہ ہے کہ ہر دور میں زمانہ کی ضرورت کے مطابق بزرگان دین اسلام کی اشاعت مختلف طریقوں سے کرتے رہے اور کرتے ہیں۔ بفضلہٖ تعالیٰ آئندہ بھی کرتے رہیں گے۔

دورِ حاضر کے علماء دین میں سے علامہ ابوالحسنات قادری رحمتہ اللہ علیہ کی ایک ممتاز شخصیت تھی۔ اُنہوں نے اپنی زندگی میں ملتِ اسلامیہ خصوصاً پاک و ہند کے مسلمانوں کے لئے بہت سے کارہائے نمایاں انجام دیئے جن کا اجمالی تذکرہ آپ آئندہ صفحات میں مولانا مرحوم کے حالات میں مطالعہ فرمائیں گے یہاں تو آن کی بیسیوں تصانیف میں سے شرح قصیدہ بردہ کی طرف آپ کو توجہ دلانا مقصود ہے۔ جو حضرت کی بہترین تصنیف ہے اور مطالعہ کرنے سے تعلق رکھتی ہے۔ اس شرح کی خوبیوں کے پیش نظر بعض دوستوں نے فرمایا کہ شرح مذکور کو معیاری کتابت اور اعلےٰ چھپائی کرا کے شائع کرنا چاہیئے۔ تاکہ اس سے علماء اور صاحبِ ذوق حضرات فائدہ اٹھائیں۔ لہٰذا محترم المقام حضرت مولانا امین الحسنات خلیل احمد قادری صاحب خلف الرشید شارح علیہ الرحمتہ سے برائے اشاعت اجازت چاہی، آپ نے بڑی فراخدلی سے اجازت مرحمت فرمائی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ آپ کے فیض کو عام فرمائے۔ آمین

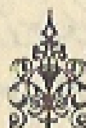
بندہ ان حضرات کا شکریہ ادا کئے بغیر بھی نہیں رہ سکتا۔ جنہوں نے اس کارِ خیر میں تعاون فرمایا۔ محترمی مولانا باغ علی صاحب نسیم اور مخلصی جناب اقبال احمد فاروقی صاحب

(مکتبہ نبویہ لاہور) خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اول الذکر نے شرح قصیدہ طبع اول کا نسخہ برائے کتابت عطا کیا اور شرح مذکور کے دونوں ماخذ علامہ خرپوتی اور شیخ زادہ کی عربی شرحیں برائے تصحیح عنایت فرمائیں۔ اور ہر موقع پر مفید مشوروں سے نوازتے رہے۔ فاروقی صاحب نے اپنی والدہ مرحومہ کی وفات کے حادثہ کے باوجود انہی دنوں میں امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ مصنف قصیدہ کے حالات مرتب کر کے کتاب کو زینت بخشی۔

بارگاہ بے کس پناہ میں التجا ہے کہ اللہ کریم اپنے حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سب معاونین کی خدمات اور اس کتاب کو قبول فرمائے اور خدمت دین کی مزید توفیق بخشے نیز ہم سب کے لئے قارئین سمیت ذریعہ نجات بنائے۔ آمین ثم آمین

حافظ محمد اشرف مجددی

یکم ذوالقعدہ ۱۳۹۳ھ
مجدد آباد ضلع سیالکوٹ



صاحبِ قصیدہ بُردہ علامہ بوصیری رحمتہ اللہ علیہ

عشقِ مصطفےٰ اور نعت گوئی سرکارِ دو عالم جناب رسالت مآب حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ کی ذاتِ اقدس سے اظہارِ محبت وعقیدت مسلمانوں کا جزوِ ایمان ہے

صحابہ کرام اور صالحین اُمت اسی جذبۂ محبت سے سرشار تھے اور یہی چیز ان کے لئے مایۂ صد افتخار رہی۔ اُمتِ مسلمہ کے شاہ وگدا کے درجات ومراتب کا معیار بھی محبتِ رسول ہی رہا ہے عمل بالقرآن، اتباعِ سُنّتِ رسول، صلوٰۃ وسلام، نعت ومنقبت اظہارِ محبت کے مختلف انداز ہیں۔ اور عاشقانِ رسول اسی متاعِ عزیز کے سہارے کائنات ارضی پر چھائے رہے۔ ؎

آنکہ عشقِ مصطفےٰ سامانِ اوست! بحر و بر در گوشۂ دامانِ اوست!

محبتِ رسول ہی وہ جذبہ ہے۔ جس کی بدولت شرقی وغربی، عجمی وعربی، رومی وشامی، گورے اور کالے شاہ وگدا مدحت سراءِ رسول ہوئے۔ سرکارِ دو عالم کی بارگاہ میں بیٹھنے والوں میں سے نعت خوانانِ رسول کو ایک خاص مقام حاصل رہا ہے۔ عالمِ اسلام کی برگزیدہ شخصیتوں میں مدحت سراءِ رسول بہت بلند وارفع مقام پر فائز رہے ہے۔ عربی زبان میں نعتِ رسول کا گراں قدر ذخیرہ موجود ہے۔ فارسی، اردو میں نعتیہ اشعار کا بحرِ ذخار موجود ہے۔

قصیدہ بُردہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے لیکر علامہ بوصیری صاحبِ قصیدہ بردہ کے عہد تک (شہ۶۹۵ تا شہ۶۹۵ھ) ہزاروں قصائد لکھے گئے جو سرکارِ دو عالم کے محاسن سے پُر ہیں، مگر علامہ بوصیری کے قصیدہ بردہ کو جس خاص شفقت سے نوازا گیا ہے۔ وہ حضرت بوصیری کا ہی حصہ ہے، اس قصیدہ کو خود سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صاحبِ قصیدہ کی زبانی خواب میں سُنا، چادرِ انعام میں بخشی، بدنی اور روحانی بیماریوں سے نجات دی۔ اور پھر سب سے بڑھ کر اپنے نعت خوانوں میں منفرد اور ممتاز مقام بخشا۔ رسالت کا وہ کونسا پروانہ ہے جو بوصیری کی زبان سے کہا ہوا قصیدہ نہیں پڑھتا۔

مشائخ، علماء اور صوفیا نے اسے ہر دور میں حرزِ جاں بنایا، ہر مجلس میں پڑھا، ایک بار نہیں ہزار بار پڑھا۔ لاکھوں صالحین اُمت اسی قصیدہ بُردہ کو پڑھتے پڑھتے بارگاہ نبوت میں باریاب

ہوئے اور حقیقت یہ ہے کہ اس تاریخ ساز قصیدہ نے جہاں عاشقانِ رسول کو ایک مقبول و مرغوب
رُوحانی غذا دی وہاں صاحب قصیدہ کو آسمان شہرت کی ان بلندیوں پر پہنچا دیا جہاں بہت کم لوگوں
کی رسائی ہوئی ہے۔

علامہ بوصیری

محمد بن سعید المعروف بہ علامہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ یکم شوال ۶۰۸ھ (۷ مارچ
۱۲۱۳ء) مصر میں ایک قصبہ دلاص میں پیدا ہوئے۔ آپ قبیلہ صنہاجہ سے تعلق رکھتے
تھے۔ یہی وجہ ہے کہ عرب کے بعض تذکرہ نگار آپ کو صنہاجی اور مقام ولادت کی وجہ سے دلاصی
اور مقام سکونت کی وجہ سے بوصیری لکھتے آئے ہیں۔ آپ نے تیرہ سال کی عمر میں حفظِ قرآن کیا
اور دیگر اسلامی علوم میں مہارت حاصل کر کے یک گونہ کمال حاصل کر لیا۔ آپ کے کلام میں جن
اصطلاحات اور تلمیحات کا تذکرہ ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ علم حدیث، سِیَر، مغازی اور
علم کلام میں پوری پوری صلاحیت رکھتے تھے۔ وہ علم ادب، بدیع، بیان اور صرف و نحو میں مشاق
دکھائی دیتے ہیں۔ آپ کا مجموعہ کلام دیوانِ بوصیری مصر میں کئی بار چھپا۔ انگریزی اور جرمنی میں اسکے
تراجم ہوئے۔ یہ دیوان آپ کی قادر الکلامی پر شاہد عادل ہے۔ اہل علم نے آپ کے شاعرانہ کمالات
اور ادبی مقام پر داد تحسین پیش کی ہے۔ شیخ الاسلام علامہ سیوطی، علامہ ابن العماد حنبلی، ابن شاکر
کتبی، پطرس بستانی (صاحب ادباء العرب) ابن سید الناس (حضرت بوصیری کے شاگرد) جیسے حضرات
نے بڑی فراخدلی سے آپ کے کمالات علمی کا اعتراف کیا ہے۔ مستشرقین میں سے نکلسن اور آربری
بھی آپ کی جلالتِ شان کے قائل ہیں۔

بیعت

آپ تصوف میں حضرت ابوالعباس احمد المرسی (م ۶۸۶ھ) کے مرید تھے۔ اور آپ
سے ہی روحانی مقامات طے کئے۔ آپ اپنے زمانہ کے رواج کے مطابق فکر
معاش کو دور کرنے کے لئے وزیر زین الدین یعقوب بن زبیر کے شاہی کاتب تھے۔ بعد ازاں
مختلف درباروں تک رسائی حاصل کی۔ عمر کا ایک حصہ اسی بادیہ میں گزارنے کے بعد آپ نے
اپنے آپ کو ثنا خوانی رسول کے لئے وقف کر دیا۔ اور پھر کوئے حبیب سے عمر بھر قدم باہر نہ نکالا

علامہ بوصیری جس زمانہ میں پیدا ہوئے۔ مصر بڑے انقلابی دور سے گزر رہا تھا۔ سلطان
صلاح الدین ایوبی کا بھائی الملک العادل ابوبکر مصر و شام کا حکمران تھا۔ مگر اس کی وفات کے بعد

ایوبیوں میں خانہ جنگی شروع ہو گئی اور یکے بعد دیگرے مختلف لوگ تخت نشین ہوتے رہے۔ ایران و توران، عباسیہ اور خوارزمیوں کی باہمی کش مکش کا میدان بنے ہوئے تھے۔ مصر و شام صلیبیوں کے حملوں اور پھر باہمی آویزشوں کا نشانہ تھے۔ شمال سے تاتاری حملہ آور عظمتِ اسلام کو تہس نہس کر رہے تھے۔ ان حالات میں عالمِ اسلام پر جو کچھ گزری وہ علامہ بوصیری کی نظروں کے سامنے گزری۔ آپ دس سال تک بیت المقدس میں مصروفِ ریاضت و عبادت رہے پھر سرزمینِ حجاز میں قیام پذیر ہوئے اور اپنے شیخ کے قدموں میں سکون کی دولت حاصل کرتے رہے۔

بوصیری کے عہد میں مسلمانوں کی حالت

پروفیسر نکلسن نے آپ کے عہد کو شاندار تاریخ کا المناک اختتامیہ قرار دیا ہے۔ اگرچہ کچھ زمانہ گزرنے کے بعد مسلمانوں کی ترک، مغل اور ایرانی سلطنتیں قائم ہو گئیں۔ مگر غازیانِ اسلام کا ہراول دستہ کہاں گیا جو مدینہ منورہ سے صلوٰۃ و سلام کی تازگی لے کر روانہ ہوا تھا۔ عرب کے وہ جیالے کن وادیوں میں کھو گئے جو شعلہ داماں زباں، برق پاش فصاحت اور آتشِ زیر پا تلواریں لے کر باطل پر ٹوٹ پڑتے تھے۔ عرب کے وہ حُدی خواں کہاں گئے جنہوں نے صحرائے عرب سے نکل کر اسلام کے پرچم کو اپنے زمانہ کے متمدن ترین خطوں میں لہرایا تھا، دنیا کے مزاج کو بدلا تھا، سوچنے کے انداز بدلے تھے، ذہنِ انسانی کو نئے افکار سے روشناس کیا تھا۔ بوصیری کے زمانہ میں عہد رفتہ کی یہ عظمتیں عرب کے صحراؤں، غرناطہ کے سبزہ زاروں، اور نیل کی وادیوں میں بکھری دکھائی دیتی تھیں۔ انہی مدہم روشنیوں میں علم و ادب کا کارواں، اکا دکا کارواں شکست خوردہ قوم اور احساسِ شکست سے دبا ہوا قافلہ سرگرم سفر تھا۔ بے منزل، بے مقصد اور بغیر کسی نصب العین کے ایک معاشرہ زندگی بسر کر رہا تھا۔ اس عہد کا ادب جس میں علامہ بوصیری کو زبان، فصاحت واکرنا پڑی ایک جمودی ادب تھا۔ ایک مایوس اور قنوطیت زدہ قوم کا ادب تھا ایک لٹی ہوئی تہذیب کا جسد بے جان تھا، سیاسی انحطاط، معاشی بدحالی اور ثقافتی بے راہ روی اس ادب کا خاصہ بن چکے تھے۔ شعراء موجود تھے اگرچہ شاعر تھے۔ دیوان بھی مرتب ہوتے تھے، شعر بھی کہے جاتے تھے، لیکن متنبی، معری اور ابن الفارض سے اس دور کے شعراء کو کیا نسبت تھی۔ ہاں پھر علامہ بوصیری نے اس دور میں ایک اچھا ادب پارہ پیش کیا۔ جسے ہم قصیدہ بُردہ

کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

قصیدہ بُردہ کی مقبولیت

ناقدین نے اس قصیدہ عالیہ کی ادبی خوبیوں اور بعض مخصوص منتوں کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ قصیدہ بُردہ کو مصنف نے دس فصلوں میں تقسیم کیا ہے۔ ہر فصل میں سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے محاسن و محامد کو اثر کے انداز میں بیان کیا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ عاشقانِ رسول کے لئے بڑا قابلِ قدر سامان جمع کر دیا ہے۔ میلادِ پاک سے لیکر وصال مبارک تک آپ کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو بڑی محبت سے بیان کیا ہے۔ ۱۶۲ شعروں کا یہ قصیدہ مرجع اہلِ دل کی روحانی غذا بنا ہوا ہے۔ ابتدائے کار سے لیکر آج تک اس کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ اسے روحانی فائدوں کیلئے استعمال کیا جاتا رہا ہے اور اس سے فیضان کی بارشیں حاصل ہوتی رہیں۔ وظیفہ جان کر پڑھا جاتا رہا، مقدس عبادت گاہوں کے در و دیوار اس کے اشعار سے مزین رہے۔ اور اب تک اہل اللہ کی پاکیزہ مجالس میں اہتمام سے پڑھا اور سُنا جاتا ہے۔ شعراء نے اس قصیدہ پر ہزاروں تضمینیں لکھیں سینکڑوں شرحیں کیں اور درجنوں تشطیریں لکھیں۔ اگر ہم ان تمام شروح و متعلقات کی تفصیل لکھیں، تو ایک دفتر درکار ہے تاہم قارئین کے ذوق کے لئے ہم ایک مختصر سا خاکہ ان متعلقات کا ذکر کرتے ہیں۔ جنہیں ماہر کتابیات ترکی عالم علامہ مصطفےٰ بن عبداللہ المعروف بہ حاجی خلیفہ و کاتب چلپی نے اپنی شہرہ آفاق کتاب کشف الظنون کی جلد دوم (مطبوعہ استنبول ۱۹۴۳ء) میں درج کیا ہے

اس کتاب میں انہوں نے تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے کہ ان کی نگاہ میں عربی زبان میں قصیدہ بردہ کی چالیس شرحیں گذری ہیں۔ جنہیں ہر دور کے معروف شعراء، ادباء علماء اور صوفیاء نے تالیف کرکے اپنے ذوق کا ثبوت دیا ہے۔ بیس تخمیسیں، چودہ تسبیعیں (قصیدہ کے ہر شعر کے پہلے مصرع کو لیکر اس کے ہم قافیہ و ردیف پانچ مصرعوں کے اضافہ کو تسبیع کہتے ہیں) نو تشطیریں، (ہر شعر کے درمیان میں دو مصرعوں کا اضافہ تشطیر کہلاتا ہے) اور کئی ایک تذییلیں (ہر شعر کے نیچے چند مصرعوں کے اضافہ کو تذییل کہتے ہیں) اور سینکڑوں تضمینیں لکھی گئی ہیں۔ ان شرحوں اور تضمینوں کے علاوہ قصیدہ بردہ کے متعدد تراجم دُنیا کی اکثر زبانوں میں کئے گئے۔ لاطینی، جرمنی، فرانسیسی، انگریزی، ملائی۔ فارسی، اُردو، ترکی اور پنجابی میں بڑے ترجمے لکھے گئے اور ان میں سے اکثر چھپے۔ ان دنوں

اُردو تراجم میں خان بہادر محمد حسین خاں، مولانا عزیز الدین، بہاولپوری۔ مطبع مجیدی کانپور، تاج کمپنی لاہور، اصح المطابع کراچی اور مولانا نور بخش توکلی مجددی، علی محسن صدیقی اور محمد فضل احمد عارف کا ترجمہ بہت مقبول ہے۔ مولانا عزیز الدین بہاولپوری نے سرائیکی میں ترجمہ لکھا۔ پنجاب کے اکثر ترجمے پنجابی شعروں میں لکھے گئے۔ مولانا نبی بخش حلوائی مرحوم مؤلف تفسیر نبوی کا پنجابی ترجمہ خاصا مشہور ہوا۔ جاوا (انڈونیشیا) میں جاوی زبان میں ۱۳۴۳ھ میں ترجمہ طبع ہوا۔

زیر نظر شرح قصیدہ المعروف بہ طیب الوردہ علی قصیدۃ البردہ حضرت علامہ مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری خطیب مسجد وزیر خاں کے کاوشِ فکر کا نتیجہ ہے۔ حضرت مؤلف علام ۱۹۴۶ء میں زیارت روضہ سرکارِ دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو حاضر ہوگئے اور مواجہہ مبارک کے سامنے کھڑے قصیدہ بردہ پڑھتے رہے۔ زیارت سے فیضیاب ہوئے اور اُردو شرح قصیدہ لکھنے کا شوق دامنگیر ہوا وطن آکر یہ مفصل شرح لکھی اور زیورِ طبع سے آراستہ کی۔ حضرت مؤلف ایک شاعر، عالمِ دین، خطیب اور صوفی بزرگ تھے۔ انہوں نے اس قصیدہ کی شرح میں اپنے کمالات کا مظاہرہ کیا ہے۔ جابجا فارسی، اردو شاعروں کے اشعار کا موقع محل کے مطابق اضافہ کیا۔ علامہ خرپوتی کی عربی شرح قصیدہ بردہ آپ کے سامنے تھی۔ اُسے آپ نے اپنی شرح کا سب سے بڑا ماخذ قرار دیا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزات کو بڑی محبت اور تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اس قصیدہ کا پہلا ایڈیشن ۱۹۴۶ء میں شائع ہوا۔ اہلِ ذوق نے ہاتھوں ہاتھ لیا اور حرزِ جان بنایا

نیا ایڈیشن ہمارے فاضل دوست جناب حافظ محمد اشرف مجددی سیالکوٹی کا ذوق ہے کہ انہوں نے اس زمانہ میں زرِ کثیر خرچ کرکے اس شرح کے دوسرے ایڈیشن کو بکمال خوبی طبع کرانے کا اہتمام کیا ہے اور حضرت مؤلف کے صاحبزادے جناب مولانا امین الحسنات سید خلیل احمد صاحب قادری خطیب مسجد وزیر خاں لاہور کی خاص اجازت سے عشق و محبت کا یہ ادب پارہ آپ کے ہاتھوں پہنچ رہا ہے۔

ہمیں اُمید ہے کہ اس قصیدہ کے چھپنے کے بعد اہلِ محبت کی تشنہ کامی میں ضرور کمی ہوگی اور اہلِ ذوق اسے پسندیدہ نظروں سے مطالعہ کریں گے۔

اقبال احمد فاروقی
۲۴ نومبر ۸۳ء

۵-۱۲ شادباغ
لاہور

مشائخ نقشبندیہ مجددیہ کا بے مثال تذکرہ

حضرات القدس

کتاب مذکور کے مصنف خواجہ بدر الدین سرہندی (علیہ الرحمۃ) امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے بہت بڑے خلیفہ ہیں آپ نے امام ربانی کی خدمت میں سترہ سال رہ کر تعلیم و تربیت پائی، اپنے زمانہ کے ممتاز علماء اور مصنفین میں ان کا شمار ہوتا ہے۔

اس کتاب میں مصنف علیہ الرحمۃ نے خلفاء اربعہ (حضرت صدیق، فاروق، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم) سے لیکر حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ان کی اولاد امجاد اور آپ کے خلفاء تک سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے تمام اولیائے کرام کے مفصل حالات نہایت تحقیق سے تحریر فرمائے ہیں۔

مشائخ نقشبندیہ مجددیہ کے حالات پر آج تک جو کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں یہ کتاب بڑی جامع اور مستند ہونے کی وجہ سے سب سے بلند درجہ رکھتی ہے۔ اسلئے اس کا ترجمہ آسان اردو زبان میں کرایا گیا ہے تاکہ ہر اردو خواں اس سے بخوبی فائدہ اٹھا سکے۔

اولیائے نقشبندیہ مجددیہ کے حالات، کرامات اور ارشادات سے روحانی فیض حاصل کرنے کے لئے اس کتاب کا ضرور مطالعہ کیجئے۔ (زیر طبع)

از شیخ الحدیث علامہ سید احمد سعید کاظمی مدظلہ

مفسر قرآن مشہور زماں

حضرت علامہ سید ابوالحسنات قادری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے سرزمین لاہور کو قطب الاقطاب کے نام سے موسوم کیا تھا۔ بلا شبہ یہ حقیقت ہے کہ اس شہر نے ان بیسیوں برگزیدہ ہستیوں کو جنم دیا جنہوں نے دہریت اور الحاد کی تاریکیوں میں بھٹکتی ہوئی دُنیا کو روشنی کے مینار دکھائے تھے۔ مذہبی ذہنوں کی تطہیر روزمرہ کے امور حیات میں پاکیزگی، روح کی نجات اور دُنیا و آخرت میں سرخروئی کے جو آفتاب ان بزرگوں نے تراشے تھے وہ آج بھی تابناک ہیں۔ رشد و ہدایت کے انہی آفتاب سازوں میں مفسر قرآن، غازی کشمیر، صدر مرکزی جمعیۃ العلمائے پاکستان حضرت علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ بھی ایک بلند اور منفرد مقام کے حامل تھے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ حضرت مرحوم کی ذاتِ گرامی ہماری یادوں کی ہرگز محتاج نہیں ہے۔ انہوں نے اپنی پاکیزہ شاہراہِ حیات میں حسنِ عمل کے جو پھول اگائے تھے وہ ہمیشہ سرسبز و شاداب رہیں گے۔ البتہ شعبان المعظم کا چاند جونہی آسمان پر طلوع ہوتا ہے، عقیدت مندوں کے دل میں ان کی محبت کے دیئے دیئے چراغ یک دم بھڑک اٹھتے ہیں۔ جزیرۃ العرب، ایران اور ہندوستان ہی تین ملک ہیں جو حضرت علامہ قادری کے آباؤ اجداد کا مسکن رہے جبکہ حضرت علامہ کی تاریخ حیات ہندوستان اور پاکستان سے وابستہ ہے۔ حضرت علامہ کے بزرگان سلف عرب سے ہجرت کر کے ایران کے شہر مشہد میں قیام پذیر ہے بعد میں بلگرام اور فرخ آباد منتقل ہوئے اور آخر میں ہندوستان کی ریاست الور میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ ہندو راجپوت اس ریاست کے حکمران تھے۔ اور اس دور کا حکمران راجہ جے سری سنگھ تھا۔ بعض تاریخی روایات کے مطابق یہ راجہ علم دوست تھا دراں علم دوست بھی تھا۔ چنانچہ اس کے عہد میں علم و فن، شعر و سخن اور درس و تدریس نے بہت فروغ پایا۔ چنانچہ حضرت علامہ کے

آباؤ اجداد نے بھی وہاں پر علم و فضل کے چراغ روشن کیے۔ اس خاندان کا سلسلہ نسب حضرت امام موسیٰ رضا
سے ہوتا ہوا حضرت امام حسنین رضی اللہ عنہما سے جاملتا ہے۔ آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی حضرت
استاذ العلماء سید دیدار علی شاہ ہے۔ امام اہلسنت شیخ المحدثین حضرت مولانا سید دیدار علی شاہ
صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں حضرت علامہ ابوالحسنات پیدا ہوئے۔ حضرت دیدار علی شاہ اس
خاندان کے وہ پہلے بزرگ ہیں جو ریاست الور سے ہجرت کر کے لاہور تشریف لائے اور تاریخی مسجد
وزیر خاں میں خطیب مقرر ہوئے۔ تبلیغ دین کے سلسلے میں شیخ المحدثین کی خدمات تاریخ پاک و ہند کا
اہم باب ہیں۔ اندرون دہلی دروازہ کی جامع مسجد آپ کی زندہ جاوید یادگار ہے۔ اس مسجد میں انہوں
نے دم واپسیں تک علوم و فنون اور قرآن و حدیث کی درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ یہیں وفات
پائی اور مسجد کے ایک کونے میں ان کا مزار مبارک ہے یہی مسجد حزب الاحناف کے نام سے مشہور
ہے۔ حضرت علامہ ابوالحسنات قادری اپنی ذات میں انجمن اور یگانۂ روزگار تھے۔ سن شعور کو پہنچے
تو حافظ عبدالغفور اور حافظ عبدالکریم سے قرآن پاک پڑھنا شروع کیا۔ ناظرہ ابھی پورا نہیں ہوا تھا کہ
حفظ قرآن پاک کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ فن تجوید کی مشق میں قاری خدا بخش مرحوم اور فارسی کی تعلیم پر
مرزا مبارک بیگ آپ کے اساتذہ مقرر ہوئے۔ بارہ سال کی عمر میں تھے کہ حفظ قرآن پاک کی سعادت
پائی نیز اردو اور فارسی کی انشاء پردازی میں پورا پورا عبور حاصل ہو گیا۔ دیگر علوم و فنون کی تحصیل کے
لیے والد گرامی کے علاوہ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی، صدر الافاضل حضرت مولانا نعیم الدین
مراد آبادی اور حضرت شاہ فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی کی شاگردی کا شرف پایا۔ نیز ممتاز ترین رئیس القراء
سے جلیل القضاۃ کی سند حاصل کی۔ یونانی فن طب میں آپ مایہ ناز طبیب تھے۔ حکیم نواب جامی
الدین مرحوم علوم طب میں ان کے استاد تھے اور انہی سے فن طب کی سند فراغت حاصل کی۔

مسجد وزیر خان والد گرامی سید دیدار علی شاہ صاحب کے ارشاد کے مطابق آپ مسجد
وزیر خان کے خطیب مقرر ہوئے۔ آپ کے دور میں مسجد وزیر خان اپنے تاریخی شکوہ و عظمت کے
ساتھ ہی علمی ادبی دینی اسلامی اور سماجی سرگرمیوں کا بھی مرکز کشش مرکز بن گئی۔ اہل لاہور کے علاوہ
دور دراز سے عام لوگ اور عقیدت مند یہاں آ کر ان کے بیان و خطاب سے مستفیض ہوتے۔
خلوص و عمل کا بھی آپ مرقع جمیل تھے اس لیے ان کا خطاب کانوں کی راہ سے دل کی گہرائیوں

تک اتر جاتا تھا۔ سامعین یوں محسوس کرتے گویا وہ ایک خود اندیش بہا اپنے ساتھ لیے جا رہے ہیں ان کے ضمیر و دل کی کثی کدورتیں دھل جاتی تھیں۔ بے شمار غیر مسلموں نے حضرت علامہ کے دست حق پرست پر مشرف باسلام ہونے کی سعادت حاصل کی۔

ملت اسلامیہ کی سربلندی کے لیے آپ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں

تحریک پاکستان میں حضرت علامہ ابوالحسنات کا شمار ان سرخیل علماء میں ہوتا ہے۔ جنہوں نے آزاد پاکستان کا محل تعمیر کرنے میں غیر معمولی سرگرمیوں کا مظاہرہ کیا تھا۔ بنارس کی آل انڈیا سنی کانفرنس جس میں قریباً پانچ ہزار علماء کرام اور مشائخ عظام شریک ہوئے تھے تاریخ پاکستان کا ایک اہم باب ہے۔ کانگرس نواز علماء کی انتہائی کوشش تھی کہ اس کانفرنس میں قیام پاکستان کے مطالبہ پر علماء و مشائخ متفق نہ ہونے پائیں۔ لیکن حضرت علامہ ابوالحسنات نے مع چند دوسرے سُنّی راہنماؤں کی کوششوں کے مطالبہ پر تمام علماء کرام اور مشائخ عظام کو متفق کر لیا تھا۔

جمعیۃ العلماء ہند پر کانگرس نواز علماء قابض اور مسلط تھے۔ ان کی ہر گاہ کوشش یہ تھی کہ قیام پاکستان کا خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہونے پائے اور نیشنلزم کے بُت کو مسمار نہ ہونے دیا جائے اس نازک مرحلہ میں علامہ ابوالحسنات نے جمعیۃ العلماء پاکستان کی تنظیم کے قیام کے لیے سر توڑ کوششیں شروع کیں جو بالآخر کامیاب ہو گئیں اور کانگرس کے ہمنوا علماء کو بہت بڑی شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ تحریک پاکستان کے سلسلہ میں آپ کی قابل قدر خدمات کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔

تعمیر پاکستان کے سلسلہ میں آپ یونینسٹ وزارت اور اس کے سربراہ خضر حیات خان کے خلاف نبرد آزما ہوئے تو اس جرم بے گناہی کی پاداش میں ان کو قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کرنا پڑیں۔ غرض حضرت علامہ نے ہر مصیبت کا خیر مقدم کرتے ہوئے تعمیر پاکستان کی مساعی جمیلہ کو بدل و جان جاری رکھا۔

تحریک آزادیٔ کشمیر قیام پاکستان کے بعد تاریخ کے نئے باب کا آغاز ہوا تو علامہ ابوالحسنات قادری کو پہلے سے بھی زیادہ سرگرمی کے ساتھ کام کرنے کی ضرورت لاحق ہوئی۔ تحریک آزادیٔ کشمیر میں انہوں نے بے لوث قربانیاں دیں۔ مہاجرین کی مالی امداد کے لئے آپ

نے سرتوڑ کوششیں کیں، چنانچہ جہاد کشمیر کے مجاہدانہ کارناموں پر آپ کو غازی کشمیر کے قومی خطاب سے نوازا گیا۔ ۷ مارچ ۱۹۴۹ء کو پہلی دستور ساز اسمبلی میں جو قرار داد مقاصد پیش کی گئی تھی۔ اس میں علامہ ابوالحسنات کی مساعی اور مخلصانہ جدوجہد کا غالب حصہ تھا۔ آپ نے عوام و خواص کے دل و دماغ میں یہ بات منقش کر دی، کہ ہم نے پاکستان کا مطالبہ اسلام اور صرف اسلام کے نام پر کیا تھا چنانچہ پاکستان کا جو بھی دستور بنے گا اس کی اساس و بنیاد اسی نظریہ پر ہونی چاہیئے۔

شعر و سخن علم و ادب اور شعر و سخن کے اعتبار سے بھی آپ ایک انجمن تھے آپ صاحب طرز انشاء پرداز اور مستند و مسلم سخنور تھے، بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ شعر و ادب کی دنیا میں آپ ایک روشن مینار تھے، آپ کی بیسیوں بلند پایہ تصانیف اس امر کی شاہد ہیں کہ آپ نے دین متین اور ملک و ملت کی خدمت میں کوئی لمحہ بھی ضائع نہیں کیا تھا۔ آپ نے اپنی پوری زندگی آزادی وطن، ملک و ملت کے استحکام اور دین حقہ کے فروغ میں بسر کی۔

وفات حضرت علامہ ابوالحسنات قادری نے ۲ شعبان المعظم ۱۳۸۰ھ کو اس دار فانی سے رحلت فرمائی اور دنیائے علم و دانش میں ایک ایسا خلاء پیدا کر گئے جس کا پُر ہونا بہت مشکل ہے حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ سے ان کو والہانہ عقیدت و محبت تھی، چنانچہ آپ کی خواہش اور وصیت کے مطابق آپ کو حضرت داتا گنج بخش کے مزار پُر انوار کے احاطہ میں آپکو آخری نیند سُلا دیا گیا۔ انتقال سے چند منٹ قبل یہ شعر فرمایا ؎

حافظ زند زندہ باش مرگ کجا تو کجا ۔۔۔ تو شدہ فنا حمد حمد بود بقائے تو!

تاریخِ وصال

صابر و شاکر مفسر عالم دین متین
بے نظیر و بے مثال و لاجواب و لا کلام
فکر تھی تاریخ کی آئی ندا احمد لکھو
واصل حق ہو گئے وہ ہادی ذی احترام
۱۳۸۰ھ

تصانیف تفسیر الحسنات ۸ جلد، طیب الوردہ علی قصیدۃ البردہ، ترجمہ کشف المحجوب، شمیم رسالت ۱۲۵۱ احادیث کا مجموعہ، اسلام کے بنیادی عقائد وغیرہ۔

نذرِ فقیر

ایک دریوزہ گر قصیدہ کی کشتی میں
اپنی کج مج بیانی کے دانے بھر کر معطی
کونین غیاث دارین کے دربار میں حاضر ہے

زچشم آستین بردار گوہر را تماشا کن

فقیر قادری ابوالحسنات
خطیب مسجد وزیر خاں لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

خطبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ مَلَأَ قُلُوْبَ الشَّاعِرِیْنَ بِحِکْمَتِهٖ وَزَیَّنَ نُفُوْسَ الْعَاشِقِیْنَ بِوُصْلَتِهٖ وَالصَّلٰوةُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ الَّذِیْ مَدَحَهُ الْوَاصِفُوْنَ بِالْقَصَائِدِ وَالْاَشْعَارِ وَعَجَزُوْا عَنْ بَیَانِهٖ وَاعْتَرَفُوْا بِالْاِعْذَارِ وَعَلٰی اٰلِهِ الَّذِیْنَ هُمْ اَهْلُ الْهُدٰی وَالْاِقْتِدَاءِ وَاَصْحَابِهِ الَّذِیْنَ مَنِ اقْتَدٰی بِهِمْ اهْتَدٰی۔

حمد تبرکاً از زبانِ درفشاں حضرت امام المسلمین شیخ الحدیث[۱]

قبلہ وکعبہ ام قدس سرہ العزیز

یک حمد چہ صد حمد خداوندِ نعم را / بر رونقِ نعم خالقِ صد علم و حِکم را

حمد یکہ سزاوارِ خداوندِ جہان ست / حمد یکہ سزد معطیٔ توفیق اتم را

صد حمد بہر حمد کہ از کلک و زبانم / آید و سزد صاحبِ صد فضل و کرم را

صد شکر بریں نعمتِ عظمیٰ کہ ربا داد / محبوبِ خود آں ماحیٔ صد ظلم و ستم را

گویم چہ ثنائش کہ خود آں خالقِ اکبر / مداح بود آں شہ ذی جاہ و حشم را

عرش است کمیں پایہ ز ایوانِ شہِ دیں / جبریل غلامیست مر آں شاہِ اُمم را

قربانِ شومت رحم کن اے رحمتِ عالم / از خاکِ مذلت تو بگیر از سرم را

اے جانِ من خستہ نثار ہر ادایت / قربانِ زمن ایمان بود ہر نقشِ قدم را

اے جود و وجود تو وجودِ ہمہ عالم / بستہ است بفتراکِ تو حق جان و دلم را

موجود وجود ہمہ عالم بوجودت / از نورِ تو شد زیب و ضیا ملکِ عدم را

اے کوکبِ دیں بدرِ کرم مہرِ رسالت / آ بر سرِ ما دور بکن ظلمت و غم را

یک جان چہ دیدار کہ جانِ ہمہ عالم
قربانِ شہنشاہِ عرب را و عجم را

---

[۱] شارح قصیدہ کے والد حضرت دیدار علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو دارالعلوم حزب الاحناف کے بانی تھے ۱۲

عرضِ شارح

قصیدہ بردہ شریف ایک ایسا مقبول و محمود قصیدہ ہے کہ مصنف کی زبان سے خود مقصودِ کونین مطلوبِ ثقلین رحمۃ للعالمین انیس الفقراء والمساکین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین نے سماعت فرمایا۔ اور اتنا پسند آیا کہ بعض اشعار پر مثل جذبات الباں متمائل ہوئے پھر اُس کی شرح کی طرف ایک دو شارح متفقت نہ ہوئے اور معمولی شراح نے اس کی شرح پر خامہ فرسائی نہ کی۔ بلکہ شیخ زادہ اور خرپوتی مفتی مدینہ خرپوت جیسے متبحر اس کی شرح فرما چکے ہیں پھر بھلا میں اس کی شرح کرنے کی کیا ہمت کر سکتا تھا۔ مجھے تو درحقیقت قصیدہ مبارکہ کے اشعار اور اُس کے تلازمے اور استعارے ہی محوِ حیرت کر چکے تھے۔ پھر اس قصیدہ مبارکہ کی عظمت و عزت کی یہ شان دیکھ کر اور بھی مرعوب ہو گیا کہ بہاؤ الدین وزیر ملک ظاہر اس قصیدہ مبارکہ کو ننگے سر ننگے پیر کھڑے ہو کر سنتے۔ اور اس کی برکت سے مفادِ عظیم امورِ دینی و دنیاوی میں حاصل فرماتے۔ اور سعد الدین فارقی آشوب چشم سے نابینا ہوئے۔ تو ان کو اس قصیدہ مبارکہ کے پڑھنے کی بشارت ہوئی۔ اور اسی کی برکت سے اُن کی روشنی چشم بحال ہوئی۔ خود مؤلف قصیدہ کو دستِ مغیثِ الکون نے اس قصیدہ کے انعام میں فالج سے شفایاب فرمایا۔ جس کی تفصیل اپنے موقعہ پر عرض کروں گا۔

مگر بایں ہمہ

اُردو کے بہت سے شراح دیکھے۔ جنہوں نے رفاہِ عوام کے لئے قصیدہ مبارکہ کی شرح فرمائی کہیں عطر الوردہ فی شرح البردہ[لہ] شائع ہوا۔ کہیں الشوارد الفردہ علیٰ قصیدۃ البردہ طبع کیا گیا لیکن جب ان کا مطالعہ کیا۔ تو مجھ جیسے تشنہ کی سیرابی کر ایسی شروح ناکافی نظر آئیں۔ تتبع کرتا رہا کہ کوئی

لہ اُردو زبان میں مختصر سی شرح ہے جو مولوی ذوالفقار علی صاحب دیوبندی کی تصنیف ہے اور کئی بار چھپ چکی ہے۔ ۱۲

ایسی شرح عام فہم ملے جو قصیدہ مبارکہ کے مفہوم کو کم از کم اتنا واضح کرتی ہو کہ شعر پڑھ کر مقصودِ مولف اور وہ عشق جو مولف رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں موجزن ہے۔ پڑھنے والا سمجھ سکے اور اشعارِ قصیدہ سے جو اوراد کی صورت میں چھنے ہوتے ہیں ان کو جان سکے۔ کہ قصیدہ شریف کے فلاں شعر سے میں اپنی فلاں مہم سر کر سکوں گا۔

اب تک تجسس کرتا رہا۔ مگر کوئی شرح ایسی نہ ملی جو مذکورہ امور پر حاوی ہوتی۔ خود ہمت کرتا اور رہ جاتا۔ دل میں شوق متلاطم ہوتا۔ مگر پست ہمتی بے بضاعتی، ہیچمیرزی، ہیچمدانی کی بھیانک صورتیں دکھا کر مایوس کر دیتی۔ آخرش میرے دوست حاجی محمد عبداللہ صاحب نقشبندی ریٹائرڈ سپرنٹنڈنٹ ہائی کورٹ نے جو بلاناغہ قصیدہ شریف سننے میرے پاس تشریف لاتے تھے، میری ہمت جیت کی اور فرمایا کہ اگرچہ بازارِ سخنوری میں تاجرانِ گرانمایہ اپنی دکانیں اس کر و فر سے سجاتے ہیں کہ ان کی طمطراق اور زیبائش جواہرِ سخن کے آگے ایسا ویسا جیب جاتا ہے مگر بایں ہمہ پھیری والے اپنی چھوٹی چھوٹی چیزیں فروخت کرنے کو نکل ہی جاتے ہیں۔ اور بعض چیزیں ان پھیری والوں کی بساط میں ایسی مل جاتی ہیں کہ گاہک اُس کا متلاشی ہوتا ہے۔ اور تاجرانِ بازارِ سخنوری اُسے بہم نہیں پہنچا سکتے بنابر ایں توکلاً علی اللہ بایمار ممدوح میں نے بھی کمر ہمت باندھ لی۔ اور خاک ازتودہ کلاں بردار پر نظر کرتے ہوئے اپنی کج مج بیانی کا ماخذ شرح شیخ زادہ علامہ شیخ محی الدین محمد بن مصطفےٰ قدس سرہٗ اور شرح علامہ عمر بن احمد آفندی خرپوتی شافعی مفتی خرپوت[1] کو بنایا تاکہ قارئین کرام ان دو ہستیوں کی حمایت میں پاکر مجھ پر کسی قسم کی زبانِ طعن دراز نہ کر سکیں۔ شرح ہذا میں جو روایت حدیث استنباط منقول ہوگی۔ اس کا ماخذ صرف اور صرف شرح شیخ زادہ و شرح خرپوتی ہوگا۔

---

[1] مفتی خرپوت ہونے کا ثبوت شرح قصیدہ کی آخری تقاریظ میں موجود ہے جو بعینہٖ منقول ہے۔

اوحد العلماء الاعلام ومعتمد العظماء الفخام الانسان الکامل الجھبذ

الفاضل ذوالنسب الرفیع السامی صاحب الادب البدیع النامی قاموس البلاغۃ والفصاحۃ

ونبراس الافھام السید عمر افندی مفتی مدینہ خرپوت ومفید الحکام صحیح الاحکام ۱۲ منہ

وها انا اشرع فی المقصود، توکلا علی اللّٰہ المحمود
بجاہ حبیبہ المسعود صلی اللّٰہ
علیہ وعلیٰ الہٖ وصحبہٖ
اجمعین ط

خادمِ خلائق
فقیر قادری ابو الحسنات سید محمد احمد قادری
خطیب مسجد وزیرخاں
لاہور

سببِ تالیفِ قصیدہ

ناظم القصیدہ علامہ شرف الدین محمد بوصیری مصری رحمۃ اللہ علیہ مصر کے ایک قریہ بوصیر کے رئیسِ اعظم اور علومِ عربیہ کے متبحر عالم فصاحت و بلاغت میں ایسے مشہور و معروف فرد تھے کہ آپ کے زمانہ میں اپنی نظیر آپ ہی تھے۔ اور علماءِ مصر میں ایک شہرۂ آفاق ادیب۔

ابتداءِ عمر میں آپ اپنی خداداد قابلیت اور تبحرِ علم کی وجہ سے سلاطین اسلامیہ کے مقرب و محبوب مصاحب رہے۔ آپ سلاطین و امراء کی منقبت اور قصیدہ گوئی میں خاص طور پر حصہ لیتے۔ اور اُن کے اعداء کی ہجو میں رجز اور قصائد لکھا کرتے تھے۔

ایک روز آپ دربارِ سلطانی سے اپنے گھر تشریف لا رہے تھے کہ ایک بزرگ ملے اور انہوں نے علامہ بوصیری سے سوال کیا کہ تم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کبھی خواب میں بھی زیارت کی یا نہیں؟ آپ نے عرض کیا۔ میں آج تک حضور کی زیارت سے مشرف نہیں ہوا۔ پھر علامہ فرماتے ہیں کہ اس جواب کے بعد سے میرے دل میں حضور کا عشق اور محبت کا جذبہ اتنا متلاطم ہوا۔ کہ میں اپنے دل میں سوا اس محبت کے اور کچھ محسوس نہ کرتا تھا۔

گھر آکر جو سویا تو اُسی شب مجھے جمالِ جہاں آرا۔ محبوبِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ اور میں نے حضور کو جماعتِ صحابہ کے ساتھ اس شان سے دیکھا جیسے چاند ستاروں میں۔ جب آنکھ کھل گئی تو میں نے اپنے دل کو اُس ہستی مقدس کی محبت سے مملو اور زیارتِ بابرکت کے سرور سے محظوظ و مسرور پایا۔ اس کے بعد ایک ساعت کے لئے اس نورِ مجسم کی محبت مجھ سے علٰحدہ نہ ہوئی۔ اور عنفوانِ محبت و سرور میں میں نے چند قصیدے لکھے۔ چنانچہ قصیدہ مضریہ اور ہمزیہ اسی زمانہ کے لکھے ہوئے ہیں۔

اس کے بعد ایک روز اچانک مجھے فالج پڑا۔ اور میرا نصف حصہ بے حس ہو گیا۔ اس مصیبت کی حالت میں میرے جی نے مشورہ دیا کہ ایک قصیدہ حضور کی مدحت میں لکھوں۔ اور اس کے ذریعہ اُس بابِ الشفاء سے اپنے لئے شفا طلب کروں۔ چنانچہ اسی حالت میں میں نے اس قصیدہ مبارکہ کو لکھا۔

بعد الفراغ جب سویا تو خواب میں اُس مسیحِ کونین شفاء دارین کی زیارت سے مشرف ہوا۔ اور اسی عالمِ رویا میں میں نے یہ قصیدہ حضور کے سامنے پڑھا۔ بعد اختتام قصیدہ میں نے دیکھا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میرے اعضاء حقیرہ پر اپنے دستِ نوری کو پھیر رہے ہیں۔ جب آنکھ کُھلی تو میں نے اپنے کو بالکل صحتیاب پایا۔ اس خوشی اور فرحت و مسرت میں علی الصباح میں اپنے گھر سے نکلا۔ تو راستہ میں شیخ ابو الرجاء الصدیق ملے۔ جو اپنے وقت کے قطب الاقطاب تھے۔ اور مجھے فرمانے لگے۔ اے امام وہ قصیدہ سناؤ جو حضور کی مدحت میں تم نے تالیف کیا ہے۔ چونکہ اس قصیدہ شریف کا علم سوا میرے کسی کو نہ تھا۔ میں نے اُن سے عرض کیا۔ حضرت کون سا قصیدہ آپ چاہتے ہیں۔ میں نے حضور کی مدحت میں اکثر قصائد لکھے ہیں۔

شیخ ابو الرجاء نے فرمایا۔ وُہ قصیدہ سناؤ جس کا مطلع یہ ہے۔

أَمِنْ تَذَكُّرِ جِيْرَانٍ بِذِيْ سَلَمٍ
مَزَجْتَ دَمْعًا جَرٰى مِنْ مُقْلَةٍ بِدَمٍ

میں نے حیرت سے عرض کیا۔ یا ابا الرجاء من این حفظتها۔ اے ابو الرجاء! یہ قصیدہ آپ نے کہاں سے یاد کیا۔ میں نے یہ قصیدہ سوا اپنی سرکار کے کسی کو اب تک نہیں سُنایا ہے۔ نہ کوئی شخص اس وقت تک میرے پاس آیا۔ جس کو یہ قصیدہ میں نے سُنایا۔ ابو الرجاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ لقد سمعتها البارحة تنشدها بين يدي النبي صلى الله عليه وسلم وهو يتمايل ويتحرك استحسانا تحرك الاغصان المثمرة بهبوب نسيم الرياح۔ اے بوصیری یہ قصیدہ گذشتہ رات میں نے اُس وقت سُنا۔ جب تم دربارِ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کر رہے تھے۔ اور حضور اس قصیدہ کو سُن کر اظہارِ پسندیدگی کے لئے پھلوں سے بھری ہوئی ڈالی کی طرح ایسے تمایل و تحرک فرما رہے تھے۔ جیسے وُہ ڈالی نسیمِ ریاح کی حرکت سے ہلنے لگتی ہے۔ بوصیری فرماتے ہیں۔ کہ یہ سن کر میں نے علی الفور وہ قصیدہ اُن کی خدمت میں پیش کیا۔ بس اس کے بعد شہر بھر میں یہ خبر عام ہو گئی۔

صاحب الشوارد الفردہ اتنا اور زیادہ لکھتے ہیں کہ شدہ شدہ یہ خبر ملک الظاہر کے وزیر بہاؤ الدین تک پہنچی۔ اُنہوں نے قصیدہ شریف کی نقل لی اور عہد کیا کہ اس قصیدہ مبارکہ کو روزانہ

برہنہ پا اور برہنہ سر کھڑے ہو کر سنوں گا۔ چنانچہ اس کی برکت سے اُن کے دین و دُنیا کے بہت سے کام پورے ہوئے اور مصیبتیں فرو ہوئیں۔ پھر سعد الدین فارقی وزیر موصوف کے فرمان نویس کو آشوب چشم ہوا حتیٰ کہ بصارت جاتی رہی کا اندیشہ ہو گیا۔ خواب میں کسی نے کہا کہ بہاؤ الدین سے بردہ لے کر آنکھوں سے لگا۔ وہ گئے۔ اور خواب بیان کیا۔ بہاؤ الدین نے کہا بردہ تو معلوم نہیں ال حضور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک نعت میرے پاس ہے۔ جو شفاء امراض میں خاص اثر رکھتی ہے۔ چنانچہ سعد الدین نے وہ قصیدہ لیا آنکھوں سے لگایا اور پڑھا۔ علی الفور صحت یاب ہو گئے۔ الیاسی صاحب عطر الوردہ نے نقل کیا۔

اس تذکرہ سے یہ بات بھی معلوم ہو گئی کہ ناظم قائم علامہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ بہاؤ الدین وزیر کے ہمعصر تھے۔ اور بہاؤ الدین وزیر سنہ ۶۰۸ھ کے اندر وادی نخلہ میں پیدا ہوئے۔ جو حوالی مکہ مکرمہ میں ہے۔ اور سنہ ۶۷۷ھ میں بمقام قاہرہ وصال فرمایا۔ اور آپ کی عمر کا اکثر حصہ حلب، دمشق اور قاہرہ میں گزرا۔ بہاؤ الدین وزیر خود بھی اچھے شعراء میں مانے جاتے تھے۔ امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کی سنہ ۶۹۴ھ وفات معلوم ہوتی ہے۔

اس لئے کہ عقیدۃ الشہدہ شرح قصیدۃ البردہ للخرپوتی کے سرنامہ پر یہ عبارت موجود ہے:۔

”فان قصیدۃ البردۃ الموسومۃ بالکواکب الدریۃ فی مدح خیر البریۃ للشیخ شرف الدین ابی عبد اللہ محمد بن سعید الدولاصی ثم البوصیری المتوفی سنۃ اربع وتسعین وستمائۃ“

گویا یہ قصیدہ مبارکہ کم از کم سات سو برس یا اس سے کچھ زائد مدت سے صوفیاء و اولیاء کرام میں معمولاً جاری ہے اور بطور وظیفہ پڑھا جاتا ہے۔ یہ اندازہ عمر قصیدہ عرض کی ہے۔ ممکن ہے اس سے بھی زائد مدت کا ہو۔ اس لئے کہ بہاؤ الدین وزیر ملک الظاہر کے عہد میں اس کا وجود تھا۔ اور وہ اسے ننگے سر ننگے پیر کھڑے ہو کر سنتے تھے۔ اور اس سے بہت سی مہمات حل کراتے۔ اور اس کی برکت سے مرادِ دلی حاصل فرماتے تھے۔

ؔ متوفی سنہ ۶۹۱ھ

وجہ تسمیہ قصیدۃ البردہ

فالج سے صحت آشوب چشم کی شدت سے نجات، امور ملکی دینی و دنیوی کی مہمات کا حل تو اس کی برکت سے ظاہر ہے جیسا کہ عرض ہو چکا۔ اس بنا پر صاحب عطر الوردہ نے لکھا۔

"ان البردۃ الثوب المخطط کما فی القاموس والناظم قدس سرہ یذکر فیھا المضامین المختلفۃ فتارۃ یذکر الصبابۃ و لوازمھا من الاشواق والاحزان و مرۃ یتجرد من نفسہ مخاطباً و یحاورہ عتاباً و یخاطب سوالاً وجواباً وطوراً یعترف بالتقصیر و یعتذر عنہ وحیناً یحذر عن مکائد النفس و یعظ الناس وساعۃ یتشبث بالرجاء و یستغیث و یستشفع بہ صلی اللہ علیہ وسلم ووقتاً یمدحہ علیہ السلام و یشرح کمالاتہ الذاتیۃ والمکتسبۃ و یبین معجزاتہ الظاھرۃ الباھرۃ و یذکر فضائل اصحابہ بالتبیان الی غیر ذالک فکانہ لکل مضمون لون عجیب فائق یشبہ کل مضمون بخط حسن الھیئۃ الرائق فشابھت القصیدۃ ببردۃ مخططۃ فسمیت بھا۔"

خلاصہ یہ کہ لغت میں بردہ دھاری دار کپڑے کو کہتے ہیں۔ اور چونکہ اس قصیدہ میں ناظم قاسم نے مختلف مضامین کی آرائش کی ہے کہیں بادِ صبا سے مخاطبہ، کہیں اظہارِ شوق و ذوق کہیں غمِ ہجر کی داستان، کہیں تنہائی کا شکوہ کہیں نفسِ امارہ پر عتاب کہیں مدعی مدعا علیہ کے سوال وجواب، کہیں اعترافِ قصور، کہیں عذر خواہی، کہیں نفس کے مکروں سے ڈرانا، کہیں عوام و قارئین کو وعظ سنانا، کہیں دربارِ رسالت میں استغاثہ، کہیں سرکارِ مدینہ کے حضور میں استشفاع، کہیں مدحت و نعت کہیں شرحِ کمالاتِ ذات، کہیں اظہارِ معجزات، کہیں فضیلتِ صحابہ، کہیں مدحتِ غزوات

لہ یہ آخری شعر ہے قصیدہ بردہ شریف کا جس کا ترجمہ ہے۔ تیری رحمتیں نازل ہوتی رہیں جب تک بادِ صبا در پردہ کا ہوا درخت بان کی شاخوں کو ہلاتی رہے جب تک اونٹوں کو شتربان اپنے نغموں سے مست کرتا رہے ۱۲۔

ابان ریح صبا، کہیں واطرب العیس حادی العیس بالنغم تو گویا یہ مختلف مضامین شرب عشق و محبت پر مختلط ہیں۔ اس بنا پر اس قصیدہ مبارکہ کا نام قصیدہ بردہ رکھا گیا۔

۲. بعض نے کہا کہ بردہ ایک اسم ہے جس سے ٹھنڈک حاصل کی جائے اور اس کا ماخذ برد ہے جس کے معنی سوہان، سوئیدن اور راست کردن کے ہیں۔ تو چونکہ اس قصیدہ مبارکہ کے الفاظ حشو و زوائد سے مصئون، لوازماتِ شاعری سے مزین ہیں۔ اور اس کے پڑھنے سے قلب میں برودت اور صفائی پیدا ہوتی ہے۔ بنا بریں اسے قصیدہ بردہ کہا گیا۔

۳. اور یہ وجہ بھی ہو سکتی ہے کہ بردہ ماخوذ بَرد سے ہو۔ یعنی ترویح و تنفیس اور ملائمت بالخیر جیسے عُرفِ عرب میں کہتے ہیں۔ بَرَدَ امرنا یعنی صلح و حُسن، تو چونکہ یہ قصیدہ مبارکہ حصولِ صفاء روح اور سبب راحتِ قلبِ قاری ہے۔ اس لئے اسے بردہ کہا گیا۔

۴. چوتھی وجہ میں لکھتے ہیں۔ قیل القی علیه الرسول صلی الله علیه وسلم بردته المبارکة فی النوم عند سماع القصیدة فخوفی لساعة۔ یعنی کہا جاتا ہے کہ جب یہ قصیدہ خواب میں امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے حضور کو سنایا۔ تو حضور نے اپنی بردیمانی اُن پر ڈالی تو علی الفور آپ کو صحتِ کاملہ حاصل ہو گئی۔

۵. اور شرحِ شیخ محی الدین محمد بن مصطفٰے المعروف بہ شیخ زادہ میں اس طرح ہے۔ ثم قصة وصول البردة من الحضرة للصلة مشهورة وحكاية ما شوهد من آثار برکاتها فی الکتب مسطورة واشتهار شانها الحجیب عند جماهیر الانام اغنانی من الاکثار فی وصفها واطالة الکلام۔ یعنی قصہ بردیمانی عطا ہونے کا دربارِ رسالت سے مشہور و معروف ہے۔ اور حکایات عجائب و غرائب اس قصیدہ کے کتابوں میں مسطور ہیں۔ اور شہرت جماہیرِ انام میں اس قصیدہ کی اس قدر ہے کہ اس نے ہمیں اس کے فضائل زیادہ بیان کرنے سے مستغنی کر دیا۔ اور اطالتِ کلام سے بچا لیا۔

۶. علاوہ ازیں عطر الوردہ میں سعد الدین الفارقی کی آشوبِ چشم میں پریشانی لکھتے ہوئے لکھا ہے۔ فذآنی المنام قائلاً له امض الی الصاحب بهاؤ الدین وخذ منه البردة واجعلها علی عینیك تبرء بها۔ یعنی سعد الدین نے خواب میں دیکھا۔ کہ

بہاؤ الدین کے پاس جا۔ اور بردہ لے کر آنکھوں سے لگا۔ ابھی صحت یاب ہو جائے گا۔

فجاء الی الصاحب وقص علیه ما راٰی فقال ما عندی شیئ یقال له البردۃ و انما عندی مدیح رسول الله صلی الله علیه وسلم نستشفی بها فاخرجه و وضعها علی عینیه وقربه وھو جالس فشفاہ الله تعالیٰ من الرمد لوقتہٖ تو سعد الدین اپنے حاکم بہاؤ الدین کے پاس آئے اور خواب بیان کیا۔ بہاؤ الدین وزیر نے فرمایا کہ میرے پاس کوئی ایسی شے نہیں۔ جسے بردہ کہا جاتا ہے۔ مگر ایک نعت حضور کی ایسی مقبول ہے کہ اس سے اللہ مریضوں کو شفا دیتا ہے اور وہ قصیدہ نکال کر اُن کی آنکھوں سے لگایا اور سنایا۔ اُسی وقت خدا نے صحت عطا فرمائی۔ اقول وبالله التوفیق۔

اس واقعہ سے یہ امر ثابت ہوا۔ کہ اس قصیدہ مبارکہ کا نام بردہ تو عالم ارواح میں اولیاء وکملا کے اندر مشہور تھا۔ لیکن بہاؤ الدین وزیر کو اس کا علم اس سے زائد نہ تھا کہ وہ اس قصیدہ کو نعت شریف جانتے تھے۔

بہرحال قصیدہ شریف کا نام قصیدہ بردہ پانچ توجیہات سے تو جیہاً مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اور شیخ زادہ کے قول کے مطابق یہی نام مشہور و معروف ہے۔

عام اس سے کہ ردا مبارک عطا کی گئی ہو۔ یا مناسبت مضمون کے اعتبار سے ہی اس نام سے مسمیٰ ہوا ہو۔ بہرحال یہ قصیدہ "قصیدہ بردہ شریف" کے نام سے مشہور ہے۔

اور قصیدہ کی پسندیدگی پر عطاء بردیمانی بعید از عطاء بھی نہیں۔ اس لئے کہ قصیدہ بانت سعاد جب حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ نے اسلام لانے کے بعد بارگاہِ رسالت میں بغرض عفو تقصیرات پیش کیا اور دربارِ رسالت میں سنانا شروع کیا تو جب حضرت کعب رضی اللہ عنہ اس شعر پر آئے

اِنَّ الرَّسُوْلَ لَسَیْفٌ یُّسْتَضَاءُ بِہٖ

مُھَنَّدٌ من سیوف الله مسلول !

"یعنی ہمارے حضور یقیناً برہنہ تلوار ہیں۔ اور اس کی چمک سے نورِ ہدایت عالم میں عام پھیل رہا ہے۔"

تو حضور نے بردیمانی کعب کو عطا فرمائی۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت کعب نے مُہَنَّدٌ من سیوف الہند مسلول کہا تھا اس لئے کہ ہندوستان کے لوہے کی تلواریں عرب میں بہت مشہور تھیں۔ تو حضور نے سیوف الہند کی جگہ سیوف اللہ فرما کر اصلاح کی۔ اور یہ چادر ایک مدت تک آپ کے گھرانہ میں تبرکاً رہی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس ردائے مبارک کو دس ہزار درم میں لینا چاہا، مگر حضرت کعب نے عطائے سرکار کے بدلے درم و دینار پسند نہ کئے۔ آخرش ورثاء کعب سے بعد وفات کعب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے تیس ہزار درم کو خرید لیا۔ اور اُن کے بعد خاندانِ عباسیہ میں بھی یہ تبرکاً رہی۔ اور تاجپوشی کے وقت خلیفہ کے شانوں پر ڈالی جاتی تھی۔ پھر فتنۂ تاتاریہ میں یہ چادر شریف مفقود ہوگئی۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قصیدہ کی بخششوں میں دربارِ رسالت سے عطائے ردا ہوئی ہے اور بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کو بھی اگر عطا ہوئی ہو۔ تو تعجب نہیں۔

لہٰذا قصیدہ بردہ کا نام ردائے بردِ یمانی سے منتسب ہونا صحیح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

آدابِ قرأتِ قصیدۂ مبارکہ

اوّل ایک نکتہ عجیبہ مرکوزِ خاطر رہے۔ کہ اس قصیدہ مبارکہ کی ابتدا میں ایک بشارتِ خاص ہے۔ اور اختتامِ قصیدہ میں اس بشارت کا نتیجہ ہے جو بزبانِ حال بتا رہا ہے کہ اس قصیدہ کا ملازم ہمیشہ امن میں رہ کر فرح و طرب کے قلعہ حصین میں محفوظ رہے گا۔

چنانچہ اَمِنْ تَذَكُّرِ جِيْرَانٍ بِذِیْ سَلَمٍ میں اَمِنْتَ نکلتا ہے۔ جس کے معنی ہیں تو امن میں آگیا۔ اور قصیدہ میں ہے۔ وَاَطْرَبَ الْعِيْسَ حَادِی الْعِيْسِ بِالنَّغَمِ تو امن و امان کا نتیجہ طرب و فرحت ہے۔ گویا قصیدہ مبارکہ اَمِنْتَ شروع کرنے والے کو حسنِ ختم پر خیریت کی بشارت عطا کر دیتا ہے۔[1]

---

[1] یہ مضمون قصیدہ بردہ کے پہلے اور آخری شعر کی شرح میں صاحب عطر الوردہ نے بھی درج کیا ہے ۱۲

اس قصیدہ مبارکہ کے آداب تلاوت میں اوحد العلماء الاعلام و مفرد العظماء الفخام الانسان الکامل الجھبذ الفاضل ذو النسب الرفیع السامی صاحب الادب البدیع النامی قاموس البلاغۃ و الفصاحۃ و نبراس الافہام السید عمر افندی مفتی مدینۃ خرپوت و مفید الحکام صحیح الاحکام فرماتے اور فتویٰ دیتے ہیں۔ کہ اس قصیدہ کے پڑھنے میں چند شروط و آداب کا لحاظ لازمی ہے۔ ورنہ اگر نتیجہ میں فائدہ نہ ظاہر ہو تو قصیدہ کی بے اثری نہ سمجھی جائے بلکہ اپنی غلطی پر اُس کو محمول کرے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ امام غزنوی رحمۃ اللہ علیہ اس قصیدہ مبارکہ کو ہر رات پڑھا کرتے۔ تاکہ اس کی برکت سے زیارت سرکار ابد قرار صلے اللہ علیہ وسلم حاصل کریں۔ ایک مدت تک پڑھا۔ مگر زیارت سے مشرف نہ ہوئے تو انہوں نے اپنے شیخ کامل کی خدمت میں عرض کیا کہ اس میں کیا راز ہے۔ آپ نے جواب دیا۔ لعلک لا تراعی شرائطہا غزنوی شاید تو اس کی شرائط کی رعایت نہیں کرتا علامہ غزنوی نے عرض کیا لا بل انا اعیہا نہیں حضور میں خاص رعایت اور توجہ سے پڑھتا ہوں۔ فراقب الشیخ تو اُن کے شیخ نے مراقبہ کیا۔ اور فرمایا۔ وقفت علی سرہ وھو انک لا تصلی بالصلوۃ التی صلی بہا الامام البوصیری اذ ھو یصلی علیہ علیہ السلام بقولہ ؎

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا ۔۔۔ عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

غزنوی زیارت نہ ہونے کا جو راز ہے۔ وُہ معلوم ہو گیا۔ وہ یہ ہے کہ تم وُہ درود نہیں پڑھتے جو امام بوصیری نے حضور پر اس قصیدہ کو سناتے ہوئے پڑھا تھا۔ اور وُہ درود یہ ہے ؎

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا ۔۔۔ عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

اور اس قصیدہ میں اس درود کا پڑھنا ہی خاص سر ہے۔ اس کے سوا اور کوئی درود نہ ہو چنانچہ شرائط قرأت میں اوّل یہ ہے کہ

(۱) با وضو ہو۔

(۲) قبلہ کی طرف منہ کر کے بیٹھ کر پڑھے۔

(۳) تصحیح الفاظ میں خاص کوشش کرے اور زیر زبر کا لحاظ رکھے۔

(۴) جو شعر پڑھے۔ اُس کے معنی کو سمجھتا ہو اس لئے کہ دُعا کے لفظوں کو اگر نہ سمجھتا ہو۔ تو اس

کی تاثیر جاتی رہتی ہے۔ جیساکہ علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مقدمہ حزب الاعظم میں فرمایا:
"فعلیک بحفظ مبانیہ والتامل فی معانیہ"

(۵) ہر شعر کو شعر کی طرح پڑھا جائے نہ کہ نثر کی طرح۔

(۶) تمام قصیدہ اول حفظ ہو۔ پھر معمولاً پڑھے۔

(۷) جو اس کی قرات کرے۔ اور ورد بنائے۔ وہ پہلے اجازت کسی ماذون سے حاصل کرے۔

(۸) قصیدہ کے اول اور آخر میں مخصوص وہ درود پڑھا جائے جو امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے سرکار والا میں پڑھا تھا یعنی

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

یہ شرائط علامۃ الفہامہ امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کے قصیدہ کے شارح شیخ خرپوتی مفتی مدینہ خرپوت نے اپنی شرح میں نقل فرمائیں اور صاحب الشوارد الفردہ نے سلسلہ سہروردیہ کے قاعدہ کے تحت طریق تلاوت یوں لکھا ہے کہ مجھ کو اپنے والد ماجد میر سید علی بخاری سہروردی علیہ الرحمۃ سے اس کی اجازت ہے۔ طریق تلاوت یوں لکھا ہے کہ:۔

(۱) جس دن شروع کرنا ہو۔ حسب مقدور ایک یا چند محتاجوں کو کھانا کھلائیں۔ اور کھانا شیریں نمکین دو طرح کا ہونا چاہیئے۔ اول اس کھانے پر حضور کی وساطت سے مصنف قصیدہ کی فاتحہ ہو۔

(۲) صاف اور خوشبودار لباس پہن کر قصیدہ شروع کیا جائے۔

(۳) جس شعر میں حضور کا نام نامی آئے اس کی تین بار تکرار کی جائے اور درود پڑھا جائے۔

(۴) وقت معین پر روزانہ کا ورد رہے۔

(۵) مقدرت ہو تو ہر ماہ کے آغاز میں طریق مذکور پر کھانا کھلایا جائے۔

(۶) قصیدہ شروع کرنے سے اول یہ درود شریف پڑھا جائے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ مِلْأَ الدُّنْیَا وَمِلْأَ الْاٰخِرَۃِ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ مِلْأَ الدُّنْیَا وَمِلْأَ الْاٰخِرَۃِ وَارْحَمْ سَیِّدَنَا مُحَمَّدً

مِلْأَ الدُّنْيَا وَمِلْأَ الْاٰخِرَةِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ يَا اَللّٰهُ يَا رَحْمٰنُ يَا رَحِيْمُ
يَا جَارَ الْمُسْتَجِيْرِيْنَ يَا اَمَانَ الْخَائِفِيْنَ يَا عِمَادَ مَنْ لَّا عِمَادَ لَهٗ يَا سَنَدَ
مَنْ لَّا سَنَدَ لَهٗ يَا ذُخْرَ مَنْ لَّا ذُخْرَ لَهٗ يَا حِرْزَ الضُّعَفَاءِ يَا كَنْزَ الْفُقَرَاءِ
يَا عَظِيْمَ الرَّجَاءِ يَا مُنْقِذَ الْهَلْكٰی يَا مُنْجِیَ الْغَرْقٰی يَا مُحْسِنُ يَا مُجْمِلُ يَا مُنْعِمُ
يَا مُفْضِلُ يَا عَزِيْزُ يَا جَبَّارُ يَا مُنِيْرُ اَنْتَ الَّذِیْ سَجَدَ لَكَ سَوَادُ اللَّيْلِ وَضَوْءُ
النَّهَارِ وَشُعَاعُ الشَّمْسِ وَحَفِيْفُ الشَّجَرِ وَدَوِیُّ الْمَاءِ وَنُوْرُ الْقَمَرِ يَا اَللّٰهُ
اَنْتَ اللّٰهُ لَا شَرِيْكَ لَكَ اَسْئَلُكَ اَنْ تُصَلِّیَ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ
وَرَسُوْلِكَ وَعَلٰی اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ اَللّٰهُمَّ وَاَعْطِ سَيِّدَنَا مُحَمَّدَنِ الْوَسِيْلَةَ
وَالْفَضْلَ وَالْفَضِيْلَةَ وَالدَّرَجَةَ الرَّفِيْعَةَ اَللّٰهُمَّ عَظِّمْ بُرْهَانَهٗ وَاَفْلِجْ
حُجَّتَهٗ وَاَبْلِغْهُ مَاْمُوْلَهٗ فِیْ اَهْلِ بَيْتِهٖ وَاُمَّتِهٖ ۔

(۳) قصیدہ ختم کرکے یہ دُعا پڑھی جائے :۔

اَللّٰهُمَّ احْرُسْنِیْ بِعَيْنِكَ الَّتِیْ لَا تَنَامُ وَاكْفِنِیْ بِرُكْنِكَ الَّذِیْ
لَا يُرَامُ وَارْحَمْنِیْ بِقُدْرَتِكَ عَلَیَّ فَلَا اَهْلِكُ وَاَنْتَ رَجَائِیْ فَكَمْ
مِّنْ نِّعْمَةٍ اَنْعَمْتَ بِهَا عَلَیَّ قَلَّ لَكَ بِهَا شُكْرِیْ وَكَمْ مِّنْ بَلِيَّةٍ
ابْتَلَيْتَنِیْ بِهَا قَلَّ لَكَ بِهَا صَبْرِیْ فَيَا مَنْ قَلَّ عند نعمته شكری فلم
يحرمنی ويا من قل عند بلية صبری فلم يخذلنی ويا من رآنی
علی الخطايا فلم يفضحنی يا ذا المعروف الذی لا ينقضی ابدا و يا
ذا النعماء التی لا تحصی ابدا اسئلك ان تصلی علی سيدنا محمد و
علی آل سيدنا محمد وبك ادرءُ فی نحور الاعداء والجبابرة
اللهم انك تعلم سری وعلانيتی فاقبل معذرتی وتعلم حاجتی
فاعطنی سؤلی وتعلم ما فی نفسی فاغفر لی ذنوبی. آمین برحمتك
يا ارحم الراحمين ۞

قصیدہ بردہ کا وزن شعری

یہ قصیدہ بحر بسیط میں ہے اور بحر بسیط علم عروض میں یہ ہے :-
مُسْتَفْعِلُنْ فَاعِلُنْ مُسْتَفْعِلُنْ فَاعِلُنْ ۔
اس میں پہلا فاعلن کہیں کہیں فَعِلُنْ پڑھا جاتا ہے اور دوسرا فاعلن ہر جگہ فَعِلُنْ بالزحاف پڑھا جائے گا۔ اسے علم عروض کی اصطلاح میں قطع کہتے ہیں اور مُسْتَفْعِلُنْ کا پہلا رکن کہیں کہیں مَفَاعِلُنْ کے وزن پر آیا ہے۔ اس قسم کے زحاف کو خبن کہتے ہیں۔
نیز ابن معتوق متوفی ۱۰۸۷ھ نے اس قصیدہ کے مقابلہ میں ایک قصیدہ لکھا جس کا مطلع یہ ہے ؎

لا بر فی الحب یا اهل الهوی قسمی ولا وفت للعلی ان خنتکم ذممی!

یعنی اے محبت والو! میں تم سے خیانت کروں تو میرا ایمان وفا کبھی سچ نہ نکلے۔ اور ترقی کے مدارج پر فائز ہونے کا عزم کبھی پورا نہ ہو؛
اگرچہ شاعرانہ بندش میں یہ قصیدہ بھی کم نہیں لیکن بوصیری کے جذبات سے جب اس کا تقابل کیا جاتا ہے تو انصاف یہی کہنے پر مجبور کرتا ہے کہ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ بہرحال محنت بہت کی ہے لیکن بوصیری کے جذبات اور تلاطمِ عشق کی کیفیت جو اشعارِ قصیدہ میں موجزن ہے وہ ابن معتوق کو میسر نہ ہوئی۔ باقی علمی لطافت زبانی فصاحت کا ہمیں انکار نہیں۔
اب ہم اوّل ان چند اشعار کو قصیدہ سے مقتبس کر کے نذرِ ناظرین کرتے ہیں جو بطور وظیفہ پڑھنے سے حلِ مُراد میں اکسیرِ اعظم ہیں۔ ان میں سے بعض وہ ہیں۔ جسے مُفتی مدینہ خرپوتی شارح قصیدہ نے ارشاد فرمایا ہے۔ اور بعض وہ ہیں۔ جو ہمارے مشائخ کرام سے ہم تک پہنچے۔ وھو ہٰذا۔

منتخب اشعار قصیدہ بُردہ برائے حصول مرام

ہدایت خواندن شعر برائے حصول مرام

(۱) مندرجہ ذیل اشعار میں سے جو شعر پڑھا جائے۔ اُس کے اول آخر تین بار یہ درود شریف ضرور پڑھا جائے

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ!

(۲) جو شعر پڑھا جائے۔ اس کی زیر زبر اور صحت الفاظ کا خاص لحاظ رکھا جائے۔

(۳) خشوع وخضوع سے باوضو رو بقبلہ بیٹھ کر پڑھا جائے۔

(۴) اول کچھ فاتحہ بتوسل سید اکرم صلی اللہ علیہ وسلم امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کی ہو۔

خواص از شرح خرپوتی

ضُعفِ قلب وغمگینی وتنگی نفس کے لئے یہ شعر مبارک حروفِ مقطعات میں سیب پر لکھ کر کھلائیں۔ چند روز کھلانے سے صحت ہوگی۔ اور اگر شیشہ کے برتن پر شعر لکھا جائے اور دھو کر پلایا جائے تو ضیق النفس کو عجیب الاثر ہے۔

لَوْلَا الْهَوٰی لَمْ تُرِقْ دَمْعًا عَلٰی طَلَلٍ وَلَا اَرِقْتَ لِذِكْرِ الْبَانِ وَالْعَلَمِ

تنبیہ

حروفِ مقطعات لکھنے کے یہ معنی ہیں۔ کہ مرکب حروف کو علٰحدہ علٰحدہ لکھا جائے حسب طریقہ ذیل:۔

ل و ل ا ل ہ و ی ل م ت ر ق د م ع ا ع ل ا ط ل ل۔ و ل ا ا ر ق ت ل ذ ک ر ا ل ب ا ن و ا ل ع ل م۔

خواص ایضاً منہ

برائے قضاء حاجات وحصول مرادات تین بار یہ شعر پڑھ کر کام شروع کرے۔ انشاء اللہ

حاجت ومقصد پورا ہو۔

فَکَیْفَ تُنْکِرُ حُبًّا بَعْدَ مَا شَهِدَتْ　　بِهٖ عَلَیْكَ عُدُولُ الدَّمْعِ وَالسَّقَمِ

خواص ایضاً منه

(۱) اگر اپنی بیوی کی طرف سے کسی راز مخفی کا وہم ہو۔ تو اس شعر کو لیموں کے پتے پر لکھ کر جب کہ وہ سو رہی ہو۔ اس کے سینہ پر رکھ دیں لیکن یہ خیال رہے کہ بائیں چھاتی پر رکھیں تو وہ سوتے ہوئے سب کچھ ظاہر کر دے گی۔

(۲) اور اگر کسی پر چوری کا شبہ ہو تو شعر مذکور مینڈک کی رنگی ہوئی کھال پر لکھ کر اپنے گلے میں ڈالے اور اس سے سوال کرے۔ وہ دہشت زدہ ہو کر علی الفور اقرار جرم کرے گا۔ باذن اللہ تعالیٰ۔

نَعَمْ سَرٰى طَیْفُ مَنْ اَهْوٰی فَاَرَّقَنِیْ　　وَالْحُبُّ یَعْتَرِضُ اللَّذَّاتِ بِالْاَلَمِ

خواص ایضاً منه

برائے مقہوری اعدا گول کاغذ پر یہ شعر مدور سطر میں لکھ کر اپنے صافہ کے اندر رکھے۔ اور پیشانی کی طرف یہ شعر رہے۔ انشاءاللہ دشمن ذلیل ہو۔ اور خود اس کے شر سے محفوظ رہے۔ عمامہ

مَحَّضْتَنِی النُّصْحَ لٰكِنْ لَّسْتُ اَسْمَعُهٗ　　اِنَّ الْمُحِبَّ عَنِ الْعُذَّالِ فِیْ صَمَمِ

خواص ایضاً منه

برائے مقہوری اعدا گول کاغذ پر یہ شعر مدور سطر میں لکھ کر اپنے عمامہ میں اس طرح رکھے کہ پیشانی کی طرف یہ نقش رہے۔ انشاءاللہ شر عدو سے محفوظ و مصئون رہے گا۔ اور اگر مطالعہ کتب سے جی گھبرائے اور مضمون کتاب سمجھ میں نہ آئے تو یہ شعر ایک سو ایک بار پڑھ کر مطالعہ کرے۔ انشاءاللہ کتاب حل ہو گی۔

وَاسْتَفْرِغِ الدَّمْعَ مِنْ عَیْنٍ قَدِ امْتَلَاَتْ　　مِنَ الْمَحَارِمِ وَالْزَمْ حِمْیَةَ النَّدَمِ

خواص ایضاً منه

مصر علی العصیان کی اصلاح کے لئے یہ عمل عجیب الاثر ہے۔ مندرجہ ذیل شعر ایک کاغذ پر بعد نماز جمعہ لکھ کر گلاب کے عرق سے دھو کر پلائیں۔ اور اسی جگہ رو بقبلہ بٹھائیں اور خشوع و

خضوع سے بارگاہِ الٰہی میں دُعا، توفیق توبۃ النصوح کرائیں۔ عصر و مغرب وہاں ہی پڑھی جائے۔ عشاء تک اس طرح صلوٰۃ وسلام بخشوع وخضوع پڑھا جائے۔ تو انشاء اللہ ہر قسم کے کبائر سے محفوظ رہے ؂

وَلَا تُطِعْ مِنْهُمَا خَصْمًا وَّ لَا حَكَمًا ۔۔۔ فَاَنْتَ تَعْرِفُ كَيْدَ الْخَصْمِ وَالْحَكَمِ

خواص ایضاً منہ

برائے حاجات دینی و دنیوی یہ بیت مبارک ایک مجلس میں ایک ہزار ایک مرتبہ مع اوّل آخر درود و قصیدہ گیارہ گیارہ بار پڑھے۔ انشاء اللہ ایک ہی مجلس کے پڑھنے سے مراد پوری ہو۔ اور اگر اتنی مقدار نہ پڑھ سکے تو میرا تجربہ ہے کہ ہر وقت پڑھتا رہے۔ تو بھی اس کی برکات سے محروم نہیں رہتا۔ بفضلہ تعالیٰ مراد پوری ہوتی ہے ؂

هُوَ الْحَبِيْبُ الَّذِيْ تُرْجٰى شَفَاعَتُهٗ ۔۔۔ لِكُلِّ هَوْلٍ مِّنَ الْاَهْوَالِ مُقْتَحِمِ

خواص ایضاً منہ

برائے آسانی سکرات موت بالین مریض پر پڑھیں۔ اگر وقت پورا ہو چکا ہے۔ موت آسانی سے ہوگی۔ ورنہ شفاء عاجل حاصل ہو۔ ؂

لَوْ نَاسَبَتْ قَدْرَهٗ اٰيَاتُهٗ عِظَمًا ۔۔۔ اَحْيَى اسْمُهٗ حِيْنَ يُدْعٰى دَارِسَ الرِّمَمِ

خواص ایضاً منہ

جنگل یا آبادی میں جب کہ وحوش و سباع کا خطرہ ہو۔ تو یہ شعر سات بار یا نو بار پڑھ کر اپنے گرد انگشتِ سبابہ[1] سے حصار کرے۔ انشاء اللہ دائرہ کے اندر وہ وحشی داخل نہ ہو سکے گا بلکہ اگر سبُعی[2] مزاج کا انسان بھی ہوگا۔ تو اس سے بھی محفوظ رہے ؂

وِقَايَةُ اللّٰهِ اَغْنَتْ عَنْ مُضَاعَفَةٍ ۔۔۔ مِنَ الدُّرُوْعِ وَعَنْ عَالٍ مِّنَ الْاُطُمِ

خواص ایضاً منہ

سفر میں جاتے ہوئے یہ بیت مبارک ایک کاغذ پر لکھ کر پہلا مصرع اپنے گھر میں رکھ دے۔

---

[1] شہادت کی انگل سے اپنے گرد دائرہ لگائے ۱۲ [2] درندہ صفات یعنی ظالم ۱۲

اور دوسرا مصرع اپنے ساتھ سفر میں لے جائے۔ انشاء اللہ بعافیت گھر واپس آئے۔

مَا سَامَنِی الدَّهْرُ ضَيْمًا وَّاسْتَجَرْتُ بِهٖ — اِلَّا وَنِلْتُ جِوَارًا مِّنْهُ لَمْ يُضَمِ

خواص الثامنہ

اگر کسی عورت نے مرد کو باندھ دیا ہو۔ یعنی اُس کے سوا کسی سے مجامعت کے قابل نہ ہو سکتا ہو۔ تو تین انڈے مُرغ کے جوش دے کر چھیلے اور دو انڈوں پر حروف مہملہ میں پہلا مصرع اس طرح لکھے۔ کہ دونوں انڈوں کے چاروں طرف حروف پُر ہو جائیں۔ اور دوسرا مصرع تیسرے انڈے پر اُسی طرح لکھ کر پہلے مصرع کے دونوں انڈے خود کھالے۔ اور تیسرا انڈا عورت کو کھلا دے۔ انشاء اللہ کھل جائے گا اور سحرِ منقل جو اُس پر کیا گیا ہے۔ رد ہو جائے گا۔

وَبِتَّ تَرْقٰى اِلٰى اَنْ نِلْتَ مَنْزِلَةً — مِنْ قَابَ قَوْسَيْنِ لَمْ تُدْرَكْ وَلَمْ تُرَمِ

یہ اشعار تو وہ ہیں جو علامہ عزلوتی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی شرح میں خاص طور پر بیان فرمائے اب وہ اشعار نذرِ ناظرین ہیں جو ہمارے اجداد کرام سے ہمارے خاندان میں عملاً معمول ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

خواص

اَمِنْ تَذَكُّرِ جِيْرَانٍ سے فَمَا لِعَيْنَيْكَ اِنْ قُلْتَ تک تین شعر ہوتے ہیں۔

ان تینوں اشعار کو اگر شیشہ کے برتن پر لکھ کر مینہ کے پانی سے اُس جانور کو پلایا جائے جو تابعِ فرمان نہ ہو۔ تو علی الفور مطیع ہو جائے۔

اور اگر یہ تینوں شعر ہرن کی جھلی پر لکھ کر لکنت والے کے بازو پر باندھ دیں تو رکاوٹ لسانی دور ہو۔ اور بعون اللہ تعالیٰ فصیح اللسان ہو جائے۔

خواص بیت

جس شخص کے دل میں حزن و ملال یا تنگی ہو۔ اور مکدر رہتا ہو۔ اُسے یہ بیت مبارک حروف مقطعہ میں سیب پر لکھ کر کھلائیں۔ انشاء اللہ دفع مرض ہوگا۔ اور اگر شیشہ پر لکھ کر دھو کر پلادیں تو بھی مفید ہوگا۔ لیکن تفاح یعنی سیب پر لکھ کر دینا زیادہ مفید ہے۔

۵ فَكَيْفَ تُنْكِرُ حُبًّا بَعْدَ مَا شَهِدَتْ ۔ بِهٖ عَلَيْكَ عُدُوْلُ الدَّمْعِ وَالسَّقَمِ

مُحَمَّدٌ سَيِّدُ الْكَوْنَيْنِ وَالثَّقَلَيْنِ ۔ وَالْفَرِيْقَيْنِ مِنْ عُرْبٍ وَّمِنْ عَجَمِ

یہ بیت مبارک ہر قسم کے آسیب زدہ پر پڑھ کر دم کریں اور چینی پر لکھ کر پلائیں تو چند روز میں شفا حاصل ہو۔ بلکہ اس کا تعویذ لکھ کر گلے میں باندھ دیں۔

دفع دخل مقدر

یہ اعتراض علامہ بوصیری پر محض زائد ہوگا۔ کہ انہوں نے قصیدہ کی ابتدا بغیر بسم اللہ و حمد کیوں کی۔ اس لئے کہ علامہ خرپوتی فرماتے ہیں کہ وقد سمع من بعض العرب ان الناظم الفاهم ذکر ههنا فی بیت مستقل وهو قوله۔ بعض عرب سے مسموع ہے۔ کہ ناظم فاہم رحمۃ اللہ علیہ نے حمد و نعت ایک مستقل شعر میں فرمائی ہے اور وہ یہ ہے ؎

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ مُنْشِیِ الْخَلْقِ مِنْ عَدَمٍ ثُمَّ الصَّلٰوۃُ عَلَی الْمُخْتَارِ فِی الْقِدَمِ

اور اگر مان بھی لیا جائے کہ یہ شعر قصیدہ کے مطلع کا نہیں۔ تو ممکن ہے کہ قصیدہ کے پہلے شعر کا ہمزہ امن تذکر میں اشارۃ الحمد کا مخفف ہو جیسا کہ ارباب تصوف میں مشہور ہے۔

اور اگر یہ بھی مسلم نہ ہو۔ تو بھی اعتراض نہیں پڑسکتا۔ اس لئے کہ حمد و نعت کے متعلق جو احادیث میں تاکید ہے۔ وہ ذکر لسانی کی ہے نہ کہ کتابت کی۔ بنابرایں ممکن ہے کہ علامہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے انشاء قصیدہ فرماتے ہوئے زبانی حمد و نعت کرلی ہو۔ علاوہ ازیں ایک بات اور بھی ہے۔ کہ شرائط ورد میں پہلے بتایا گیا ہے کہ قصیدہ شروع کرنے سے قبل یہ درود تین بار ضرور پڑھا جائے۔ اور یہ درود وہ ہے جو ناظم فاہم نے دربار رسالت میں عرض کیا ؎

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ!

اس میں ذکر الٰہی اور صلوٰۃ علی رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہے۔ بہرحال یہ اعتراض محض زائد ہے اور کسی طرح علامہ فاہم رحمۃ اللہ علیہ پر نہیں پڑتا۔

ابوالحسنات قادری

خطیب مسجد وزیر خان لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

شرح بردہ

فصلِ اول ــــ یادِ محبوب اور مذاکرۂ صبا

(۱)

أَمِنْ تَذَكُّرِ جِيرَانٍ بِذِي سَلَمِ
مَزَجْتَ دَمْعًا جَرٰى مِنْ مُقْلَةٍ بِدَمِ

حل لغات

الف۔ استفہامیہ تذکر۔ بمعنی یاد جیران۔ جمع جار یعنی ہمسایہ۔ سلم۔ ایک درخت ہے جو پیلو کے درخت کے مشابہ ہوتا ہے۔ ذی سلم۔ وہ مقام جہاں ایسے درخت کثرت سے ہوں اور ذی سلم عرب میں ایک خاص مقام بھی ہے مزجت۔ صیغہ ماضی مخاطب، ماخوذ از مزج یعنی آلودہ ہوا یا آمیزش کیا ہوا دمعا۔ بالفتح اشک، آنسو من مقلۃ۔ بالضم گوشہ چشم جسے کویہ کہتے ہیں، یعنی کویہ چشم سے جرٰی۔ جاری ہیں بدم۔ دم، خون، خون آلودہ۔

ترجمہ

کیا ہمسایوں کی یاد سے جو ذی سلم تھے، تیری آنکھوں سے خون آلودہ آنسو جاری ہیں۔

تشریح

دل بے قرار ہے اور اس راز محبت کو جسے عاشق امانت کی طرح مخفی رکھ رہا ہے، یہ بے قراری ظاہر کرنے پر مجبور کر رہی ہے، اگرچہ یہ کوشاں ہے کہ وہ راز فاش نہ ہو۔ مگر جب آنکھوں نے اس کا پردہ چاک کر دیا تو اب کسی مخصوص محبوب کے راز کو مخفی رکھنے کے لئے اس کا نام چھپا کر ایک مقام خاص ذی سلم کو ظاہر کر کے وہاں کے ہمسایوں کے پردہ میں کہتا ہے۔ کہ اے بے قرار از خود رفتہ بے چین! کیا آج تو ذی سلم کے ہمسایوں کی یاد میں خون آلودہ آنسو اپنی مقلہ چشم سے گرا رہا ہے اور اس امر کو باوجودیکہ اتنا مضطر (بے قرار) ہو چکا ہے۔ پھر بھی مخفی رکھتا ہے اور یہ نہیں بتاتا۔ کہ مقام ذی سلم کے ہمسایوں میں

سے وہ کون ہے جس کی مخصوص یاد یہ خون کے آنسو رُلا رہی ہے یہ تو مختصر سی شرح وہ ہے جو فقیر کے ذہنِ نارسا کا خلاصہ ہے۔ اب علامہ خرپوتی نے جو شرح فرمائی وہ نذرِ ناظرین ہے۔

تذکر اگر مصدرِ ذکر بکسر ذال ہے تو زبانی یاد کی طرف (ذال رہنمائی کرتا ہے)۔ اور اگر ذکر بالضم ہے۔ تو ذکرِ قلبی کا حال بتاتا ہے اور جیران سے اس جگہ بطریقِ مجاز محبوب مراد ہے اور جار کو جمع کرنا اور جیران کہنا تعظیماً ہے۔ بذی سلم، سَلَم بفتح لام ایک درخت کا نام ہے اور سِلم بکسرِ لام اسم جنس ہے سلمہ کا۔ اور ایک قول میں سلم ایک درخت کا نام ہے۔ جو مکہ مدینہ کے مابین ایک جنگل میں واقع ہے۔ اور اس مقام پر سلم سے مراد یہی درخت ہے۔ اس لئے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ تشریف لا رہے تھے۔ تو راستہ میں اسی درخت کے نیچے استراحت فرما ہوئے تھے۔ اور بعض کے نزدیک سلم سے مراد دار السلام ہے جو جنت میں ایک مقام ہے اور یہاں استعارۃً روضۂ محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم مراد لیا گیا۔ اس لئے کہ گنبدِ خضرا جنت کے مشابہ ہے اور وہ خیر مکان اور جنسِ دار السلام سے ہے۔ اور پھر دار السلام سے استعارہ روضۂ پاک کا کر کے ذی سلم کہا تا کہ صاحبِ روضہ مراد ہو جائے اور اُسے جمع اس لئے کیا کہ نہ صرف حضور بلکہ جملہ ارواح انبیاء علیہم السلام کی یاد پر حاوی ہو جائے۔

تو حاصلِ معنی یہ ہوئے :۔

کہ کیا جیرانِ عالمِ ارواح کی یاد نے جو ذی سلم ہیں۔ اور اعلیٰ علیین میں رہتے ہیں۔ تیری آنکھوں سے ممزوج بدم آنسو جاری کروائے،

اور مقلہ محاورہ میں بیاض و سوادِ چشم دونوں کو کہا جا سکتا ہے جیسا کہ کسی شاعر کا قول ہے ؎

اذا ما مُقْلَتِیْ رَمِدَتْ فَکُحْلِیْ تُرَابٌ مِنْ نِعَالِ اَبِیْ تُرَاب

یعنی میرے مقلہ (آنکھ کے ڈھیلا) میں رمدِ چشم (آشوبِ چشم) ہوا۔ تو اس کا سرمہ ابو تراب کے نعلین (جوتے) کی خاک ہے۔

اور ایک توجیہ علامہ خرپوتی بیت مذکورہ کی یہ فرماتے ہیں۔ کہ عاشق جب اپنے عشق کو

مخفی کرکے محبت کا منکر ہوا تو وہ عشق جو متصوفین کے نزدیک قلب انسان میں ہوتا ہے۔ اُس نے بڑھتے بڑھتے مشک کی خاصیت پیدا کر لی کہ جتنا اُسے مخفی کیا گیا۔ اُتنا ہی وہ ظاہر ہونے لگا۔

تو سلطانِ محبت کے دربار میں جو شہر قلب میں مقیم ہے عاشق نے جب انکارِ محبت کیا۔ تو مدعی نے کہا۔ کہ اگر تجھ پر عشق نہیں تو کس لئے خون آلود آنسو اپنے مقامِ چشم سے بہا رہا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ پرانے رفیقوں کی یاد نے جو ذی سلم کے ہم وطن تھے، تجھے بیتاب کیا۔ اور اُس بے تابی کے ضبط نے تیری آنکھوں سے خون آلود آنسو بہائے۔

لہٰذا دعوےٰ ثابت کہ

تیرے دِل میں سُلطانِ محبت نے اپنا سکہ جمایا۔ اور تو اُسی کے اثر سے متاثر ہو کر خون آلود آنسو بہا رہا ہے۔

بیاد چشم مانگر ہوائے برشگالی را
مزا برسات کا دیکھو تو اِن آنکھوں میں آبیٹھو

کہ ابرِ کرم گاہے ترشح گہ بود باراں
سپیدی ہے سیاہی ہے شفق ہے ابرِ باراں ہے

توجیہہ عجیب

ناظم قاسم رحمۃ اللہ علیہ بطریق تجرید اپنی طرف خطاب کرکے بطور تجاہل عارفانہ فرماتے ہیں کہ اے مخاطب! کیا تجھ سے ہمسایوں کی یاد نے جو موضع ذی سلم کے ہیں اپنی آنکھوں سے خون آلود آنسو جاری کرا دیئے۔ یہ یاد تیری ایک مبارک یاد ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایسی یاد میں خون رونے والا اس خطاب کا مستحق ہو جاتا ہے۔ جو قصیدہ کے شروع میں لفظ آتا ہے یعنی امنۃ۔ گویا اس محبت والے کو امن و عافیت کی بشارت ہے۔

---

(۲)

أَمْ هَبَّتِ الرِّيحُ مِنْ تِلْقَاءِ كَاظِمَةٍ
وَأَوْمَضَ الْبَرْقُ فِي الظَّلْمَاءِ مِنْ إِضَمِ

حل لغات

امے متصلہ ہے یا منقطعہ۔ متصلہ ہونے کی صورت میں یہ معنی ہوں گے۔ کہ کیا ہمسایوں کی یاد میں خون آلود آنسو تو ڈال رہا ہے یعنی کیا استفہام

ہے یا ہبوب ریاح کے باعث یا ومض برق کے سبب تو خون کے آنسو رو رہا ہے اور منقطع ہونے کی صورت میں تذکرِ جیران کا رد کر کے موجبِ دمعاً کی علت ہبوبِ ریاح قرار دی جائے گی۔ ھَبَّتْ ۔ صیغہ ماضی از ہبوب، ہوا چلنا، تحریک و نشرِ ریاح ہونا۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے۔ اِنِّی لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ ۔ اَلرِّیْحُ ۔ روح سے ہے اور یہ بمعنی ذہاب استعمال ہوتی ہے یعنی چلنے اور جانے کے معنی میں آتی ہے۔ تِلْقَاءِ ۔ بالکسر، طرف، جہت، جانب کما فی قولہٖ تعالیٰ ۔ مِنْ تِلْقَاءِ مَدْیَنَ ۔ کَاظِمَۃ ۔ ایک شہر کا نام ہے جسے اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لئے منور فرمایا۔ اور یہ کظم سے مشتق ہے جو تسکین غضب کے معنی میں مستعمل ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے۔ وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ ۔ بعض نے کہا کہ کاظمہ سے مراد گنبدِ خضراء رحمۃ للعالمین ہے۔

اور ہبوب ریح من جانب المدینہ سے مراد حقیقی ہے۔ اس لئے کہ جب محبوب کی طرف سے ہوا آتی ہے تو محرک حزن و ملال عاشق ہوتی ہے۔ اور مورثِ بکا بن جاتی ہے۔
اَوْمَضَ ۔ ماضی ومض سے ہے۔ یعنی بجلی کا ہلکا سا چمکنا یعنی یا بسبب اجراء الدمع بالدم کا ایماض برق ہے۔ بَرْق ۔ بجلی۔ ظَلْمَاء ۔ بفتح اول وسکون ثانی شب تاریک۔ اِضَم ۔ بکسر اول وفتح ثانی۔ مدینہ منورہ کے قریب ایک پہاڑ ہے اس کا نام ہے۔ اس پہاڑ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر جلوہ آرا رہے ہیں۔

ترجمہ یا ہوا آرہی ہے کاظمہ کی جانب سے یا کوہ اضم کی طرف سے بجلی چمکتی ہے اور تجھے وہاں کی یاد خون رُلا رہی ہے۔

تشریح از خرپوتی ۔ یعنی اے عشق کے منکر اور اے چھپانے والے رازِ محبت کے، تو ہزار انکار کر لیکن علل واسباب اتنے شاہد ہیں کہ تو انکار نہیں کر سکتا۔ اگر سبب بکا و حزن تذکرِ جیران ذی سلم نہیں ہے۔ تو جبل کاظمہ جہاں جلوہ محبوب جلوہ آرا تھا۔ وہاں کی ہوا تجھے وہاں کی صحبتیں یاد دلا کر تیرے حزن و ملال کو بڑھا رہی ہیں۔ اور اگر یہ بھی نہیں۔ تو کوہِ اضم کی زم زم بجلیاں تجھے اندھیرے میں بے چین کر رہی ہیں۔ اور کاکلِ زلفِ محبوب کو یاد دلا رہی ہیں جیسے شاعر نے کہا ہے ؎

صدغ الحبیب وحالی   کلاھما کاللیالی

شب ہجر اور گیسوئے مشک بار ہیں دونوں سیاہ اور تاریک و تار
ایک تشریح کا طرز یوں ہو سکتا ہے۔

کہ یا وہ وجہ ہے جو مطلع کے بیت میں کہی گئی ہے یا یہ وجہ ہے کہ مقام کاظمہ کی طرف سے بادِ اُنس و وِداد چلی ہے یا یہ وجہ ہے کہ موضع اضم کی سمت سے تاریک شب میں بجلی کوندی ہے یعنی ناظم فاہم اپنے نفس سے بطریق تجاہل عارفانہ دریافت فرما رہے ہیں۔ کہ تیرے گریۂ خون آلود کی وجہ موضع ذی سلم کے ہمسایوں کی یاد ہے یا سمتِ کاظمہ سے ہوائے محبت چلی ہے اور نسیم بوئے کاکلِ یار لا رہی ہے کہ اُسے سونگھ کر تیری بیتابی بڑھی۔ اور مضطربانہ گریہ خون آمیز شروع ہو گیا۔ یا کوہ اضم کی جانب سے برقِ محبت چمکی۔ جس کی روشنی میں تجھے دیارِ محبوب نظر آیا اور بے تابانہ رو پڑا۔ لہٰذا صاف صاف بتا کر ان تینوں سببوں میں سے کون سا سبب تیرے بے تاب ہونے اور خون کے آنسو رونے کا ہے ؎

مبتلائے بغم و محنت و اندوہ و فراق — اے دِل ایں نالہ و فغاں تو بے چیزے نیست
چہ آورد صبا از سر کوئش بوئے! — اے گل ایں چاک گریبان تو بے چیزے نیست
چمنِ کوچۂ جاناں سے یہ کیا آتی ہے — ناز کرتی ہوئی جو بادِ صبا آتی ہے

واھا لسولعات ذھبت آن عھد حضور بارگھت

جب یاد آوت ہو ہے کہ نہ پت ورواوہ مدینہ کا جاتا

ھی الشمس مسکنھا فی السماء — فعز الفؤاد عزاء جمیلا
فلن تستطیع الیھا الصعود ا — ولن تستطیع الیک النزولا

---

(۳)

فَمَا لِعَيْنَيْكَ اِنْ قُلْتَ اكْفُفَا هَمَتَا!
وَمَا لِقَلْبِكَ اِنْ قُلْتَ اسْتَفِقْ يَهِمِ

حل لغات فَمَا۔ عطف و استفہام۔ پس کیا ہوا؟ لِعَيْنَيْكَ۔ تثنیہ عین، دونوں آنکھیں۔ تیری دونوں آنکھوں کو۔ اِنْ۔ برائے شرط۔ اگر۔ قُلْتَ۔

صیغہ ماضی مخاطب، کہا تونے۔ اکففا۔ امر تثنیہ، از کف، ٹھیرو تم دونوں۔ ھمتا۔ ماضی تثنیہ، از ھمی۔ بہنا، جاری ہونا، دونوں آنکھیں بہنے لگ گئیں۔ وما۔ استفہام، اور کیا ہے؟ لقلبک۔ تیرے قلب کو۔ ان۔ شرطیہ، اگر۔ قلت۔ صیغہ ماضی، کہا تونے۔ استفق۔ امر، از افاقہ، افاقہ حاصل کر۔ یھم۔ از وہم۔ دل کا بے اختیار کسی طرف مائل ہونا۔ یا از ہیمان کسی طرف فریفتہ ہونا۔ حاصل معنی غمگین ہوجاتا ہے۔

ترجمہ کیا ہوا تیری دونوں آنکھوں کو اگر تو کہتا ہے ٹھیر جاؤ تو بہنے لگتی ہیں۔ اور کیا ہوا تیرے دل کو اگر اسے کہتا ہے سکون پکڑ، تو غمگین زیادہ ہوتا ہے۔

شرح یعنی ناظم قادم رحمۃ اللہ علیہ اپنے نفس کو مخاطب فرما کر کہتے ہیں کہ اگر تیری گریہ وزاری منجملہ اسباب مذکورکے نہیں ہے تو تیری چشم گریاں کو پھر کیا ہوگیا ہے کہ جب تو انہیں رونے سے روکتا ہے۔ تو اور زیادہ بہنے لگتی ہیں اور تیرے قلب حزیں کو ایسا کیا صدمہ گذرا ہے کہ جب تو کہتا ہے کہ ذرا سنبھل اور ہوش کر۔ تو وہ اور زیادہ مغموم و مہموم ہوجاتا ہے بقول شاعر ؎

چیست چشمت را کہ چوں گوئی بالیست — آنچہ بود اول ازاں افزوں گریست
چوں بگوئی بادل، اے دل ہوش دار — برکشد از سینہ آہے پر شرار

---

④ أَيَحْسَبُ الصَّبُّ أَنَّ الْحُبَّ مُنْكَتِمٌ
مَا بَيْنَ مُنْسَجِمٍ مِنْهُ وَمُضْطَرِمِ

حل لغات أ۔ ہمزہ۔ حرف استفہام بمعنی کیا۔ یحسب۔ مضارع، از حسب، گمان کرنا۔ یعنی گمان کرتا ہے۔ الصبُّ۔ فاعل بمعنی عاشق۔ ان الصب فی الاصل مصدر بمعنی الاراقۃ لکن المراد منہ ھھنا العاشق الکامل و انما سمی العاشق الکامل بہ لانہ یبکی فی کل احوالہ (عاشق)۔ انّ۔ یوں کہ۔ الحب۔ محبت۔ منکتم۔ فاعل از انکتام، پوشیدہ رہنا کتم سے یعنی پوشیدہ رہے گی۔ مابین۔

درمیان۔ منسجم۔ از انسجام، اشک رواں شدن، آنسو بہتے ہوؤں کے۔ و۔ اور مضطرم۔ (قلب) از اضطرام فاعل۔ آگ کا بھڑکنا، یعنی قلب آگ لگے ہوئے کے یا بیکل دل۔

ترجمہ کیا گمان کرتا ہے عاشق یا رونے والا کہ محبت کا راز پوشیدہ رہ جائے گا۔ جب کہ وہ عاشق اشک جاری اور قلب بیقرار کے درمیان ہے۔

شرح صب استعارتاً بمعنی عاشق لیا۔ اس لئے کہ عاشق کا ہر وقت روتے رہنا اور ہر حال میں رونا لازمی ہے۔ کسی شاعر نے خوب کہا ہے ؎

وما فی الخلق اشقیٰ من محب — وان وجد الھویٰ حلوا لمذاق
تراہ باکیا فی کل حال! — مخافۃ فرقۃ او لاشتیاق
فیبکی ان نأوا شوقا الیھم — ویبکی ان دنوا خوف الفراق

یعنی عاشق حالتِ وصل میں خوفِ فراق سے روتا رہتا ہے اور حالتِ ہجر میں غمِ فراق سے نالاں رہتا ہے۔ اس بناء پر صب جو بمعنی اراقہ یعنی آنسو بہنے کے اندر مستعمل ہے بعاشق کے معنی میں استعمال کیا گیا۔

تو اب معنی یوں ہوئے۔

کیا عاشق اس خیال و حسبان میں ہے کہ اس کی محبت اور سرِ عشق پوشیدہ رہ جائے گا۔ باوجودیکہ دو افشاء راز کرنے والے اس پر مستولی ہیں۔ ایک چشمِ گریاں دوسرے قلب مضطر اب ممکن نہیں۔ کہ یہ راز پوشیدہ رہ سکے۔ اس لئے کہ چشم اشکبار اور قلب بیقرار اس پردۂ عشق کو فاش کرکے رہیں گے ؎

چتواں داشت نہاں عشق ز مردم لیکن — زردیٔ رنگ و رخ و خشکی لب را چہ علاج
ضبط فریاد سے ہو جائیں نہ آنکھیں پُرنم — پردہ داری ہی کہیں پردہ در راز نہ ہو

---

۵ لَوْلَا الْهَوٰى لَمْ تُرِقْ دَمْعًا عَلٰى طَلَلٍ
وَلَا اَرِقْتَ لِذِكْرِ الْبَانِ وَالْعَلَمِ

حل لغات لولا۔ شرطیہ۔ واضح رہے کہ عربی میں لولا کا استعمال چار صورتوں میں ہوتا ہے۔ یا تو جملہ اسمیہ پر داخل ہو کر امتناع شے کے معنی دے وجود غیر پر، دوم یہ کہ مضارع کے ساتھ ہو۔ تو تخصیص وعرض کا فائدہ دے گا۔ سوم یہ کہ ماضی پر داخل ہو تو توبیخ اور تندیم کے معنی میں آئے گا۔ چہارم یہ کہ استفہام کا فائدہ دے۔ اس جگہ لولا امتناع شے لوجود غیرہ کے معنی میں ہے۔ یعنی لولا الھوٰی موجودٌ فیكَ یعنی اگر نہیں ہے ہوا تجھ میں موجود۔ ھوا۔ بمعنی عشق، اگرچہ ہویٰ تین معنے دیتا ہے۔ اول میل نفس الی مالا یقتضیہ الشرع یہ مذموم ہے جیسے اَفَمَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوَاهُ دوم بمعنی عشق۔ سوم بمعنی مھوی یعنی محبوب۔ یہاں دوسرے اور تیسرے معنی چسپاں ہو سکتے ہیں یعنی عشق یا محبوب۔ لَمْ تُرِقْ۔ نفی جحد بلم مضارع۔ اراق یریق سے۔ اس کی اصل یروق تھی بمعنی الصب، بہنا۔ (لم ترق یعنے ہرگز نہ بہتے)۔ دَمْعًا۔ آنسو۔ جیسا کہ ابن حاجب نے وقت قتل کہا تھا ؎

ارى قدمى اراق دمى وھان دمى وھا ندمى

عَلٰی طلل۔ پرانے کھنڈروں پر۔ طلل مسمار شدہ عمارت، ویران گھر کے کھنڈر۔ وَلَا۔ اور نہ۔ اَرِقْتَ۔ ماضی مخاطب، اَرِقَ یَأْرَقُ از باب عَلِمَ یَعْلَمُ بمعنی سھر اللیالی وعدم النوم یعنی بے خوابی۔ یعنی بے خواب ہوتا تو۔ بذکر۔ ساتھ یاد۔

عجبا للمحب کیف ینام کل نوم علی للمحب کیف

البان۔ بان ایک درخت لطیف الرائحہ کا نام ہے۔ یہاں بان سے مراد وہ درخت ہے جو مکہ مکرمہ کے قریب تھا۔ جس کے سایہ میں حضور نے قیلولہ فرمایا تھا۔ اور وقت ہجرت قیام بھی فرمایا۔ والعلم۔ بمعنی جبل یعنی پہاڑ۔ اور اس جگہ پہاڑ سے مراد مکہ کے پہاڑوں سے جبل ابی قبیس یا جبل حرا ہے اور بعض کے نزدیک وہ پہاڑ مراد ہے جس کے غار میں حضور بہت دن مقیم رہے۔

ترجمہ اگر تجھے محبت نہ ہوتی تو کھنڈروں پر آنسو نہ بہاتا اور نہ بان و پہاڑ کی یاد سے جاگتا رہتا۔

شرح اس بیت میں منکر پر اثبات دعویٰ کرنے کو اور دلیل دے کر اپنے دعویٰ کو مؤکد کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ اگر سلطانِ محبت مدینۂ قلب میں نہیں ہے تو تیری پرانی عمارت جسم پر آنسو کیوں بہ رہے ہیں۔ اور تیری بیخوابی شجرۃ البان اور جبلِ محبوب کے ذکر سے کیوں بڑھ رہی ہے یعنی اے منکر و ساترِ محبت اگر تجھے مرضِ محبت نہیں ہے تو محبت کے آنسو دیارِ محبوب کے کھنڈروں پر کیوں بہا رہا ہے اور وہ درخت بان جو قامتِ محبوب کی یاد دلا رہا ہے۔ اور علم جو کوہِ اضم ہے۔ اس کی یاد تجھے کیوں بیخواب کر رہی ہے۔ گویا ناظم فاہم دلیل انی کے اثر سے مؤثر کو ثابت کر رہے ہیں اور آگے فرماتے ہیں ؎

ضبطِ فریاد سے ہو جائیں نہ آنکھیں پُرنم پردہ داری ہی کہیں پردہ در راز نہ ہو

---

(۶)

فَكَيْفَ تُنْكِرُ حُبًّا بَعْدَ مَا شَهِدَتْ
بِهٖ عَلَيْكَ عُدُوْلُ الدَّمْعِ وَالسَّقَمِ

حل لغات فَكَيْفَ۔ توبیخ یا استبعاد کے لئے ہے یعنی پھر کیونکر۔ تُنْكِرُ۔ مضارع انکار سے ہے یعنی انکار کر سکتا ہے تو۔ حبا۔ مفعول تنکر کا ہے۔ اور تنوین تعظیما ہے یعنی محبت کا جیسے حضرت سیدہ کے شعر میں ہے ؎

صُبَّتْ عَلَیَّ مَصَائِبُ لَوْ اَنَّهَا صُبَّتْ عَلَى الْاَيَّامِ صِرْنَ لَيَالِيَا

بعد ما۔ یعنی بعد اس کے کہ شَهِدَتْ۔ صیغہ ماضی ہے یعنی شہادت دی۔ بِهٖ۔ یعنی اس محبت کی۔ عليك۔ یعنی تجھ پر۔ عدول۔ جمع عادل یعنی معتبر گواہ۔ الدمع۔ آنسو۔ والسقم۔ اور بیماری نے۔ سقم درحقیقت مرضِ تپ کو کہتے ہیں۔

ترجمہ تو کس طرح انکار کر سکتا ہے محبت کا جب کہ اس محبت پر تیری اشکباری اور قلب کی بیماری معتبر شاہد ہیں۔

شرح گویا عاشق اخفاءِ محبت کے لئے مدعی سے انکار کرتا ہے اور کہتا ہے تیرے گواہ معتبر نہیں، تو عدالت کی طرف سے ثبوتِ دعویٰ پر ڈگری دی جاتی ہے۔ اور تو بخاً منکر سے کہا گیا کہ فکیف تنکر کیونکر تو انکار کر سکتا ہے۔ محبت کا۔ جب کہ دو گواہِ عادل معتبر شہادت دے رہے ہیں۔ ایک دمع دوسرا السقم۔

اور اس نے انکار اس لئے کیا کہ قلبِ عاشق اظہارِ سرِّ عشق پر کبھی راضی نہیں ہوتا۔ لیکن جب شہادت، خبرِ صادق شخصِ صادق سے صادر ہو جائے تو مجبور ماننا پڑتا ہے۔ چنانچہ اس طرز پر اظہارِ عشق و محبت ہوا کہ آنسو قلبِ حزیں دونوں نے شہادت دی۔

علامہ خرپوتی فرماتے ہیں۔

کہ قصیدہ مبارکہ میں چھ بیت ایسے ہیں جو حضور نے مسموع فرما کر اظہارِ پسندیدگی کے لئے اُن پر تمایل فرمایا۔ اُن میں یہ پہلا بیت ہے۔ اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْنَا مِنْ زُمْرَةِ اَهْلِ الْفِسْقِ وَ الْهَوٰی، واجعلنا ممن قلبه ملئ بمحبة نبيك المصطفىٰ و عينه في كل وقت من عشقه جرى و بكىٰ۔

---

۷ وَاَثْبَتَ الْوَجْدُ خَطَّيْ عَبْرَةٍ وَّضَنًی
مِثْلَ الْبَهَارِ عَلٰی خَدَّيْكَ وَالْعَنَمِ

حل لغات واثبت۔ عطف علیٰ شہدت، اور ثابت ہو گیا۔ الوجد۔ فاعل اثبت بمعنیٰ حزنِ قلبی اور کیفیتِ عشق۔ خطی۔ خط عربی میں تصویرِ الفاظ کو کہتے ہیں۔ جو حروفِ ہجا میں ہو۔ اور خط حکمی اُسے کہتے ہیں۔ جس میں طول ہو۔ اور عرض میں اُس کا انقسام ممکن ہو۔ اور اُس میں عمق نہ ہو۔ اور خطی اصل میں خطین تھا۔ اضافت کے ساتھ نون ساقط ہو گیا یعنی حزنِ قلبی کے آنسوؤں سے کھچے ہوئے دو خطوں سے ثابت ہو گیا۔ عبرۃ۔ بفتح العین۔ ماءِ جاری من العین علی الوجہ، حاصل معنیٰ آنسو بہنے سے۔ وضنیٰ۔ اور ہزال مفرط یعنی کمزوری لاغری اور ضعف

معروف ہے) مثل۔ حال ہے یا مفعولِ ثانی (مثل) الجلنار۔ بروزنِ نہار، زرد گلاب کے جو ربیع الاوّل میں کھلتا ہے، چہرۂ زرد پر خطِ زرد) علیٰ خدیک۔ تیرے رخساروں پر۔ والعنم عنم بالفتحتین، ایک سُرخ درخت کا نام ہے جو نرم شاخوں والا ہوتا ہے۔ بعض نے کہا۔ وہ درخت مہندی ہے۔

ترجمہ غمِ عشق نے تیرے رخساروں پر گریہ و بُکا اور لاغری کے دو نشان ایسے قائم کر دیئے ہیں کہ گُلِ بہار کی طرح زرد اور شاخِ عنم کی طرح سُرخ ہے اب انکار بے سُود ہے۔

شرح ناظم فاہم غمِ مہاجرت اور عشقِ محبوب میں گرفتار ہو کر اتنے روئے کہ آنسوؤں کے ساتھ خون بھی آنے لگا۔ تو اُن کے رُخسارۂ مُبارک پر دو باریک خط مثل الف کے کھنچ گئے۔ ایک سُرخ خون آلودہ آنسوؤں کی وجہ سے، دوسرا خط زرد حُزنِ قلبی کے باعث، تو اپنے نفس سے مخاطبہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ تو باوجود شہادتِ شاہدین کس طرح انکار کرتا ہے۔ باآنکہ تیرا عشقِ مخفی ثابت ہو چکا۔ تیرے حُزنِ قلبی کے باعث اور حاکمِ عدالت نے ایسا فیصلہ دیا کہ اب اُس کے فیصلہ کو کوئی رد کر ہی نہیں سکتا۔ اُس نے تیرے صحیفۂ حزین پر سُرخ خط میں فیصلہ دے دیا۔ اب جو تیرا مصحفِ رُخ پڑھے گا۔ قطعی فیصلہ دے گا۔ اور یہی کہے گا کہ فی الواقع تو عاشقِ صادق ہے۔

(۸)

نَعَمْ سَرٰی طَیْفُ مَنْ اَھْوٰی فَاَرَّقَنِیْ
وَالْحُبُّ یَعْتَرِضُ اللَّذَّاتِ بِالْاَلَمٖ

حل لغات نعم۔ حرفِ تصدیق و کلمۂ ایجاب یعنی ہاں۔ سریٰ۔ الذہاب باللیل یعنی چلا رات میں۔ طیف۔ الخیال۔ یعنی خیال سے۔ من۔ یعنی اُس شخص کے۔ اھویٰ۔ از ہویٰ یہویٰ یعنی جس نے مجھے اپنی محبت میں قید کیا۔ فارقنی۔ ای اسھرنی و ایقظنی فی النوم، یعنی تو اُس نے مجھے بیخواب رکھا۔ والحب۔ یعنی اور محبت۔ یعترض۔ من اعترض لہ بسھم اذا اقبل لہ فرماہ یعنی قتل کر رہی ہے۔ اللذّات۔ جمع لذۃ یعنی لذتوں کو۔ بالالم۔ یعنی مہلکاتِ عشق سے۔

ترجمہ اس رات کی سیر میں اس محبوب کا خیال آیا۔ اور اس نے مجھے بے چین کر دیا شب بھر بے خواب رکھا۔ اور محبت کے اندر لذتیں ماری جاتی ہیں الم مہاجرت محبوب سے۔

شرح جب کہ سائل نے محب کے انکار پر دلائل کے ذریعہ تمام راہیں بند کر دیں تو مجبوراً اسے اپنے عشق کا اقرار کرنا پڑا۔ تو اب کیفیت عشق بیان کرتا ہے کہ اس رات کو خیالِ محبوب میں چل رہا تھا۔ کہ تصویرِ محبوب نے میری نیند اڑا دی۔ اور اس کی محبت نے میری لذتیں مار کر مجھے الم مہاجرت میں ہلاک کر دیا۔

اِغفِرلِی یا مَن بسعة مغفرتہ شوقنی واعف عن الفعل الذی من رضاك نرقنی ولا تحرقنی بنار الجحیم لان عشق نبیك حرقنی ۔

(۹)

یَا لَائِمِی فِی الْھَوَی الْعُذْرِیِّ مَعْذِرَۃً
مِنِّی اِلَیْكَ وَلَوْ اَنْصَفْتَ لَمْ تَلُمِ

حل لغات یالائمی - یا حرف ندا بمعنی اے، لائمی ملامت کرنے والے۔ فی الھوی۔ محبت میں۔ العذری۔ وھو بضم العین، منسوب بقبیلہ عذرہ، یہ قبیلہ عشاق یمن میں مشہور ہے۔ اس قبیلہ کے اکثر نوجوان عشق میں جانیں دے چکے ہیں۔ اس قبیلہ کے دِل نہایت نرم اور صاف ہوتے ہیں۔ ان کی عورتیں نہایت پاک دامن اور باحیا ہوتی ہیں۔ تو معنی یہ ہوئے کہ محبت میں قبیلہ عذرہ کے۔ معذرۃ۔ عذر پیش کرتا ہوں۔ منی الیك۔ میری طرف سے تجھ پر۔ ولو انصفت۔ اور اگر تو انصاف کرتا۔ لم تلم۔ ہرگز ہرگز ملامت نہ کرتا۔

ترجمہ اے قبیلۂ عذرہ کی محبت میں مجھے ملامت کرنے والے۔ میں تیرے آگے اپنی مجبوری کا عذر پیش کرتا ہوں۔ اور اگر تو انصاف کرے۔ تو مجھے ملامت کبھی نہ کرے۔

شرح ناظم فاہم فرماتے ہیں۔ کہ اے ملامت کرنے والے اس عشق پر جو میرے دل میں قبیلہ بنی عذرہ کے عشق کی طرح مستحکم ہو چکا ہے۔ اگر تو اس کے استحکام کی حقیقت کو جان کر انصاف کرے۔ تو مجھے کبھی ملامت نہ کرے اور میرے عذر کو قابلِ پذیرائی سمجھے۔

حضرت اصمعی فرماتے ہیں۔ کہ میں اعراب کے ایک ایسے قبیلے کی طرف جانا چاہتا تھا۔ کہ جہاں کی فصاحت و بلاغت مانی ہوئی ہو تا کہ اُن سے زبان سیکھوں۔ چنانچہ جب میں نے تلاش و تجسس کیا تو معلوم ہوا۔ کہ قبیلہ بنی عذرہ یمن میں ہے۔ جس کی فصاحت و بلاغت ضرب المثل ہے۔ چنانچہ آپ وہاں پہنچے تو ایک شخص کی لڑکی کا حال سُنا۔ کہ موزوں قامت، نگین حُسن، فصیحۃ الکلام، ملیحۃ الملام ہے تو اصمعی کے دل میں اُس کی محبت پیدا ہوئی۔ پھر آپ وہاں سے چل کر اس قبیلے کے اور لوگوں کو دیکھنے چلے تو ایک جوان کو دیکھا جو نہایت لطیف الحسن مثل ہلال منور تھا۔ لیکن کسی کے عشق میں گھُل گھُل کر مثل خلال ہو چکا تھا۔ زرد چہرہ مثل مہندی کے۔ اور اُس کے چہرہ سے آثارِ محبت اظہر من الشمس تھے۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ عنقریب یہ داعی اجل کو لبیک کہنے والا ہے۔ میں نے اُس سے یہ کیفیت و احوال پوچھا تو وہ کانپنے لگا۔ اور اس لڑکی کا عشق ظاہر کیا۔ جس کے گھر سے میں آ رہا تھا۔ اور معلوم ہوا کہ وہ لڑکی اُس کے چچا کی بیٹی ہے۔ اور اُس نے چند سال سے اُس کی زیارت بھی نہیں کی ہے۔ اصمعی کہتے ہیں۔ کہ میں اس کے چچا کے یہاں گیا کہ سفارش کروں اور اُس کی مراد پوری کراؤں۔ آپ پہنچے تو آپ نے اس طرح کلام فرمایا۔ یا راحۃ جراحۃ کل قلب کیئب انی فیکم حرمۃ و ذما ما لکل غریب فجئت الیکم متشفعا فی امر ھذا الشاب۔ اے قلبِ حزیں کے زخموں کی راحت، میں کسی غریب کی مصیبت کا حل تمہارے پاس دیکھتا ہوں۔ اور اُس کی سفارش لے کر آیا ہوں۔ اُس جوان کی مصیبت دفع کرو۔ تو اُنہوں نے میری درخواست منظور کی۔ میں خوش خوش اُس جوان کے پاس گیا۔ اور اُسے بشارتِ دیدار سنائی۔ کہ اتنے میں اُس محبوبہ کے کوچے سے کچھ ہوا میں غبار اُڑتا ہوا آیا۔ اُس سے جوان پر غشی طاری ہو گیا۔ اور اسی حالت میں پاس کی جلتی ہوئی آگ میں گر گیا۔ اور اُس کے بعض حصۂ اعضاء جل گئے۔ میں اُن کے یہاں گیا۔ اور سب حال کہا۔ تو اس لڑکی نے کہا۔ یا سلیم القلب انہ لا یطیق مشاھدۃ غبار نعالنا۔ فکیف یطیق مشاھدۃ انوار جمالنا۔ اے اصمعی! جب وہ میری جوتی کے غبار کو دیکھنے کی تاب نہیں رکھتا۔ تو کس طرح وہ میرے جمال کے مشاہدہ کی تاب لائیگا۔

ایک اور واقعہ اصمعی بیان فرماتے ہیں۔ کہ اسی قبیلہ کی سیر میں میں نے ایک پتھر دیکھا۔

جس پر یہ بیت لکھا تھا ؎

ایا معشر العشاق باللہ اخبروا　　اذا شتد عشق بالفتی کیف یصنع!

اے گروہِ عشاق! تمہیں خدا کی قسم مجھے بتاؤ۔ کہ جب سختی کرے کسی محبوب کا عشق تو عاشق کیا کرے۔ اصمعی فرماتے ہیں۔ میں نے پتھر پر اُس بیت کے نیچے یہ بیت لکھ دیا ؎

یداری ھواہ ثُمَّ یکتم سرّہ　　ولیصبر فی کل الامور ویخشع

عشق کو چھپائے۔ اور محبوب کے راز کا کتمان کرے۔ اور سب بے چینی و اضطراب میں صبر کرے اور محبوب کی بے پرواہی سے ڈرے۔ دوسرے دن اصمعی جب ادھر سے گزرے تو یہ بیت لکھا ہوا دیکھا ؎

فکیف یداری والھوی قاتل الفتی　　وفی کل یوم سا وحہ یتقطع

کیسے چھپائے عشق کو ایک مقتولِ حسین جب کہ ہر آن اُس کی روح قطع ہو رہی ہو۔ اصمعی فرماتے ہیں میں نے اس بیت کے نیچے یہ بیت لکھ دیا ؎

اذا لم یطق صبرا وکتما لسرہ　　فلیس لہ شئ سوی الموت انفع

جب صبر کی طاقت نہیں۔ اور کتمانِ سر کی ہمت نہیں تو ایسے عاشق کو موت سے زیادہ مفید تر کچھ نہیں۔ اصمعی تیسرے روز جب وہاں سے گزرے تو ایک جوان کو دیکھا کہ پتھر پر سر رکھے مرا پڑا ہے۔ اور اُس پتھر پر یہ بیت لکھے ہوئے ہیں ؎

سمعنا واطعنا ثم متنا فبلغوا　　سلامی الی من کان للوصل یمنع

ھنیئاً لارباب النعیم نعیمھم　　وللعاشق المسکین ما یتجرع

جواب سنا اور اطاعتِ حکم کر کے ہم مر گئے۔ ہمارا سلام اُسے پہنچے جو وصل سے مانع ہے۔ مبارک ہوں اہلِ نعمت کو۔ اُن کی نعمتیں۔ اور عاشقِ محروم کو وہ مبارک جو خونِ جگر جرعہ جرعہ پی رہا ہے۔

(١٠)

عَدَتْكَ حَالِي لَا سِرِّي بِمُسْتَتِرٍ
عَنِ الْوُشَاةِ وَلَا دَائِي بِمُنْحَسِمِ

حل لغات عَدَتْکَ حَالِی ۔ صیغہ ماضی ۔ جاوز تک وصل الیک حالی ۔ یعنی میرا حال اور میرا مرض تجھے لگ جائے ۔ متجاوز ہوگیا میرا حال یعنی میرا حال مشہور ہوگیا ۔ لاسری ۔ اب نہیں میرا راز ۔ بِمُسْتَتِر ۔ از ستر ، پوشیدہ رہنے والا ۔ عن الوشاۃ ۔ اصل وُشَیَۃٌ جمع وَاشٍ مشتق از وشی ۔ نمام یعنی چغلخوروں سے ۔ ولا دائی ۔ اور نہیں میرا مرض ۔ بمنحسم ۔ انحسام بمعنی انقطاع ۔ منقطع ہونے والا ۔

ترجمہ میرا حال تجھ تک پہنچ چکا ہے ۔ یا میرے جیسا حال تیرا بھی ہو جائے ۔ میرا راز چغلخوروں عیب جو لوگوں سے پوشیدہ نہیں رہا ۔ مگر میرا مرض عشق بھی مجھ سے منقطع ہونے والا نہیں

شرح اس شعر میں چونکہ عاشق کو عیب لگانے والا عیب لگا رہا ہے تو وہ جواب میں کہتا ہے کہ خدا کرے میرے جیسا حال تیرا بھی ہو جائے ۔ تو ملامت کا تجھے بھی مزا آئے اور اس حدیث کی طرف بھی اشارہ ہے ۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ من عیر اخاہ المسلم بذنب لم یمت حتی ابتلاہ اللہ بہ ۔ جو اپنے بھائی مسلمان کو عیب لگائے تو مرنے سے قبل اللہ اسے اس امتحان میں ڈالتا ہے ۔ تو حاصل معنی یہ ہوئے کہ اے ملامت کرنے والے ۔ میں نے عذر با امید قبول تجھ سے کیا لیکن تو نے قبول نہ کیا ۔ اور ملامت کرنے سے باز نہ آیا ۔ تو اب میں امید کرتا ہوں کہ خدا تجھے بھی اس بلاء عشق میں مبتلا کر دے گا ۔ اور پھر تو کہتا پھرے گا ؎

پھر حسرت جنوں ہوئے رونق فزائے دل ۔۔۔ ہاتھوں سے پھر گیا میرا بیٹھے بٹھائے دل

جب تک نہ مبتلا ہو کوئی جانتا نہیں ۔۔۔ کہتے ہیں جس کو عشق وہی ہے بلائے دل

اور اب میرا راز محبت تو نکتہ چینوں سے مخفی رہنا ناممکن ہوگیا ۔ مگر جہاں یہ راز پوشیدہ رہنا ناممکن ہے وہاں اس مرض کا منقطع ہونا بھی ناممکن ہے

از سر بالین من برخیز اے ناداں طبیب ۔۔۔ دردمند عشق را دارو بجز دیدار نیست

(۱۱)

مَحَضْتَنِي النُّصْحَ لٰكِنْ لَسْتُ أَسْمَعُهُ

إِنَّ الْمُحِبَّ عَنِ الْعُذَّالِ فِي صَمَمِ

حل لغات محضتنی النصح۔ المحض من الشیئ ھو الخالص، النصیحۃ۔ تُو نے خالص و بے غرض نصیحت کی۔ لکن۔ للاستدراک۔ لدفع التوھم، لیکن۔ لست اسمعہ۔ لم التفت الیہ۔ نہیں میں اس نصیحت کا سننے والا۔ ان المحب۔ بیشک عاشق۔ عن العذال۔ عذال جمع عاذل یعنی لائم یا ناصح ملامت کرنے والوں یا نصیحت کرنے والوں سے۔ فی صمم۔ ای فی وقر عن سماع کلامھم۔ الصمم ضد السماع۔ بہرا ہوتا ہے۔

ترجمہ تو نے مجھے بے غرض نصیحت کی لیکن میں اُسے سننے والا نہیں اس لئے کہ عاشق نکتہ چینی اور اعتراض کی آواز سے بہرا ہوتا ہے۔

شرح جیسا کہ حدیث میں ہے حبک الشیٔ یعمی و یصم۔ کسی شے کی محبت تجھے بہرا اندھا کر دیتا ہے۔ تو گویا ملامت کنندہ سے ناظم فاہم فرماتے ہیں۔ کہ اگرچہ تیری نصیحت خالص ہمدردی اور خیر اندیشی میں مستول (غالب) ہے۔ اس نے تیری نصیحت سننے سے مجھے بہرا بنا رکھا ہے تو اب عمل کیا؟ جب وہ نصیحت سنی ہی نہیں جاتی تو عمل بعد سماع ہوتا ہے۔ اور بات بھی یہی ہے کہ ملامت گروں کی باتوں سے عاشق صادق بالکل بہرا ہوتا ہے بقول شخصے ؎

رگ ہر سُو سے چلے آتے ہیں سمجھانے کو	خاک سمجھائے کوئی عشق کے دیوانے کو

کسی نے خوب کہا ہے ؎

ناصحا مت کر نصیحت دل میرا گھبرائے ہے	میں اُسے سمجھوں ہوں دشمن جو مجھے سمجھائے ہے

---

(۱۲)

اِنِّی اتَّھَمْتُ نَصِیْحَ الشَّیْبِ فِیْ عَذَلٍ
وَالشَّیْبُ اَبْعَدُ فِیْ نُصْحٍ عَنِ التُّھَمِ

حل لغات انی اتھمت۔ اتھمت فلانا۔ نسبۃ الی التھمۃ، وھی شیٔ یورث العار، صیغہ ماضی متکلم۔ از اتہام تہمت لگانا۔ حاصل معنی بیشک

میں متہم ہوں یا عار کرتا ہوں۔ نصیح الشیب۔ نصیح بروزن فعیل بمعنی فاعل، اے ناصح مضاف الی الشیب، بڑھاپے کی نصیحت حالیہ سے۔ فی عذلی۔ یا فی عذلی، عذل بسکون الذال بمعنی ملامت اور بدال مہملہ بمعنی عدول نافرمانی، ملامت کرنے پر، یا نافرمانی میں۔ والشیب۔ اور بڑھاپا۔ ابعد۔ دور ہے۔ عن التھم۔ تہمتوں سے۔

ترجمہ بے شک میں عار کرتا ہوں۔ بڑھاپے سے جو زبانِ حال کے ساتھ میرا ناصح ہے۔ اور نافرمانی رکھتا ہوں یا ملامت سے محفوظ رہتا ہوں۔ اُس بڑھاپے کی نصیحت پر عمل کر کے اور بڑھاپے کے ہوتے تکلیفوں کا نشانہ بننا بہت بعید ہے۔

شرح کسی شاعر نے کہا ہے ؎

موئے سپید از کفن آرد پیام — پشتِ خم از مرگ رساند سلام

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب مسند آرائے خلافت ہوئے تو ایک اعرابی کو حکم ہوا کہ وہ ہر روز مکان کے باہر سے یہ آواز لگایا کرے: "یا عمر لاتنس موتک واعمل فی الدنیا بقدر مقامک فیھا۔" (اے عمر اپنی موت نہ بھولنا۔ اور دُنیا میں جس قدر تمہارا قیام ہے، اُتنا عمل خیر کرو۔ چنانچہ جب آپ نے اپنی ریشِ مبارک میں سپید بال ملاحظہ فرمائے تو اُس اعرابی کو منع فرما دیا۔ اور فرمایا۔ اب میرا نذر و منادی مری آنکھوں کے سامنے ہے۔ اب تیری یاد دہانی کی حاجت نہیں۔

تو ناظم فاہم فرماتے ہیں کہ میری پیرانہ سالی خود مجھے شرماتی ہے۔ اور بُرے راستوں سے روکتی ہے، ایسی صورت میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت مرے قریب کیونکر آسکتی ہے۔ میں نے اپنی پیرانہ سالی کو صادق القول ناصح اور مخبر قرب موت سمجھا ہوا ہے۔

یا یہ صورت مضمون ہو سکتی ہے۔ اے ناصح تیری نصیحت مجھ پر کیا اثر کر سکتی ہے جب کہ میں اپنے بڑھاپے کی نصیحت سے بے پرواہ ہوں تو تیری کیا حقیقت ہے۔ جا اور اپنی راہ لے اور دماغ سوزی نہ کر۔ کیونکہ بڑھاپے کو متہم کرنا بعید از فہم ہے۔

فصلِ ثانی ـــــ در اعتراف تقصیر و بیان نفس

(۱۲)

فَاِنَّ اَمَّارَتِیْ بِالسُّوْٓءِ مَا اتَّعَظَتْ
مِنْ جَھْلِھَا بِنَذِیْرِ الشَّیْبِ وَالْھَرَمِ

حلّ لغات فانّ امارتی۔ امارہ، اسم فاعل بصیغہ مبالغہ، از آمر، حکم دینے والا۔ امارہ سختی سے حکم دینے والا۔ اور قرآن کریم میں انّ النفس لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْٓءِ آیا ہے۔ اور اس سے مراد نفسِ امارہ ہے۔ تو اس اعتبار سے یہاں بھی نفسِ امارہ مراد ہے یعنی بے شک میرا نفسِ امارہ حکم دیتا ہے۔ بالسوء۔ برائیوں کا۔ ما اتعظت۔ از اتعاظ، وعظ سے بمعنی نصیحت، ما اتعظت، اور نہیں نصیحت حاصل کرتا۔ من جھلھا۔ بوجہ اپنی جبلی جہالت کے۔ بنذیر الشّیب۔ باوجود بڑھاپے کے جو ڈرانے والا ہے۔ والھرم۔ اور باوجود انتہائی پیری کے جس نے کبڑا کر دیا ہے۔

ترجمہ بیشک میرا نفسِ امارہ جو بدی کی طرف مائل کرتا ہے۔ اپنی جہالت کے سبب سے ڈرانے والے بڑھاپے اور انتہائی پیرانہ سالی کی عبرتوں سے نصیحت حاصل نہیں کرتا۔

شرح نفس کی تحقیق میں بعض متکلمین کا مسلک تو یہ ہے کہ وہ جسد اور ہیکل محسوس ہے اور بعض اس طرف گئے کہ وہ اجسامِ اصلیہ باقیہ ہیں۔ جو ابتداءِ عمر سے منتہاءِ عمر تک رہتے ہیں۔

اور ابن راوندی کہتے ہیں کہ نفس اس قسم کے اجزاء کا نام ہے جو قلب سے تجرد میں نہیں آتے بلکہ وہ اجسام لطیفہ نورانی ہیں جو بدن میں اس طرح سیران کرتے ہیں جیسے کوئلہ میں سیرانِ ناریت ہوتا ہے۔

اور اطباء کی تحقیق یہ ہے کہ نفس ایک قوتِ مودعہ ہے جو بائیں جانب قلب کے اندر

ہے۔ اور اسی کو روحِ حیوانی کہا جاتا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ نفس ایک قوت موجود دماغ میں ہے اور اس کا نام نفسِ انسانیہ ہے۔

اور حکماء کہتے ہیں کہ نفس ایک جوہر مجرد ہے۔ بدن سے اس کا تعلق تدبیر و تصرف میں کچھ نہیں۔ اور اسے نفس انسانیہ کہا جا سکتا ہے۔ اور یہی وہ ہے جو مامور من اللہ ہے اوامر و مناہی میں اور یہی معدنِ اخلاقِ ذمیمہ ہے۔ اور یہی تمام جسم انسان میں اُن اخلاق کو تقسیم کرتا ہے۔ اور یہ ضد ہے اُس روح رحمانیہ کا جو اعلیٰ علیین میں رہ کر امرِ خیر اور نہی عن الشر کرتی ہے۔ اور یہ نفس اُن ارواح کا تابع ہے جو اسفل السافلین میں ہیں مثل شیطان کے۔ جو امر بالشر کے سوا اور کچھ نہیں کرتا۔ اور نہی عن الخیر کے سوا دوسرا اس کا کام ہی نہیں۔

اور متصوفین کی تحقیق یہ ہے کہ نفس کے سات مراتب ہیں:۔

(۱) اول نفس امارہ یہ وہ ہے جس کا میلان طبیعت بدنیہ کی طرف ہے۔ اور یہ لذات و شہوات حسیہ کا حکم کرتا ہے۔ اور قلب کو جہت سفلی کی طرف جذب کرتا ہے۔ اور یہ مادیٰ شرور اور منبع اخلاقِ ذمیمہ ہے۔ اس لئے کہ یہ مبداء ہے کبر و حرص و شہوت کا، اور جڑ ہے حسد و غضب و بخل و حقد کی۔

(۲) دوسرا نفس لوامہ ہے۔ یہ نورِ قلب کے ساتھ منور ہوتا ہے۔ اور یہ بھی عاقلہ کا مطیع ہوتا ہے۔ کبھی مخالف جب مخالفت کرلیتا ہے۔ تو نادم ہوتا ہے۔ اور یہ منبع ندامت ہے اور مبداء حرص و ہوس۔

(۳) تیسرا نفس مطمئنہ ہے۔ یہ بھی نورِ قلب کے ساتھ اتنا مستنیر ہوتا ہے کہ صفات ذمیمہ سے صاف ہو کر اخلاقِ حمیدہ پیدا کرتا ہے۔

(۴) چوتھا نفسِ ملہمہ ہے۔ یہ وہ ہے جس پر اللہ تعالیٰ الہام علم فرماتا۔ اور تواضع و قناعت اور سخاوت کی استعداد بخشتا ہے۔ اور اسی لئے وُہ منبع صبر و تحمل اور شکر ہے۔

(۵) پانچواں نفس راضیہ ہے۔ یہ وہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس پر راضی ہو کر اثر رضا فرماتا ہے۔ اور اسے منبع کرامت و اخلاص و ذکر بناتا ہے۔

(۶) چھٹا نفس مرضیہ ہے۔ یہ وُہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے ہر حال میں راضی رہ کر رضوا عنہ

کی صفت سے متصف ہوتا ہے اور عرفانِ کنہِ ذات اسی کے ذریعے حاصل ہوتا ہے۔

(۷) ساتواں نفس صالحہ ہے۔ یہ وہ ہے جس میں اسرارِ الٰہی منکشف ہوتے ہیں اور یہ اُن اسرار کا امین ہوتا ہے۔

پہلا نفس نفسِ کافرین وشیاطین وفاسقین ہے۔

دوسرا نفس مومنین غیر فاسقین کا ہے۔

تیسرا نفس متعلمین عاملین کا ہے۔

چوتھا نفس معلمین اور عاملین کا ہے۔

پانچواں نفس اولیاء کرام کو حاصل ہوتا ہے۔

چھٹا نفس عارفین کے لیے مخصوص ہے۔

ساتواں نفس انبیاء و مرسلین کے لئے ہے۔

اور ناظم قاہم رحمۃ اللہ علیہ نے جو فرمایا۔ وہ نفس خاص (پانچواں) ہے۔ اس لئے کہ آپ ولی کامل صاحبِ کرامت اور ذی فخامت ہیں۔

اور آپ کا قول امارۃ بالسوء فرمانا کسرِ نفسی کے لحاظ سے ہے۔ جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے ھضما للنفس فرمایا۔ وما ابرئ نفسی ان النفس لامارۃ بالسوء۔

تو اب یہ مفہوم شعر ہوا۔ کہ میرا نفس جو برائیوں کی طرف مجھے مجبور کرتا ہے۔ وہ اس کی جبلی جہالت کے باعث ہے ورنہ میری پیرانہ سالی اُسے برابر کہتی اور یہ نصیحت کرتی ہے کہ

باش بیدار کہ خوابے عجبے در پیش است

وہاں قالوا بلیٰ یاں بُت پرستی! ذرا سوچو کہا کیا تھا کیا کیا؟

یہ عمر کب تک وفا کرے گی زمانہ کب تک جفا کرے گا

مجھے قیامت کی ہیں اُمیدیں جو کچھ کریگا خدا کرے گا

ست سے ہے ہنگامہ آرا قلزمِ خاموش میں ڈوب جاتے ہیں سفینے موج کی آغوش میں

اللّٰهم اجعلنا ممن نفوسهم راضية وقلوبهم وجلة وارحمنا حين وصلت الروح الى الحلقوم وصعدوا بها الى الحي القيوم۔

---

(۱۴)

وَلَا اَعَدَّتْ[1] مِنَ الْفِعْلِ الْجَمِيْلِ قِرٰی
ضَيْفٍ اَلَمَّ بِرَاْسِيْ غَيْرَ مُحْتَشِمِ

حل لغات وَلَا اَعَدَّتْ۔ لا نافیہ اعدتا۔ ماضی متکلم از اعدا تیاری کرنا۔ اور نہ تیاری کی میں نے۔ من الفعل الجمیل۔ اچھے افعال سے۔ قریٰ۔ (استعارہ اعمالِ حسنہ کا) عمدہ کھانوں کی۔ ضیف۔ تنوین تعظیمی۔ مہمان عظیم الشان کے لیے۔ یعنی پیرانہ سالی کے لئے۔ الم براسی۔ از المام، اُترنا۔ الم ماضی جو اُترا میرے سر پر یعنی بیاض مو۔ غیر محتشم۔ احتشام بمعنی توقیر و تعظیم، غیر موقر و معظم ہی رہا۔

ترجمہ ایسا مہمان جو بے تکلف میرے سر کے اُوپر اُترا۔ اور فروکش ہوا یعنی بڑھاپا اس کے لئے میں نے اعمالِ حسن سے مہمانی کا سامان مہیا نہ کیا۔

شرح اس شعر کا عطف پہلے شعر سے ہے یعنی نہ میرے نفسِ امارہ نے اُس مہمان عظیم الشان کی ضیافت کا انتظام کرنے دیا جو میرے سر پر اُترا یعنی بیاضِ سر۔ اچھے کاموں کی تیاری سے یعنی جب بڑھاپا بطور مہمان آیا۔ تو میرے نفس کو لازم تھا کہ اُس کی مدارات اور مہمانی کرتا۔ ایسے اچھے افعال سے، جو اُس کے لیے شایانِ شان تھے۔ لیکن انکسار آفریں ہیں کہ یہ نفسِ امارہ ایسا نکلا کہ اس عظیم الشان مہمان کا وقار اور احتشام بھی اس سے نہ ہو سکا۔

---

[1] بردہ شریف کے اکثر نسخوں میں وَلَا اَعَدَّتْ ہے اور ضمیر نفس کی طرف راجع ہے جس کا ذکر سابقہ شعر میں ہے۔ اس صورت میں اس کے معنی ہیں میرے نفس نے تیاری نہ کی۔ دیکھو شرح خرپوتی، عطر الوردہ اور شرح علامہ نور بخش گلی ۔ ۱۲ من الناشر غفرلہٗ۔

(۱۵)

لَوْكُنْتُ اَعْلَمُ اَنِّیْ مَا اُوَقِّرُہٗ
كَتَمْتُ سِرًّا بَدَا لِیْ مِنْهُ بِالْكَتَمِ!

حلّ لغات لوکنت۔ اگر میں ہوتا۔ اعلم۔ جاننے والا۔ انی۔ کریں۔ ما اوقرہ۔ صیغہ متکلم، من التوقیر، تعظیم و تکریم اس مہمان کی نہ کرسکوں گا۔ یعنی بڑھاپے کی۔ کتمت۔ من الکتمان، بمعنی اخفاء، چھپاتا میں۔ سراً۔ اُس راز کو۔ بدالی۔ جو ظاہر ہوا مجھ پر۔ بالکتم۔ کتم اس پتہ کو کہتے ہیں جو وسمہ کے نام سے مشہور ہے۔ مساختہ وسمہ کے۔

ترجمہ اگر میں جانتا کہ اپنے معزز مہمان بڑھاپے کی عزت میں نہ کرسکوں گا تو موئے سپید سے جو راز ظاہر ہوگیا نہ ہونے دیتا بلکہ وسمہ کرلیتا۔

شرح گویا ناظم فرما رہے ہیں کہ اگر مجھے اس چیز کا علم ہوتا کہ اپنے معزز مہمان پیرانہ سالی کی مدارات الطعام افعال جمیلہ سے نہیں کرسکوں گا تو میں موئے سپید کے راز کو چھپاتا۔ اور ظاہر ہی نہ ہونے دیتا۔ بلکہ خضاب[1] کرلیتا۔ جو سنت ہے۔ پھر کوئی میرے راز کو نہ جانتا۔

---

(۱۶)

مَنْ لِّیْ بِرَدِّ جِمَاحٍ مِّنْ غَوَایَتِهَا
كَمَا یُرَدُّ جِمَاحُ الْخَیْلِ بِاللُّجُمِ

حلّ لغات من لی۔ یا استفہام انکاری ہے، یا استفہام للتمنی، کون ہے میرے لیے۔ برد۔ جماح۔ بالکسر سرکش اسپ، ج جمع جموح، خیل السمین، منہ زور گھوڑا جو روکے منہ زوری اسپ نفس سرکش کی۔ غوایتھا۔ غوایت بمعنی ضلالت، اور اس کی گمراہی

---

[1] عربی زبان میں خضاب کے معنی رنگ کے ہیں ہمارے ہاں بالوں کو سیاہ کرنے کو خضاب کہہ دیتے ہیں۔ عربی زبان میں اس کا استعمال ہر قسم کے رنگ پر ہوتا ہے مثلاً علیہ الرحمۃ نے فرمایا "جو سنت ہے"۔ اس سے صاف معلوم ہوگیا کہ اس سے بالوں کو سیاہ کرنا ہرگز مراد نہیں کیونکہ بالوں کو سیاہ کرنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قطعاً ثابت نہیں بلکہ منع پر بہت سی احادیث موجود ہیں۔ دیکھو حدیث اور فقہ کی کتابیں۔ ۱۲

کو۔ کما یرد۔ جیسے کہ روکی جاتی ہے۔ جماح الخیل۔ منہ زور طاقتور گھوڑے کی۔
باللجم۔ لجم جمع ہے لجام کی یہ معرب ہے لگام سے۔

ترجمہ کون ہے جو روکے میرے اسپ نفس کی منہ زوری اور گمراہی کو۔ جس طرح روکی جاتی ہے منہ زوری سرکش گھوڑے کی لگاموں سے۔

شرح گویا ناظم فہیم سرکش نفس سے بچنے کی ایک ترکیب ایسی شان سے بتا رہے ہیں کہ سننے والا سمجھے کہ ناظم رحمۃ اللہ علیہ اپنی حالت بیان کر رہے ہیں۔ حالانکہ اس میں تعلیم دے رہے ہیں بندگانِ نفس کو اور فرما رہے ہیں کہ اپنے نفس کی اصلاح ارشادِ مرشدِ کامل کے ذریعہ کہ وہ اس سرکش نفس کے لئے لگام ہوگی۔ اسی لئے بایزید بسطامی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ من لم یکن لہ شیخ فشیخہ شیطان یعنی جس کا پیر نہیں اُس کا پیر شیطان ہے۔ اور اسی لئے قرآنِ کریم میں ارشاد ہے۔ یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو۔ اور اُس کی طرف تقرب حاصل کرنے کو وسیلہ ڈھونڈو۔ تو مَن لی فرما کر یا استفہام انکاری کر رہے ہیں۔ اور فرما رہے ہیں کہ آج ایسا پیر کامل نہیں ملتا جو تجھ کو گمراہی سے ہدایت پہ لائے۔ اور اس کا ذمہ دار ہو۔ اس لئے کہ میرا نفس دریائے ضلالت وطغیان میں غرق ہے۔ اب اس کی ہدایت کا کون ذمہ دار ہو سوا رب الملک المنان کے۔ اگرچہ قرآنِ کریم میں ارشاد ہے۔ ولکل قوم ھاد۔ ہم نے ہر قبیلہ اور قوم میں ہدایت دینے والا بھیجا ہے لیکن زمانۂ حال میں یہ سلسلہ پیری مریدی ایک پیشہ بن کر رہ گیا۔ یا بازیچۂ اطفال ہو گیا ہے۔ اس کی بھی میراث تقسیم ہوتی ہیں۔ باپ مرا تو بیٹا مسند نشین کیا۔ عام اس سے کہ وہ صغیر ہو یا کبیر۔ خرقہ پہنایا اور شیخ کامل کی مسند نشینی کا حقدار کیا۔ شاید ایسی ہی رسوم نے مشائخ سلف کے آثار محو کر ڈالے۔

یا استفہام للتمنی واستعطاف واستغاثہ ہے۔ گویا آرزو فرما رہے ہیں۔ کہ کوئی ایسا پیر کامل مل جائے کہ اس گھوڑے کو جو میرا نفس ہے ہدایتوں کی لگام دے کر سیدھے راستہ پہ لگا دے۔

کوئی سب حجاب اُٹھا دے مجھے منہ میں کھائے ۔۔۔ یہ نجف یہ کربلا ہے یہ ہے مکہ اور مدینہ

خدا کا نام گو اکثر زبانوں پر ہے آجاتا مگر کام اس سے جب چلتا ہے کہ دل میں سما جاتا

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ انت باعتبار غضبک کلب و باعتبار شھوتک بھیمۃ کالفرس وباعتبار عقلک ملک و انت مامور بالعدل بینھم والقیام بحقوقھم والاعانۃ لھم لتقبض بعونتھم شرف الدارین وسعادتھا۔ فان روضت لنا الفرس وادبت الکلب وسخرتھا للملک یتیسر لک الظفر بما طلبت والافانت ھلکت یعنی اے انسان تو باعتبار غصہ کے کتا ہے اور باعتبار خواہشات کے مثل گھوڑے کے چارپایہ ہے۔ اور باعتبار عقل بادشاہ ہے اور تو مامور بالعدل ہے۔ ان کے اندر اور ان کے حقوق قائم رکھنے میں اور ان کی اعانت میں تاکہ ان پر اپنا قبضہ رکھے۔ اور شرافت وسعادتِ دارین حاصل کرے۔ اگر گھوڑا تجھ سے رل گیا۔ اور کتا مؤدب ہو گیا۔ اور دونوں عقل کے ساتھ مسخر ہو گئے تو ظفر و کامرانی تیرے لئے آسان ہو گئی، ورنہ تو ہلاک ہو جائے گا۔

(١٧)

فَلَا تَرُمْ بِالْمَعَاصِیْ کَسْرَ شَهْوَتِهَا
اِنَّ الطَّعَامَ يُقَوِّیْ شَهْوَةَ النَّهِمِ

حل لغات فلا ترم۔ نہی حاضر، از رام، بمعنی طلب، پس نہ طلب کر۔ بالمعاصی کثرتِ گناہ سے۔ کسر۔ توڑنا۔ شھوتھا۔ شہوتوں کا۔ ان الطعام۔ اس لئے کہ کھانا۔ یقوی۔ قوی کرتا ہے۔ شھوۃ۔ خواہش۔ النھم۔ کھانے کی یعنی بغیر بھوک کے حرص کھانے کی ہونا۔

ترجمہ یہ نہ سمجھ یا یہ اُمید نہ رکھ کر زیادہ گناہ کرتے کرتے طبیعت گناہوں سے سیر ہو کر ترکِ گناہ کی طرف مائل ہو جائے گی۔ یاد رکھ، زیادہ کھانا کھانے سے حرص کھانے کی بڑھ جاتی ہے۔

شرح اے وہ شخص! جس نے اپنے نفس کو حبِ شہوات سے مزین کر رکھا ہے۔ اس خیال کو اپنے دل سے نکال کہ کسرِ شہوتِ نفس اور قطعِ معاصی کثرتِ معاصی کے بعد شروع ہو جائے گا۔ اس لئے کہ معاصی شہوتِ نفس کو بڑھاتے اور قوت دیتے ہیں۔

جیسے زیادہ کھانا حرص اکل و شرب کو فروغ دیتا ہے۔

اَللّٰهُمَّ لَا تَكِلْنَا اِلٰى اَنْفُسِنَا فِىْ زَمَانٍ يَسِيْرٍ وَّلَا تَجْعَلْ مَصِيْرَنَا دَارَ السَّعِيْرِ وَاجْعَلْ اُمُوْرَنَا مُوَافِقَةً لِّمَرْضَاتِكَ اِنَّكَ كَاشِفُ كُلِّ عَسِيْرٍ وَّمُعِيْنُ كُلِّ اَسِيْرٍ وَّعِنَايَتُكَ بِعِبَادِكَ كَثِيْرٌ وَّيَسِيْرٌ۔

(۱۸) وَالنَّفْسُ كَالطِّفْلِ اِنْ تُهْمِلْهُ شَبَّ عَلٰى حُبِّ الرِّضَاعِ وَاِنْ تَفْطِمْهُ يَنْفَطِمِ

حل لغات

والنفس۔ یعنی نفسِ امارہ۔ کالطفل۔ مثل شیر خوار بچے کے ہے۔ ان۔ اگر۔ تھملہ۔ مضارع، اھمال سے، کسی چیز کو اپنے حال پر چھوڑنا۔ چھوڑ دے تو اُسے اپنے حال پر۔ شبّ۔ ماضی از شباب، طاقتور ہونا، جوان ہونا، قادر ہو جائے گا۔ علیٰ۔ اوپر۔ حب۔ محبت۔ الرضاع۔ دُودھ پینے کے۔ وان تفطمہ۔ تفطم مضارع، از فطام، بچہ کا دودھ چھڑانا۔ اور اگر دُودھ چھڑانا چاہے تو اُس کی مدتِ شیر خواری میں۔ ینفطم۔ مضارع از انفطام، آسانی سے دُودھ چھوڑ دے گا۔

ترجمہ

نفسِ امارہ مثل اُس شیر خوار بچہ کے ہے کہ اگر نہ روکے تو اُسے جوانی تک دُودھ پینے سے، تو خواہش شیر خواری میں قوی ہو گا۔ اور اگر مدتِ رضاعت میں دُودھ چھڑا دے تو آسانی سے چھوڑ دے گا۔

شرح

نفس مطیۃ الانسان ہے۔ جیسا کہ حدیث میں وارد ہے نفسک مطیک فارفق بھا۔ اسی بنا پر فرمایا کہ نفس امارہ کو اپنے موافق بنانا چاہیئے نہ کہ اُس کی پیروی میں رہا جائے۔

یہاں یہ امر بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ اصطلاحِ عربی میں طفل کس عمر تک کے بچے کو کہتے ہیں اور اُس سے آگے کی عمر والے کو کیا کہتے ہیں۔

رحم میں جب تک بچہ رہے اُسے جنین کہا جاتا ہے اور جب پیدا ہو جائے تو اُس کا نام ولید ہے اور جب پیدا ہو کر کچھ دن شیر خواری کے گزارے تو اُس کا نام طفل ہے۔

اس کے بعد اُسے صبی کہتے ہیں۔ پھر مراہق ، اس کے بعد غلام انیس سال تک اس کے بعد شاب چونتیس برس تک ، پھر کہل اکاون برس تک ، پھر آخر عمر تک شیخ۔

ایک قول ہے کہ طفل وُہ ہے جس پر بعد ولادت دو سال مکمل گزر جائیں۔

یہی وجہ ہے کہ ناظم قاسم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شعر میں والنفس کالطفل فرمایا کالصبی نہیں کہا۔ اس لئے کہ صبی مثل بالغ کے عاقل ہوتا ہے۔

اور بتانا یہ مقصود ہے کہ نفس امارہ کو اگر ابتداء سے ہی درست رکھا جائے تو وہ قبول ہدایت کرلیتا ہے۔ جیسے شیر خوار کا دودھ دو سال کے اندر اندر آسانی سے چھڑایا جا سکتا ہے اور اگر تین سال تک اُسے دودھ افراط محبت کی وجہ میں پلایا جائے ، تو بچے کے دل میں اُس کا شوق اس قدر بڑھ جاتا ہے کہ وہ چھوڑنا نہیں چاہتا بلکہ سر مار مار کر ماں کو ہلکان کر دیتا ہے یہی حال نفس امارہ کا ہے کہ اگر اس سے معصیت کو نہ روکا جائے تو حرص معصیت میں جوان ہو کر انسان کو ہلاکت تک پہنچا دیتا ہے۔

---

(۱۹)

فَاصْرِفْ هَوَاهَا وَحَاذِرْ اَنْ تُوَلِّيَهُ
اِنَّ الْهَوٰى مَا تَوَلّٰى يُصْمِ اَوْ يَصِمِ

حل لغات فاصرف۔ امر ہے صرف یصرف سے بمعنی امتنع ، روک یا پلٹ دے ھواھا۔ اُس کی خواہش کو۔ وحاذر۔ امر ہے محاذرۃ سے ، خوف کرنا۔ اور ڈر۔ ان تولیہ۔ مضارع ہے ، تولیۃ سے ، اختیار دینا۔ اس سے کہ خود مختار کرے اُس کو۔ ان۔ بے شک۔ الھویٰ۔ خواہش۔ ما۔ جب کہ۔ تولّی۔ خود مختار ہو جائے۔ یصم۔ اصمی یصمی ، قتل وھلک۔ ہلاک کر دیتی ہے۔ او۔ یا۔ یصم۔ عیب دار بنا دیتی ہے

ترجمہ اور روک تو خواہش نفس کو اور ڈر اس سے کہ وہ غالب آجائے یا خود مختار ہو جائے بے شک جب خواہش غالب ہو جاتی ہے تو ہلاک کر دیتی ہے یا عیب دار بنا دیتی ہے۔

شرح یعنی جب معلوم ہوچکا کہ نفس امارہ کیا بلا ہے۔ تو اُس کی خواہشات کے روکنے میں جدوجہد کر اور اس امر کا خوف رکھ۔ کہیں وہ تجھ پر خود مختار ہو کر غالب نہ آجائے اور مملکتِ عقل میں تصرف نہ کر بیٹھے اور تیری عقل مغلوب نہ ہو جائے۔ اس لئے کہ غلبہ نفس موجب بُعدِ الٰہی ہوتا ہے۔ اسی لئے قرآن کریم میں ارشاد ہے ولا تتبع الھوٰی فیضلک عن سبیل اللہ۔ خواہشاتِ نفس کی پیروی نہ کرو کہ یہ اللہ کے راستہ سے بھٹکا دیتا ہے۔ دوسری جگہ فرمایا۔ ومن اضل ممن اتبع ھواہ۔ اُس سے زیادہ گمراہ کون ہے جو خواہشاتِ نفسانی کا پیرو ہوا اور حدیث میں ارشاد ہے واما المھلکات فثلاث شح مطاع وھویٰ متبع واعجاب المرء بنفسہ۔ ہلاک کرنے والی تین باتیں ہیں۔ مغرور مطاع متبع ہوا اور عورت کو خواہشِ نفس کے لئے پسند کرنے والا۔

حضرت ابراہیم بن شیبان فرماتے ہیں کہ میں چھت کے نیچے چالیس سال تک نہ سویا۔ رسالہ قشیری میں ابی تراب نخشی فرماتے ہیں کہ میرے نفس نے کبھی کوئی خواہش نہ کی مگر ایک بار انڈا روٹی مانگا۔ اور میں سفر میں تھا۔ ایک گاؤں سے گزرا۔ تو اُن لوگوں نے مجھے چور سمجھ کر پکڑا۔ اور ستر درے لگائے۔ بعد میں مجھے پہچانا اور معذرت کر کے مجھے ایک مکان میں لے گئے اور وہاں انڈا روٹی پیش کیا تو میں نے اپنے نفس سے کہا۔ لے ستر درے کھا کر اب انڈا روٹی کھا۔

ایک حکایت ہے کہ ایک بادشاہ عظیم السلطنت تھا اور اُس کی یہ عادت تھی کہ جب رمضان المبارک آتا۔ تو روزے رکھتا۔ اور بعد عصر سے افطار کے وقت تک گانے بجانے کا مشغلہ رکھتا۔ تاکہ روزے کا توڑ اس شغل میں محسوس نہ ہو۔ اور بھوک پیاس نہ ستائے۔ ایک روز ایک پیرِ کامل اُدھر سے گزرے۔ تو بادشاہ کا یہ حال دیکھ کر محسوس فرمایا۔ کہ اس غفلت سے بیدار کرنا ضروری ہے۔ جو وقت رحمت و غفران کا ہے اُسے یہ اس لہو و لعب میں خراب کر رہا ہے علاوہ ازیں دفع منکر واجب بھی ہے۔ چنانچہ شیخ بادشاہ کے محل میں داخل ہوئے۔ اور گویوں طبلچیوں کو مار مار کر بھگا دیا۔ اور اُن کی تار طنبورے توڑ ڈالے۔ بادشاہ محل سے یہ تماشا دیکھ کر غضب ناک ہوئے اور حاضرین کو گرفتاری کا حکم دیا۔ خدام نے شیخ کو پکڑ کے

بادشاہ کے پیش کیا۔
بادشاہ نے کہا۔ اے شیخ یہ تم نے نامناسب فعل کیوں کیا۔ شیخ نے فرمایا۔ یہ منکرات سے تھا۔ اور میں منجانب اللہ دفع منکرات پر مامور ہوں۔ بادشاہ نے کہا۔ کہ کیا تمہیں میرا ڈر نہیں۔ شیخ نے فرمایا جو کچھ تیری طرف سے مجھ پر ہوگا۔ اُس پر میں صبر کروں گا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ واصبر علی ما اصابك۔ اور میں تجھ سے قطعاً خائف نہیں اس لئے کہ تو میرے غلام کا غلام ہے۔ یہ سن کر تمام حاشیہ نشین تعجب سے پکارے۔ هيهات ضيع الشيخ عقلهٗ۔ افسوس! افسوس! شیخ کی عقل جاتی رہی۔
شیخ نے فرمایا۔ میری عقل نہیں گئی بلکہ میں پھر کہتا ہوں کہ بادشاہ میرے غلام کا غلام ہے اس لئے کہ انسان کی دو حالتیں ہیں۔
ایک یہ کہ اپنے نفس کو مغلوب کرکے اُس پر خود غالب رہے۔ اور اسے جس عبادت کی طرف چاہے لے جائے۔ دوسرے یہ کہ اپنے نفس کو غالب کرکے اُس کی زیرِ حکومت اپنی مملکت بدلی کر دے۔ اے بادشاہ اب تو بتا کہ تو کس حال میں ہے۔ بادشاہ نے غور کیا۔ اور کہا دوسری حالت میں۔ تو شیخ نے فرمایا کہ نفس میرا غلام ہے اور تو نفس کا غلام ہے۔ تو تُو میرے غلام کا غلام ہوا یا نہیں۔
بادشاہ نے انصاف سے بات مانی اور توبہ کرکے اُن سے ہی بیعت ہوگیا۔

(۲۰)

وَرَاعِهَا وَهِيَ فِي الْاَعْمَالِ سَائِمَةٌ
وَاِنْ هِيَ اسْتَحْلَتِ الْمَرْعٰى فَلَا تُسِمِ

حلِ لُغات وراعها۔ عطف الانشاء علی الانشاء۔ راع۔ امر۔ از راعٰی یراعی۔ مصدر الراعی، چراگاہ میں جانور کی نگاہ رکھنا اور نگاہ رکھ اُس نفس کی۔ وهي۔ واو حالیہ، ہی ضمیر، کیونکہ وہ۔ في الاعمال، جمع عمل، اعمال میں یعنی عملی کھیتوں میں۔ سائمة۔ خبر مبتدا۔ محاورہ ہے سامت الماشیہ یعنی جانور چرتا ہوا حد سے باہر چلا گیا۔ سائمہ ہے یعنی حد سے زیادہ عملوں کا چرنے والا ہے۔ وان۔ اور اگر۔ هي۔ وہ۔

استحلت ۔اپسند کرے یا لذیذ سمجھے۔ المرعی ۔ چراگاہ کو۔ فلا تسم ۔ تو نہ چرنے دے اور روک اُسے۔

ترجمہ | اور نگاہ رکھ اُس نفس کو چراگاہِ عمل میں۔ اور اگر وہ حد سے گزر کر چراگاہ کو لذیذ سمجھے۔ تو چرنے سے روک۔

شرح | گویا ناظم فاہم ہدایت اصلاح نفس میں طریقۂ تعلیم فرماتے ہیں کہ اس نفسِ امارہ کی خاص طور پر نگرانی کر۔ اس لئے کہ یہ مثل سائمہ چھُٹے ہوئے جانور کے ہے۔ اعمالِ صالحہ کی کشت زار میں اگر یہ چرنے اُترے تو اس کے چرنے پر نظر رکھ کہیں نقصان نہ پہنچادے اس لئے کہ نفس جب بعض نوافل میں ملتفت ہوتا ہے۔ اور لطف عبادت سے خوش ہونے لگتا ہے۔ تو عجب اور نخوت کا مادہ پیدا کرتا ہے اور قوم میں اپنا افتخار اور تکبر کا اثر جماتا ہے جو عابد کے لئے سخت مُضر ہے۔ لہٰذا اگر ایسا عملِ صالح کرتے کرتے محسوس ہو تو نفس کو آزاد نہ چھوڑ۔ بلکہ اُسے زجر و توبیخ کر۔

اسی بنا پر اہلِ تصوف اس بیت کے یوں معنی کرتے ہیں۔ اے عارف باللہ اپنے نفس کو فنا کر۔ اللہ جل شانہٗ کی محبت میں اور اس کی رضا حاصل کر۔ اور نہ رہ اعمال کی گنتیوں میں اس لئے کہ یہ مرتبہ صلحاء اور زہاد کا ہے۔ اور تو مستغرق ہو جا۔ ملاحظہ جمالِ ذات میں اور چھوڑ خود و رکوع و سجود کے دیکھنے کو اگر تو اس میں اُلجھا رہا تو ایک دن محجوب ہو جائے گا۔ اور اگر اس سے بالاتر پہنچ گیا۔ تو ایک دن مطلوب بن جائے گا۔

اس لئے کہ مدارِ اعمال و استدلال اصولِ کمال ہے۔ اور یہی حقیقتِ وصال ہے۔ اور جب نفس اپنی خباثت کی وجہ میں اس امر کو پسند کرتا ہے کہ تو ذکر و فکر میں بیٹھا رہے۔ فعلیك بالعقول ولو بالتامل۔

---

(۲۱)

كَمْ حَسَّنَتْ لَذَّةً لِلْمَرْءِ قَاتِلَةً
مِنْ حَيْثُ لَمْ يَدْرِ اَنَّ السَّمَّ فِي الدَّسَمِ

حل لغات کم ۔ یعنی کم مرۃ، کتنی بار ۔ یا بہت سی دفعہ ۔ حسنت ۔ ماضی اچھا کیا، پسند کیا، نفس نے ۔ لذۃ ۔ لذت دُنیا کو ۔ للمرء ۔ جو انسان کی ۔ قاتلۃ ۔ قاتل ہے ۔ من حیث ۔ ایسی طرح ۔ لم یدر ۔ لم یعلم، کہ نہ معلوم ہوا ۔ ان السم ۔ کہ زہر ۔ فی الدسم ۔ مرغن کھانے میں ہے ۔

ترجمہ نفس نے بارہا ایسی لذتِ دُنیا کو پسند کیا ۔ جو انسان کے حق میں قاتل تھی ۔ اور انسان اس قدر بے خبر رہا ۔ کہ اُسے معلوم ہی نہ ہوا ۔ کہ اس مرغن اور لذیذ کھانے میں زہر ملا ہوا ہے ۔

شرح نفسِ امارہ نے انسان کے ساتھ ایسا دھوکا کیا ۔ کہ اُس کی نظر میں بظاہر وہ دھوکا بھلا معلوم ہوا ۔ اور اُس نے نہ جانا ۔ کہ ؎

زہر ملائے شہد دکھائے یہ لیس کی گانٹھ ہے حرافہ
صُورت دیکھو ظالم کی تو کیسی بھولی بھالی ہے

گویا ناظم فاہم فرماتے ہیں کہ نفس خبیث نے بہت دفعہ مردِ عاقل کی نظروں میں اُس مزے کو جو درحقیقت اُس کا قاتل ہے ۔ نہایت خوشگوار دکھایا ۔ اور اُس نے نہ جانا کہ زہر مرغن کھانے میں ملا ہوا ہے ۔

خلاصہ یہ کہ نفس ایسا مکار ہے کہ اُس کے شر سے بچنے کے لئے بہت ہوشیاری کی ضرورت ہے ۔

(۲۲) وَاخْشَ الدَّسَائِسَ مِنْ جُوْعٍ وَّمِنْ شِبَعٍ
فَرُبَّ مَخْمَصَةٍ شَرٌّ مِّنَ التُّخَمِ

حل لغات واخش ۔ امر حاضر یا ارشادی از خشی یخشی، مخالف رہ ۔ الدسائس ۔ جمع دسیسہ یعنی کید و حیلہ مخفی ۔ اس نفس کے دجل و مکر سے ۔ من جوع ۔ بھوک میں اور تنگدستی میں ۔ و من شبع ۔ شکم سیری میں اور فارغ البالی میں ۔ فرب ۔ حرف جر یدخل علی النکرۃ عموما ۔ اکثر ۔ مخمصۃ ۔ المخمصۃ شدۃ الجوع المفرط ۔

شدت کی بھوک کا۔ شر۔ شر اور نقصان زیادہ ہوتا ہے۔ من التخم ۔ بمعنی عدم ھضم الطعام۔ بدہضمی سے۔

ترجمہ اور خائف رہ نفس کے دجل و مکر اور وسوسہ سے بھوک اور شکم سیری میں، اس لئے کہ اکثر شدت کی بھوک زیادہ مضر ہوتی ہے۔ بدہضمی سے۔

شرح امر سولہ قسم کا ہوتا ہے۔ امر ایجاب جیسے قرآن کریم میں ارشاد ہے۔ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتُوا الزَّکٰوۃَ ۔ دوسرا امر ندب جیسے ارشاد ہے۔ اذا تداینتم بدین الی اجل مسمی فاکتبوہ ۔ تیسرا امر تادیب جیسے حدیث میں ارشاد ہے کُلْ مِمَّا یَلِیْکَ ۔ جو تیرے آگے ہو وہ کھالے۔ چوتھا امر ارشاد۔ وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِیْدَیْنِ مِنْ رِّجَالِکُمْ ۔ پانچواں امر اباحت جیسے ارشاد الٰہی ہے۔ کُلُوْا وَاشْرَبُوْا ۔ چھٹا امر تہدید ہے جیسے اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ اِنَّہٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ۔ ساتواں امر امتنان جیسے کُلُوْا مِمَّا رَزَقَکُمُ اللّٰہُ حَلٰلًا طَیِّبًا ۔ آٹھواں امر اکرام جیسے اُدْخُلُوْھَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِیْنَ ۔ نواں امر تعجیز جیسے فَاْتُوْا بِسُوْرَۃٍ مِّنْ مِّثْلِہٖ ۔ دسواں امر تسخیر جیسے کُوْنُوْا قِرَدَۃً خٰسِئِیْنَ ۔ گیارہواں امر اہانت جیسے ذُقْ اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْکَرِیْمُ ۔ بارہواں امر تسویہ جیسے اِصْبِرُوْا اَوْلَا تبصروا ۔ تیرہواں امر دعا جیسے اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ ۔ چودہواں امر تمنا جیسے کسی شاعر نے کہا۔ اَلَا اَیُّھَا اللَّیْلُ الطَّوِیْلُ اَلَا انْجَلِی ۔ پندرہواں امر اعتقاد جیسے قَالَ اَلْقُوْا مَا اَنْتُمْ مُلْقُوْنَ ۔ سولہواں امر تکوین، جیسے کُنْ فَیَکُوْنُ ۔

بھوک کی آفتیں جن سے خائف رہنا ضروری ہے یہ ہیں۔

حدۃ، شدۃ ذہول، کلال، ملال نفس، تحصیل کمال میں خیالات فاسدہ کا آنا، اوہام کاسدہ کا پیدا ہونا۔

اور شکم سیری کی آفتیں یہ ہیں، کثرۃ نوم، کسل، سختی قلب، غفلت عن الموت، نور یقین کا ماند پڑ جانا، شہوتوں کا بڑھنا۔

اسی بنا پر حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کاد الفقر ان یکون کفرا۔ تنگدستی

کبھی انسان کو کفر تک پہنچا دیتی ہے۔ اور وہ اس طرح کہ شکوہ رزاق مطلق بے ساختہ زبان سے جاری ہو جاتا ہے۔ بہکی بہکی اوندھی اوندھی باتیں بکنے لگتا ہے۔ دوسری حدیث میں فرمایا الفقر اسود الوجوہ یوم القیامۃ۔ بعض تنگدست بوجہ بدنیتی اور تغیر مذہب کے قیامت کے دن سیاہ رو ہوں گے۔

ابو سلیمان درانی نے چند نکات شکم سیری کے ظاہر فرمائے۔ من شبع لم یجد حلاوۃ العبادۃ، ولتعذر علیہ حفظ الحکمۃ وحصل لہ حرمان الشفقۃ علی الخلق وثقل علیہ العبادۃ وحصل لہ زیادۃ الشھوۃ و ان سائر المؤمنین یدورون حول المساجد والشبعان حول المزابل۔ پیٹ بھرا انسان عبادت کی شیرینی نہیں پا سکتا (۲) حکمت کی محافظت اُس کے لئے متعذر و مشکل ہے۔ (۳) مخلوق پر شفقت کرنے سے محروم رہتا ہے (۴) عبادت اُس پر بھاری ہوتی ہے اور بارگزرتی ہے (۵) شہوت بڑھ جاتی ہے (۶) اور تمام مومنین جب مسجد کے گرد پھر رہے ہوں۔ یہ گندی جگہ پھرتا ہوگا۔

اسی بناء پر حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو فرمایا۔ اِنَّ نفسک مطیتک فارفق بھا ولیس من الرفق ان تجیعھا وتذیبھا۔ انسان کا نفس اُس کی سواری ہے۔ تو اپنی سواری کو اپنے موافق بنا اور موافق نہیں بن سکتا مگر اس سے کہ اُسے بھوک کے ساتھ نرم کر۔

اور کھانا ایک صورت میں فرض بھی ہے یعنی اُس حالت میں جب کہ ہلاکت سے بچانے کو کھایا جائے تو اُس کی فضیلت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ان اللہ لیوجر فی کل لقمۃ یرفعھا العبد الی فمہ۔ اللہ ہر لقمہ کے بدلے میں ثواب عطا فرماتا ہے۔ جو بندہ اپنے منہ میں ڈالتا ہے۔

اور کھانا مستحب بھی ہے اگر اس نیت سے کھائے کہ ادائے صلوۃ پنجگانہ میں ضعف پیدا نہ ہو چنانچہ طاقت بدنی قائم رکھنے کے لئے کھانے والے کی فضیلت حضور نے فرمائی۔ المؤمن القوی احب الی اللہ تعالیٰ من المومن الضعیف۔ طاقتور مومن اللہ

کو مکروہ مومن سے زیادہ محبوب ہے۔

اور مرتبہ اباحت میں کھانا تقوم بدن کی حد تک ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ے

نہ چنداں بخور کز دہانت بر آید   نہ چنداں کہ از ضعف جانت بر آید

بہر حال نفسِ امارہ کی خفیہ شرارتوں سے ہوشیار رہنا اور اُس کی کیادی صیادی (مکرو حیلہ) کا شکار ہونے سے بچنا ہر مردِ مومن پر لازم ہے۔

(۲۳) وَاسْتَفْرِغِ الدَّمْعَ مِنْ عَيْنٍ قَدِامْتَلَأَتْ مِنَ الْمَحَارِمِ وَالْزَمْ حِمْيَةَ النَّدَمِ

حل لغات

واستفرغ۔ استفرغ صیغہ امر، از استفراغ، جاری کرنا، بہانا یعنی بہاتا رہ۔ الدمع۔ آنسوؤں کو۔ من عین۔ اُن آنکھوں سے۔ قد امتلأت۔ جو بھری ہوئی ہیں یا ڈبڈبا رہی ہیں یا آلودہ ہو چکی ہیں۔ من المحارم۔ حرام چیزوں کی رویت سے۔ والزم۔ اور لازم پکڑ۔ حمیۃ۔ بمعنی الاحتمار و الحفظ، محافظت۔ الندم۔ یعنی ندامت، پشیمانی، پشیمانی کو۔

ترجمہ

اور بہا آنسوؤں کو اُس آنکھ سے جو حرام چیزوں کے مشاہدہ سے پُر ہو چکی ہے۔
اور پشیمان ہو کر ایسے افعالِ شنیعہ سے پرہیز کرنے کو لازم پکڑ۔

شرح

نہ جاگنے میں وہ لذت نہ شب کے سونے میں ے
مزا جو دیکھا تو پچھلے پہر کے رونے میں!

او غافل انسان! اُس آنکھ کو جو مشاہدۂ محرمات سے آلودہ ہو کر گندی ہو چکی ہے۔ آنسو بہا کر پاک کر لے۔ اس لئے کہ گریہ و بکا ہر اُس ناپاکی کو دھو دیتا ہے۔ جو انسان کے اکتسابِ معاصی سے پیدا ہو۔ اسی لئے بزرگوں کا مقولہ ہے۔ صب العبرات یحط السیئات۔ آنسوؤں کے بہاؤ میں گناہ بہ جاتے ہیں۔ ویرفع الدرجات اور مدارج بلند ہوتے ہیں۔

اسی وجہ میں بعض احادیث میں آیا ہے۔

يوتى بعبد يوم القيامة وتشهد عليه اعضائه بالزلة والعصيان فيستحق ان يدخل النيران فطاير شعرة من جفن عينه فتستاذن تلك الشعرة من الله تعالى بالشهادة له فيقول الله تعالى عزوجل تكلمى يا شعرة واحتجى عن عبدى فتشهد تلك الشعرة لذالك العبد بانه قد بكى فى الدنيا من خوف ربه فيغفرله وينادى منادهذا عتيق الله تعالى بشعرة۔

ایک گنہگار قیامت کے دِن پیش ہوگا۔ کہ اُس کے تمام اعضاء اُس کے خلاف لغزش اور معصیت کی شہادت دے چکے ہوں گے اور وہ مستحق دخولِ نار قرار پا چکا ہے کہ ایک بال اُس کی آنکھ سے اُڑ کر اذنِ شہادت طلب کرے گا۔ اور جناب باری کی طرف سے اُسے اجازت ملے گی۔ تو وہ عرض کرے گا۔ کہ الٰہی یہ شخص دُنیا میں تیرے خوف سے روتا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ اُس کی بخشش فرما دے گا اور منادی اُس کے بارے میں ندا کرے گا۔ کہ یہ عتیق (آزاد) اللہ ہے۔ ایک بال کی شہادت پر۔

حضرت حجۃ الاسلام سے دریافت کیا گیا۔ فیھما عینٰن تجریان کس کے لیے بشارت ہے تو آپ نے فرمایا۔ ھما لمن عینان تجریان۔ وُہ دو چشمے جنت کے اُس کے لیے ہیں جس کی دو چشم دُنیا میں خوفِ الٰہی سے بہتی رہیں۔

(۲۴) وَخَالِفِ النَّفْسَ وَالشَّيْطَانَ وَاعْصِهِمَا وَإِنْ هُمَا مَحَضَاكَ النُّصْحَ فَاتَّهِمِ

حلِ لغات وخالف۔ امر، اور مخالفت کر۔ النفس۔ الف لام معہود ذہنی نفسِ امارہ کی۔ والشیطان۔ از شطن بعید از خیر ورحمت اور شیطان کی۔ واعصهما۔ اور نافرمانی کر۔ وان۔ اور اگرچہ۔ هما۔ وُہ دونوں یعنی نفس اور شیطان۔ محضاك۔ مخلصانہ۔ النصح۔ نصیحت کرتے ہوں۔ فاتهم۔ پھر بھی تو مشکوک ومتہم جان۔

ترجمہ مخالفت کر شیطان اور نفسِ امارہ کی اور نافرمانی کر دونوں کی اگرچہ وہ دونوں مخلصانہ نصیحت اور خیر خواہی کر رہے ہوں۔ پھر بھی متہم اور مشکوک سمجھ۔

شرح مفہوم شعر واضح ہے۔ کہ نفس اور شیطان انسان کے ابدی دشمن ہیں۔ اور ابدی دشمن سے اُمید خیر خواہی رکھنا غلطی اور ناعاقبت اندیشی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ناظم قاسم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ نفس اور شیطان اگر بھلی بات بھی بتائیں۔ تو سوچ سمجھ کر اُن کی تعمیل کرنا کیونکہ اس میں بھی کوئی خاص بھید مضمر ہو گا۔ ہمیشہ اسے متہم بالعداوت سمجھ۔ چنانچہ احمد بن ارقم بلخی رحمۃ اللہ علیہ اپنا تجربہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک بار نفس نے مجھے زور دے کر مشورہ دیا کہ میں غزوہ میں جاؤں۔ اس مشورہ سے مجھے تعجب ہوا کہ الٰہی یہ معاملہ کیا ہے۔ تیرا فرمان ہے۔ ان النفس لامارۃ بالسوء۔ نفس ہمیشہ بُرے کام کا مشورہ دیتا ہے حالانکہ یہ مشورہ اس کا مبارک اور سعید ہے تو مجھے ظاہر ہوا۔ کہ اس کا اس وقت غزوہ میں نکلنے کا مشورہ یوں ہے۔ کہ لوگوں میں شہرت ہو۔ اور اس شہرت سے میں لوگوں کی نظروں میں معزز بن جاؤں۔ چنانچہ میں اس غزوہ میں نہ گیا۔ اور میں نے کہا۔ اسلام کے لئے سب سے آگے میں جان دینے کو جاؤں گا۔ لیکن اس وقت تیری مخالفت کروں گا۔ تو نفس نے کہا کہ احمد تم مجھے دن میں بارہا قتل کرتے رہتے ہو۔ میں نے ایک بار چاہا۔ کہ اس بہانہ سے تمہیں قتل کرا کر تم سے نجات حاصل کروں۔ تو اس میں بھی مجھے کامیابی نہ ہوئی۔ اور شیطان کی شرارت باطنی میں ایک حکایت مثنوی شریف میں مولانا روم علیہ الرحمۃ نے نقل فرمائی۔ کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سو رہے تھے کہ صبح سے قبل شیطان آیا۔ اور پکارا حی علی الفلاح۔ حضرت معاویہ نے اپنی فطانت سے اُسے جانا اور فرمایا۔ کہ تو مجھے حی علی الفلاح کہنے آیا تو کیسے۔ تیرا کام تو نماز قضا کرانے کا تھا۔ شیطان نے کہا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک دن تمہاری صبح کی نماز قضا ہو گئی تھی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا سے رہ گئے تھے۔ تو اس کی ندامت میں آپ دن بھر غمگین رہے۔ تو آپ کے اعمال صالحہ اس دن دوچند کر دیئے گئے تو میں نے خوف کیا۔ کہ اگر آج بھی آپ کی نماز فوت ہو گئی۔ تو اسی طرح آپ اعمال مضاعفہ کے حقدار ہو جائیں گے۔ لہٰذا امام ناظم رحمۃ اللہ علیہ ہدایت فرماتے

ہیں۔ کہ اس کے نیک مشورہ سے بھی ہوشیار رہنا بلکہ اُس کی بھی مخالفت ہی کرنا کہ اس میں بھی کوئی خاص شرارت مضمر ہوگی۔ اعوذ باللہ من شر الشیطان الرجیم بجاہ حبیب الرحیم الکریم والحمد للہ رب العالمین۔

۲۵

وَلَا تُطِعْ مِنْهُمَا خَصْمًا وَّلَا حَكَمًا
فَاَنْتَ تَعْرِفُ كَيْدَ الْخَصْمِ وَالْحَكَمِ

حلِ لغات ولا تطع۔ نہ پیروی کر۔ منھما۔ اُن دونوں کی۔ خصما۔ جھگڑالو ہونے میں۔ ولاحکما۔ اور فیصلہ کرنے میں۔ فانت تعرف۔ اس لئے کہ تو جانتا ہے۔ کید۔ مکر۔ الخصم۔ جھگڑالو کا۔ والحکم۔ اور مکر فیصلہ کنندہ کا۔

ترجمہ اور نہ پیروی کر نفس وشیطان کی، فریقِ مخالف بنیں یا منصف تو فریقِ مخالف اور منصف کے دھوکے اور فریب سے واقف ہے۔

شرح یعنی نفس اور شیطان ان دونوں میں سے کسی کی اطاعت نہ کر۔ خواہ تیرا مقابل ہو یا ثالث۔ کیونکہ تو اُن کے فریب اور چال سے واقف ہے اُن کے دھوکے میں نہ آنا۔

شارح زرکشی فرماتے ہیں کہ یہ بیت قصیدہ کے تمام بیتوں سے سخت ترین ہے۔ اس لئے کہ خصومتِ نفس کے ساتھ محاکمہ شیطان سمجھ میں نہیں آتا۔ اور شراح نے جو کچھ اس پر لکھا، اُس سے اطمینان نہیں ہوا۔ آخر میں نے روحِ ناظم قاہم کی طرف توجہ کی۔ تو مکاشفہ میں مجھے فرمایا کہ اگر تو غور کرتا۔ تو جو مقصد اس بیت سے ہے وہ ظاہر ہو جاتا۔ میں نے کہا کہ میں اس کی شرح آپ کی زبان سے سننا چاہتا ہوں۔ تو امام نے فرمایا:۔

انسان میں تین مدعی ہیں۔ قلب، نفس، شیطان۔ جب قلب کسی عملِ خیر کا ارادہ کرتا ہے تو نفسِ امارہ مانع ہوتا ہے۔ تو اِن دونوں میں جھگڑا ہونے لگتا ہے۔ اور شیطان کیطرف یہ مقدمہ رجوع کرتے ہیں۔ تو شیطان ان کے محاکمہ میں امر بالسوء کرتا ہے۔ تو اس اعتبار سے نفس خصم ہوا اور شیطان حکم، اور اگر شیطان کسی عملِ شر کی طرف آمادہ ہوتا ہے۔ تو قلب

مانع ہوتا ہے اور شیطان ضد کرتا ہے کہ وہ کام کیا جائے۔ تو ایسی صورت میں فیصلہ کے لئے نفس کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ اور نفس شیطان کے حق میں فیصلہ دیتا ہے۔ اس اعتبار سے قلب کا خصم شیطان اور قاضی نفس بنتا ہے بایں اعتبار فرمایا فانت تعلم کید الخصم والحکم، تو خصم اور حکم کے مکر وفریب سے خوب واقف ہے لہٰذا ان دونوں کی زبان اور راہِ راست پر قائم رہ۔

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ شیطان اور نفسِ امارہ کے وساوس سے کس طرح انسان خلاصی پائے تو صوفیائے کرام نے فرمایا ہے۔ سلاح المؤمن علی الشیطان ستۃ۔ الاستعاذۃ وکلمۃ الشھادۃ وبسم اللہ وترک الطمع وترک الامل وترک الدنیا۔ مومن کے ہتھیار شیطان پر غالب آنے اور وساوس کے دفعہ کرنے کو چھ ہیں اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم اور لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور طمع خام سے اجتناب، اور بُرے اعمال سے تنفر اور دُنیا کو دین پر غالب نہ آنے دینا۔

ایک روایت میں ہے کہ قوم نے حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں شیطان کے مظالم کی شکایت کی۔ تو آپ نے فرمایا۔ ابھی وہ تم لوگوں کی شکایت مجھ سے کرتا ہوا گیا ہے اور اُس نے کہا ہے۔ کہ آپ لوگوں کو فرمائیں کہ وہ میری دُنیا کو چھوڑ دیں تو میں اُن کے دین پر حملہ کرنا ترک کر دوں گا۔

اور وساوس کے دفع کرنے میں سب سے زیادہ انفع اشتکا الی اللہ اور اُسی سے اُمید والبتہ رکھنا ہے۔

؎ تو ہم گردن از حکم داور مپیچ! — نہ پیچد ز حکم تو از خلق ہیچ

(۲۶)

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ مِنْ قَوْلٍ بِلَا عَمَلٍ
لَقَدْ نَسَبْتُ بِهٖ نَسْلًا لِذِیْ عُقُمٍ

حل لغات — استغفر اللہ۔ استغفار، طلبِ غفران کے معنی میں آتا ہے یعنی تبت الی اللہ واطلب الستر۔ یعنی بخشش کی طلب کرتا ہوں میں اللہ سے

من قول ۔ اُس قول سے ۔ بلا عمل ۔ جو بے عمل ہو ۔ لقد ۔ بیشک ۔ نسبت ۔ ماضی متکلم ، از نسب کسی نسل کا ذکر کرنا ۔ میں نے نسبت کی ۔ بہ ۔ اُس کی ۔ نسلا ۔ ایسی نسل کی طرف ۔ لذی عقیم ۔ جو بانجھ ہے

ترجمہ میں بارگاہِ الٰہی میں قول بے عمل سے معافی طلب کرتا ہوں ۔ ایسی باتیں کہہ کر جن پر خود عمل نہیں کرتا میں نے نسبت بانجھ عورت کے ساتھ کی ۔

شرح اس شعر میں شیخ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ انکسار فرماتے ہیں کہ میں خود بھی ان نصائح پر عامل نہیں جو نصیحتیں میں دوسروں کو کر رہا ہوں ۔ لہٰذا میں بارگاہِ الٰہی میں اس قول بے عمل سے استغفار کرتا ہوں تاکہ آیہ کریمہ اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ کی وعید شدید کا مستحق نہ ہوں ۔ اور قول بے عمل کے سبب میں اُس شخص کی مانند نہ ہوں جو کسی کی اولاد کو بانجھ عورت کی طرف منسوب کرے یعنی میں اپنے نفس کو اُس چیز کی طرف نسبت کرتا ہوں جو اُس میں نہیں ہے چنانچہ متصوفین فرماتے ہیں ۔ ان القول الذی یخرج عن اللسان لایبلغ الآذان والذی یخرج عن الجنان وقع علی الجنان ۔ وہ قول جو زبان سے نکلے اور کانوں تک نہ پہنچے ، عبث ہے ۔ اور وہ قول جو دل سے نکلے اور دل میں جا کر گھر کرے اکسیر ہے ۔

اسامۃ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ فرماتے تھے ۔ مررت لیلۃ اسری بی الی السماء باقوام تقرض شفاہھم بمقاریض من نار فقلت من ھؤلاء یا جبرئیل قال خطباء اُمتک الذین یقولون مالا یفعلون ۔ ہم لیلۃ المعراج میں ایسی جماعت پر سے گزرے کہ اُن کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کُترے جا رہے تھے ۔ ہم نے جبرائیل سے دریافت کیا کہ یہ لوگ کون ہیں ۔ جبرائیل نے عرض کی حضور آپ کی اُمت کے وہ خطبا ہیں جو ناصح بلا عمل تھے ۔

حضرت اسمٰعیل حقی اُندلسی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حکایت عجیب و غریب اپنی تفسیر میں نقل فرمائی وہ یہ ہے کہ ایک عالم موثر الکلام قوی التصرف تھے کہ اُن کے جلسہ وعظ میں سامعین میں سے ایک دو خوف الٰہی کی وجہ سے شہید ہو جاتے تھے اور اسی شہر میں ایک بڑھیا تھیں

ان کا بچہ نہایت رقیق القلب اور نیک تھا۔ وہ بڑی بی اُس بچے کو جلسہ وعظ کی شرکت سے منع کرتی رہتیں۔ ایک روز وہ لڑکا وعظ میں چلا گیا۔ اور نصائح سُن کر خوفِ الہٰی سے مرگیا،
ایک روز وُہ واعظ راستہ میں اُن بڑی بی سے دوچار ہو گیا۔ تو انہوں نے کہا ؎

القدی الانام ولا تہتدی	الا ان ذلک لا ینفع!
فیا حجر الشحذ حتی متی	تحد الحدید ولا تقطع

او واعظ! تو زمانے کو ہدایت کرتا ہے۔ اور خود ہدایت کی راہ پر نہیں چلتا۔ خبردار! یہ نصیحت تیرے حق میں نفع رساں نہیں۔ او سخت پتھر! یہ سنگین دل کب تک۔ لڑکا لُٹ گیا لیکن تو دُنیا سے منقطع نہ ہوا۔

جب واعظ نے یہ رُباعی سُنی۔ ایک چیخ ماری۔ اور گھوڑی سے غش کھا کر گرا۔ لوگوں نے اسے گھر پہنچایا۔ وہاں جا کر شہید ہو گیا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

اس بیت مبارک میں قارئین وسامعین کو خوبصورتی کے ساتھ ناظم رحمۃ اللہ علیہ قول بلاعمل سے بچنے کی تلقین فرما رہے ہیں۔ فیلزم لک العمل بکل ما تکلمت بہ۔

کے بود مقبول قول بے عمل	کبر مقتاً گفت رب عز وجل

---

(۲۷) اَمَرْتُكَ الْخَيْرَ لٰكِنْ مَّا ائْتَمَرْتُ بِهٖ
وَمَا اسْتَقَمْتُ فَمَا قَوْلِيْ لَكَ اسْتَقِمِ

لغات امرتک۔ ماضی متکلم، حکم دیا میں نے تجھ کو۔ الخیر۔ بالعاقبۃ حمیدۃ۔ بھلائی کا۔ لکن۔ مگر۔ ما ائتمرت۔ ما نفیہ والائتمار قبول الامر۔ نہیں حکم مانا میں نے بہ۔ اُس خیر کا۔ وما استقمت۔ ماضی متکلم، اور نہ قائم رہا میں۔ فما۔ ما استفہامیہ، کیا ہے؟ قولی۔ میرا کہنا۔ لک۔ تیرے لئے۔ استقم۔ کہ قائم رہ۔

ترجمہ میں نے تجھے حکم کیا بھلائی کا۔ اور خود اُس پر کاربند نہ ہوا۔ تو کیا اثر ہے میرے اس قول کا کسی پر کہ قائم رہ۔

شرح استقامت نام ہے ہمیشہ علم و عمل پر قائم رہنے کا۔ اور استقامت ایسی زبردست چیز ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شیبتنی سورۃ ھود مجھے سورۃ ہود نے بوڑھا کر دیا۔ بعض صحابہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت خواب میں کی اور عرض کیا کہ حضور کو سورۃ ہود کے کس مضمون سے بار گزرا۔ کیا انبیاء کے قصص یا ہلاکتِ اُمَمِ ماضیہ کے واقعات۔ تو حضور نے فرمایا۔ نہیں بلکہ اس آیت نے جو ارشاد کیا ہے۔ فاستقم کما امرت۔

اس لئے کہ حقیقتِ استقامت وفاء عہد بلکہ اور ملازمتِ صراطِ مستقیم بحد اوسط ہے جو ہر معاملہ میں لازمی ہے۔ خواہ طعام و شراب ہو یا لباس امورِ دینی ہوں یا دُنیوی۔ ترغیب خیر ہو یا ترہیب۔ اور درحقیقت فاستقم کما امرت ہی صراطِ مستقیم ہے۔

ابوعلی جرجانی فرماتے ہیں۔ کن طالب الاستقامة لا طالب الكرامة فان نفسك متحركة فى طلب الكرامة وربك يطلب منك الاستقامة، فالكرامة الكبرى الاستقامة فى خدمت الخالق لا باظهار الخوارق۔ تو طالبِ استقامت ہو۔ نہ کہ طالبِ کرامت، اس لئے کہ تیرا نفس طلبِ کرامت کے لئے بے چین رہتا ہے، اور تیرا رب تجھ سے استقامت چاہتا ہے۔ اور کرامت کبریٰ استقامت ہے خدمتِ خالق میں نہ کہ اظہارِ خرقِ عادات میں۔

بعض بزرگوں سے عرض کیا گیا کہ فلاں شخص پانی پر چلتا ہے۔ تو انہیں جواب میں کہا گیا کہ مینڈک اور مچھلی بھی پانی میں چلتے ہیں۔ پھر کہا گیا کہ فلاں شخص ہوا پر اُڑتا ہے تو کہا گیا کہ مکھی بھی اُڑتی ہے۔ پھر عرض کیا گیا کہ فلاں شخص ایک ساعت میں مشرق سے مغرب کو عبور کر لیتا ہے تو جواب ملا کہ شیطان بھی ایسا کر لیتا ہے۔

تو عرض کیا گیا کہ حضرت آپ کے نزدیک مقبولِ شانِ ولایت پھر کیا ہے تو فرمایا:۔ الاستقامة فى الدين۔

کسی شاعر نے خوب کہا ہے ؎

وغير تقى الناس يامر بالتقى — طبيب يداوى الناس وهو مريض

غیر متقی انسان لوگوں کو تقویٰ کا اگر حکم کرے تو ایسے طبیب کی مانند ہے۔ جو لوگوں کا علاج کرے اور خود بیمار ہو ؎

صاحبِ الفاظ کو دفتر سے بھی سیری نہیں | صاحبِ معنی کو صرف اِک لفظ کافی ہو گیا
سدا کا نام گو اکثر زبانوں پر ہے آ جاتا | مگر کام اس سے جب چلتا ہے دل میں یہ سماجاتا

(۲۸) وَلَا تَزَوَّدْتُ قَبْلَ الْمَوْتِ نَافِلَةً
وَلَمْ اُصَلِّ سِوٰی فَرْضٍ وَّلَمْ اَصُمِ

حلِ لغات وَلا۔ نافیہ، اور نہ۔ تزودت۔ ماضی متکلم، زادِ راہ لیا میں نے قبل الموت۔ موت سے پہلے۔ نافلۃ۔ زائدہ۔ علاوہ واجبات و فرائض نفلوں عبادت کا۔ ولم اصل۔ نفی جحد بلم، متکلم اور نہیں پڑھی سوی۔ علاوہ۔ فرض۔ فرائض پنجگانہ کے۔ ولم اصم۔ اور نہ روزے رکھے۔

ترجمہ میں نے نفلی اعمال کا زادِ راہ مرنے سے پہلے کچھ تیار نہ کیا۔ اور فرضوں کے سوا کوئی تقرب نفلی کے لئے نہ نماز ادا کی۔ نہ فرض روزہ کے علاوہ نفلی روزے رکھے۔

شرح چونکہ حدیث میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کن فی الدنیا کانک غریب او عابر سبیل وعد نفسک من اصحاب القبور۔ دُنیا میں مثل مسافر کے رہ یا راہ گذر کی طرح اور اپنے کو قبر کے رہنے والوں میں گن۔

تو مومن دُنیا میں جب مسافر کی طرح رہے گا۔ تو اُسے زادِ راحلہ کی فکر لازمی ہے۔ اس لئے کہ مسافر اپنا توشہ دان راستے کے لئے پُر رکھا کرتا ہے۔ اور جو مسافر بے فکرا ہو۔ اُسے وقت بے وقت مصائب کا سامنا اور تفکرات سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔

اس لحاظ سے ناظم فاہم اپنی ذات پر ڈال کر عوام کو یاد دلا رہے ہیں کہ یہ مسافر خانہ ہے۔ یہاں سے جانا ہے۔ لہٰذا زادِ راحلہ اور راستے کے آرام کا انتظام درست رکھ۔ اور بہترین نظام رضائے الٰہی حاصل کرنا ہے۔ اور رضائے الٰہی تقرب بالنوافل سے حاصل ہوتی ہے۔ اس لئے رحمۃ اللہ علیہ نے وَلا تزودت فرما کر تاکید فرمایا۔ اس لئے کہ حدیثِ قدسی میں ہے۔ لایزال

العبد یتقرب الی بالنوافل حتی احبہ اللہ تعالیٰ۔ ہمیشہ بندہ میرا قرب نفلوں کے ذریعے حاصل کرتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اُسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں۔

یہی وجہ ہے حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ ہر روز اپنے حجرہ عبادت میں پردہ ڈال کر چار سو رکعت نفل ادا فرمایا کرتے۔ اُس کے بعد اپنے دولت سرا میں تشریف لاتے۔

حضرت عبداللہ بن حنیف فرماتے ہیں۔ اکثر میں ابتدائے عمر میں ایک رکعت میں دس ہزار قل ہو اللہ پڑھتا۔ اور کبھی سارا قرآن کریم ایک رکعت میں ختم کرتا اور کبھی صبح سے عصر تک ایک ہزار نفل ادا کرتا۔

بعض روایتوں میں ہے کہ شریک فرماتے ہیں۔ کہ میں حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک سال رہا میں نے آپ کے پہلو کو اس سال بھر میں کبھی زمین کا سہارا لیتے نہ دیکھا۔ اور آپ کے ہم صحبت لوگ بیان کرتے تھے کہ آپ فجر کی نماز ہمیشہ عشاء کے وضو سے پڑھا کرتے تھے۔

شعبہ کہتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ لوگ جب آپ سے رخصت ہو کر سونے کے لئے چلے جاتے۔ تو آپ اپنی نشستگاہ سے اُٹھ کر مسجد میں تشریف لاتے۔ تو مجھے جب جاگنے کی طاقت نہ رہتی۔ تو میں نعلین شریف میں کنکریاں ڈال کر گھر آ کے سو جاتا۔ صبح کی نماز کو جب جاتا۔ تو جوتیوں میں وہ کنکریاں پاتا، اور آپ کو اپنی عبادت گاہ پر ہوتا دعا کرتا پاتا۔ اور ایسے بہت سے واقعات سلف صالحین کے ہیں۔ نصیحت وغیرہ حاصل کرنے کو یہ کم نہیں۔

(۲۹)

ظَلَمْتُ سُنَّةَ مَنْ اَحْيَ الظَّلَامَ اِلَى
اِنِ اشْتَكَتْ قَدَمَاهُ الضُّرَّ مِنْ وَّرَمٖ

حل لغات ظلمت۔ ماضی متکلم۔ مشتق من الظلم، وھو فی اللغۃ وضع المشئ فی غیر موضعہ، وفی الشرع التجاوز عن الحق الی الباطل والتصرف فی ملک الغیر بغیر اذنہ والمراد ھھنا الترک۔ (ترک کیا میں نے)۔ سنۃ۔

مفعول ظلمت، لغت میں طریقہ، شریعت میں طریقہ مسلوکہ فی الدین جو نہ فرض ہو نہ واجب ان کے طریقہ کو۔ من۔ جنہوں نے۔ احی الظلام۔ استعارۃ باحیاء اللیل و ترک النوم للعبادۃ۔ اندھیری راتوں میں شب بیداری کی۔ الی۔ للغایۃ۔ یہاں تک کہ۔ ان اشتکت اخبار الظلام یہاں بمعنی اظہرت الشکوی۔ ظاہر ہوگئیں۔ قدماہ۔ قدم مبارک پر۔ الضر۔ تکلیف۔ من ورم۔ الانتفاخ، ورم کی۔

ترجمہ ترک کیا میں نے اُن کے طریقہ کو جنہوں نے اندھیری راتوں میں شب بیداری فرمائی۔ یہاں تک کہ ظاہر ہوگئی، قدمین مبارکین پر تکلیف ورم کی۔

شرح چونکہ اس سے پہلی فصل میں ناظم رحمۃ اللہ علیہ نے نفس کا تعارف کرایا تھا۔ تو اس فصل میں معرفت رب جلت ومجد کرانا مناسب تھا۔ جیسا کہ حدیث میں وارد ہے۔ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ۔ جس نے اپنے نفس کو جان لیا وہ بے شک اپنے رب کو بھی پہچان لے گا۔ اور چونکہ عرفانِ الٰہی بغیر معرفت جناب رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم محال ہے۔ اس لئے اس فصل میں مدح مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء ایک انوکھے انداز سے شروع فرمائی۔ کیونکہ مدح النقش راجع الی نقاشہ نقش کی مدح نقاش کی طرف ہی راجع ہوتی ہے

اور ظلمت میں صیغہ متکلم واحد بغرض انکسار و اظہار عجز اختیار فرمایا کہ یہ خاصہ مقربان بارگاہ کا ہوتا ہے۔

یہ اس وقت کا واقعہ ناظم رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے۔ جب کہ حضور پر وحی کے ذریعہ جہد فی العبادت کا حکم نازل ہوا۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام رات قیام فرماتے حتیٰ کہ پائے اقدس جن پر تمام دُنیا کی تقدیس قربان ہو متورم ہوجاتے۔ آخر جناب باری تعالیٰ عز اسمہٗ کی طرف سے حضور کو تسلی دی گئی۔ اور تخفیف فرمائی گئی تاکہ اُمت ضعیف پر ادائے عبادت بار نہ ہو جائے۔ اور ارشاد ہوا طٰہٰ ما انزلنا علیک القرآن لتشقی یعنی طٰہٰ۔ اے طاہر عن عیوب دوسرے اعتبار سے اس کے معنی بہ تاویل یہ بن سکتے ہیں۔ ط کے عدد ۹۔ ہ کے عدد ۵ حاصل عدد چودہ ہوئے یعنی جیسے ماہ کامل چودہ تاریخ کا ہوتا ہے۔ محبوب کہ فرمایا کہ تم

ماہِ کامل ہو۔ لہٰذا اپنی جان پر اتنی سختی نہ فرماؤ۔ ما انزلنا علیک القرآن العظیم لتتعب نفسک ہم نے یہ قرآنِ کریم آپ پر اس لیے نازل نہیں فرمایا کہ آپ اپنی جان کو تعب میں ڈالیں
اس کے بعد سے حضور کی عادتِ کریمہ یہ رہی کہ تہائی رات گزر جانے پر تہجد فرماتے یعنی خوابِ استراحت سے بیدار ہو کر تہجد ادا فرماتے۔

اور مفسرین نے لکھا ہے۔ کانت صلوٰۃ التھجد فرضا له علیه السلام لا لامته۔ یقوله تعالیٰ فتھجد به نافلة لک یعنی نمازِ تہجد حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر پانچ فرائض کے علاوہ فرض تھی اور آپ کی اُمت کے لیے نفل ہوئی' اور قرآنِ کریم میں بھی فتہجد پر نافلة فرمایا گیا۔ کہ یہ تہجد آپ پر زائد ہے اور نوافل کے فضائل میں اُمت کو حضور نے بڑے بڑے مدارج عطا فرمائے ہیں۔ چنانچہ حدیث میں ہے۔

رکعتان یرکعھما العبد فی جوف اللیل الاخیر خیر له من الدنیا وما فیھا ولو لا ان اشق علی امتی لفرضتھما۔ دو رکعت جو بندہ آخر رات میں پڑھے دُنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ اور اگر اُمت پر یہ شاق نہ ہو جاتا تو میں فرض کر دیتا۔

دوسری حدیث میں ہے۔ ما زال جبرئیل یوصینی لقیام اللیل حتی ظننت ان خیار امتی لاینامون۔ ہمیشہ جبرئیل رات میں قیام کی وصیت کرتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ میں گمان کرتا ہوں کہ میری اُمت کے بہتر لوگ رات میں سوتے نہ ہوں گے۔

اور تہجد کے متعلق متعدد اقوال ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ چار رکعت سے بارہ رکعت تک تہجد کی رکعتیں ہیں۔ اور بعض کے نزدیک دو سے لے کر بارہ رکعت تک۔

اور اس امر میں بھی اختلاف ہے کہ تہجد کا اطلاق محض قیامِ لیل پر مطلق ہے یا بعض حصہ شب میں' تو قول اصح یہ ہے۔ جو شرح طریقہ میں بتایا گیا۔ کہ تہجد وہ ہے جو بعد سونے کے اُٹھ کر ادا ہو۔

اور رات کی عبادت کے فضائل میں بزرگانِ دین کی طرف سے خاص فضائل مذکور ہیں۔

ان قیام اللیالی افضل العبادات لان اللیل یکون فیه بین العابد والمعبود خلو من الاغیار وتکون فیه الدعوات اسرع اجابة اذ ھو وقت الاخیار

ولذا قیل ان العابد فی اللیالی یستحق اجرین اجر الترك النوم و اجر العبادة مع ان ترك النوم فی اللیالی الکثیرة المتوالیة و احیاء جمیعا بالصلوٰة لا یقدر علیه الرسول اللہ الوهاب یعنی قیام لیالی افضل عبادات ہے۔ اس لیے کہ رات میں عابد و معبود کے مابین تخلیہ ہوتا ہے۔ اغیار سے اور اُس وقت کی دُعا سریع الاجابت ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ وقتوں میں بہترین وقت ہوتا ہے۔ اور رات کی عبادت میں دوہرا ثواب ہے۔ ایک ترکِ نوم کا، دوسرا عبادتِ الٰہی کا، اور تمام رات ہمیشہ جاگنا سوائے حضور کے کسی کی قدرت میں نہیں۔ اللّٰھم لاتجعلنا ۔ ممن ضل وغوی فاخذ تربذ نہ فتوی واحشرنا فی زمرة من لاینطق عن الھوی۔

۳۰ وَشَدَّ مِنْ سَغَبٍ اَحْشَائَهُ وَطَوٰی تَحْتَ الْحِجَارَةِ كَشْحًا مُتْرَفَ الْاَدَمِ

حل لغات وشد ۔ ماضی بمعنی عقد اور باندھا۔ من سغب ۔ من سببیہ سغب بھوک بھوک سے۔ احشائہ ۔ جمع حشیٰ ، مافی الجوف اعضائہ ۔ وہ تمام اعضاء جو جوفِ شکم میں ہیں۔ وطوٰی ۔ ماضی از طے، لپیٹنا اور لپیٹا۔ تحت ۔ نیچے۔ الحجارة ۔ پتھر کے۔ کشحا ۔ جسم کا وہ حصہ جو پسلیوں سے لے کر ٹھوڑی تک ہے۔ مترف ۔ صیغہ مفعول از اتراف، نازک اور ناز پروردہ۔ الادم ۔ از ادیم بمعنی جلد، کھال پر۔

ترجمہ اور باندھا بھوک کی وجہ سے اُس نفسِ قدسی نے اپنے شکم مبارک کو۔ اور اپنے ناز پروردہ پہلوؤں کو پتھر سے کسا۔

شرح یعنی اس پیارے محبوب حبیب الودود نے شب بیداریاں فرمائیں اور باوجود معصومیت مطلقہ کے اپنے بطنِ نوری کو باندھا اور پسلیوں کے نیچے اپنی نازک اور نوری جلدِ اقدس پر پتھر کسا۔ تاکہ صحابہ کرام کے لیے اور اُمتِ مرحومہ کے حق میں ایک طریقہ مسنونہ قائم ہو جائے۔

اور اس میں یہ حکمت بھی ظاہر فرمائی مقصود تھی کہ برودتِ حجری حرارت جوعی کی دافع

ہے۔ اور چونکہ وُہ سرکارِ والا تبار دُنیا کی کسی شئے کے محتاج نہ تھے۔ اس لیے اکثر دائم الجوع رہتے۔ یہاں تک کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے ایک روز حضور کی بھوک محسوس کر کے رونا شروع کر دیا۔ تو حضور نے فرمایا۔

یاعائشۃ والذی نفسی بیدہٖ لو سئلت ربی ان یجری معی جبال تہامۃ ذہبا لاجراھا حیث شئت من الارض ولکن اخترت الجوع فی الدنیا علیٰ شبعھا وفقر الدنیا علیٰ غنائھا وحزن الدنیا علی فرحھا۔ یاعائشۃ ان الدنیا لا تنبغی لمحمد ولا لاٰل محمد۔

اے عائشہ قسم ہے اُس ذاتِ مقدس کی جس کے یدِ قدرت میں میری جان ہے۔ اگر میں اپنے رب سے مکہ کے پہاڑوں کو سونے کی شکل میں طلب کروں۔ اور انہیں چلتا ہوا بناؤں کہ جہاں جاؤں وُہ میرے ساتھ ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ انہیں چلتا ہوا میرے ساتھ کر دے لیکن میں نے دُنیا میں بھوک اختیار کی شکم سیری سے اور فقرِ دُنیا قبول فرمایا غنا پر اور غم قبول کیا اُس کی فرحت پر۔ اے عائشہ دُنیا زیبا نہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کی آل کے لیے۔

دوسری حدیث میں حضرت صدیقہ فرماتی ہیں کہ حضور سیدِ یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مکہ کے جنگل کے پہاڑ سونا بنا کر مجھے پیش کیے تو میں نے عرض کی۔ الٰہی یہ نہیں بلکہ میں ایک دن بھوکا ایک دن شکم سیر رہنا چاہتا ہوں۔ جس دن بھوکا رہوں اُس دن تیرے حضور تضرع کروں اور دُعا۔ اور جس دن شکم سیر ہوں اُس روز تیری حمد کروں اور ثنا۔

اور پسلیوں سے نیچے تک پتھر باندھنا اُس قصے کی طرف اشارہ ہے جو غزوہ خندق میں ہوا۔ جس کا مختصر حال یہ ہے کہ جب قبیلہ بنی نضیر کے یہود کو اطراف مدینہ سے نکال دیا گیا۔ تو ابو عمر اور ایک اُنہیں میں سے راہب مکہ گیا۔ اور مشرکین مکہ کو محاربہ کے لیے آمادہ کر کے ابو سفیان کے مکان پر جمع ہوئے۔ ابو سفیان نے اُن کا احترام کیا۔ اور جمعیت عسکری بنانے میں مشغول ہوا یہاں تک کہ دس ہزار کی فوج آناً فاناً میں بن گئی۔ اور مدینہ کی طرف چڑھائی شروع کر دی۔ یہ خبر گوشِ اقدس تک جب پہنچی تو حضور نے صحابہ کی میٹنگ کی۔ اور اُن کے دفاع کے لیے مشورہ کیا۔ تو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا حضور بلادِ عجم کے ایک شہر پر دشمن غالب آگیا تھا۔ اور

اہلِ شہر نے اُس سے محاربہ کی قوت اپنے میں جب نہ پائی۔ تو انہوں نے شہر کے گرد اگرد خندق کھود لیے۔ اور اُس میں رُوپوش ہو کر سب بیٹھ گئے۔ حضور نے اس مشورہ سلمانی کو پسند فرمایا۔ اور پچاس روز کامل خندق کھودے گئے کہ اتنے میں دُشمن نے آ کر مدینہ منورہ کا محاصرہ کر لیا۔ اور انتیس دن تک وہ محاصرہ رکھا تو اس مدت میں مسلمانوں پر بڑی مشقت واقع ہوئی۔ اور اُن پر پانچ طرح کی مصیبت تھی۔ اوّل قحط، دوسرے کثرتِ اعداد، تیسرے خوفِ قتل، چوتھے بھوک پانچویں سخت سردی۔ یہاں تک کہ اُس رؤف رحیم حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مسلمین پر رحم آیا۔ تو حضور نے فرمایا، تم میں سے جو خبر دُشمن کی لائے، وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔ لیکن ضعف جُوع کی وجہ سے جانے کی طاقت کہاں ہلنے کی بھی تاب نہ تھی۔ سب خاموش پڑے رہے۔ پھر حضور نے چار اصحاب کے نام لے کر آواز دی۔ تو انہوں نے عرض کیا۔ حضور ہمیں ہماری جگہ پڑا رہنے دیں۔ ہمارے پاس بھوک اور سخت سردی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ پھر حضور نے حضرت حذیفہ ابن الیمان رضی اللہ عنہ کو حکم دیا۔ چنانچہ وُہ تشریف لے گئے اور خبر لائے کہ دُشمن بھاگ گیا۔ اور شدتِ سردی سے اکثر اُن کے لشکری مر گئے۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بطنِ اقدس پر پتھر باندھ رکھا تھا۔ اور یہ صحابہ کو تعلیم تھی کہ جسے بھوک شدت کی ہو۔ اور کھانا اُسے میسر نہ آئے تو وُہ پیٹ پر پتھر باندھ لے۔

(۳۱)

وَرَاوَدَتْهُ الْجِبَالُ الشُّمُّ مِنْ ذَهَبٍ
عَنْ نَفْسِهٖ فَاَرَاهَا اَیَّمَا شَمَمٖ

حل لغات وَ۔ عاطفہ۔ اور۔ رَاوَدَتْهُ۔ ماضی از مُراودت، مطالبہ بالجہد۔ ارادہ کرنا، ارادہ کیا۔ اَلْجِبَالُ۔ جمع جبل، پہاڑوں۔ اَلشُّمُّ۔ بلند نے۔ مِنْ ذَهَبٍ۔ جو سونے کے تھے۔ عَنْ نَفْسِهٖ۔ اُن کی ذاتِ اقدس سے۔ فَاَرَاهَا۔ تو دیکھا اُن کو حضور نے۔ اَیَّمَا۔ کس شان سے۔ شَمَمٖ۔ اپنے بلند حوصلہ اور استغنا سے۔

ترجمہ بلند پہاڑوں نے سونے کا بن کر حضور کی توجہ کو اپنی طرف مبذول کرانا چاہا۔ تو حضور نے اپنے بلند حوصلہ اور استغنا سے انہیں ذلیل دیکھا۔

شرح حضور کو بلند پہاڑوں نے جو سونے کے تھے بمنت اپنی طرف متوجہ کرنا چاہا۔ اور درخواست کی کہ ہم میں سے جو چاہیں جتنا چاہیں صرف فرمائیں۔ تو حضور نے اُن پہاڑوں سے اپنی بلند ہمت اور استغنا کا وہ مظاہرہ فرمایا جو ادراکِ عقل سے بالاتر ہے۔

اس بیت مبارک میں اس روایت کی طرف اشارہ ہے جو مروی ہے کہ جبرئیل علیہ السلام حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور اللہ تعالیٰ شانہٗ کا سلام پیش کر کے بشارت دی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اتحب ان اجعل هذه الجبال ذهبا وتكون معك اينما كنت۔ اے محبوب! اگر تمہیں یہ پسند ہو کہ ان پہاڑوں کو ہم سونا بنادیں۔ اور وُہ آپ کے ساتھ رہیں جہاں آپ تشریف لے جائیں تو ابھی ایسا ہو سکتا ہے۔

فتوقف ساعة فقال يا جبرائيل ان الدنيا دار من لا دار له ومال من لا مال له قد يجمعها من لا عقل له۔ تو حضور نے تھوڑا سکوت فرما کر جواب دیا۔ جبرائیل دُنیا ایک ایسا گھر ہے کہ کسی کا گھر نہیں اور ایسا مال ہے کہ کسی کی ملکیت نہیں۔ اسے وُہ جمع کرتا ہے جس میں عقل نہ ہو۔

فقال له جبريل ثبتك الله يا محمد بالقول الثابت۔ تو جبرئیل علیہ السلام نے یہ سُن کر عرض کی۔ حضور کو اللہ نے ثابت قدم فرمایا ہے۔ قولِ ثابت کے ساتھ۔

اس حدیث سے صاف واضح ہے کہ فضیلت فقیرِ صابر کی غنی شاکر پر اللہ تعالیٰ نے اس لیے رکھی کہ خلقِ محبوب کے مشابہ ہے۔ اور اسی بنا پر طائفہ صوفیہ اس پر ثابت قدم ہو کر کہتے ہیں۔ همة الرجال تهدم الجبال۔ ہمتِ مرداں پہاڑوں کو منہدم کر دیتی ہے ؎

بہر کارے کہ ہمت بستہ گردد
اگر خارے بود گلدستہ گردد

اور اس روایت میں سرکارِ ابد قرار صلے اللہ علیہ وسلم کی ہمتِ عالی اور فضیلتِ ذاتی یوسف علیہ السلام پر واضح ہے۔ قرآن کریم میں زلیخا کے واقعہ پر وراودته التي هو في بيتها عن نفسه فرمایا اس پر یوسف علیہ السلام نے اُس عورت سے اجتناب فرمایا جو حرام تھی۔ اور اُس حُسن سے استغفار کیا جو آپ کے لیے جائز نہ تھا۔ لیکن حضور نے اُس چیز سے استغنیٰ ظاہر فرمایا جو جائز تھی اور وُہ چیز خدا کی محبت میں ترک فرمائی جو جمع کرنی حلال تھی ؎

مولای صل وسلم دائما ابداً　　علی حبیبك خیر الخلق کلهم

اسی وجہ میں اُس جیب لبیب کا عشق دراصل عاشق باللہ افراد کے قلبوں میں ایسا پیدا کیا کہ زلیخا کے عشق سے اُن کا عشق بالاتر ہو گیا ؎

حُسنِ یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشتِ زناں　　سر کٹاتے ہیں تیری راہ میں مردانِ عرب

پیٹ پر پتھر باندھنا شدتِ جوع میں سکون دے گا اور طریقہ مسنون ہونے کے لحاظ سے سنت پر عمل موجب اجر بھی ہو گا۔

اللّٰھم لاتبلنا فی الدنیا بالکرب واجعل رتبتنا فی الدارین ارفع الرتب بحرمۃ النبی ذی المجد والحسب ؕ

(۳۲) وَاَکَّدَتْ زُھْدَہٗ فِیْھَا ضَرُوْرَتُہٗ　اِنَّ الضَّرُوْرَۃَ لَا تَعْدُوْا عَلَی الْعِصَمِ

حلِ لغات وَ۔ عاطفہ یا ابتدائیہ۔ اور۔ اَکَّدَتْ۔ ماضی از تاکید مضبوط اور پختہ کرنا۔ اور مضبوط اور پختہ کیا: زُھْدَہٗ مفعول اکدت، قلۃ الترغیب، فی الشئی۔ وفی الاصطلاح، اعراض عن الدنیا، وترك راحتہ۔ اُن کے زہد کو۔ فیھا۔ اس دُنیا میں ۔ضَرُوْرَتُہٗ۔ فاعل اکدت، ضرورت ظاہری اور احتیاج جسمی نے۔ اِنَّ الضَّرُوْرَۃَ۔ بیشک احتیاج ظاہری اور جسمی۔ لَا نہیں۔ تَعْدُوْ۔ غالب آسکتی اور نہیں جبر اور زبردستی کر سکتی اُس ہستی مقدس پر۔ عَلَی الْعِصَمِ۔ آپ کی عفت مآبی پر۔

ترجمہ حضور کے زہد کو ضرورتوں نے اور مضبوط کر دیا۔ اس لئے کہ ضرورتیں پرہیز گاری اور عصمت مآبی پر غالب نہیں آسکتیں۔

شرح روایت ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز آرام گزین تھے۔ اور آپ کے نیچے نیم ترکھاس کی چٹائی بچھی ہوئی تھی اور سرہانے جو تکیہ تھا اس میں چمڑے کی کترن بھری ہوئی تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور ایک جماعت صحابہ کی اُن کے ہمراہ تھی۔ تو حضور نے اُن کی طرف کروٹ بدلی، تو حضرت عمر نے دیکھا کہ پہلوئے نورانی پر چٹائی کے نشان پڑے

ہوئے ہیں۔ حضرت عمر بے ساختہ رونے لگے۔ حضور نے فرمایا۔ ما یبکیک یا عمر۔ عمر کس چیز نے تمہیں رُلایا۔ تو آپ نے عرض کی۔ فکیف لا ابکی ان کسریٰ و قیصر یتنعمان فیما یتنعمان فیہ فی الدنیا و انت علیٰ ھٰذہٖ الحالۃ۔ حضور میں کیسے نہ روؤں جبکہ میں دیکھتا ہوں۔ کہ کسریٰ و قیصر اُن نعمتوں میں ہیں۔ اور اس دُنیا میں عیش کر رہے ہیں اور حضور جن کے نقشِ قدم پر ہزار کسریٰ و قیصر قربان اس حال میں ہوں تو حضور نے فرمایا۔ یا عمر اما ترضیٰ ان یکون لھم فی الدنیا ولنا فی الاٰخرۃ۔ اے عمر کیا تم اس سے خوش نہیں کہ قیصر و کسریٰ کو جو کچھ مل رہا ہے۔ دُنیا کی چند روزہ زندگی تک رہے اور ہمارے لیئے ابدی نعمتیں غیر زائل ہمیشہ کو آخرت میں ملیں۔ حضرت عمر نے فوراً عرض کی بلیٰ یا رسول اللہ۔ بے شک حضور میں آخرت سے خوش ہوں۔ کہ اتنے میں روح الامین حاضر دربار ہوئے۔ اور عرض کیا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ قانون نافذ فرما دیا ہے کہ لذتِ آخرت میں ہر اس شخص کے لیئے نقصان ہے جتنا وہ لذتِ دُنیا حاصل کرے لہٰذا جس قدر لذتِ دُنیا زیادہ ہوگی۔ لذتِ آخرت اتنی ہی کم ہو جائے گی اور جس قدر لذت دُنیا کم ہوگی۔ لذتِ آخرت بڑھے گی۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے :۔ اَذۡهَبۡتُمۡ طَيِّبٰتِكُمۡ فِیۡ حَيَاتِكُمُ الدُّنۡيَا۔

لیکن اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میں حضور کی خدمت میں یہ بشارت دوں کہ اعزازِ دُنیاوی جو حضور پسند فرمائیں پیش کیئے جائیں۔ اور ان نعمتوں کی وجہ سے حضور کا اُخروی درجہ کم نہ ہوگا۔ یہ حضور کا خاصہ ہے فقال علیہ السلام واللہ خیر و ابقیٰ۔ حضور نے فرمایا۔ جبرئیل اللہ کی ذات بہترین نعمت اور غیر فانی دولت ہے۔

گویا مضمونِ بیت میں ناظم فاہم حضور کا عزم و استقلال بتا رہے ہیں کہ حوائج ظاہری و جسمی نے حضور کے زہد و ترکِ دُنیا کو بجائے اس کے کہ کمزور کرتے اور مضبوط و مؤکد کر دیا۔

اور کیوں نہ ہو۔ نورِ مجسم رحمتِ دو عالم کی شان ارفع و اعلیٰ کے شایانِ شان یہ ہے۔ کہ حوائج و ضروریاتِ ظاہری ہوتے بھی حضور کو دُنیا کی طرف رغبت نہیں اور استغنا تام حاصل ہے۔ اور اسی دریائے نعمت و کرم کی لہریں ہیں۔ جنہوں نے اولیاء و صوفیاء کرام میں یہ استغنا و زہد و ورع پیدا کیا۔

مالکِ کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں — دو جہاں کی نعمتیں ہیں اُن کے خالی ہاتھ میں

تہیدست و سلطانِ پشمینہ پوش — غلامی خرد و بادشاہی فروش

۳۳

وَكَيْفَ تَدْعُوا إِلَى الدُّنْيَا ضَرُورَةُ مَنْ
لَوْلَاهُ لَمْ تَخْرُجِ الدُّنْيَا مِنَ الْعَدَمِ

حلِ لغات و۔ عاطفہ، اور۔ کیف۔ استفہام انکاری، کیونکر۔ تدعوا۔ من الدعوۃ، بلائیں۔ الی الدنیا۔ دُنیا کی طرف۔ ضرورۃ۔ حوائج ظاہری۔ من۔ اُس ہستی پاک کو۔ لو۔ کہ اگر۔ لاہ۔ وہ ہستی پاک نہ ہوتی۔ لم تخرج۔ نہ ظاہر ہوتی۔ الدنیا۔ دُنیا۔ من العدم۔ کتمِ عدم سے۔

ترجمہ اور کیونکر دُنیا کی طرف ضرورتیں ایسے نفسِ زکی کو بُلا سکتی ہیں کہ اگر وہ نہ ہوتے اور دُنیا میں جلوہ افروزی نہ فرماتے، تو دُنیا عدم سے منصۂ شہود پر ظاہر نہ ہوتی۔

محمد کی جلوہ نمائی نہ ہوتی! — تو دارین میں روشنائی نہ ہوتی

شرح یعنی دُنیا حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محتاج ہے۔ اگر حضور دُنیا کے محتاج ہوتے، تو حوائج معاذ اللہ حضور پر غالب آجاتے، مگر چونکہ حضور محتاج الیہ ہیں اور دُنیا حضور کی محتاج۔ تو حضور کو کوئی ضرورتِ ظاہری اور حسی دُنیا کی طالب نہیں بنا سکتی۔

دوسرے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مائل الی اللہ ہیں۔ تو طالبِ مولیٰ اور مائل الی اللہ کا خیال تنعیم دُنیا کی طرف جا ہی نہیں سکتا۔ حدیثِ قدسی میں ہے۔ الدنیا حرام علی اھل الآخرۃ والآخرۃ حرام علی اھل الدنیا و کلاھما حرامان علی اھل اللہ تعالیٰ۔ دُنیا اہلِ آخرت پر حرام اور اہلِ دُنیا پر آخرت حرام اور دُنیا و آخرت دونوں اہل اللہ پر حرام ہیں۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے۔ حضور نے فرمایا۔ من احب دُنیاہ اضر باخرتہ ومن احب آخرتہ اضر بدنیاہ فاٰثروا ما یبقیٰ علی ما یفنیٰ۔ دُنیا کی محبت سخت مضر ہے۔ آخرت کے لیے، اور آخرت کی محبت مضر تر ہے۔ دُنیا کے لیے تم محبت کرو۔ اُس نعمت کی جو ہمیشہ باقی رہے۔ اُس کے مقابلہ میں جو عنقریب فنا ہو جائے گی۔

اور دُنیا کو دُنیا اس اعتبار سے کہا گیا کہ بہ نسبت آخرت یہ قریب ہے۔ تو یہ مشتق دنو سے ہے یعنی قُرب سے، اور اگر دنات سے دُنیا لی جائے تو گھٹنا اور خسارہ ہی ہے۔ چونکہ اس کا ماحصل ہے اس لیے دُنیا کہا گیا۔ اور مصرع ثانی میں لولاہ جو فرمایا۔ اس میں تلمیح ہے۔ حدیثِ قدسی کی طرف جو جناب باری نے فرمایا۔ لولاک لما خلقت الدنیا، اے محبوب! اگر ہم تمہیں پیدا نہ فرماتے۔ دُنیا ہی نہ بناتے اور لولاک لما خلقت الافلاک میں افلاک سے مراد مطلقاً جمیع مکونات ہیں۔ اس لیے کہ اسم جزئی کل پر حاوی ہوتا ہے۔

اور واقعہ معراج میں ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سدرۃ المنتہیٰ پر ساجد الی اللہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے حضور کو فرمایا۔ انا وانت وما سوی ذالک خلقتہ لاجلک۔ اے محبوب ہم اور تم اور ماسویٰ اس کے جو کچھ ہے وہ سب ہم نے تمہاری وجہ سے پیدا کیا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا۔ انا وانت وما سوی ذالک ترکتہ لاجلک۔ الٰہی میں اور تو اور ماسویٰ اس کے جو کچھ ہے سب میں نے تیری ذات کے لیے ترک کیا۔ الحمد للہ منعم الصواب والیہ المرجع والمآب۔

(۳۴) مُحَمَّدٌ سَیِّدُ الْکَوْنَیْنِ وَالثَّقَلَیْنِ ٭ وَالْفَرِیْقَیْنِ مِنْ عُرْبٍ وَّمِنْ عَجَمٖ

حل لغات محمد۔ خبر مبتدا محذوف، محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ سید۔ بروزن جید بمعنی سردار اور ملجا، کائنات۔ الکونین۔ کون اول دُنیا، کون ثانی آخرۃ، دُنیا و آخرت کے۔ والثقلین۔ اور جن و انس کے۔ والفریقین۔ اور دونوں جماعتوں کے۔ من عرب۔ عرب سے۔ ومن عجم۔ اور عجم سے۔

ترجمہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سردار اور ملجا ہیں کائناتِ دُنیا و آخرت کے اور جن و انس کے اور دونوں جماعتوں کے عرب سے اور عجم سے۔

شرح قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ شفا میں فرماتے ہیں۔ نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم مخصوص حضور کا اسم عالی ہے اور عرب میں کوئی حضور سے قبل اس نام کے ساتھ مشہور نہ ہوا۔

اور عرب و عجم میں کسی کا یہ نام حضور کی جلوہ گری سے اول رکھا گیا حتیٰ کہ حضور کی ولادت سے قبل ہی مشہور ہو چکا تھا کہ ان نبیّنا یبعث اسمہ محمد ۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوں گے اور نام پاک محمد ہو گا۔

چنانچہ بعض قوموں میں محمد نام کے ساتھ اولادیں موسوم کی گئیں اس اُمید پر کہ جو مشہور نبی ہونے والے ہیں وہ ہماری اولاد سے ہی ہوں ۔ واللّٰہ تعالیٰ یعلم حیث یجعل رسالتہ اور اللہ جانتا ہے جس شان سے اپنے رسول کو رسول بنائے۔

ہاں ایک سوال یہ ہو سکتا ہے کہ حضور کی نعت میں اسم محمد ہی ناظم رحمۃ اللہ علیہ نے کیوں اختیار فرمایا۔ جب کہ ارشاد الساری شرح بخاری میں ہے کہ حضور کے اسماء گرامی ایک ہزار ہیں۔ اور ایک قول ہے کہ تین سو ہیں۔ ایک قول میں ننانوے نام ہیں۔ اس کا جواب صرف یہی ہے کہ یہ اسم پاک تمام اسماء سے افضل و اشہر ہونے کے علاوہ مرتبہ محمودیت میں مفید مبالغہ ہے۔ اسی لیے اس نام پاک کو نعت میں لانا مناسب تھا۔

اب سید کا لفظ استعمال کرنا اس لیے تھا کہ سیادت علو و رفعت کے معنی میں مستعمل ہے۔ یا سید اسے کہہ سکتے ہیں کہ یلجاء الیہ الناس فی حوائجھم پناہ لیں اُن کی طرف لوگ اپنی حاجتوں میں اور حضور سے بہتر ملجاء خلائق اور کون ہو سکتا ہے تو حضور سے افضل سید بھی کوئی نہیں۔

اور کونین سے مراد دُنیا و آخرت ہو سکتی ہے یا عالم شہادت اور عالم غیب علاوہ ازیں دُنیا میں حضور کی سیادت یہ کم نہیں کہ حضور خاتم الانبیاء ہیں۔ اور سید المرسلین اور معراج کا رتبہ سوا حضور کے انبیاء میں سے کسی کو نہ ملا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم وما ارسلنٰک الا کافۃ للناس کے منصب جلیل کے مسند نشین ہوئے اور حضور کو ہی اللہ تعالیٰ نے انبیاء و مرسلین اور جن و انس کا سردار بنا کر وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعالمین کے تاج سے متوج اسر فراز فرمایا۔ یہاں تک کہ حضور کی رحمت ہونے کے باعث کفار و مشرکین پر تاخیر عذاب ہے۔

پھر حضور کا شہر مبارک افضل البلاد اور حضور کی مسجد مبارک افضل المساجد اور وہ بُقعۂ نوری جس میں وہ نورِ مجسم آرام گزین ہے کعبہ سے افضل و اعلیٰ ہے۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور سوحی افضل خلائق ہے بلکہ وہ نور لطیف اصل انوار انبیاء ومرسلین ہے۔

حضرت علی اور ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ ما بعث اللہ نبیا من الانبیاء الا اخذ علیہ المیثاق لئن بعث محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام وھو حی لیؤمنن بہ ولینصرنہ۔ اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی مبعوث نہ فرمایا مگر اس سے یہ عہد لیا کہ اگر میں اس کے زمانہ میں اپنے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کروں تو اُن پر ایمان لائے گا اور نصرت کرے گا۔

اور اسی کی تائید میں آیۂ کریمہ ہے۔ واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما آتیتکم من کتاب وحکمۃ ثم جاء کم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ الخ ہے

اور سیادت اُخروی یہ ہے کہ بروزِ قیامت جہنم جب لایا جائے تو ستر ہزار باگوں میں جکڑا ہوا ہو۔ اور ہر باگ کو ستر ہزار حلقے ہوں۔ اور ہر حلقہ میں ستر ہزار فرشتے ہوں، مگر وہ جہنم اپنے جوش سے اُن کے قبضہ میں نہ آئے۔ حتیٰ کہ اپنے اپنے موقف پر ہر نبی اُسے روکنا چاہے یہاں تک کہ ابراہیم، موسیٰ و عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام بھی اُسے روک رہے ہوں اور اس کی تیزی کو دیکھ کر اپنے کو بھول کر نفسی نفسی کی آوازیں لگاتے ہوں اور بارگاہِ الٰہی میں عرض کر رہے ہوں۔ نفسی نفسی لا اسئلک الیوم غیرھا۔ الٰہی اپنی جان کی امان چاہتے ہیں آج کے دن اور کچھ ہم نہیں مانگتے کہ حضور بارگاہ رب العزت میں عرض کر رہے ہوں اُمتی اُمتی سلمھا ونجھا یا رب۔ الٰہی میری اُمت اسے سلامتی سے پار اُتار دے۔ اور نجات دے دے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم جہنم کی باگ تھام کر فرمائیں، ارجعی مدحورۃ الی خلفک۔ لوٹ ذلت سے اپنے پیچھے کو۔ تو جہنم عرض کرے۔ خل سبیلی فانت یا محمد حرام علیّ۔ حضور مجھے راستہ دے دیں۔ آپ مجھ پر حرام ہیں۔ کہ اتنے میں سرادقات عرش سے ندا آئے۔ اسمعی واطیعی لہٗ۔ اور جہنم خبردار نافرمانی نہ کر۔ جو حکم ہمارے حبیب کا ہے اُسے مان تو بادلِ ناخواستہ جہنم آہ سرد کے ساتھ واپس ہو۔ اور اہلِ موقف یعنی تمام انبیاء میں حضور کی مدح ہو سے

خلیل ونجی، مسیح وصفی سبھی سے سنی کہیں بجو نہیں! | یہ بے خبری کہ خلق پھری کہاں کہاں تمہارے لیے

وللہ الحمد

مولای صل وسلم دائماً ابدا | علیٰ حبیبک خیر الخلق کلھم

فرشتے دیکھیں ایک عاصی کو شرمندہ ہے تردامن | اور اس پر کثرتِ عصیاں سے تھرّاتا ہے سارا تن

کہیں کیوں ہے پریشاں دیکھ وہ رحمت کے ہیں معدن | مچل جا سوالِ مدعا پر تھام لے دامن

بھٹکنے کا بہانہ نہ تو قصیدے تامل کر!

(۳۵) نَبِيُّنَا الْاٰمِرُ النَّاهِيْ فَلَا اَحَدٌ
اَبَرَّ فِيْ قَوْلِ لَا مِنْهُ وَلَا نَعَمِ

حل لغات نبینا۔ نبی نبأ سے مشتق ہے بمعنی خبر دینے والا۔ اصطلاح میں اس انسان کو نبی کہتے ہیں جسے اللہ نے اصلاح و تبلیغ کے لیے مبعوث فرما کر اپنی وحی کے ذریعے اس پر احکام نازل فرمائے ہوں (ہمارا نبی)۔ الآمر۔ حکم دینے والا۔ الناھی۔ منع فرمانے والا ہے۔ فلا احد۔ اور نہیں ہے کوئی۔ ابرّ۔ من البر۔ اسم تفضیل بمعنی الصدق، آپ سے زیادہ سچا۔ فی قول۔ اقوال میں۔ لا منہ۔ نہیں فرمائیں۔ ولا نعم۔ یا ہاں۔

ترجمہ ہمارے نبی حکم دینے والے نہی فرمانے والے ایسے ہیں کہ آپ کا مثل کوئی نہیں صدق وعدہ میں ہاں اور ناہیں۔

شرح نبی کی تعریف لغت میں مخبر ہے۔ اس لیے کہ نبی نبأ سے مشتق ہے اور اصطلاح میں نبی وہ انسان کامل ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا ہو۔ مخلوق کی طرف، تاکہ وہ اس میں وحی کے احکامات کی تبلیغ کرے۔

نبی اور رسول مرادف المعنی ہیں۔ ابن ہمام سے مروی ہے کہ اس سوال پر کہا گیا کہ رسول وہ ایک مامور بالتبلیغ ہے اور اس کا صاحب کتاب ہونا ضروری ہے اور نبی کا صاحب کتاب ہونا ضروری نہیں۔ محض وحی بھی اس کے لیے کافی ہے۔

تو ہمارے حضور سید الکونین بھی ہیں۔ نبی آمر و ناہی بھی۔ اور رسول المرسلین سید الاولین بھی۔
اور امور ممنوعہ عند اللہ کے ناہی اور امور مستحسنہ مثل فرائض و واجبات کے آمر۔ اور ایسے آمر و
ناہی کہ مثل اور انبیاء و مرسلین کے ہماری سرکار کے احکام دُنیا میں قیامت تک تبدیل نہیں ہو سکتے
جیسے کہ پہلے نبیوں کی شریعتیں منسوخ ہوتی رہیں۔ حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ؎

افلت شموس الاولین وشمسنا ابدا علیٰ افق العلیٰ لا تغرب

حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ؎

قرآنہ برہاننا نسخا لادیان مضت اذ جاء نا احکامہ کل الصحف صار العدم

؎ کیا خبر کتنے تارے کھلے چھپ گئے پر نہ ڈوبے نہ ڈوبا ہمارا نبی
ملک کونین میں انبیاء تاجدار تاجداروں کا آقا ہمارا نبی
سب چمک والے اُجلوں میں چمکا کئے اندھے شیشوں میں چمکا ہمارا نبی

اب ابرِ فی قول لا منہ ولا نعم کی تشریح صرف اتنی کافی ہے۔ کہ سرکار ابد قرار
صلی اللہ علیہ وسلم اِس شان کے صادق و مصدوق تھے۔ کہ آپ کے اخلاقِ حمیدہ کی تعریف کرتے
ہوئے علامہ خرپوتی اس بیت کی شرح میں فرماتے ہیں۔ انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ما سئل
عن شیئ قط الا قال نعم۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی چیز کبھی کوئی نہ مانگتا۔ مگر حضور اس
کے سوال پر ہاں فرماتے۔ چنانچہ فرزدق ابو الفراس نے عبد الملک کے سامنے جو منقبت حضرت
زین العابدین کی کہی تھی۔ اس میں یہ بتاتے ہوئے کہ یہ کس گھرانہ کے معزز فرزند ہیں۔ کس صدف
کے موتی ہیں۔ حضور کی تعریف میں کہتا ہے ؎

ماقال لا قط الا فی تشہدہ ولا التشہد کانت لاءہ نعم

اُس سخی کونین معطی دارین نے کبھی لا فرمایا ہی نہیں مگر التحیات کے اندر اشہد ان لا
الہ کہا۔ اگر یہ التحیات نہ ہوتی۔ تو اُن کی لا بھی نعم کے معنی دیتی ؎

اُف بے حیایاں کہ یہ منہ اور تیرے حضور ہاں تو کریم ہے تیری خو درگزر کی ہے
مانگیں گے مانگے جائیں گے منہ مانگی پائیں گے سرکار میں نہ لا ہے نہ حاجت اگر کی ہے

۳۶

هُوَ الْحَبِيْبُ الَّذِیْ تُرْجٰی شَفَاعَتُہٗ
لِكُلِّ هَوْلٍ مِّنَ الْاَهْوَالِ مُقْتَحَمِ

حل لغات هو۔ ضمیر راجع الیہ علیہ السلام، وُہ سیّد الکونین والثقلین۔ الحبیب۔ حبیب ہیں۔ الذی۔ ایسے۔ ترجی۔ کہ اُمید کی جاتی ہے۔ شفاعتہٗ۔ اُن کی شفاعت کی۔ لکل ھول۔ ل بمعنی فی اور ہول شدت ومصیبت۔ تمام شدت ومصیبت میں۔ من الاھوال۔ شدتوں اور مصیبتوں سے۔ مقتحم۔ از اقتحام داخل شدن، بلا رسیدن الناس، جو انسانوں میں پھیل چکی ہو۔

ترجمہ وہی حبیب لبیب ہیں کہ اُمید کی گئی ہے اُن کی شفاعت کی ہر شدت ومصیبت میں، شدتوں اور مصیبتوں سے جو سختی کے ساتھ اُن کے غلاموں پہ نازل ہو چکی ہیں۔

شرح:۔ اعتراض ہو سکتا ہے کہ صفت حبیب کو مختص حضور کی ذات پاک کے لیے کیوں کیا۔ جب کہ ابراہیم علیہ السلام بھی خلیل ہیں اور ہر وُہ اُمتی محبوب ہے جو حضور کا متبع ہو، جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ[1]۔

اس کا جواب تو یہ ہے کہ اول تو خلیل وحبیب میں فرق بین ہے۔ اس لیے کہ خلیل بر وزن فعیل ہے۔ بمعنی فاعل، جو مسند ہے ابراہیم علیہ السلام کی طرف جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے۔ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِیْمَ خَلِیْلًا[2]۔

اور حبیب بمعنی فاعل اور مفعول ہے یعنی حضور کی شان میں کہہ سکتے ہیں۔ محمد حبیب اللہ واللہ حبیب محمد اور نسبت خلت ابراہیمی میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ابراہیم خلیل اللہ واللہ خلیل ابراہیم۔ دوسرے یہ کہ خلیل اللہ علیہ السلام کو تقرب الی اللہ بواسطہ حاصل اور جناب حبیب اللہ کو

---

[1] اے محبوب! تم فرما دو کہ لوگو! اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ، اللہ تمہیں دوست رکھے گا۔

[2] اور اللہ نے ابراہیم (علیہ السلام) کو اپنا گہرا دوست بنایا ۱۲

اعلیٰ تقرب بلا واسطہ حاصل۔

تیسرے یہ کہ خلیل وُہ ہے جس کو مغفرتِ اُمت کی آرزو ہو اور اس طمع میں وُہ فرمائیں۔ وَالَّذِیْۤ اَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَ لِیْ خَطِیْٓـَٔتِیْ [1]۔ اور حبیب وُہ ہے کہ اس کے صدقہ میں مغفرت بحدِ یقین ہو جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے۔ لِیَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ۔ تاکہ اللہ بخش دے بسبب آپ کی ذاتِ مقدس کے پہلے اور پچھلے گنہگار۔

چوتھے یہ کہ خلیل کو جو کچھ ملے وہ مانگنے پر، اور حبیب وُہ ہے کہ جو کچھ عطا ہو بغیر مانگے عطا ہو۔

پانچویں یہ کہ خلیل وُہ ہے جو اپنے محبوب کی رضا جوئی میں اپنے فرزند کے ذبح کے لئے نہ صرف آمادہ ہو بلکہ گردن پر اپنے لختِ جگر کے چھری رکھ دے اور رضا جوئی میں اس کی پرواہ نہ کرے۔

اور حبیب وُہ ہے کہ محب اس کی رضا چاہے حتیٰ کہ محبوب کی مرضی کے موافق تحویلِ قبلہ بھی کر دی جائے اور صاف بشارت آئے کہ قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِی السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّیَنَّكَ [2] قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۪ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ۔

مذکورہ بالا وجوہ کی بنا پر حضور کی ذاتِ اقدس کے ساتھ صفتِ حبیب کا حصر ثابت ہے اور صاف طور پر روشن ہے کہ حبیب بمعنی حقیقی بھی ایک ذاتِ مقدس ہے اور حبیب اللہ کے یہ معنی ہیں جو کسی شاعر نے واضح کئے ہیں ؎

ہم ہیں اُن کے وہ ہیں تیرے تو ہوئے ہم تیرے	اُن کی اُمت بھی ہے اللہ کو پیاری ساری

تو یہ محبوبیت بطفیلِ سرکار اُمتِ مرحومہ کے مقرب افراد کو حاصل ہوئی جو بواسطہ حبیبِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

اور ترجی الشفاعۃ جو فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ شفاعت عامہ خاصہ ہے جنابِ محمد رسول اللہ

---

[1] اور وہ جس کی مجھے آس لگی ہے کہ میری خطائیں بخشے گا ۱۲۔

[2] ہم دیکھ رہے ہیں بار بار تمہارا آسمان کی طرف منہ کرنا تو ضرور ہم تمہیں پھیر دیں گے اس قبلہ کی طرف جس میں تمہاری خوشی ہے۔ ابھی اپنا منہ پھیر دو مسجد حرام کی طرف ۱۲

صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ اور کسی کو یہ منصب عظمیٰ حاصل نہیں۔

ایک روایت میں ہے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں ایک رات شہر سے باہر تھا۔ کہ مکاشفہ میں مجھے معلوم ہوا کہ اس شہر کے تمام لوگ اس وقت سو رہے ہیں۔ اور کوئی بھی اپنے رب کی عبادت میں مشغول نہیں۔ تو میں نے اپنے دل میں سوچا کہ اگر میں اُن کے جلانے پر قادر ہوتا۔ تو سب کو جلا ڈالتا۔ اس غفلت شعاری کی سزا میں پھر معاً میں نے سوچا کہ اللہ کے بندوں کو جلانا اللہ کے شایانِ شان ہے میں کون جو ایسا خیال کروں۔ چنانچہ اس خیال پر میں نادم ہوا۔ اور خیال کیا۔ کہ اگر میں اُن کی بخشش کے لیے شفاعت کا منصب رکھتا۔ تو سب کی شفاعت کرتا۔ کہ معاً خیال آیا۔ کہ شفاعتِ عامہ کا منصب تو مقصود ہے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر میں نے کیا خیال کیا۔ اس پر بھی نادم ہو کر ذکر و شغل میں بیٹھ گیا کہ ہاتفِ غیبی نے آواز دی۔ اور کہا غزالی! اگر تو ان دونوں خیالوں سے نادم نہ ہوتا۔ تو ہم تمہیں زمین کے کسی گہرے گڑھے میں ڈال کر تمہارا نام دفترِ اولیاء سے محو کر دیتے۔

یہی وجہ ہے کہ تر جی شفاعۃ میں حضور کی ذاتِ اقدس کے ساتھ اپنی اُمید مخصوص کی۔

ابن جوزی فرماتے ہیں :۔ الرجاء الطمع فیما یمکن حصولہ بخلاف التمنی۔ رجاء اس خواہش کو کہتے ہیں جس کا حصول ممکن ہو بخلاف تمنا کے کہ اس میں حصولِ مرام ضروری نہیں۔

اور بعض نے کہا کہ الرجاء مختص بالطمع فی الممکن والتمنی عام۔ رجاء مخصوص ہے۔ اس طمع میں جس کا پورا ہونا ممکن ہو۔ اور تمنا عام ہے۔

والشفاعۃ ھی طلب العفو، اور شفاعت طلب عفو کو کہتے ہیں۔

وشفاعۃ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام ثابتۃ بالاخبار والاحادیث الصحیحۃ اور حضور کی شفاعت اخبار و احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔

قال المحقق الدوانی انہ علیہ السلام یشفع لجمیع الانس والجن الا ان شفاعتہٗ للکفار تعجیل فصل القضآء فتخفف عنھم اھوال یوم القیامۃ وللمومنین للعفو ورفع الدرجات فشفاعتہ عامۃ لقولہ تعالیٰ وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعالمین۔

محقق دوانی فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام انس و جن کی شفاعت فرمائیں گے۔ اور

شفاعتِ کفاریوں نہ ہوگی کہ اُن پر اُس وقت سے پہلے حکمِ سزا نافذ ہو چکا ہوگا۔ تاہم احوالِ قیامت میں تخفیف تو اُن پر بھی حضور کی شفاعت سے ہو۔ اور مومنین کے لیے تو عفوِ معاصی اور ترقی مدارج حضور کی شفاعت سے ہوں۔ اس بناء پر آیۂ کریمہ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ[1] سے حضور کی شفاعت شفاعتِ عامہ ثابت ہے۔

صاحبِ مواہب نے شفاعت کو پانچ اقسام پر منقسم فرمایا۔ اور اس طرح تصریح کی:۔

شفاعتِ اول۔ الاِراحة من هول الموقف وهی اعظمها و اعمها۔

میدانِ حشر کی سختی اور مصائب میں تخفیف اور یہ زبردست شانِ رحمت ہو جو عام بلا میں ظاہر ہو۔

دوسری شفاعت۔ جنت میں اپنے بہت سے غلاموں کو بلا حساب داخل فرمائیں۔

تیسری شفاعت۔ اُن کے حق میں ہو جو مستحق عذاب نار قرار پا چکے ہوں۔

چوتھی شفاعت۔ اُن سیاہ کاروں کا جہنم سے نکالنا ہے جو دوزخ میں پکار رہے ہوں۔

پانچویں شفاعت۔ جنتیوں کے درجات کی ترقی کرانا ہے۔

اس پر حافظ جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے چھٹی قسم اور فرمائی وہ تخفیفِ عذاب کی صورت میں ہے جو اُن کے لیے ہو، جو مستحق خلود فی النار ہو چکے ہوں۔

صاحبِ مواہب نے ساتویں قسم شفاعت یہ اور لکھی کہ سب سے اوّل حضور اہلِ مدینہ کو جنت میں داخل فرمائیں گے

یاالٰہی جب پڑے محشر میں شورِ دار و گیر
امن دینے والے پیارے پیشوا کا ساتھ ہو

یاالٰہی نامۂ اعمال جب کھلنے لگیں!
عیب پوشِ خلق ستارِ خطا کا ساتھ ہو

مولای صل وسلم دائما ابدًا
علی حبیبك خیر الخلق كلهم

عرض بیگی ہے شفاعت عفو کی سرکار میں
چھنٹ رہی ہیں مجرموں کی فرد ساری واہ واہ

کیا ہی ذوق افزا شفاعت ہے تمہاری واہ واہ
قرض لیتی ہے گنہ پرہیزگاری واہ واہ

---

[1] اور ہم نے تمہیں سارے جہان کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

دَعَا اِلَی اللّٰہِ فَالْمُسْتَمْسِکُوْنَ بِہٖ
(۳۷) مُسْتَمْسِکُوْنَ بِحَبْلٍ غَیْرِ مُنْفَصِمٖ

حل لغات دعا الی اللہ ۔ از دعوت ، بلایا اللہ کی طرف یعنی دین الٰہی کی طرف ۔ فالمستمسکون ۔ فا برائے تفریع ، مستمسکون ، از استمساک بمعنی تمسک یعنی پکڑنا ہاتھ سے ، پس پکڑنے والے ۔ بہ ۔ اُن کے دامن کو ۔ مستمسکون ۔ ایسے پکڑنے والے ہیں ۔ بحبل ۔ رسی کے ۔ غیر منفصم ۔ از انفصام بمعنی انقطاع اسم فاعل کہ کبھی نہ کٹے ۔

ترجمہ اس حبیب لبیب نے جو سید الکونین سند الثقلین ہے ۔ ہمیں اللہ کے دین کی طرف بلایا ، تو اُن کی اطاعت کی رسی تھامنے والے ایسے تھامنے والے ہیں ۔ کہ کبھی منقطع نہ ہوں گے ۔

شرح قرآن کریم میں حضور کی منقبت فرماتے ہوئے وَدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا[1] آیا ہے ۔ اس شعر میں ناظم قاہم دعا الی اللہ فرما کر اسی آیہ کریمہ کے مفہوم کو ادا فرما رہے ہیں ۔ چنانچہ شارح علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ۔ وحوتہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کافت الی جمیع ذی نطق من العرب والعجم واھل الکتاب والمجوس والوثنی والجن وغیر ذالک ولاجل ھذ التعمیم حذف الناظم الفاھم مفعول دعا ۔ ہمارے حضور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت حقہ تمام ذی نطق کے لیئے عام ہے ۔ عرب سے ہوں یا عجم سے ۔ اہل کتاب ہوں یا مجوسی ، بُت پرست ہوں یا یہودی ، جن ہوں یا انس ۔ اسی تعمیم کے باعث ناظم فاہم رحمۃ اللہ علیہ نے دعا کا مفعول حذف فرمایا ۔ اور مطلقاً دعا الی اللہ کہا ۔ اور چونکہ دعوت و ارشاد میں فرق ہے اس لیئے ارشاد نہیں کہا ۔ بلکہ دُعا کہہ کر ارشاد سے اجتناب فرمایا ۔ کیونکہ ارشاد مستعمل ہے ۔ طبقہ اولیاء میں اور دعوت مخصوص ہے انبیاء میں ۔

اور مستمسکون استمساک سے ہے ۔ اور استمساک بمعنی تمسک آتا ہے اور تمسک کہتے ہیں کسی

---

[1] اور اللہ کی طرف بلانے والا اور چمکا دینے والا آفتاب ۱۲

چیز کو ہاتھ سے مضبوط پکڑنے کو اور قرآنِ کریم میں بھی دینِ محمدی کی اطاعت کو وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا کہہ کر حکم دیا تو اعتصام بحبل اللہ اطاعت محمد رسول اللہ ہے۔ تو استمساک بحبل یعنی اطاعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور غیر منفصم فرما کر غیر منقطع اس لیے فرمایا کہ شریعت محمدیہ پر مہر اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ لگ چکی ہے۔ تو دینِ محمدی ناسخ ادیان کل ہے۔ اور یہ کبھی منسوخ ہونے والا نہیں جب یہ دین قائم ثابت الی یوم القیامتہ ہے۔ تو مستمسکون بحبل غیر منفصم یعنی غیر منقطع صحیح ہوا۔

سب نبی نور ہیں لیکن ہے تفاوت اتنا | نیّرِ نور ہو تم سارے نبی تاروں میں
مولای صل وسلم دائما ابدا | علی حبیبک خیر الخلق کلهم

فَاقَ النَّبِیِّیْنَ فِیْ خَلْقٍ وَّفِیْ خُلُقٍ
وَلَمْ یُدَانُوْهُ فِیْ عِلْمٍ وَّلَا کَرَمٍ !
(۳۸)

حلِ لغات فاق بمعنی سابق وزاد علیه فی الرفعة، وهو من الفوق والفوق والتفوق حقیقتهما ان یستعملا فی الرفعة المکانیة لکن استعمل هھنا فی الرفعة الرتبیة مجازا واستعارة (بلند مرتبہ ہوئے)، النبیین جمع نبی، الف لام جنسی (جنس انبیاء پر) فی خلق۔ خلق بفتح الخاء وسکون اللام۔ لغت میں تقدیر و ایجاد کے معنی دیتا ہے، اور یہاں مراد کمالاتِ ظاہریہ ہیں حُسنِ صورت، تناسب اعضاء و اشکال و الوان اور اعتدال اطراف وغیرہ ہیں (شکل وصورت میں) وفی خُلُق۔ بضم الخاء واللام، جمع خلق بمعنی الطبعیة الحسنة، والمراد الکمالات الباطنیة و اعتدال قوی النفس (اور اخلاقِ حسنہ وغیرہ میں) ولم یدانوه۔ واؤ استینافیه۔ یدانوه۔ از دنو بمعنی قرب یعنی (اور ہرگز نہ قریب ہو سکے وہ انبیاء اس حبیب سے) فی علم۔ (مرتبہ وسعتِ علم میں)۔ ولا کرم۔ اور نہ کرم عام میں۔

ئے اور اللہ کی رسی مضبوط سے تھام لو سب مل کر ۱۲

ئے آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا ۱۲

ترجمہ ہمارے حضور تمام انبیاء پر فوقیت حاصل فرما چکے ہیں شکل و صورتِ ظاہری اور خلقِ حسن باطنی میں، اور کوئی نبی حضور کے مراتب کے قریب بھی نہیں پہنچ سکا، مرتبۂ علم و کرم میں۔

شرح

حسنِ یوسف دمِ عیسیٰ ید بیضا داری	آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

حضور کی ذاتِ مقدس کو اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کرام پر وہ تفوق عطا فرمایا، کہ خلق اور حسن اور کمال و خصائلِ حمیدہ میں حضور کا نظیر محال اور جلال و جمال میں حضور اپنی آپ ہی نظیر ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم افضل الانبیاء ہیں۔ اور اس کا ثبوت آیات و احادیث میں واضح طور پر موجود ہے۔ چنانچہ قرآنِ کریم میں ارشاد ہے:۔ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ[1]۔ یعنی رسولوں کو ہم نے ایک کو دوسرے پر فضیلت عطا فرمائی۔ اور اہلِ تفاسیر اس کے ماتحت لکھتے ہیں۔ المراد به محمد علیہ السلام۔ اس سے مراد ہمارے حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا[2] اور وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ[3] اس کے ماتحت بھی مفسرین اراد به محمد علیہ السلام لکھ رہے ہیں۔

اور احادیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔ انا سید الاولین والاخرین ولا فخر۔ میں اولین و آخرین کا سردار ہوں۔ اور اس پر فخر و تکبر نہیں کرتا۔ کہیں فرمایا۔ انا سید ولد آدم ولا فخر۔ میں اولادِ آدم کا سردار ہوں اور اس پر فخر نہیں۔ اور فرمایا۔ انا اتقی ولد آدم و اکرمهم علی اللہ ولا فخر۔ میں اولادِ آدم میں اتقی الناس اور اکرم ہوں۔ اور یہ بات بطورِ افتخار نہیں کہتا۔ اور حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور نے فرمایا، کہ اتانی جبرئیل فقال قلبت مشارق الارض ومغاربها فلم ار رجلا افضل من محمد علیہ السلام یعنی جبرئیل امین نے کہا ؎

آفاقہا گردیدہ ام مہرِ بتاں ورزیدہ ام	بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

اور ابتدائے خلق سے حضور کی افضلیت مندرجہ ذیل احادیث بتا رہی ہیں۔ حضور نے فرمایا:۔

---

[1] یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر افضل کیا ۱۲

[2] اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے ۱۲

[3] اور ان میں ایک دوسرے پر درجوں بلندی دی ۱۲

کنت نبیاء و آدم بین الجسد والروح۔ ہم اُس وقت عہدۂ نبوت پر مامور تھے
جب کہ آدم بین الجسد والروح تھے۔

دوسری جگہ فرمایا۔ کنت اول الانبیاء فی الخلق وآخرھم فی البعث۔ ہم باعتبارِ خلق
اول الانبیاء ہیں۔ اور باعتبار بعثت آخر الانبیاء۔ اور تفوقِ حسن وجمال بجت وکمال سرورِ عالم صلی اللہ
علیہ وسلم میں بھی آیات موجود ہیں۔ جو حضور کی ذاتِ اقدس کو سب سے بلند و بالا ثابت کرتی ہیں۔
چنانچہ والضحیٰ واللیل اذا سجیٰ۔ پر شارح خرپوتی فرماتے ہیں:۔

حیث استعیر الضحیٰ من وجھہ علیہ السلام واللیل من صدغہ علیہ
السلام وکفاک شاھدا، حدیث انس قال قال علیہ السلام ما بعث اللہ
نبیا الاحسن الوجہ وحسن الصوت وکان نبیکم احسنھم وجھا واحسنھم صوتا۔
والضحیٰ میں لفظ ضحیٰ سے استعارہ اُس روئے منیر کا ہے اور لیل سے استعارہ گیسوئے محبوب کا ہے۔ اور
اس پر حدیث انس رضی اللہ عنہ کافی سند ہے جیسا کہ وہ فرماتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا مگر حسین الوجہ اور حسین الصوت اور تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ
حسین اور سب سے زیادہ ملیح الصوت ہیں۔

الصبح بدا من طلعتہ	واللیل دجیٰ من وفرتہ
فاق الرسلا فضلا وعلا	اھدی السبلا لدلالتہ
سلک الشجر نطق الحجر	شق القمر باشارتہ

اور اخلاقِ مرضیہ کی سند میں صریح الدلالت آیہ کریمہ شاہد ہے۔ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ۔[1]
اس آیہ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے حضور کے خُلقِ عظیم کا حضور پر حصر فرمایا۔ اور حدیث مؤطا میں احمد و مالک رضی
اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نے فرمایا۔ بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ میں مبعوث ہی
اس لئے کیا گیا۔ کہ بہترین اخلاق کا اتمام فرماؤں۔

اور اسی وجہ میں ناظم قاسم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بیت میں ولم یدانوہ کہہ کر اس امر کی طرف
اشارہ فرمایا کہ ان الانبیاء علیہم السلام کانوا موسومین بالاخلاق المرضیۃ لکنہ علیہ

---

[1] بے شک تمہارا خُلق بڑے شان کا ہے۔

سلام کان جامعا لجمیع الاخلاق العلیہ علی الاحوال السنیہ بحیث لا یتصور فوقہ
کمال۔ تمام انبیا علیہم السلام اخلاق مرضیہ کے ساتھ نوازے گئے۔ اور ہمارے حضور کو اللہ نے
جامع جمیع اخلاق علیہ فرمایا۔ حتیٰ کہ حضور سے بلند اخلاق ہونے کا کسی طرف تصور بھی نہیں جاسکتا۔

ن میں یہ قدرت کہاں ؟ ادب میں عبدیت کہاں — حیراں ہوں یہ بھی ہے خطا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں
ق یہ کہ ہے عبد اللہ اور عالمِ امکان کے شاہ° — برزخ ہے وہ سرِ اللہ یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

اب یہ اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ ادھر یہ فضائل کمال کا مظاہرہ ادھر خود حضور سید یوم
نشور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کہ لا تفضلونی علی یونس ابن متی اور لا تفضلوا بین
الانبیاء۔ پھر دونوں مضامین میں تطبیق کیونکر ممکن ہو؟ اس کے جواب میں متعدد تاویلات ہیں۔
اول یہ کہ حضور نے اس امر کو منع فرمایا۔ کہ حضور کی فضیلت بیان کرتے ہوئے کسی نبی کی
تنقیص و توہین نہ ہو۔
دوسرے یہ کہ منع تفضیل حقِ نبوت میں ہے اور منصبِ رسالت میں۔ اس لئے کہ انبیاء من
حیث النبوۃ و من حیث الرسالۃ ایک ہیں۔ اب رہی فضیلت اولوالعزمی اور شانِ محبوبی یہ ایک
علیحدہ مرتبہ ہے چنانچہ قرآنِ کریم میں ارشاد ہے۔ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ
مِّنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ۔
تیسری یہ تاویل بھی ہے کہ حضور نے فضیلتِ غیر کو منع فرمایا قبل اس کے کہے جانے انہ
سید ولد آدم۔ (بے شک حضور اولادِ آدم کے سردار ہیں)
چوتھی صورت یہ ہے کہ لا تفضلونی جو حضور نے فرمایا۔ بطریق تواضع اور تحرز عن العجب ہے
ورنہ یہ امر مسلم ہے کہ حضور کی ذاتِ اقدس تمام علوم میں تمام انبیاء سے افضل ہے۔ اور امور
آخرۃ اشراطِ ساعت احوال سعداء و اشقیا اور علم ما کان و ما یکون۔ سوا
حضور کے کسی نبی کو مکمل عطا نہیں ہوئے اور قرآنِ کریم نے مطلقاً فرمایا۔ وعلمك ما لم تكن
تعلم۔ اے محبوب جو نہ جانتے تھے ہم نے تمہیں سکھا دیا۔ اور حضور نے بھی خود فرمایا۔ انا مدینۃ

لہ یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے سے افضل کیا ان میں کسی سے اللہ نے کلام فرمایا اور کوئی وہ ہے سب پر کئی
درجے بلند کیا۔ ۱۲ سہ آخرت کے احوال قیامت کی علامات نیز خوش بختوں اور بدبختوں کے حالات اور جو ہو چکا اور جو ہونے
والا ہے اس کا علم ۱۲

الْعِلْم "میں علم کا شہر ہوں"۔ نیز تفوق علی الاکرم میں حضور کی ذات کو قرآن کریم اِنَّہٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ کَرِیْمٍ فرما رہا ہے۔ اور حضور نے بھی اَنَا اَکْرَمُ وُلْدِ اٰدَمَ فرمایا۔ یہ دوسرا بیت ہے جسے سُن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمایل فرما کر اظہارِ پسندیدگی فرمایا۔

لہٰذا قاری قصیدہ کو چاہیے۔ کہ یہ شعر مبارک کم از کم تین بار تکرار کرے۔

(۳۹)

وَکُلُّهُمْ مِّنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ مُلْتَمِسٌ
غَرْفًا مِّنَ الْبَحْرِ اَوْ رَشْفًا مِّنَ الدِّیَمِ

حل لغات | وکلہم واو عاطفہ کلہم۔ ضمیر راجع الی الانبیاء۔ اور تمام انبیاء کرام۔ من رسول اللہ۔ اللہ کے رسول خاص صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ ملتمس۔ از التماس۔ سائل اور عرض پرداز مقصد ہیں۔ غرفاً۔ بالنصب مفعول ملتمس الغرف اخذ الماء من الید ملئ الکف۔ چلّو من البحر۔ دریا اخلاق محمدی سے۔ او رشفا۔ او بمعنی یا۔ رشف اخذ الماء بالفم ای جرعہ یا گھونٹ۔ من الدیم۔ جمع دیمة۔ مطر بسکون بلا رعد ولا برق و یدوم اقل من ثلاثة ایام اکثرہ اربعون یوما۔ برستے ہوئے موسلا دھار مینہ سے۔

ترجمہ | تمام انبیاء سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم لیل ونہار کے دریاء اخلاق کا ایک چلّو یا اُن کے ابرِ کرم کا ایک جرعہ لینے کے طالب ہیں۔

شرح |

لا و رب العرش جس کو جو ملا اُن سے ملا
بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی

ارباب اصول کے نزدیک لفظ کل معرفہ کی طرف مضاف کیا جائے۔ تو احاطہ خبر کا موجب ہوتا ہے۔ اور اگر نکرہ کی طرف مضاف کریں۔ تو احاطہ افراد کا موجب

لہ بے شک وہ عزت والے رسول ہیں ۱۲

لہ میں اولادِ آدم میں سب سے بڑھ کر عزت والا ہوں ۱۲

بتلاتے ہیں۔

توکلہم میں جو ضمیر جمع کی ہے وہ راجع الی الانبیاء ہے۔ جو حافظ افرادنبی کا موجب ہے۔ اور من رسول اللہ سے مراد ہمارے آقا و مولی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم ہیں۔ اگرچہ احادیث میں رسول اللہ تین سو تیرہ بتائے گئے ہیں۔ لیکن قرینہ بتارہا ہے کہ یہاں لفظ رسول اللہ سے مراد حضورؐ اور صرف حضورؐ ہیں۔

اور محققین سے مذکور ہے۔ کہ کلما ذکر لفظ رسول اللہ فی کتب هذه الامة فالمراد منه نبینا صلی اللہ علیہ وسلّم دون غیره۔ جب لفظ رسول اللہ اس امت مرحومہ کی کتابوں میں ذکر ہو۔ تو اس سے مراد ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلّم ہی ہیں۔ اور دوسرے رسول مراد نہیں ہو سکتے۔ ملتمس میں جو لفظ مشتق بہ التماس استعمال کیا۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ طلب شئے کے لیے سوال۔ امر التماس میں تین لفظ مستعمل ہیں۔

اگر اپنے سے نیچے درجے والے سے کچھ مانگا جائے۔ تو اسے امر کہتے ہیں۔

اور اگر اعلیٰ سے ادنیٰ طلب کرے تو سوال کہتے ہیں۔

اور اگر طلب مساوی من المساوی ہو تو التماس کہیں گے۔

یہاں ناظم فاہم رحمۃ اللہ علیہ نے ملتمس بوجہ رعایت ادب انبیاء علیہم السّلام کہا۔ اگرچہ مراتب علیاء سے دوسرے انبیاء کو مساوات حاصل نہیں۔ مگر نبی ہونے کی وجہ سے اُن کا پاس ادب بھی لازمی تھا۔

غرفا من البحر او رشفا من الدیم میں غرف بفتح غین وسکون راء سے مراد اخذ الماء بالید ملئی الکف ہے۔ یعنی ہاتھ سے پانی چلّو بھر کر لینے کو غرف کہتے ہیں۔ گویا یہ ظاہر کیا گیا۔ کہ بحر خلق محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے انبیاء کرام نے چلّو بھر حاصل کیا۔

اور رشفا رشف عربی میں اخذ الماء بالفم کو کہتے ہیں۔ یعنی پانی منہ سے لینا جیسے جرعہ یا گھونٹ کہا جاتا ہے۔

اور دیم جمع دیمہ کی ہے۔ جو اُس بارش کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جو بارش بغیر بجلی اور گرج کے ہو۔ اور ایسی بارش کم از کم تین روز رہتی ہے اور زیادہ سے زیادہ چالیس دن برستی ہے۔ اس کی اصل دومہ ہے۔ جو دوام سے مشتق ہے۔

اور غرف دریا کے ساتھ اور رشف بارش کے ساتھ اس مناسبت کے لحاظ سے استعمال فرمایا۔ کہ دریا کا پانی کھاری ہوتا ہے۔ اُس سے غسل، وضو، طہارت کی جاتی ہے۔ تو دریا کے ساتھ چُلّو فرمایا۔ اور بارش کا پانی چونکہ شفاف اور شیریں ہوتا ہے اُس پر رشف استعمال کیا۔ تو حاصل معنی یہ ہوئے کہ تمام انبیاء کرام اور ہر ایک اُن کا طالب ہے۔ اور انھیں کے بحرِ علم سے سب حاصل کر رہے ہیں اس لیے کہ علم مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا کی وسعت فسحت بمثل دریا کے ہے۔ اور کرم وسخاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مثل موسلا دھار بارش کے۔ اور حضور چونکہ مفیض ہیں۔ اور انبیاء مستفیض، جیسا کہ ثابت ہے۔ کہ اوّل اللہ تعالیٰ نے روح معطر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تخلیق فرما کر تمام علوم انبیاء ومرسلین اور علم ماکان ومایکون اُسے عطا فرمایا۔ پھر انبیاء کو پیدا کیا۔ تو انھوں نے اپنے حصے اس بحر ذخار سے حاصل کیے۔ اور حدیث جابر سے بھی ثابت ہے۔

اول ماخلق اللہ نور نبیک محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور انا من نور اللہ والخلق کلھم من نوری، وانہ اذا انہ تعالیٰ لما خلق نور محمد قبل الاشیاء خلق اللوح والقلم والسمٰوٰت والارضین والعرش والکرسی والملائکۃ و الجنۃ والنار وارواح الانبیاء والمؤمنین ونور قلوبھم ونور انفسھم من نورہ علیہ السلام فعلم الانبیاء کان کنقطۃ بالنسبۃ الیٰ ما فی اللوح واللوح والقلم مخلوقان من نورہ علیہ السلام فیکون علمھم نقطۃ من علمہ علیہ السلام کما لا یخفیٰ۔

خلاصہ یہ ہے

کہ لوح وقلم آسمان وزمین، عرش وکرسی، ملائکہ جنت ودوزخ ارواح انبیاء و

ہیں یہ سب حضور کے نور سے مخلوق اور اُن کے علوم علم مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک نقطہ ہیں۔

یہ بیت ثالث ہے، جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمایل فرمایا۔ لہٰذا یہ بیت قاری قصیدہ کو تین بار دھرانا چاہیئے ؎

نبیوں میں نبی ایسے کہ ختم الانبیاء ٹھیرے
حسینوں میں حسیں ایسے کہ محبوبِ خدا ٹھیرے
شفیعٌ، مطاعٌ، نبیٌّ کریم قسیمٌ، جسیمٌ، نسیمٌ وسیم

مولای صل وسلم دائماً ابداً
علی نبیك خیر الخلق کلھم

وَوَاقِفُوْنَ لَدَیْهِ عِنْدَ حَدِّهِمْ
مِنْ نُقْطَةِ الْعِلْمِ اَوْمِنْ شَکْلَةِ الْحِکَمِ

لغات وواقفون۔ واو عاطفہ۔ واقفون خبر بعد خبر للمبتداء۔ از واقف بمعنی مطلع، اور تمام انبیاء جانتے ہیں۔ لدیہ۔ بمعنی عند، دربارِ رسالت کے نزدیک۔ عند۔ قرب۔ حدھم۔ اپنی حد و منصب کا۔ من نقطة العلم۔ نقطہ مالا یقبل القسمة اصلاً ای لا فرضاً ولا عقلاً ولا وھماً۔ کروہ نقطہ علم مصطفےٰ کا۔ او شکلة۔ والشکلة من شکلت الکتاب ای قیدته بالاعراب بالاعراب ہیں۔ الحکم۔ حکمت (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے۔

ترجمہ تمام انبیاء دربارِ رسالت میں اپنے منصب کو جانتے ہیں۔ اور اپنے حدود منصب پر حاضر ہیں نقطہ علم کی صورت یا اعراب حکمت کے مطابق۔

شرح خلاصہ مفہوم شعر یہ ہے، کہ تمام انبیاء علیہم السلام دربارِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی کتاب علم کے نقطے ہیں۔ یا آپ کی حکمتوں کے دفتر کے اعراب یعنی زیر و زبر ہیں۔ حاصل یہ کہ جو علم اور حکمتیں حضور کو عطا ہوئی ہیں۔ وہ

اتنی وسیع ہیں۔ کہ علم وحکم انبیاء کو اُن سے وہی نسبت ہے۔ جو نقطہ اور اعراب کو کتاب سے نسبت ہوتی ہے۔ اور چونکہ انبیاء کرام کے درجات مختلف ہیں۔ اس وجہ سے اُسے عطف کرکے فرقِ مراتب دکھانے کو کہا۔ کہ بعض مثل نقطہ کے ہیں۔ جو قابلِ انقسام نہیں ہوتا۔ اور بعض مثل اعراب کے ہیں۔ جو نقطہ کے مجموعہ سے بصورت خط ظاہر ہوتے ہیں۔ اور قابلِ انقسام ہوتے ہیں۔ مختصر یہ کہ حضورؐ کی وسعتِ علم تمام انبیاء پر فائق اور حضورؐ کا منصب جلیل جملہ مرسلین سے بلند ہے۔

اب مفصل تشریح عرض ہے

واقفون کے معنی مطلعون بھی ہیں اور وقف سے اگر لیے جائیں تو کھڑے ہونے کے بھی معنی بنتے ہیں۔ اور لدیہ، لدے سے ہے۔ جس کے معنی عند کے ہیں اور ہا جو ضمیر ہے وہ حضورؐ کی طرف راجع ہے۔ اور لغت میں لدی کی آٹھ صورتیں ہیں:-

(۱) لدی بالف مقصورہ ؛

(۲) لدن بفتح لام وضم دال وسکونِ نون ، لَدُنْ ؛

(۳) لدن بفتح لام وسکونِ دال وکسرِ نون ، لَدْنِ ؛

(۴) لدن بفتح لام والدال وسکونِ نون ، لَدَنْ ؛

(۵) لدن بضم لام وسکونِ دال وکسرِ نون ، لُدْنِ ؛

(۶) لد بفتح لام وسکون دال ، لَدْ ؛

(۷) لد بضم لام وسکونِ دال ، لُدْ ؛

(۸) لد بفتح لام وضم دال ، لَدُ ؛

ان تمام لفظوں کا ترجمہ عند بمعنی نزدیک کیا جاتا ہے۔ لیکن لفظ لدے کا ترجمہ مخصوص طور پر نزدیک کا ہوتا ہے۔ علاوہ اس کے بقیہ الفاظ کا اگرچہ ترجمہ "عند" ہی اُن کا بھی ہے۔ مگر اُن میں نزدیکی اور قرب شرط نہیں۔ مثلاً "المال عند زید" کہہ کر دونوں معنی لیے جاسکتے ہیں۔ خواہ وہ مال زید کے پاس ہو۔ خواہ اُس کے خزانہ میں ہو۔ لیکن جب "المال لدی زید" کہا جائے گا۔ تو اس سے اُس مال کو زید کے غایت درجہ قرب میں

سمجھا جائے گا۔

اور حد بفتح حا چھ معانی دیتا ہے اوّل بمعنی مرتبہ، دوئم بمعنی غایت و نہایت، سوئم بمعنی حاجز و مانع بین الشیئین۔ چہارم بمعنی تشحیذ السیف، پنجم بمعنی عقوبت مقدرہ جس کو قائم کرنا امام کے اختیار میں ہو۔ ششم بمعنی تعریف جو ذاتیات پر مشتمل ہو اور حدیث مذکور میں حد کے معنی مرتبہ کے ہیں۔

من نقطۃ العلم، من بیانیہ ہے اور واقفون کا مفعولِ ثانی۔ اس سے حاصل معنی حدیث مبارک کے یہ ہوئے۔ کہ انبیاء کرام مطلع ہیں۔ حضور سیّد الانبیاء صلّی اللہ علیہ وسلّم میں اپنے مراتب پر۔ اور وہ واقفیت نقطہ علم یا شکلِ حکمت کے مطابق ہے۔

یعنی علمِ مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم علمِ الٰہی کے مقابلہ میں مثل نقطہ ہے۔ اور حکمت الٰہیہ کے مقابلہ میں ایک شکلہ ہے۔ اور علمِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اس نقطہ اور اس شکل حکمت کا ایک ادنےٰ جزو ہے۔

اور یہ اطلاع لیلۃ المعراج میں حضورؐ کو اس وقت حاصل ہوئی جب کہ مجلس الٰہیہ میں حضورؐ کو حضوری حاصل ہوئی۔ اس وقت حضورؐ نے تمام انبیاء کے علوم و حکمت کا مطالعہ فرما کر اپنے علم و حکمت کا علمِ الٰہی کے مقابلہ میں اندازہ فرمایا۔ یا یہ اطلاع لواء حمد کے نیچے قیامت کے دن واضح ہو۔ جیسا کہ روایت ہے۔ کہ تمام انبیاء کرام لواء حمد کے نیچے جمع ہوں۔ اور یہ علم مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کا ایک جلوہ ہے اور وہاں ہر نبی اپنے مرتبہ کے موافق کھڑا ہو۔ یا یہ منصب خلق ارواح قبل الاجساد کے وقت حضورؐ کو عطا ہوا۔

اسی بنا پر شفا میں قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

خص اللہ تعالیٰ بہ علیہ السلام الاطلاع علی جمیع مصالح الدنیا والدین ومصالح اُمتہ وما کان فی الامم وما سیکون فی امتہ من النقیر والقطمیر وعلی جمیع فنون المعارف کاحوال القلب والفرائض والعبادۃ والحساب و قد وردت آثار۔

وفی حدیث یروی عن معاویة رضی اللہ عنہ کان یکتب بین یدیه صلی اللہ علیہ وسلم فقال لہ الق الدواۃ وحرف القلم وانصب الباء وفرق السین ولا تعور المیم وحسن اللہ ومد الرحمٰن وجود الرحیم مع انہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یکتب ولم یقراء من کتاب الاولین قطعا کما قال تعالیٰ وما کنت تتلوا من قبلہ من کتاب ولا تخطہ بیمینک۔

خلاصہ یہ کہ حضورؐ کی ذاتِ اقدس اطلاع مصالح دنیا و دین سے متمتع تھی اور آپ کو امت کے حالات اور جو کچھ کر رہے ہیں اور کریں گے سب پر عبور تھا۔ اور تمام فنون کا علم حضورؐ کو حاصل تھا۔ چنانچہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضورؐ نے رسم خط کی تعلیم دی اور فرمایا میم اس طرح لکھو۔ ب ایسے لکھو۔ س یوں لکھو وغیرہ وغیرہ۔

تیرے آگے یوں ہیں دبے لچے فصحاء عرب کے بڑے بڑے
کوئی جانیں منہ میں زباں نہیں نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں

(۴۱) فَهُوَ الَّذِیْ تَمَّ مَعْنَاہُ وَصُوْرَتُہٗ
ثُمَّ اصْطَفَاہُ حَبِیْبًا بَارِئُ النَّسَمِ

حل لغات فهوالذی۔ تنبیة هو بسکون الهاء، راجع الی نبینا۔ پس ہمارے نبی وہ ہیں۔ تم۔ بمعنی کمل۔ کر مکمل ہو گیا۔ معناہ۔ اسم مکان، ومعنی الرجل کمالہ۔ اُن کا کمال ظاہری۔ وصورتہٗ۔ والصورۃ کمالہ الباطنی، اور کمال باطنی۔ ثم۔ اما علی اصلها اعنی للتراخی الزمانی۔ پھر۔ اصطفاہ۔ انتخاب کیا اُن کا۔ حبیبًا۔ محبوبیت کے لیے۔ بارئ۔ پیدا کرنے والے۔ النسم۔ ارواح عالم نے۔

ترجمہ پس آپ ہی کی ذات مقدس ہے۔ جو اپنے ظاہری کمالات اور باطنی ترقیوں میں مکمل ہے۔ اور جن کو محبوبیت کے لیے چنا خالق ارواح نے۔

شرح خلاصہ مفہوم یہ ہے کہ جب یہ ثابت ہو چکا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خلق و خُلق میں سب سے افضل، اشرف، اجل، اکمل ہیں۔ اور جمیع کمالات ظاہری و باطنی کے جامع، تو یہ امر بھی واضح ہو گیا۔ کہ آپ فضائل ظاہری و باطنی میں بھی مرتبہ کمال پر پہنچے ہوئے ہیں۔ اور سب میں بڑی رفعت منصب یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے جو خالق جمیع ارواح ہے۔ آپ کو اپنا حبیب بنایا۔ چنانچہ حدیث میں ہے ان اللہ اصطفٰی من ولد ابراھیم اسماعیل واصطفٰی ولد اسماعیل بنی کنانۃ واصطفٰی من بنی کنانۃ قریشا واصطفٰی من قریش بنی ہاشم واصطفانی من بنی ہاشم[1]۔

خود حُسن و جمال بے نہایت داری
ہم جود و کرم بحدِ غایت داری
مولای صل وسلم دائما ابداً
علی حبیبك خیر الخلق کلھم

(۴۲) مُنَزَّہٌ عَنْ شَرِیْكٍ فِیْ مَحَاسِنِہٖ
فَجَوْھَرُ الْحُسْنِ فِیْہِ غَیْرُ مُنْقَسِمٖ

حلّ لغات مُنَزَّہٌ۔ از تنزیہ، بمعنی تبریۃ والتبعیۃ، اسم مفعول خبر مبتداء محذوف، پاکیزہ ہیں۔ عَنْ شَرِیْكٍ۔ بروزن فعیل، نکرہ بمعنی معادل، اپنے ہمسر سے۔ فِیْ مَحَاسِنِہٖ۔ جمع حسن، حسن ظاہری و باطنی میں۔ فَجَوْھَرُ الْحُسْنِ۔ الفاء للنتیجۃ، جوھر معرب از گوھر وعند البعض من الجھر، بمعنی الحجر المستخرج حالیا قوۃ والزبرجد والزمرد وفی ھذا المقام من الجوھر جوھر الحکمۃ یعنی مادہ واصل الحسن۔ فِیْہِ۔ جو حضورؐ میں ہے۔ غَیْرُ مُنْقَسِمٖ۔ غیر تقسیم شدہ ہے۔

---

[1] اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو خاص کیا اور اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے بنی کنانہ کو اور بنی کنانہ سے قریش کو اور قریش سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم سے اللہ تعالیٰ نے مجھے خصوصیت بخشی۔

ترجمہ وہ ہستی مقدس بالاتر ہے اپنے محاسن میں کسی کی شرکت سے اور آپ کا جوہرِ حسن آپ کے سوا کسی دوسرے میں منقسم نہیں۔

شرح یعنی ذاتِ اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے منزہ ہے کہ آپ کی خوبیوں میں بالذات کوئی آپ کا شریک ونظیر ہو۔ بلکہ تمام محاسن میں آپ مستقل ہیں۔ اور دیگر انبیاء میں جتنی خوبیاں اور محاسن ہیں۔ وہ آپ کی خوبیوں کے ظل ہیں کیونکہ وہ آپ ہی سے مستفاد ہیں۔ یہ اشارہ ہے اُس حدیث کی طرف جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نے حضورؐ سے عرض کی کہ اول مخلوق کون ہے۔ تو حضورؐ نے فرمایا۔ یاجابر اول ما خلق اللہ نور نبیك محمد صلی اللہ علیہ وسلم اے جابر سب سے اول اللہ نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نور پیدا فرمایا۔ اور پھر اُس نور کو پھیلا کر اُس سے لوح و قلم، عرش و کرسی، ملک و ملکوت اور تمام عالم و آدم پیدا کیے۔

اور لفظ جوہر میں ایک لطیف اشارہ اس امر کی طرف بھی ہے۔ کہ حقیقتِ حسن عدم انقسام میں مثل جوہر فرد کے ہے۔ اور غیر منقسم اس لیے کہا۔ کہ حقیقتِ حسن مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کے حصص واجزا نہیں کیے گئے۔ بلکہ وہ تمام وکمال اولاً آپ ہی کی ذات شریف پر منحصر ہے۔ اور تمام عالم میں جو کچھ ہے۔ وہ آپ کا پرتو اور ظل ہے۔

لب لعل وخط سبز ورُخ زیبا داری

حُسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری

شیوۂ وشکل وشمائل حرکات وسکنات

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

تحقیق جوہر

حکماء کے نزدیک جوہر پانچ ہیں۔ اوّل، ہیولیٰ۔ دوم، صورت۔ سوم، جسم۔ چہارم، عقل۔ پنجم، نفس۔

متکلمین کے نزدیک جوہر فرد ہیں۔
اوّل جوہر فرد جو لا یتجزیٰ ہوتا ہے۔ دوم نفس۔
اس بیت میں ناظم رحمۃ اللہ علیہ کی مراد جوہر سے جوہر متکلمین ہے۔ یعنی اصل
...س اور مادہ۔ ہے

...خذ بہ جوہر فرد است دلیل تقسیم — گر بہ بازیچہ شوم مجرم ارباب کلام
سر تا بقدم ہے تن سلطان زمن پھول — لب پھول دہن پھول بدن پھول ذقن پھول
دل بستہ و خوں گشتہ نہ خوشبو نہ لطافت — کیوں غنچہ کہوں ہے میرے آقا کا دہن پھول

(۴۱) دَعْ مَا ادَّعَتْهُ النَّصَارٰی فِیْ نَبِیِّهِمْ
وَاحْكُمْ بِمَا شِئْتَ مَدْحًا فِیْهِ وَاحْتَكِمِ

حل لغات دع۔ از ودع یدع، بمعنی اترک، چھوڑ۔ ما۔ موصولہ، اُس کو جو کچھ۔ ادعتہ۔ ماضی مؤنث، از ادعاء دعویٰ کیا۔ النصاریٰ۔ ...نصاریٰ نے۔ فی نبیھم۔ اپنے نبی کی شان میں۔ واحکم۔ امر، ای احکم ...یہ واعمل ما اردتہ من المدح۔ اور حکم لگا۔ بما شئت۔ جو کچھ تو چاہے۔ ...ں حافیہ۔ اُن کی مدح و نعت میں۔ واحتکم۔ از احتکام، بمعنی فیصلہ، اور ...فیصلہ کر اور یقین۔

ترجمہ وہ نعت چھوڑ جو عیسائیوں نے اپنے نبی کی شان میں کہی۔ کہ ابن اللہ بنا ڈالا۔ اور اس کے سوا جو کچھ نعت میں کہنا چاہے۔ حکم لگا کر اور ...فیصلہ کر کے کہہ۔

شرح نصاریٰ جمع نصران کی ہے۔ وجہ تسمیہ اس کی ایک تو یہ ہے۔ کہ انھوں نے اپنے نبی عیسیٰ علیہ السلام کو کہا تھا۔ نحن انصار اللہ[1]۔ اس اعتبار سے نصرانی کہلاتے۔ ...س وجہ سے کہ یہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ایک قریہ میں گئے تھے جس کا نام

---
[1] ہم دین خدا کے مددگار ہیں۔ (ف ۲۸، ۱۰)

عران یا ناصرہ تھا تو یا نسبت لگا کر نصرانی نام ہو گیا۔ اور فی نبیھم سے مراد عیسیٰ روح
اللہ علی نبینا وعلیہ السلام ہے۔ اور مما ادعتہ النصاریٰ لہ سے مراد وہ اعتقادیات باطلہ کاسدہ،
فاسدہ ہیں۔ جو نصاریٰ میں رائج ہیں۔ یعنی تولید حلول واتحاد۔ حضرت مسیح علیہ السلام
کے بعد عیسائیوں میں تفرقہ ہوا۔ اور فرقے بنتے بنتے بہتر تک پہنچ گئے۔

ان میں سے بڑے تین فرقے ہیں۔ ملکانیہ، نسطوریہ، یعقوبیہ۔

ملکانیہ ان دو بادشاہوں کی جماعت کا نام ہے۔ جو عظماء روم میں سے تھے، اُن
کا عقیدہ تھا۔ کہ مسیح میں لاہوت وناسوت جمع ہو گئے ہیں۔ اور کلمۃ اللہ جسد مسیح سے پہلے
ہوا۔ اس بنا پر معاذ اللہ مسیح قدیم ازلی ہیں اور مریم سے اللہ ازلی پیدا ہوا۔ اور لفظ نبوت
اور ربوبیت اللہ تعالیٰ پر اطلاق کیا جا سکتا ہے۔ اور اس کی سند انجیل سے لیتے تھے۔ کہ
انجیل میں مسیح کی تعریف میں ہے۔ انك انت الابن الوحيد آیا ہے۔ یعنی تو بیشک
اکلوتا بیٹا ہے۔ حالانکہ یہاں ابن سے مراد مقرب اور معزز عبد سے تھی۔

اور نسطوریہ، نسطور حکیم کے متبعین کی جماعت کا نام ہے۔ یہ عہد مامون میں ظاہر
ہوئے۔ اور انھوں نے انجیل میں تصرف کر کے بہت کچھ تحریفات کیں۔ اور اپنا عقیدہ
اس طرح ظاہر کیا۔

إن الله تعالىٰ واحد ذوا قانيم ثلاثة الوجود والعلم والحياة وهذه
الاقانيم ليست بزائدة على الذات وحلت هذه الصفات في بدن عيسىٰ
عليه السلام ولذا يحيي الموتىٰ ويبرئ الاكمه والابرص۔

نسطور حکیم نے جب کمالات مسیح دیکھے۔ تو اُس نے کہا۔ عیسیٰ میں خدا کا وجود حلول
کیے ہوئے ہے۔ وجود علم حیاۃ ان تینوں صفتوں کے ساتھ خدا مسیح میں حلول کر چکا ہے۔

اسی وجہ میں عیسیٰ علیہ السلام احیاء موتیٰ اور ابراء اکمہ وابرص کرتے ہیں۔

یعقوبیہ یہ ایک شخص یعقوب نامی تھا۔ اُس کی جماعت کے متبعین ہیں۔ ان کا عقیدہ
یہ تھا۔ کہ کلمہ منقلب بہ لحم ہو کر دم ہوا۔ اور وہ خدا بن گیا اور اُس خدا کا نام مسیح ہوا۔ اور
وہ مسیح ظاہر بجسد عنصری ہو گیا۔

تو ناظم فرماتے ہیں کہ ہمارے حضور کے معجزات وکمالات مرتبہ مسیح سے کہیں زیادہ دیکھ کر تم بہک نہ جانا۔ بلکہ نصاریٰ کے عقیدوں کو چھوڑ کر واحکم بما شئت مدحا جو چاہو مدح ونعت کرنا۔ اور اس پر محاکمہ کرکے قطعی فیصلہ کر لینا۔ لیکن یہ خیال رکھنا کہ صفاتہ علیہ السلام حادثۃ وصفاۃ اللہ قدیمۃ۔ ہمارے حضور کے تمام اوصاف حادث، جائز الفنا ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی تمام صفات قدیم ہیں ؎

یا صاحب الجمال ویا سید البشر	من وجہک المنیر لقد نور القمر
لا یمکن الثناء کما کان حقہ	بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

(۴۴)

فَانْسُبْ اِلٰی ذَاتِہٖ مَا شِئْتَ مِنْ شَرَفٍ
وَانْسُبْ اِلٰی قَدْرِہٖ مَا شِئْتَ مِنْ عِظَمٍ

حل لغات فانسب۔ امر، پس نسبت کر۔ الی ذاتہ۔ اس ذات والا کی طرف۔ ماشئت۔ جتنا تو چاہے۔ من شرف۔ تنوینہ للتعظیم، تعظیم وشرف سے۔ وانسب۔ اور نسبت کر۔ الی قدرہ۔ اُن کے مرتبہ کی طرف۔ ماشئت۔ جتنا تو چاہے۔ من عظم۔ عظمتوں سے۔

ترجمہ پس نسبت کر اس ذات والا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جتنا تو چاہے، تعظیم وشرف سے، اور نسبت کر اُن کے مرتبہ کی طرف جتنا تو چاہے عظمتوں سے۔

شرح بات واضح اور روشن ولائح ہے۔ کہ جب یہ معلوم ہو چکا کہ باعث تخلیق عالم اور سبب تکوینِ آدم آپ کی ذاتِ مقدس ہے۔ اور جس قدر کمالات

---

[1] اے حسن وجمال والے اور اے تمام انسانوں کے سردار! آپ کے چہرۂ انور سے چاند روشن ہوا ہے آپ کی تعریف کا جیسا حق ہے کسی سے ادا نہیں ہو سکتی، قصہ مختصر یہ ہے کہ خدا کے بعد آپ ہی ساری مخلوق سے افضل ہیں۔

(تفسیر عزیزی میں مذکورہ اشعار موجود ہیں)

انبیاء کرام علیہم السلام کو حاصل ہوئے وہ سب اس آفتاب فیوض و برکات کے پرتو اور اس بحر ناپیدا کنار کا ایک چلو اور اس نیسان رحمت (بارش) کا ایک قطرہ ہیں۔ اور باوجود اس کے تجھے اُن کی صفات جمیلہ پر عبور تام اور علم تمام حاصل نہیں۔ تو جتنا تو سمجھ چکا ہے۔ اُس اعتبار سے اُن کے شرف عظیم اور کرم کثیر اور جمال خلق اور تناسب اعضا و کرم بدا طیب عرق ذکاء، لب صفاء، جنان بلاغۃ کلام فصاحت لسان اور تمام کمالات انسانیہ کے ماتحت جو کچھ چاہے بیان کر اور سمجھ لے۔ کہ وہ ہستی مقدس منبع الاحسان اور مبدع الرحمٰن ہے۔

اور مصرع ثانی میں عظم جو فرمایا۔ اُس کی وجہ یہ ہے۔ کہ شرف منتسب الی الذات ہوتا ہے۔ اور عظمت منتسب الی الصفات ہوتی ہے۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرقل کو جب نامۂ عالی روانہ کیا۔ تو اُس میں تحریر فرمایا۔ من محمد رسول اللہ الی ہرقل عظیم ملک الروم تو لفظ عظیم مکتوب عالی میں بالنسبت الی المرتبت لکھا گیا۔ اور بالنسبت الی الذات، تو بما شئت من عظم میں علو قدر و منزلت و مرتبت و کمال طور اور صفات نور اور عظمت معجزات اور مخصوصیت فی المعراج اور امامت فی الانبیاء اور دنو الی جناب العلیٰ اور تفضیل روز قیامت باللوا اور امتیاز بالوسیلہ اور شفاعت کبریٰ مراد ہے ؎

سرور کہوں کہ مالک و مولیٰ کہوں تجھے
باغ خلیل کا گل زیبا کہوں تجھے

گلزار قدس کا گل رنگیں ادا کہوں
درمان درد بلبل شیدا کہوں تجھے

اللہ تیرے جسم منور کی تابشیں
اے جان جان میں جان تجلا کہوں تجھے

بے داغ لالہ یا قمر بے کلف کہوں
بیخار گلبن چمن آرا کہوں تجھے

مجرم ہوں اپنے عفو کا ساماں کروں شہا
یعنی شفیع روز جزا کہوں تجھے

فَاِنَّ فَضْلَ رَسُوْلِ اللّٰہِ لَیْسَ لَہٗ
(۴۵)
حَدٌّ فَیُعْرِبَ عَنْہُ نَاطِقٌ بِفَمٖ

حلِ لغات
فان۔ فاللتعلیل، پس تحقیق۔ فضل۔ فضائل۔ رسول اللہ۔ رسول اللہ کے۔ لیس لہ۔ نہیں ہے واسطے اُن کے۔ حد۔ بمعنی غایت ونہایت، کوئی حد۔ فیعرب۔ مضارع الاعراب۔ بفصاحت ظاہر کرنا، جو بالفاظ فصیح ظاہر ہو۔ عنہ۔ اُن سے۔ ناطق۔ بولنے والے۔ بفم۔ اپنے منہ سے۔

ترجمہ
بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کی کوئی حد نہیں جو بالفاظ فصیح بولنے والا اپنے منہ سے بول سکے۔

شرح
فرماتے ہیں کہ میں نے جو پہلے بیت میں کہا تھا۔ کہ دع ما ادعتہ النصاریٰ نصاریٰ نے جو نعت کی اُسے چھوڑ کر جو کچھ تو چاہتا ہے، حضورؐ کی مدحت میں کہہ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضورؐ کی ذات شریف کی طرف جو خوبیاں اور فضائل تو منسوب کرے گا۔ وہ مرتبۂ رسالت سے ادنیٰ ہی ہوں گے۔ اس لیے کہ اُس رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مناصب کی کچھ حد اور نہایت نہیں کہ کوئی فصیح اللسان، بلیغ البیان اپنی زبانِ ناطق سے واضح کر سکے۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

وضم الالٰہ اسم النبی الیٰ اسمہ ۔۔۔ اذ قال فی الخمس المؤذن اشہد

وشق لہ من اسمہ لیجلہ ۔۔۔ فذو العرش محمود وھٰذا محمدؐ

کسی عاشق نے خوب کہا ہے۔ کہ میں حضورؐ کی منقبت اپنے مقالہ میں نہیں کرتا۔ بلکہ حضورؐ کے نام کی برکت سے اپنے مقالہ کو مقبول بنا رہا ہوں، حیث قال ؎

ما ان مدحت محمداً بمقالتی ۔۔۔ لکن مدحت مقالتی بمحمدؐ

کہاں طاقت بشر کو مدحِ مصطفےٰ ٹھہرے
مدیحِ ذاتِ پاکِ احمدی جب خود خدا ٹھہرے

لَوْ نَاسَبَتْ قَدْرَهٗ اٰيَاتُهٗ عِظَمًا
(۳۶) اَحْيٰى اسْمُهٗ حِيْنَ يُدْعٰى دَارِسَ الرِّمَمٖ

حلِّ لغات لَوْ - شرطیہ - اگر - نَاسَبَتْ - ماضی مؤنث، از مناسبت، مطابق ہونا، مطابق ہوتے - قَدْرَهٗ - قدر و منزلت کے برابر - اٰيَاتُهٗ - اُن کے معجزات - عِظَمًا - عظمت میں - اَحْيٰى - ماضی از احیاء زندہ کرنا، زندہ کردیتا - اسْمُهٗ - اُن کا نام پاک - حِيْنَ - جب کہ - يُدْعٰى - پکارا جاتا - دَارِس - اسم فاعل از درس، ناپدید و بے نشان ہونا، مٹے ہوتے - الرِّمَم - جمع رِمَّۃ، استخوان بوسیدہ، بوسیدہ ہڈیوں کو۔

ترجمہ اگر تو ہمارے حضور کی قدر و منزلت کو برابر اُن کے معجزاتِ عظیمہ کے دیکھتا۔ تو زندہ کر دیتا اُن کا نام پاک۔ جب کہ پکارا جاتا بے نشان اور بوسیدہ ہڈیوں کو۔

شرح یعنی اگر حضور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کا ظہور آپ کے مرتبہ اور عزّ و شرف کے مطابق ہوتا تو جب اور جس وقت حضورؐ کا اسم شریف لیا جاتا، استخوانہائے بوسیدہ کو وہ نام پاک زندہ کر دیتا۔ بعض نے یوں شرح کی کہ آیات سے مراد اسماءِ مبارک سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ گویا ناظم فاہم فرماتے ہیں۔ کہ اگر حضورؐ کی عزّ و منزلت اسماءِ مبارک کے مشابہ ہوتی۔ تو جیسے مسمّی یعنی ذاتِ بابرکات سے احیاءِ اموات کا معجزہ ظہور میں آیا۔ ایسا ہی اسم مبارک سے مردہ تو کیا شئ ہیں اور بوسیدہ ہڈیوں میں جان آجانی چاہیئے تھی۔ اس پر علامہ خرپوتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ومن فہم هذا البیت ان مراد الناظم ان احیاء الموتٰی لم یعط لہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اصلا فقال معترضا علی الناظم ان هذا البیت مخالف لما سیاتی وکل ای اتی الرسل الکرام بہا۔ اذ یفہم منہ ان احیاء الموتٰی اعطی الیہ علیہ السلام اذ کان ذالک معجزۃ عیسٰی علیہ السلام وهذہ

المعجزة اتصلت الی عیسیٰ علیہ السلام من نور نبینا علیہ السلام انتھی فقد خبط خبط عشوا ورکب متن عمیاء اذلیس مراد الناظم انہ لم تعط لہ علیہ السلام ھذہ المعجزة اصلا بل مرادہ ان تلک المعجزة لم تعط لہ علیہ السلام بعد وفاتہ الی یوم القیامۃ والا فھو علیہ السلام جامع لجمیع معجزات التی ظہرت فی ایدی سائر الانبیاء مع معجزات خاصۃ بہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کنت فی ریب مما ذکرنا فانظر ما ذکر فی دلائل النبوۃ۔

یعنی جو اس بیت کے معنی یہ سمجھا۔ کہ معجزہ احیاء موتیٰ حضورؐ کو عطا نہیں کیا گیا۔ وہ اس بیت پر بھی اعتراض کرے گا جو آگے آرہا ہے۔ وکل آی اتی الرسل الکرام بہا۔ اور کہے گا۔ کہ پہلے تو معجزہ احیاء کا ناظم انکار کر گئے اور یہاں فرماتے ہیں، کہ ہر معجزہ جو انبیاء قوم پر پیش کر گئے۔ وہ سب ہمارے حضورؐ کا صدقہ تھے، اور حقیقت یہ ہے۔ کہ معجزہ احیاء موتیٰ معجزہ ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کو یہ معجزہ ہمارے حضورؐ کے نور مبارک کے پرتو سے ملا۔ اور وہ شخص جو اس بیت کے معنی وکیجا جو ہم ذکر کر آئے ہیں۔ وہ مخبوط الحواس اور آنکھوں کا اندھا ہے۔ ناظم فاہم رحمۃ اللہ علیہ کی مراد اس شعر میں ہرگز یہ نہیں کہ حضورؐ کو معجزہ احیاء موتیٰ انہیں عطا ہُوا۔ بلکہ مقصود اس امر کا اظہار کرنا ہے۔ کہ احیاء موتیٰ کا معجزہ بعد وفات حضورؐ کو قیامت تک کے لیے نہیں دیا۔ اگر دیا جاتا۔ تو نام پاک بھی مردہ زندہ کر دیتا۔ ورنہ وہ ہستی پاک تو جامع جمیع کمالات و معجزات ہے بلکہ تمام معجزات و کمالات انبیاء حضورؐ کے کمالات کا پرتو ہیں۔ اور اگر تجھے اب بھی شک ہے۔ تو دلائل النبوت میں جو معجزات منقول ہیں۔ انھیں دیکھ چنانچہ نقل فرماتے ہیں۔ کہ:۔

عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک جوان مر گیا۔ جو انصاری تھا۔ اور اُس کے اطراف بھی باندھ دیئے گئے۔ کہ اُس کی ماں ضعیفہ نابینا آئیں۔ اور انھیں ان کے اس جوان بیٹے کی موت کی خبر دی۔ تو اُنھوں نے ہاتھ اُٹھائے اور کہا:۔

اللّٰھم ان کنت تعلم انی ھاجرت الیک والی نبیک رجاء ان تغیثنی

فی کل شدۃ فلا تخمل علی ھٰذہٖ المصیبۃ بحرمۃ نبیک۔ الٰہی اگر تو جانتا ہے۔ کہ میں نے تیری طرف اور تیرے حبیبؐ کی طرف اس امید پر ہجرت کی تھی۔ کہ تو ہر بلا و مصیبت میں میری مدد فرمائے گا۔ تو یہ مصیبت مجھ پر اپنے حبیب پاکؐ کے صدقہ میں نہ ڈال اس دعا کے بعد اُس کا مُردہ بیٹا زندہ تھا۔ اُس کا منہ کھولا۔ وہ کھڑا ہوا۔ اور حاضرین کے ساتھ اُس نے کھانا کھایا۔

اور ایسا ہی دوسرا واقعہ ہے۔ کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے حضورؐ کی دعوت کی۔ اور بکری ذبح کی۔ تو آپ کے بڑے صاحبزادے نے چھوٹے صاحبزادے سے پوچھا ہمارے اباجان نے بکری کس طرح ذبح کی تھی۔ تو چھوٹے صاحب نے کہا۔ آؤ میں بتاؤں۔ بڑے بھائی آگے بڑھے۔ اُنھوں نے انہیں لٹایا۔ اور ہاتھ پیر باندھ کر چھری اُٹھائی اور ذبح کر دیا۔ اور سر لے کر اپنی ماں کے پاس پہنچے۔ ماں رونے لگیں۔ تو اُنھیں خوف آیا۔ اور سمجھے کہ یہ مجھ سے کوئی غلطی ہوئی ہے۔ خوف زدہ بھاگے اور چھت پر چڑھ گئے۔ اور ماں پیچھے پیچھے چھت پر پہنچی، تو اُنھوں نے خوف کے مارے چھلانگ لگائی۔ اور زمین پر آگر جان دے دی۔

والدہ نے یہ واقعہ فاجعہ دیکھ کر سوچا۔ کہ ادھر حضورؐ کی دعوت ہے ادھر یہ معاملہ ہے۔ خیال آیا۔ کہ حضورؐ کی دعوت کے مقابلہ میں یہ واقعہ کچھ نہیں۔ جبر اور صبر کر کے حضرت جابرؓ سے معاملہ مخفی رکھا۔ اور دونوں کو چارپائی پر لٹا دیا۔ اور کھانا پکانا شروع کر دیا۔ جب حضورؐ تشریف لائے اور دستر خوان پر کھانا چن دیا گیا۔ تو جبرئیل امین حاضر ہوئے۔ اور عرض کی اللہ کا حکم ہے کہ آپ یہ کھانا جابرؓ کے دونوں صاحبزادوں کی معیت میں تناول فرمائیں۔ حضورؐ نے حضرت جابرؓ کو فرمایا۔ حضرت جابرؓ گھر میں آئے اور بیوی سے کہا۔ بیوی نے کہا۔ وہ دونوں اس وقت موجود نہیں ہیں۔ جابرؓ نے حاضر ہو کر یہی عرض کیا۔ تو حضورؐ نے پھر تاکید فرمائی۔ کہ اُنھیں تلاش کر کے لایا جائے۔ حضرت جابرؓ نے بیوی سے حضورؐ کا اصرار ظاہر کیا۔ تو آپ مضطربانہ اُٹھیں۔ اور حضرت جابرؓ کو دونوں لاشیں دکھا دیں۔ حضرت جابرؓ روتے ہوئے خدمت والا میں حاضر ہوئے۔ اور اصل

حال عرض کیا۔ حضورؐ ابھی خاموش ہی تھے۔ کہ جبرئیل حاضر ہوئے۔ اور عرض کی۔ ان اللہ تعالیٰ یامرک ان تدعوالھما ونقول منک الدعاء ومنا الاجابۃ۔ یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے محبوب ان دونوں کے حق میں دعا فرمائیں۔ آپ کی طرف سے دعا ہے۔ اور ہماری طرف سے اس کی قبولیت۔ چنانچہ حضورؐ نے اُن کے زندہ ہونے کی دعا فرمائی۔ اور اللہ تعالیٰ نے علی الفور انھیں زندہ کر دیا۔ وہ اُٹھے۔ اور حضورؐ کے ساتھ دسترخوان پر کھانا کھایا۔ اور مثل اس کے بہت سے واقعات ہیں۔

ایک اعتراض اور اُس کا جواب

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معجزہ احیاء موتیٰ بعد وفات عطا کیوں نہ فرمایا؛ تاکہ حضورؐ کے نام پاک کی برکت سے جب چاہتے مُردہ زندہ کر لیتے۔

اس کا جواب یہ ہے۔ کہ اگر یہ معجزہ بعد وفات بھی ظہور میں آتا رہتا تو ایمان مومنین بالمشاہدہ ہو جاتا۔ اور اُمت مرحومہ کی تعریف ایمان بالغیب پر آئی ہے۔ یومنون بالغیب قرآن کریم میں وارد ہے۔ اور ایمان بالغیب اعلیٰ من الایمان بالمشاہدہ مسلم ہے۔ یہ وجہ ہے۔ کہ معجزہ قیامت تک کے لیے وفات کے بعد سے مخفی رکھا گیا، وللہ الحمد

چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں بہت سی — دکھا دیجے آنکھوں سے شق القمر کو

جس مردہ کو نہ حضرت عیسیٰ چلا سکیں — لے آؤ اُس کو میرے پیمبر کے سامنے

لَمْ يَمْتَحِنَّا بِمَا تَعْيَا الْعُقُولُ بِهٖ ﴿۴۷﴾ حِرْصًا عَلَيْنَا فَلَمْ نَرْتَبْ وَلَمْ نَهِمِ

حلِّ لغات لم یمتحن: نفی جحد بلم، از امتحان، ہرگز نہ امتحان کیا۔ نا۔ ہمارا۔ بما۔ ساتھ اُس چیز کے۔ تعی۔ مضارع از عَیّ، درماندگی کہ تھک جائیں۔ العقول عقلیں۔ بہ۔ اُس سے۔ حرصًا۔ از حرص، شدۃ الرغبۃ فی الشیئ والمیل الیہ۔ ترقی مدارج میں بہت مائل ہیں۔ علینا۔ ہمارے اوپر۔ فلم

ترتیب۔ نفی جحد بلم، از ارتاب، شک کرنا۔ پس ہرگز ہرگز نہ شک میں پڑے ہم ۔ ولم

فہم۔ نفی جحد بلم، از وہم۔ اور ہرگز ہرگز نہ وہم میں پڑے ہم۔

ترجمہ | حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی چیزوں سے ہمارا امتحان نہ فرمایا جس کے سمجھنے سے ہماری عقلیں عاجز آجاتیں۔ اور تھک جاتیں۔ وہ حریص ترقی وہدایتِ اُمّت ہیں۔ اس وجہ سے نہ ہم کو کسی شک وشبہ کا موقع آنے دیا۔ نہ اندھا دھند شریعت پر ہم چلے۔

شرح | مختصر شرح تو یہ ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایسی چیزوں سے ہمارا امتحان نہ فرمایا۔ جس کے سمجھنے سے ہماری عقلیں عاجز ودرماندہ رہ جاتیں کیونکہ آپ کو ہماری اصلاح مطلوب تھی۔ اس لیے ہم کسی حکم کے قبول میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں کر سکتے۔ اور احکام کی ایسی وضاحت فرمائی۔ کہ اُن کے سمجھنے میں ہم مبتلاء وہم نہیں ہوتے۔ اور نہ ایسی سختیاں ہم پر ڈالیں۔ کہ اُن کی تعمیل سے ہم تھک جاتے۔ جیسا شریعت ماضیہ میں تھا کہ قتل بالعمد ہو یا بالخطا دونوں میں قصاص یا حرمتِ دیۃ یا قطع اعضاء خاطیہ یا قرض موضع نجاست یا قتل نفس فی التوبہ، قطع ثوب نجس بالمقراض، ترک عمل یوم السبت، عدم جواز صلوٰۃ فی غیر الکنائس، فرضیتِ نماز پچاس بار رات دن میں۔ مال کا چوتھا حصہ زکوٰۃ میں، بلکہ صاف فرمایا۔ اتیتکم بالحنیفۃ السھلۃ السمحاء۔ میں سہل اور آسان اور صاف واضح شریعت تمہارے لیے لایا ہوں۔ اور حرصا میں تلمیحاً اشارہ آیۂ کریمۂ حریص علیکم کی طرف ہے۔ کہ قرآن کریم میں حضورؐ کو ہمارے ترقی مدارج میں حریص فرمایا۔ غرضیکہ اسلام ایسا واضح ہے۔ کہ اس میں ایک بات بھی بعید از عقل نہیں۔

اللھم انت خالق الوریٰ اجعلنا من اھل المغفرۃ والتقیٰ بحرمۃ النبی الذی فی صورتہ قد بداء۔

(۴۸)

اَعْيَى الْوَرٰى فَهْمُ مَعْنَاهُ فَلَيْسَ يُرٰى

لِلْقُرْبِ وَالْبُعْدِ مِنْهُ غَيْرُ مُنْفَحِمٖ

حلِّ لغات | **اعیٰ** - ازاعیا، التعجیز، درماندہ کرنا، عاجز کردیا۔ **الوریٰ** - بمعنی خلق الف لام استغراقی، تمام مخلوقات کی۔ **فہم** - فہم اور سمجھ کو۔ **معناہ** - کمالِ خاص، اُن کی ذات کے کمال سے۔ **فلیس** - ازلاالیس۔ اسم للموجود یعنی لا موجود یا لا وجود، پس نہیں ہے کوئی موجود۔ **یُریٰ** - مضارع مجہول، من الرویت عام از رویت قلب و رویت چشم۔ جو دیکھا جائے۔ **للقرب** - حضورؐ کے قریب۔ **والبُعد** - اور حضورؐ سے دور۔ **منہ** - اُن سے۔ **غیر منفحم** - ازانفحام، دلیل سُن کر عاجز آجانا یا لاجواب ہوجانا جو عاجز نہ آگیا ہو۔

ترجمہ | مخلوقات حضورؐ کی حقیقت سمجھنے سے عاجز ہوگئی۔ اور حضورؐ کے نزدیک و بعید کوئی ایسا نہیں، جو حضورؐ کے آگے عاجز نہ اور لاجواب نہ ہوگیا۔

شرح | حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالاتِ ظاہری و باطنی اور حقیقتِ محمدی کے سمجھنے سے عالم عاجز آگیا۔ صحابہ کرام جو قریب ہیں۔ وہ بھی اور عامۂ اُمّت جو بعید ہیں، دونوں ساکت و عاجز ہیں۔ اور معلوم نہیں کہ حضورؐ کہاں ہیں اور کس مقام قرب کے اہل ہیں۔ جامی علیہ الرحمۃ کہتے ہیں ؎

تو جانِ پاکی سر بسر نے آب و خاک اے نازنین	واللہ زجان ہم پاک تر روحی فداک اے نازنین
پاکاں ندیدہ روئے تو جاں دادہ اندر کوئے تو	اینک گر در کوئے تو صد جانِ پاک اے نازنین

فیضی کہتا ہے ؎

امی و دقیقہ دانِ عالم	بے سایہ و سائبانِ عالم

علامہ قرطبی تذکرہ میں فرماتے ہیں۔

لم یظہر کمال حسنہ علیہ السلام والا لما اطاقت اعین الصحابۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم النظر الیہ۔ حضورؐ کا کمالِ حسن ظاہر ہی نہیں ہوا۔ ورنہ صحابہ کرام میں یہ تاب نہ تھی۔ کہ حضورؐ کی طرف نظر بھر کر بھی دیکھ سکتے ؎

رہے عشق میں ہم تو گھر کے نہ در کے	جئے بھی اگر ہم تو سو بار مر کے

تصوّر میں بھی سامنے تجھ کو کر کے　　　　کبھی دیکھ سکتا نہیں آنکھ بھر کے
ترا رعب اتنا ہے کانتا ہوں ڈر کے　　　　ادھر بھی نظر ہو میں صدقے نظر کے

شعراء نے قصائد و مدائح لکھے لیکن ابی تمام اور بحتری، ابن رومی وغیرہ فصحا نعت خوانی میں اپنا عجز ہی ظاہر کر رہے ہیں۔ اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہٗ نے خوب کہا ہے

وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمانِ نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں!
بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مفر مقر!
جو وہاں سے ہو یہیں آکے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں
وہ شرف کہ قطع ہیں نسبتیں وہ کرم کہ سب کے قریب ہیں
کوئی کہہ دو یاس و امید سے وہ کہیں نہیں وہ کہاں نہیں
ہے انہیں کے نور سے سب عیاں ہے انہیں کے جلوہ میں سب نہاں
بنے صبح تابش مہر سے رہے پیش مہر یہ جاں نہیں
وہی نورِ حق وہی ظلِّ رب ہے انہیں سے سب ہے انہیں کا سب
نہیں اُن کی ملک میں آسماں کہ زمیں نہیں کہ زماں نہیں

(۴۹)

كَالشَّمْسِ تَظْهَرُ لِلْعَيْنَيْنِ مِنْ بُعُدٍ
صَغِيْرَةً وَّتُكِلُّ الطَّرْفَ مِنْ أَمَمٍ

حلِّ لغات كالشمس۔ وہ ہستی مقدس مثل سورج کے ہے۔ تظهر۔ کہ ظاہر ہوتا ہے۔ للعينين۔ دونوں آنکھوں کو۔ من بعد۔ درحقیقت یہ بُعد ہے۔ وزن شعر کے لیے دونوں حرف متحرک کیے۔ دور سے۔ صغيرة۔ چھوٹا۔ وتكل۔ مضارع از کل، گرانی درماندگی، اور تھک جاتی ہے۔ الطرف۔ آنکھ۔ من أمم۔ بفتحتین، القرب، کرنوں کے قرب سے۔

ترجمہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال سورج کی سی ہے۔ کہ بظاہر دُور سے چھوٹا نظر آتا ہے۔ اور جب آنکھ کھول کر دیکھو۔ تو قرب و بعد دونوں نظر کو خیرہ کر دیتے ہیں۔

شرح سُورج سے حضورؐ کی تشبیہہ درحقیقت علی سبیل تقریب و تمثیل ہے ورنہ وہ ذات اقدس اس سے کہیں اعلیٰ و ارفع ہے۔ اسی وجہ سے عدم ادراک کیفیت کمالاتِ ظاہریہ و باطنیہ کے باعث ناظم رحمۃ اللہ نے سُورج سے تشبیہہ دی۔ کہ وہ دُور سے ایک قرص نظر آتا ہے۔ اور دیکھنے والا بسبب نہایت بُعد اُس کی واقعی مقدار معلوم نہیں کر سکتا اور اگر اُسے پاس سے دیکھو تو بوجہ غایت نورانیت چشم بینا خیرہ ہو جاتی ہے۔ اور اگر حقیقتاً دیکھا جائے تو سُورج کو حضورؐ کی ذات پاک سے کیا نسبت۔ یہ اُس نورِ پاک کے ایک ذرہ سے مستفیض وہ معدن نور صلی اللہ علیہ وسلم سے

خورشید تھا کس زور پر کیا بڑھ کے چمکا تھا قمر
بے پردہ جب وہ رُخ ہوا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

رُخ دن ہے یا مہرِ سما یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں
شب زُلف یا مشکِ ختا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

بُلبل نے گُل اُن کو کہا قمری نے سروِ جاں فزا
حیرت نے جھنجھلا کر کہا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

حق یہ کہ ہیں عبد اللہ اور عالمِ امکان کے شاہ
برزخ ہیں وہ سرِّ اللہ یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

ظاہر بین افراد انہیں ایک جسم مقدس دیکھتے ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ حقیقت واقعیہ بسبب غایت بعد کے انسان دیکھ ہی نہیں سکتا اور ارباب کشف و شہود کی آنکھیں بوجہ غایت قرب درخشانی دیکھنے سے قاصر ہیں۔ غرضکہ نزدیک و دور کے دیکھنے والے دونوں حقیقت محمدیہ دریافت کرنے سے قاصر ہیں۔ اور حضورؐ نے خود بھی دعا فرمائی۔ اَللّٰھُمَّ[1]

---

[1] اے اللہ مجھے میری آنکھ میں چھوٹا کر دے اور لوگوں کی آنکھوں میں بڑا۔ ۱۲

اجعلنی فی عینی صغیرا وفی اعین الناس کبیراً۔

اسی لیے ناظم فاہم رحمۃ اللہ علیہ آنے والے بیت میں فرماتے ہیں۔

وَكَيْفَ يُدْرِكُ فِي الدُّنْيَا حَقِيْقَتَهُ
قَوْمٌ نِيَامٌ تَسَلَّوْا عَنْهُ بِالْحُلُمِ (۵۰)

حل لغات وکیف۔ استفہام انکاری، اور کیونکر۔ یدرک۔ من الادراک۔ معلوم ہو سکتی ہے۔ فی الدنیا۔ دنیا میں۔ حقیقتہ۔ حقیقت محمدیہ۔ قوم۔ اُس قوم کو۔ نیام۔ جمع نائم، خوابیدہ، جو سو رہی ہے۔ تسلوا۔ ماضی، از تسلی بے فکر۔ عنہ۔ اُس حقیقت سے۔ بالحلم۔ جمع احلام، خواب غفلت میں۔

ترجمہ کیونکر جان سکتا ہے۔ کوئی دنیا میں حقیقتِ محمدیہ کو جب کہ قوم دنیا کے ایک خواب غفلت میں سو رہی ہے۔

شرح وصولِ علم کے متعدد مراتب ہیں:

اوّل شعور، پھر ادراک، پھر حفظ، پھر تذکر، پھر ذکر، پھر فہم، پھر فقہ۔ پھر درایۃ پھر یقین، پھر ذہن، پھر فکر، پھر حدس۔

یہاں ادراک سے یدرک مضارع معروف استعمال کیا گیا۔ تاکہ مطلق تصور یا احاطہ جوانب مرئی کی نفی ہو جائے۔ یعنی بطونِ حقیقتِ محمدیہ کی شان تو ارفع و اعلیٰ ہے لیکن ظاہر حقیقت پر بھی تصورِ انسان احاطہ جوانب مرئی سے قاصر ہے۔ اور فی الدنیا کے ساتھ عدم ادراک کی قید اس وجہ سے لگائی گئی۔ کہ حقیقتِ محمدیہ کا استتار اور اختفاءِ کمالاتِ احمدیہ میں مخصوص بالدنیا ہے۔ اور آخرت میں تو ہر ایک کے تمام مراتب ظاہر ہو جائیں گے۔ حتیٰ کہ مومنین کو رویتِ الٰہی بھی بلا کیف و مکان حاصل ہو گی، چنانچہ صاحب قصیدۂ امالی نے بھی فرمایا۔ یراہ المومنون بغیر کیف۔[1]

اس لیے کہ یومِ آخرت میں تبدل اعیان الی حالۃ اخریٰ ہو گا۔ اور متصوفین نے

---

[1] مومن اللہ تعالیٰ کی زیارت بے کیف کریں گے۔

عدم رویت الٰہی کی دُنیا میں یہی وجہ لکھی ہے۔ کہ باقی کو عینِ باقی دیکھ سکتی ہے۔ اور دنیا و مافیہا فانی ہے تو یہاں کی آنکھ بھی فانی ہے۔ اور قوم نیام جمع نائم کی ہے۔ اور نوم ایک ہوا ہے۔ جو اغشیہ و دماغیہ سے اُٹھ کر جب آنکھوں کی طرف آتی ہے انسان کو اُنگھا دیتی ہے اور جب وہاں سے قلب کی طرف پہنچتی ہے سلا دیتی ہے۔ اور عالمِ دُنیا میں چونکہ انسان ایک خوابِ غفلت میں ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ارشاد ہے۔ الناس نیام فاذا ماتوا انتبھوا ۔لوگ سو رہے ہیں، جب مرتے ہیں تو جاگتے ہیں۔ اسی بنا پر تلمیحاً ناظم فاہم رحمتہ اللہ علیہ نے اس حدیث کی طرف اشارہ فرمایا۔ اور بتلایا۔ کہ اس خوابِ غفلت میں حقیقتِ محمدیہ سے بے خبر رہ کر جس کے جو ذہن میں آیا۔ وہ حضورؐ کی شان میں لکھتا رہا۔ بیدین اپنی غفلت کے ماتحت کہتا رہا۔ یہی وجہ حضورؐ کی ذات کو بشر کہنے کی ہے۔

شعر

محمدؐ سرِّ وحدت ہے کوئی رمز اُس کی کیا جانے
شریعت میں تو بندہ ہے حقیقت میں خدا جانے

شعر

محمدؐ سے صفت پوچھو خدا کی
خدا سے پوچھئے شانِ محمدؐ

(۵۱)

فَمَبْلَغُ الْعِلْمِ فِيْهِ اَنَّهٗ بَشَرٌ
وَاَنَّهٗ خَيْرُ خَلْقِ اللّٰهِ كُلِّهِمِ

حلِّ لغات | فمبلغ العلم۔ مبلغ بمعنی منتہا و غایۃ، پس انتہاءِ علم۔ فیہ۔ حضورؐ کی ذات میں یہ ہے۔ انہ۔ کہ وہ۔ بشر۔ بشر ہیں۔ وانہ۔ واو حالیہ، اور حقیقت یہ ہے۔ خیر خلق اللہ۔ کہ وہ خیر خلق اللہ ہیں۔ کلھم۔ تمام مخلوق ہیں۔

ترجمہ | حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملہ میں ہمارا انتہاءِ علم یہی ہے کہ وہ بشر ہیں۔ اور حال یہ ہے۔ کہ وہ تمام خلق اللہ سے افضل و اعلیٰ ہیں۔

شرح | سب سے اعلیٰ و اولیٰ ہمارا نبی | سب سے بالا و والا ہمارا نبی
جس کو شایاں ہے عرش خدا پر جلوس | ہے وہ سلطان والا ہمارا نبی

یعنی ہمارے علم کا نہایت بلوغ اور ہمارے ادراک کا غایت وصول یہی اور یہی ہو سکتا ہے۔ کہ ہم حضور کی ذاتِ اقدس پر یہ حکم لگا سکیں کہ وہ بشر عظیم اور جوہر جسیم ہیں۔ افرادِ انسانیہ اور اجیادِ احیائیہ میں حضور سے افضل اور کوئی بشر نہیں۔ لیکن حقیقت الامر یہ ہے۔ کہ معنی صفاتیہ میں حضور افضل المخلوقات اور سید الکائنات ہیں۔

چنانچہ علامہ خرپوتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ قصیدہ سناتے سناتے جب اس مصرع پر آئے۔ اور دربارِ رسالت میں عرض کیا۔ فمبلغ العلم فیہ انہ بشرٌ۔ تو مصرع ثانی کے لیے خاموش ہو گئے۔ تو سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ارشاد ہوا۔ اقرأ پڑھ۔ فقال الامام انی لم اوفق للمصراع الثانی لہذا بیت یارسول اللہ حضور مصرع ثانی مجھ سے موزوں نہیں ہو سکا۔ خاص کر اس بیت کا۔ فقال علیہ السلام قل یا امام۔ اے امام کہ وانہٗ خیر خلق اللہ کلہم۔ تو امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے فوراً یہ مصرع درج کیا۔ اور بار بار ہر بیت کے آخر میں شوق و ذوق کے ساتھ وانہ خیر الخلق کلہم، پڑھتے رہے۔

مولائی صل وسلم دائماً ابداً | علی حبیبک خیر الخلق کلہم

(۵۲)

وَكُلُّ آيٍ أَتَى الرُّسُلُ الْكِرَامُ بِهَا
فَإِنَّمَا اتَّصَلَتْ مِنْ نُّوْرِهٖ بِهِمِ

حل لغات وکل۔ واؤ عاطفہ، اور تمام۔ آیِِ۔ معجزات۔ اَتٰی۔ بمعنی تجئ، جو لائے۔ الرسل الکرام۔ رسل جمع رسول، کرام جمع کریم، اسے منعمون۔ رسول انعام فرمانے والے۔ بہا۔ ضمیر راجع الی آیِِ، اُن معجزوں کو۔ فانما۔ حصر، پس جز ایں نیست۔ اتصلت۔ کہ وہ معجزات پہنچے

اور ملے۔ من نورہٖ۔ ضمیر راجع الیہ علیہ السلام، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے۔
بہم۔ ضمیر راجع الی الانبیاء علیہم السلام۔ اُن انبیاء کرام کو۔

ترجمہ تمام معجزات جو انبیاء کرام اقوام ماضیہ (گزری ہوئی قوموں) پر لائے۔ وہ اُن کو ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور پاک کی لمعانیت و تابانیت سے حاصل ہوئے۔

شرح

قرنوں بدلی رسولوں کی ہوتی رہی
چاند بدلی کا نکلا ہمارا نبیؐ!

مفہوم بیت واضح ہے۔ کہ تمام کمالات جو انبیاء کرام کو حاصل ہوئے۔ وہ سب حضورؐ کا صدقہ ہیں۔ اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم باعث ایجاد عالم ہیں۔ اول ما خلق اللہ نوری۔ سب سے پہلے جو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا۔ وہ میرا نور تھا۔ ارشاد گرامی ہے۔ پھر حدیث قدسی میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو مخاطب فرما کر سنایا۔ لولاہ ما خلقتک۔ اے آدم اگر وہ محبوب نہ ہوتا۔ میں تجھے پیدا نہ کرتا۔ کہیں ارشاد الٰہی ہوا۔ لولاک لما خلقت الافلاک۔ اے محبوب! اگر تمہیں ہم پیدا فرمانا منظور نہ کرتے۔ تو زمین و آسمان نہ بناتے۔

مولای صل وسلم دائما ابدا   علی حبیبک خیر الخلق کلہم!

اور بات بھی قرین فہم ہے۔ کہ جب حضورؐ سے پہلے تمام سابقین تا بہین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ تو اُن کے تمام اختیارات حضورؐ کا عطیہ نہیں تو اور کیا ہو سکتے ہیں؟ اس لیے کہ کل ما فی الکونین من نورہٖ علیہ الصلوٰۃ والسلام، جو کچھ کونین میں ہے۔ سب حضورؐ کے نور پاک سے ہے۔ اس پر ایک حدیث عبد الرزاق اپنی سند سے نقل فرماتے ہیں۔ جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اُس میں یہ بتایا گیا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ لوح و قلم جنت، دوزخ، فرشتے، آسمان، زمین، چاند، سورج، جن و انس، عرش و کرسی، ملائکۃ المقربین، حملۃ العرش، نور ابصار مومنین، نور قلوب صالحین، معرفت و توحید، کروبیان عرش، ارواح خلائق، نعمات دنیا، ارواح

انبیاء و شہداء ، سعداء سب کی تخلیق ہمارے نور سے کی گئی ۔ اُس کے بعد تخلیق آدم فرما کر اُس میں ہمارا نور جلوہ گر ہوا ۔ اور وہاں سے منتقل ہو کر جبین شیث علیہ السلام میں آیا۔
اصل حدیث جسے دیکھنی ہو ۔ وہ شرح عمر پوتی میں دیکھئے ، وللہ الحمد۔

۵۳ فَاِنَّہٗ شَمْسُ فَضْلٍ ھُمْ کَوَاکِبُھَا
یُظْھِرْنَ اَنْوَارَھَا لِلنَّاسِ فِی الظُّلَمِ

حلّ لغات فَاِنَّہٗ ۔ ضمیر راجع الیہ علیہ السلام ۔ پس تحقیق وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ۔ شَمْس ۔ سورج ہیں ۔ فَضْل ۔ فضل الٰہی کے ۔ ھُم ۔ ضمیر راجع الی الانبیاء علیھم السلام ۔ اور وہ تمام انبیاء ۔ کَوَاکِبُھَا ۔ جمع کوکب یعنی نجوم و اقمار ۔ ستارے ہیں ۔ یُظْھِرْنَ ۔ مضارع جمع مؤنث ۔ ظاہر کرتے رہے ۔ اَنْوَارَھَا ۔ جمع نور ، اپنی روشنیوں کو ۔ لِلنَّاسِ ۔ لوگوں پر ۔ فِی الظُّلَمِ ۔ جمع ظلمت ۔ تاریکی تاریکیوں میں ۔

ترجمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آفتاب فضل الٰہی ہیں ۔ اور تمام انبیاء کرام اس آفتاب نبوت سے مستنیر ہونے والے ستارے جو لوگوں پر اپنی نصیحتوں ، ہدایتوں کی روشنی زمانہ تاریک میں دکھاتے ہیں ۔

شرح اس بیت میں وجہ اتصال انبیاء حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ظاہر فرمائی ۔ اور فرمایا ۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آفتاب فضل و کمال ہیں ۔ اور انبیاء علیہم السلام اُس آفتاب کے اقمار و کواکب ۔ جیسے قمر غیبوبت شمس رسورج کے غائب ہونے ، کے وقت شمس سے استفادۂ نور کر کے شب تاریک میں روشنی پھیلاتا ہے ۔ اسی طرح انبیاء کرام روح پر فتوح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے قبل ظہور وجود با جود خلق میں نور ہدایت پھیلا کر رہنمائی فرماتے رہے ۔ اور جب حضور جلوہ آراء عالم کون ہو گئے ۔ تو جس طرح چاند طلوعِ شمس کے بعد چھپ جاتا ہے ۔ اسی طرح تمام انبیاء کرام جلوۂ نور محمدی میں محو ہو کر اُس کی طرف رجوع ہو گئے ہے

عرش کی عقل دنگ ہے چرخ میں آسمان ہے

جانِ مراد اب کدھر ہائے ترا مکان ہے

عرش پہ جاکے مرغِ عقل تھک کے گرا غش آگیا

اور ابھی منزلوں پرے پہلا ہی آستان ہے

عرش پہ تازہ چھیڑ چھاڑ فرش میں طرفہ دھوم دھام

کان جدھر لگائیے تیری ہی داستان ہے

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو

جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

علامہ قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں اسماء محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں شمس بھی حضورؐ کا نام بتایا ہے۔ حیث قال واما الشمس نسمی بھا صلی اللہ علیہ وسلم لکثرۃ نفعہ وعلو رفعتہ وظھور شریعتہ وجلالۃ قدرہ وعظم منزلتہ لانہ بحاط بکالہ حتی لا یسع الرائی ان ینظر الیہ ملئ عینہ اجلالا لہ کما ان الشمس فی الرتبۃ ارفع من انواع الکواکب لانھا فی السماء الرابعۃ والانتفاع بھا اکثر من غیرھا کما لا یخفی وایضا انما کان سائر الکواکب یستمد من نورھا ناسب تسمیۃ صلی اللہ علیہ وسلم بھا لان نور الانبیاء استمد من نورہٖ علیہ السلام ۱۰ انتہی۔

فرماتے ہیں شمس حضورؐ کا نام پاک یوں ہے کہ علوِ رفعت ظہورِ شریعت جلالت قدرت عظم منزلت میں حضورؐ کا وہ مقام ہے کہ احاطہ کمال کرنا محال ہے حتیٰ کہ دیکھنے والا آنکھ بھر کر حضورؐ کے جلال وجمال کا مشاہدہ نہیں کر سکتا۔ جس طرح سورج اپنے رتبہ میں سب سے بلند ہے۔ اور آسمانِ چہارم سے نور بیزی کرتا ہے۔ اور جس قدر اس سے انتفاع حاصل ہوتا ہے۔ کواکب واقمار سے نہیں۔ اسی طرح ذاتِ قدسی صفات جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے کہ تمام انبیاء کرام مثل کواکب اس شمس فضل و کمال سے مستنیر ہوتے ہیں۔ تو حضورؐ کا نام مبارک شمس مناسب ہے۔ اور حضورؐ اسم

باسمٰی ہیں سے

سب نبی نور ہیں لیکن ہے تفاوت اتنا

نیّرِ نور ہو تم سارے نبی تاروں میں

اب یہ سوال کہ تمام انبیاء کرام حضورؐ کے نورِ پاک سے کس کس صورت میں مستفید و مستفیض ہوئے۔ اُس کی تفصیل میں علامہ خرپوتی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بسیط بحث فرمائی ہے جس کا خلاصہ مفہوم یہاں منقول ہے۔

فرماتے کہ تمام انبیاء کرام حضورؐ کے ظہور سے قبل اپنے فضل و کمال کا مظاہرہ فرماتے رہے۔ لیکن جو کچھ اُن سے ظاہر ہُوا۔ وہ سب ہمارے حضور سیدیوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کے نورِ پاک کے فیضان کا ظہور تھا۔ مثلِ غیوان یتقص من نور؟ شمس[1]۔ اور سب سے اوّل جو فیضان نورِ محمدی ظاہر ہُوا۔ وہ آدم علیہ السلام میں ہُوا۔ جب کہ انھیں حضرت جلت و جہٗ تبارک و تعالیٰ عزّ اسمہٗ نے اپنا نائب بنا کر تعلیم اسماء فرمائی۔ اور مقام جوامع الکلم محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے نوازا۔ اور آدم علیہ السلام نے ملائکہ پر وہ علم الٰہی ظاہر کیا۔

حتیٰ کہ تمام مخلوقِ انسانی کا ظہور ہُوا۔ اور اصلاب و انساب بدلتے بدلتے زمانہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم آیا۔ تو جب حضورؐ مثل سورج کے جلوہ آرا ہو گئے۔ تو نورِ محمدی میں تمام انوار محو ہو گئے۔ اور تمام نبوتیں تحت لواءِ رسالتِ محمدیہ آ گئیں۔

غرض کہ کسی نبی کو کوئی کمال و کرامت عطا نہ ہُوا۔ لیکن حضورؐ کو وہ کمال ملا ہُوا تھا چنانچہ اگر آدم صفی علیہ السلام کی ولادت ید قدرت کے ساتھ ہوئی۔ تو حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا شرح صدر فرما کر اس میں ایمان و حکمت اور خلق نبوی پُر کیا گیا۔

اور سجود ملائکہ جو آدم علیہ السلام کو ہوا اس کی وجہ ہمارے حضورؐ کا نورِ پاک تھا جو آدم علیہ السلام کی جبین میں مستنیر تھا۔ اور اگر آدم علیہ السلام کو علم الٰہی عطا ہُوا۔ تو ہمارے حضورؐ کو علم الٰہی و مسمیات عطا کیا گیا۔ اور یہ امر واقعہ ہے کہ اسماء سے مسمیات کا علم اعلیٰ ہے۔

---

[1] اس طرح کہ آپ کے نورِ مبارک میں کچھ کمی نہ ہوئی۔

اور ادریس علیہ السلام کو اگر مکانا علیا کی رفعت عطا ہوئی۔ تو ہمارے حضورؐ کو اس مکان کی رفعت عطا کی گئی۔ کہ آج تک کوئی اس رفعت تک نہیں پہنچا، جسے معراج کہتے ہیں۔

اور نوح علیہ السلام کو اگر مع اُن کے متبعین کے طوفان سے نجات دی گئی۔ تو ہمارے حضور روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے لیے یہ شرف عطا ہوا۔ کہ دنیا میں وہ عذاب سماویہ سے محفوظ رہے گی اور وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ فرما کر دوامی نجات کی شہادت دے دی۔

اور سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو اگر نارِ نمرود سرد کر کے نجات دی۔ تو حضورؐ کے لیے نارِ حرب سے ہمیشہ کے لیے مصئون فرما دیا۔ اور كُلَّمَا اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ، کا مژدہ دوامی سنا دیا۔ اور لیلۃ المعراج میں حضورؐ کو بحر النار سے عبور کرایا۔ اور ہر قسم کی تکلیف وحرارت سے مامون رکھا۔ اور اگر انہیں مقامِ خلّت سے نوازا۔ تو ہمارے حضورؐ کو اس سے اعلیٰ مقام مقامِ محبت دے کر حبیب بنایا۔ اور اگر ابراہیم علیہ السلام کو کسرِ اصنامِ نمرودی کی فضیلت دی۔ تو ہمارے حضورؐ کو مکہ کی فتح عطا فرما کر تین سو ساٹھ بتوں سے کعبہ پاک فرمانے کی عزت عطا فرمائی۔

اور اگر موسیٰ علیہ السلام کو معجزہ عصا عطا فرما کر لکڑی کا سانپ بنا دیا۔ تو ہمارے حضورؐ کے لیے بلا عصا یہ منصب جلیل مخصوص رکھا چنانچہ جب ابوجہل نے حضورؐ کو پتھر سے شہید کرنے کا ارادہ کیا۔ اور وہ حضورؐ کے قریب گیا۔ تو اس نے حضورؐ کے دونوں شانہ ہائے اقدس پر دو اژدہا دیکھے۔ جس سے سراسیمہ واپس بھاگ کر اپنی جماعت میں پناہ گزین ہوا۔

اور اگر موسیٰ علیہ السلام کو یدِ بیضا عطا ہوا۔ تو حضورؐ کو وہ نور عطا ہوا۔ کہ لیل مظلم (اندھیری رات) میں چمکتا، اور چہرۂ زیبا اقدس کے مقابلہ میں چاند سیاہ معلوم ہوتا۔

اور اگر موسیٰ علیہ السلام کو انفلاقِ بحر کا معجزہ ملا۔ تو ہمارے حضورؐ کو انشقاقِ قمر کا ایسا معجزہ

۱ے اور اللہ تعالیٰ انہیں عذاب نہیں کرے گا جب تک اے محبوب! تم ان میں تشریف فرما ہو (پ ۹ ع ۱۸)

۲ے جب کبھی لڑائی کی آگ بھڑکاتے ہیں اللہ اُسے بجھا دیتا ہے۔ (پ ۶ ع ۱۲)

عطا ہوا۔ کہ موسیٰ علیہ السلام کا تصرف زمین پر رہا۔ اور حضورؐ کا تصرف آسمان پر کرایا۔ جو اُس سے بداہتہً افضل ہے۔

اور موسیٰ علیہ السلام کو اگر اجابت دعوت کا منصب ملا۔ تو ہمارے حضورؐ کو اتنی وسیع مقبولیت عطا ہوئی۔ جس کا احصا ہونا ممکن ہے انشاء اللہ مختصر ذکر اپنے اپنے مقام پر آئے گا۔ اور اگر تفجر ماءِ من الحجارہ (پتھر سے پانی نکلنے) کا معجزہ موسیٰ علیہ السلام کو ملا۔ تو ہمارے حضورؐ کو تفجر ماءِ من بین اصابعہ (انگلیوں سے پانی نکلنا) عطا ہوا۔ اور اگر موسیٰ علیہ السلام کو طور پر کلام کا شرف عطا ہوا۔ تو ہمارے حضورؐ کو لیلۃ الاسرا میں زیادہ دنو (قرب) مقام سے ممتاز فرما کر فاوحٰی الی عبدہ ما اوحٰی کا شرف خاص بخشا۔ اس میں ظاہر فرق ہے۔ کہ موسیٰ علیہ السلام کا مقام کلام طورِ سینا تھا۔ اور حضورؐ کا مقام سماوات علیٰ سے سدرۃ المنتہیٰ اور اگر ہارون علیہ السلام کو کمال فصاحت بخشا۔ تو ہمارے حضورؐ کو افصح جمیع بنی آدم بنایا۔ اور اگر یوسف علیہ السلام کو حسن صبیح عطا کیا۔ تو ہمارے حضورؐ کو ملیح الحسن اور تمام کمالات حسن کا منبع بنایا۔ اور اگر یوسف علیہ السلام کو تعبیر رؤیا (خوابوں کی تعبیر) کا علم عطا فرمایا۔ تو ہمارے حضورؐ کو اس قدر علوم سے نوازا۔ کہ اس کا شمار محال۔ اور اگر داؤد علیہ السلام کو تلیین حدید (لوہا نرم ہونے) کا معجزہ دیا۔ تو ہمارے حضورؐ کو اس سے کہیں زیادہ عطا ہوا کہ لکڑی کو لوہے کی تلوار بنایا! اور انقلاب اعیان (حقیقت کو تبدیل) کر دکھایا۔ اور پتھر کے دل میں نقش یاد اقدس اتارا۔ اور اگر سلیمان علیہ السلام کو جنود لشکر جن کا سردار بنایا۔ تو ہمارے حضورؐ کو جنود ملائکہ کا حاکم کیا۔ اور اگر عیسیٰ علیہ السلام کو ابراء اکمہ وابرص واحیاء موتیٰ (پیدائشی اندھے اور برص والے کو شفا اور مردوں کو زندہ کرنے) کا معجزہ ملا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے کہیں زیادہ کمالات عطا ہوئے۔ کہ نکلی ہوئی آنکھ ٹھکانے پر رکھ کر روشن فرمائی۔

حضرت معاذ بن عفراء رضی اللہ عنہ کی بیوی کو برص ہوا۔ انھوں نے حضورؐ سے عرض کیا۔ حضورؐ نے اُن پر ہاتھ پھیرا۔ تو وہ تندرست ہو گئیں اور احیاء موتیٰ کا قصہ واقعہ ابن جابر میں پہلے مذکور ہو چکا۔ اور حضورؐ کے کمالات کے ساتھ یہ ذکر اُن کا عشر عشیر بھی نہیں ہے

مولای صل وسلم دائما ابدا علی حبیبک خیر الخلق کلہم

۱؎ اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی (ف ۵)

۵۴

اَکْرِمْ بِخَلْقِ نَبِیٍّ زَانَہٗ خُلُقٌ
بِالْحُسْنِ مُشْتَمِلٍ بِالْبِشْرِ مُتَّسِمٖ

حلِ لغات اکرم ۔ فعل تعجب، صیغۂ امر حاضر، فاعل مستتر۔ راجع الی اللہ۔ ای ما۔ اکرم اللہ، کیا بلند کیا اللہ نے ۔ بخلق نبیٍ۔ بانا شدہ ۔ والخلق بمعنی الذات، والتنوین للتعظیم، ذات اور ظاہر تخلیق محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ زانہ ۔ صفت لنبی، از زینت، اور مزین کیا اُس کو۔ خُلُقٌ ۔ جمع خلق، بمعنی صفت و سیرت یعنی شمائل مبارک حسن خلق اور سیرت پاک نے ۔ بالحسن۔ الف لام لاستغراق یعنی جمیع انواع الحسن مقصود علیہ السلام۔ جو تمام اقسام حسن پر۔ مُشْتَمِلٍ ۔ از اشتمال، یعنی احاطہ از شمل بمعنی جمع واحاطہ، حاوی ہے۔ بالبشر۔ بشر بکسر الباء تحرکِ بشرۃ الوجہ عند السرور والبشاشہ۔ اور تمام مسرتوں اور بشاشتوں ۔ مُتَّسِمٖ ۔ اسم فاعل از اتسام بمعنی اتصاف از وسم یعنی علامت، کے ساتھ متصف ہے۔

ترجمہ ہمارے حضورؐ کی جسمانی ساخت اللہ نے کس قدر دل آویز بنائی۔ اور اُس کو خوش اخلاقی نے کیسی زینت دی۔ کہ چہرۂ زیبا سے آثارِ مسرت و بشاشت ظاہر ہیں۔

شرح

سر تا بقدم ہے تنِ سلطانِ زمن پھول!
لب پھول، دہن پھول، بدن پھول، ذقن پھول

قرآن کریم میں اسی وجہ منیر کی تعریف میں ارشاد ہے۔ نور علی نور اور مثل نورہٖ کمشکوٰۃ فیہا مصباح۔ گویا حضورؐ کا حسن ظاہری خلق باطنی کے ساتھ ایسا مقرون ہے کہ تمام خوبیوں اور دل آویزیوں پر حاوی ہے بات ہے تو ایسی کہ جس کی بات نہیں۔ اور خلق ہے تو ایسا کہ جس کا جواب نہیں۔ چنانچہ حضورؐ کے حسن ظاہری اور خلق و سیرت میں احادیث مشہورہ کثرت سے وارد ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ما رأیت

شیئاً احسن من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان الشمس تجری فی وجہہ واذا ضحک یتلالاء فی الجدر۔ میں نے حضورؐ سے زیادہ حسین کسی کو نہ دیکھا۔ یہ معلوم ہوتا ہے۔ گویا سورج وجہ منیر پر قربان ہو رہا ہے اور جب تبسم فرماتے۔ تو در و دیوار پر دندان مبارک کی جھلک پڑتی۔

اور حضرت ام معبد بعض اوصاف حسن میں فرماتی ہیں۔ کہ حضورؐ دور سے اجمل الناس نظر آتے۔ اور قریب سے احلیٰ واحسن حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں۔ کہ بس آخر توصیف یہ کی جا سکتی ہے۔ کہ پہلی ملاقات میں ہر کس و ناکس پر حضورؐ کی ہیبت طاری ہوتی۔ اور کچھ دیر کلام کر کے یہی کہتا نظر آتا۔ کہ لم ار قبلہ ولا بعدہ مثلہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے آج سے پہلے اور قیامت تک حضورؐ کا مثل ملنا محال ہے ؎

کروں تیرے نام پہ جان فدا نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں
ترا قد تو نادر دہر ہے، کوئی مثل ہو، تو مثال دے
نہیں گل کے پودوں میں ڈالیاں کہ چمن میں سرو چماں نہیں
نہیں جس کے رنگ کا دوسرا نہ تو ہے کوئی نہ کبھی ہوا!
کہو اس کو گل کہے کیا بنے کہ گلوں کا ڈھیر کہاں نہیں

حضرت عبد اللہ بن حارث فرماتے ہیں۔ ما رأیت احدا اکثر تبسما من رسول اللہ صلی اللہ علیہ السلام۔ میں نے کسی کو حضورؐ سے زیادہ خندہ پیشانی نہیں دیکھا۔ کہ دیکھنے والے کا غم غلط ہو جاتے۔

مولای صل وسلم دائما ابداً
علی حبیبک خیر الخلق کلھم

یہ بیت مبارک چوتھا ان ابیات کا ہے۔ جس کو سن کر سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اظہار پسندیدگی کے لیے تمایل فرمایا۔ اس بیت مبارک کا کم از کم تین بار دھرانا قاری قصیدہ پر لازمی ہے۔

كَالزَّهْرِ فِي تَرَفٍ وَالْبَدْرِ فِي شَرَفٍ
وَالْبَحْرِ فِي كَرَمٍ وَالدَّهْرِ فِي هِمَمٍ

(۵۵)

حلِّ لغات کالزھر۔ ک تشبیہی، زہر شگوفہ، مثل کلی گلاب کے۔ فی ترف۔ سرسبزی، سرسبز ڈالیوں ہیں۔ والبدر۔ واؤ عطف، اور ماہِ کامل اور مثل چاند کے۔ فی شرف۔ بلندی میں۔ والبحر فی کرم۔ اور دریا صفت کرم میں۔ والدھر۔ بمعنی ابد۔ یا زمانہ، اور دوامی ہیں۔ فی ھمم۔ اپنی ہمتِ عالیہ ہیں۔

ترجمہ ہمارے حضورؐ کی ذاتِ گرامی تازگی اور لطافت ہیں مثل شگوفہ ہے بلندی و عظمت میں مثل ماہ کامل کے ہے۔ سخاوت میں مثل بحرِ ناپیدا کنار، عالی ہمتی میں دوام اور زمانہ کی مانند۔

شرح یعنی حضور سیدِ یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی نظافت و لطافت میں مثل اُس شگوفہ کے ہے۔ جو سرسبز ڈالیوں میں چمکتا ہے۔ اور علو رفعت و مرتبت میں مثل ماہِ کامل کے ہے۔ جو چودھویں شب قمری کو طلوع ہوتا ہے۔ اور فیضِ عمیم سخاءِ عظیم میں مخلوق کی نفع رسانی کے لیے مثل اُس دریا کے ہے جو جواہرات اور موتیوں سے دنیا کو مالا مال کر دیتا ہے۔ اور ہمتِ عالی میں اس قدر پختہ ہے۔ کہ زمانہ کی طرح ادلِ لیل و نہار کی ورق گردانی کے باوجود اسی شان سے یکساں کرم گستر ہے۔ زمانہ کی ادنیٰ شان ہے۔ کہ ہر ناقص کو اُس کے غایت کمال تک پہنچاتا ہے۔ اور ممکنات کو ظہور میں لاتا ہے۔ عجائب و غرائب امور کا مظاہرہ کرتا ہے یہی شان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ کہ ہر مستفیض کو اُس کے ظہور و بطون کے کمال تک پہنچاتے اور بشر کو ملائکہ سے افضل بناتے ہیں۔ حقیقتاً اگر دیکھا جائے۔ تو یہ تمام تشبیہات سے ایک صورت سمجھا لے کی مقصود ہے۔ کہ مخاطب کی قریب الفہم مثال سے تسکین ہو سکے۔ ورنہ حضورؐ کی ذاتِ پاک کو ان تشبیہات سے کیا نسبت؟

ہیں وہ شاعر نہیں جو چاند کہہ دوں روئے انور کو
ہیں اُن کے ناخن پا پر قمر قربان کرتا ہوں

یہ تمام عالم اور اس کی تمام موجودات اُن کے وجود باجود کی ایک ادنیٰ نچھاور ہے۔ بلکہ ؎

وُہ خلد جس میں اُترے گی ابرار کی برات　　اونیٰ نچھاور اس میرے دولہا کے سر کی ہے
اتنا عجب بلندی جنت پر کس لیئے　　دیکھا نہیں کہ بھیک یہ کس اونچے گھر کی ہے

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ؎

له راحة لوان معشار جودها　　على البر كان البر اندى من البحر
له همم لا منتهى لكبارها　　وهمته الصغرى اجل من الدهر

اسی وجہ میں حدیث انس میں مرفوعاً مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ انا اجود بنی آدم ہم تمام بنی آدم سے زیادہ سخی ہیں۔

اور ایک روایت میں مسلم شریف سے منقول ہے۔ ما سئل عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شیئًا الا اعطاہ فجاء رجل فاعطاہ غنما بین جبلین فرجع الی قومہ فقال یا قوم اسلموا فان محمدا یعطی عطاء من لا یخاف الفقر۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے کبھی کچھ نہ مانگا۔ مگر اُسے عطا فرمایا۔ ایک بار ایک شخص حاضر ہوا۔ اور اُس نے بکریوں کی طلب کی۔ تو حضورؐ نے دو پہاڑوں کے مابین جس قدر بکریاں تھیں۔ سب عطا فرما دیں۔ وہ جب اپنی قوم میں آیا۔ تو پکارا اے لوگو! مسلمان ہو جاؤ۔ اس لیے کہ وہ معطی کونین ایسی عطا فرماتے ہیں۔ جس کے بعد تنگدستی کا خطرہ ہی نہیں رہتا۔

ایک روایت میں ہے۔ اعطی صفوان یوم حنین وادیا مملوًا ابلا وغنمًا۔ وہ حنین کے موقعہ پر حضرت صفوان کو ایک جنگل اونٹ اور بکریوں کا عطا فرمایا۔

ابن جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ؎

هذا الذى لا يتقى فقرا اذا　　يعطى ولو كثر الانام وداموا
ودهن الانعام اعطى آملا　　فتحيرت لعطائه الاوهام

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بخاری شریف میں ہے۔ کہ حضورؐ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اتنا سونا چاندی عطا فرمایا کہ آپ میں اُس کے اُٹھانے کی طاقت

نہ تھی سے

مرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا　　دریا بہا دیئے ہیں دُر بے بہا دیئے ہیں

مولایٔ صلِّ وسلِّم دائماً ابداً　　علیٰ حبیبک خیرِ الخلق کلّھم

(۵۶)

کَاَنَّہٗ وَھُوَ فَرْدٌ وَّفِیْ جَلَالَتِہٖ
فِیْ عَسْکَرٍ حِیْنَ تَلْقَاہُ وَفِیْ حَشَمِ

حلِّ لغات کَاَنَّہٗ۔ برائے تشبیہ و تحقیق للظن ہ ضمیر راجع بحضور صلی اللہ علیہ وسلم، گویا کہ وہ ہستی مقدس۔ وَھُوَ۔ درحقیقت وَھُوَ ہے، ضرورت شعری کے لیے ہائے ہوز ساکن کی گئی، واو حالیہ، اور وہ۔ فَرْدٌ۔ بمعنی منفرد یکتا ہیں۔ فِیْ جَلَالَتِہٖ۔ جلالت بمعنی مہابت و عظمت، شان مہابت و عظمت ہیں۔ فِیْ عَسْکَرٍ۔ اپنے لشکر ہیں۔ حِیْنَ۔ جب کہ۔ تَلْقَاہُ۔ مضارع مخاطب من الملاقات۔ ملتا ہے اس سے۔ وَفِیْ حَشَمِ۔ اور حشمت ہیں۔

ترجمہ جب حضورؐ تنہا ہوں۔ تو دیکھنے والے کو یوں نظر آئیں۔ کہ لشکر کے انبوہ میں ہیں۔

شرح گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جلال و عظمت میں ایسے یگانہ ہیں۔ کہ جب تو اُن سے ملے۔ تو تجھے ایسا معلوم ہو۔ کہ حضورؐ ایک زبردست لشکر میں جلوہ افروز ہیں۔ اس امر کے ظاہر کرنے کی یوں ضرورت تھی، کہ ابتدائی بیتوں میں حضورؐ کی خندہ پیشانی، خوش خلقی کا اس قدر مظاہرہ فرمایا جا چکا ہے۔ کہ سننے والا یہ شبہ کر سکتا تھا۔ کہ حضورؐ کا رعب حضورؐ کے خلقِ عظیم کی وجہ سے کسی پر نہیں تھا۔ اس لیے اس بیت میں بتایا۔ کہ جہاں خلقِ عظیم اور خندہ پیشانی کی شان حضورؐ میں تھی۔ وہاں رعب و داب شاہی بھی یہ تھا۔ چنانچہ ابوجہل کے پاس ایک یتیم تھا۔ اور اُسکا تمام مال ابوجہل کے قبضہ میں تھا۔ یہ یتیم جب اپنا مال لینے ابوجہل کے پاس آیا۔ تو ابوجہل نے اُسے دھکے دے کر نکال دیا۔ اور کچھ نہ دیا۔ یتیم مایوس ہو کر جب لوٹا۔ تو اکابر قریش نے اس سے کہا۔ قل لمحمدؐ لک

یشفع۔ حضورؐ سے عرض کرو وہ اگر سفارش فرمائیں گے۔ تو تیرا کام بن جائے گا۔ اور انھوں نے یہ استہزاءً کہا تھا۔ ورنہ جانتے تھے۔ کہ ابوجہل جو حضورؐ کا جانی دشمن تھا۔ وہ سفارش کیا مانے گا؟ اور یہ بھی جانتے تھے۔ کہ حضورؐ کی خدمت میں اگر اُس نے عرض کی۔ تو حضورؐ اسے مایوس نہ فرمائیں گے۔ اس لیے کہ ؎

نہ رفت لا بزبان مبارکش ہرگز — مگر با شہد ان لا الٰہ الا اللہ

عرض کر وہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضورؐ علی الفور اُس یتیم کے ساتھ ابوجہل کے پاس تشریف لے گئے۔ ابوجہل نے حضورؐ کو تشریف لاتے دیکھ کر تعظیم کی۔ اور سر و قد کھڑا ہو گیا۔ حضورؐ نے یتیم کی سفارش کی۔ ابوجہل نے سب مال یتیم کو دے دیا۔ تو قریش نے ابوجہل کو شرمایا۔ اور کہا اصبوت کیا تو نے مذہب بدل لیا۔ تو ابوجہل کہنے لگا۔ لا واللہ ماصبوت ولکن رأیت عن یمینہ وعن یسارہ حربۃ فخفت ان لم اجبہ یطعننی۔ ذکرہ شیخ زادہ فی سورۃ الماعون۔ خدا کی قسم میں نے مذہب نہیں بدلا، لیکن میں نے حضورؐ کے دائیں بائیں برچھی بردار دیکھے تو مجھے اس امر کا خوف ہوا اگر میں تعمیل نہ کروں گا۔ تو یہ برچھیوں سے مجھے مار دیں گے۔ شیخ زادہ نے سورۃ ماعون میں بھی اس کو نقل فرمایا۔

دوسری ایک روایت ہے۔ کہ مکہ معظمہ میں ایک پہلوان رکانہ نامی اکفر تھا۔ جو فن پہلوانی میں ماہر تھا۔ اور دُور دُور سے لوگ اُس کے پاس کشتی سیکھنے آتے اور بڑے بڑے جو شہ زور ہوتے اور یہ غالب آتا۔ ایک روز حضورؐ مکہ کی ایک گھاٹی سے تشریف لے جا رہے تھے۔ کہ رکانہ نظر آیا۔ حضورؐ نے فرمایا۔ یارکانۃ الا تتقی اللہ وتقبل ما ادعوک الیہ۔ اے رکانہ کیا تو اللہ سے ڈر کر وہ دعوت قبول نہیں کرتا جس طرف میں تجھے بلاتا ہوں۔ تو رکانہ نے عرض کی یا محمدؐ ھل من شاھد علی صدقک حضورؐ آپ کی نبوت پر کوئی شاہد ہے۔ حضورؐ نے فرمایا اگر میں تجھے پچھاڑ دوں تو کیا تو ایمان لا سکتا ہے؟ چونکہ رکانہ کو اپنی قوت پر ناز تھا۔ فوراً کہنے لگا۔ اگر آپ مجھے پچھاڑ دیں، تو بے شک میں مان لوں گا۔ حضورؐ نے اُسے تیار کیا۔ اور پاس تشریف لے جا کر اُسے ایک ہی پکڑ میں چت کر دیا، رکانہ متعجب ہوا۔ اور دوبارہ

کشتی کے لیے عرض کی۔ حضورؐ نے دوبارہ بھی گرا دیا۔ پھر اُس نے سہ بارہ عرض کی۔ حضورؐ نے سہ بارہ بھی اُسے پچھاڑ دیا۔ رکانہ سخت متعجب ہوکر رہ گیا۔ اور یہ کہتا ہوا چل دیا۔ ان شانك عجیب۔ آپ کی بھی عجیب شان ہے کہ کسی فن میں کسی سے کم نہیں۔ (رواہ الحاکم فی المستدرك)

۵۷
كَاَنَّمَا اللُّؤْلُؤُ الْمَكْنُوْنُ فِيْ صَدَفٍ
مِنْ مَّعْدِنَىْ مَنْطِقٍ مِّنْهُ وَمُبْتَسَمِ

حل لغات کانما۔ کاَن برائے تشبیہ ما۔ کافہ عن العمل۔ گویا کہ وہ۔ اللؤلؤ۔ الدر ابیض، چمکتا موتی۔ المکنون۔ المستور والمصون المحفوظ، پوشیدہ ہے۔ فی صدف۔ الصدف حیوان من حیوان البحر۔ اپنی سیپ میں۔ من معدنی۔ صیغہ تثنیہ معدنین۔ نون آخری حذف ہوا۔ بوجہ اضافت معدن، بکسر الدال، محل العدن بمعنی اقامہ، دو کانوں سے۔ منطق۔ منطق ھو القلب واللسان، قلب اور زبان سے۔ منہ۔ اُس سے۔ مبتسم۔ معدن الابتسام ھو الفم۔ دھن مبارک۔

ترجمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گویائی اور تبسم کے معدن یعنی لب و دندان مبارک کی تشبیہ اُس دُرِ شاہوار سے ہوسکتی ہے جو صدف میں پوشیدہ ہے۔

شرح

فمن لؤلؤ یبدیہ عند ابتسامہ
ومن لؤلؤ عند الکلام تساقط

ناظم نامہ فرماتے ہیں۔ کہ گویا موتی جو اپنی صدف میں پنہاں ہے اور ابھی تک باہر آکر ہاتھوں میں میلا نہیں ہوا۔ اپنی چمک دمک میں اُن گوہروں کے مشابہ ہے۔ جو دو معدنوں سے نکلا ہو جن میں ایک کان حضورؐ کی زبان مبارک ہے، دوسری لب ہائے مبارک جن سے دُرِ دندان کی تابانی ظاہر ہوتی ہے۔

خلاصہ یہ کہ وہ موتی جو ابھی صدف سے نہیں نکلا، وہ اپنی تابانی میں حضورؐ کے کلام

اور دردندال سے مشابہ ہے۔ اگرچہ دندانِ مبارک کی صفائی کو نہیں پہنچ سکتا۔

علامہ حیاتی شرح التحفہ میں لکھتے ہیں، کہ صدف دریائی جانوروں میں سے ایک جانور ہے، جو اکثر دریا ہند اور چین میں پایا جاتا ہے۔ جب کہ شہر نیسان آتا ہے، یعنی کنوار کا مہینہ تو یہ سمندر کی سطح کی طرف آکر ابرِ نیسان کا منتظر رہتا ہے، اور جب بارشِ نیسان برستی ہے اپنا منہ کھول دیتا ہے۔ اگر اس کے منہ میں ایک قطرہ گرا۔ تو یہ قطرہ اس کے پیٹ میں نہایت قیمتی موتی بن جاتا ہے۔ اس موتی کو دریتیم کہتے ہیں۔

اور اگر دو قطرے گریں تو ان کو اخوان کہتے ہیں، یہ دریتیم سے کم قیمت ہوتا ہے۔ اور اگر اس سے زیادہ قطرات گریں۔ تو عام موتیوں کی قیمت کے موتی بنتے ہیں۔ جن کی خاص ممتاز قیمت نہیں ہوتی پھر یہ صدف قعرِ دریا میں جاکر مثل درخت کے ایک جگہ جم جاتا ہے۔ اور پتھر کی صورت میں بدل کر سیپ ہو جاتا ہے۔

اس بیت مبارک میں دہن اقدس کو صدف سے تشبیہ دے کر دُرِ دندانِ مبارک کو موتی سے استعارہ فرمایا۔ اور دو معدن اس لیے فرمائے کہ کلام درحقیقت پہلے دل میں پیدا ہوتا ہے۔ پھر زبان پر آتا ہے جیسا کہ اخطل نے کہا ہے ؎

ان الکلام لفی الفؤاد وانما

جعل اللسان علی الفؤاد دلیلا

تو خلاصہ مفہوم یہ ہوا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم غایت بشاشت اور نہایت لطافت اور کافی مہابت کے باوجود غلیظ القلب نہ تھے۔ بلکہ جب دیکھنے والا ایک نظر دیکھے تو یہی کہتا پھرے ع

بجیر تم کہ عجب تیر بے کماں زدۂ

اور کلام مبارک فرماتے ہوئے دُرِ دنداں کی جھلک ایسی نکلتی ہے جیسے دُرِ مکنون اپنے صدف میں جھلک مار رہا ہے۔ اور فم مبارک حفظِ کلام میں مثل صدف مقبول بین الانام ہے۔

صاحب زبدہ فرماتے ہیں، کہ بعض صالحین نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

کو خواب میں دیکھا۔ کہ حضورؐ کی نعت میں یہ بیت اور اس سے پہلے بیت
پڑھ رہے تھے ؎

مولای صل وسلم دائما ابدا　　علی حبیبك خیر الخلق كلهم

لَا طِیْبَ یَعْدِلُ تُرْبًا ضَمَّ اَعْظُمَهٗ
طُوْبٰی لِمُنْتَشِقٍ مِّنْهُ وَمُلْتَثِمِ

(۵۸)

حل لغات لا طیب۔ نہیں ہے کوئی خوشبو۔ یعدل۔ مضارع از عدل مساوات،
برابر۔ تربا۔ بالضم مٹی، اُس مٹی کی خوشبو کے۔ ضم۔ جس سے مس
کر رہی ہیں۔ اعظمہٗ۔ جمع عظام، ہڈی۔ استخوانہا، مبارک۔ طوبٰی۔ مبارک ہو۔
لمنتشق۔ از استنشاق، سونگھنا، اُس کے لیے جس نے سونگھی۔ منہ۔ خوشبو
اُس سے۔ وملتثم۔ از التثام چومنا، اور چوما اُس کو۔

ترجمہ حضورؐ کی اُس مٹی سے بہتر خوشبو دنیا میں نہیں۔ جس مٹی سے استخوانہائے
مبارک مس کیے ہوئے ہیں۔ مبارک ہیں وہ جنھوں نے اُس خاک اقدس
کو سونگھا اور چوما۔

شرح دنیا کی کوئی خوشبو اُس خاکِ پاک کی خوشبو سے بہتر نہیں ہو سکتی جس خاک
پاک پر وہ جسدِ اطہر آرام فرما ہے، اور وہ خوش نصیب ہے۔ جس نے اُس خاکِ
پاک کو خوشبو لی۔ اور جس نے اُسے چوما اور بوسہ لیا اور یہ امر مسلم ہے۔ کہ قبر معظم محمد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم تمام روئے زمین بلکہ کعبۂ معظمہ بلکہ عرش اعظم سے بھی افضل ہے۔ اور
کیوں نہ ہو۔ احادیث شریفہ میں آیا ہے۔ کہ ہر متنفس کی پیدائش اس خاک سے ہے جس
میں وہ دفن ہوتا ہے۔ تو وہ خاکِ اطہر جس میں حضورؐ جلوہ آرا ہیں، حضورؐ کے جسدِ اطہر کا
جزو ہوئی۔ اور حضورؐ کا صدقہ تمام عالم عرش وقلم، لوح وکرسی تو نتیجہ صاف ہے۔ کہ قبر
حضورؐ تمام عالم سے افضل ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ماشممت مسکا ولا عنبرا اطیب من

سا بج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم - میں نے مشک وعنبر کی خوشبو حضورؐ کی خوشبو سے
بہتر نہ سونگھی - اور ملتثم یا لثمین کے معنی چومنے کے حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا
کے اُس مرثیہ میں پائے جاتے ہیں - جو آپ نے حضورؐ کی وفات پر کہا تھا - وھو ھذا

صُبَّتْ عَلَیَّ مَصَائِبٌ لَوْ اَنَّھَا	صُبَّتْ عَلَی الْاَیَّامِ صِرْنَ لَیَالِیَا
مَا ذَا عَلٰی مَنْ شَمَّ تُرْبَۃَ اَحْمَدٍ	اَنْ لَّا یَشَمَّ مُدَی الزَّمَانِ غَوَالِیَا

اسی بنا پر علماء کرام نے فرمایا - انّ[1] تربۃ قبرہ صلّے اللہ علیہ وسلّم
افضل من البیت والمسجد الاقصیٰ والعرش
والکرسی -

اور اس امر میں اقوال مختلف ہیں - کہ زیارتِ قبرِ مبارک واجب ہے یا سُنّت ، علماء
مالکیہ تو اسی طرف گئے ہیں - کہ زیارتِ قبرِ مبارک واجب ہے - اور اس پر عقلی نقلی دلائل
بہت سے لکھے ہیں - منجملہ اُن کے ایک دلیل یہ ہے کہ زیارتِ قبرِ مبارک تعظیماً کی جاتی ہے ،
اور حضورؐ کی تعظیم واجب ہے ، تو زیارتِ قبر واجب ہوئی - علاوہ بریں حضورؐ نے فرمایا -
من وجد سعۃ ولم یعد الی فقد جفانی ، جو زاد وراحلہ میں وسعت پاتے اور
میری طرف نہ آئے ، وہ مجھ سے جفا کرے گا -

دوسری حدیث میں ہے من حج ولم یزرنی فقد جفانی جس نے
حج کیا ، اور میری زیارت نہ کی - اُس نے مجھ پر جفا کی - اور جفا چونکہ اذی ہے ، اور
اذی بالاجماع حرام ہے - تو زیارتِ روضہ مقدس واجب ہے - اس لیے کہ ازالہ
جفا واجب ہے - اور وہ زیارت سے زائل ہوگی ، تو زیارت واجب ہوئی ، اور بعض
شوافع اور احناف اس طرف گئے - کہ زیارتِ قبرِ مبارک سُنّت ہے - چنانچہ قاضی
عیاض رحمتہ اللہ علیہ بھی یہی فرماتے ہیں - انھا سنۃ من سنن المسلمین مجمع
علیھا زیارتِ روضۂ پاک سُنّت ہے - اور اسی پر اجماع ہے - اور مسلکِ عشاق

---

[1] حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ اطہر کی مٹی بیت اللہ ، مسجدِ اقصیٰ اور عرش و کرسی
سے افضل ہے -

توبہ ہے

حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے کعبے کا کعبہ دیکھو

رکنِ شامی سے مٹی وحشتِ شامِ غربت
اب مدینہ کو چلو صبحِ دل آرا دیکھو

آبِ زمزم تو پیا خوب بجھائیں پیاسیں
آؤ جودِ شہِ کوثر کا بھی دریا دیکھو

زیرِ میزاب ملے خوب کرم کے چھینٹے
ابرِ رحمت کا یہاں زور برسنا دیکھو

واں مطیعوں کا جگر خوف سے پانی پایا
یاں سیہ کاروں کا دامن پہ مچلنا دیکھو



فصل رابع

ذکرِ میلادِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(۵۹)

اَبَانَ مَوْلِدُهٗ عَنْ طِیْبِ عُنْصُرِهٖ
یَا طِیْبَ مُبْتَدَاٍ مِّنْهُ وَمُخْتَتَمٖ

حلِّ لغات — اَبان ۔ ماضی از اِبانۃ، ظاہر کرنا ۔ ظاہر کیا ۔ مولدہٗ ۔ اسمِ ظرف مکان فاعل، جائے ولادت ۔ حضورؐ کی جائے ولادت نے ۔ عن طیب عنصرہٖ ۔ عنصر اجزاء، اجزاءِ جسم کی خوشبوؤں سے ۔ یا طیب ۔ یا علامتِ ندا، اے یا ایھا العقلاء انظروا بنظر التعجب الی طیبہ ۔ اے پاک و خوشبودار ہستی کے دیکھنے والو ۔ مبتدأ ۔ ابتداءِ ولادت میں ۔ ومختتم ۔ اور وقتِ وفات قبر میں ۔

ترجمہ — حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے ولادت نے جسدِ مبارک کی خوشبو ظاہر کی۔ سبحان اللہ! اے لوگو! دیکھو حضورؐ کی جائے ولادت اور مدفنِ اقدس دونوں کیسے پاک اور خوشبودار ہیں ۔

شرح

خوشبو یہ پیاری پیاری کس گل کی آ رہی ہے
بادِ صبا یہ کس کا مژدہ سنا رہی ہے

ابرِ بہار یک سو چھڑکاؤ کر رہا ہے
بادِ سحر خوشی میں پنکھے ہلا رہی ہے
آمد ہے کیا اُسی کی جس کا خدا ہے شیدا
فوجِ نجوم کس کے ہمراہ آ رہی ہے
ہر جا ترانہ سنجی صلِ علی النبیؐ کی
حبِ نبی دلوں پر کیا رنگ لا رہی ہے

اس بیت مبارک میں ناظم نا ہم اُس جانِ عالم رحمتِ مجسّم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے قبل کے حالات شروع فرما کر ایک طرزِ خاص کا ذکرِ میلاد بیان فرما رہے ہیں۔ اور اُس کی ابتداء یوں کرتے ہیں۔ کہ حضورؐ کے زمانۂ ولادت نے ایسے ایسے امورِ غریبہ و کراماتِ عظمیٰ کا مظاہرہ کیا۔ کہ آپ کے حسنِ ابتداء اور خوبیٔ خاتمہ دونوں واضح ہو گئے ۔

باطیب مبتدا منزہ ومختتم ہیں حضورؐ کے زمانۂ ولادت اور زمانۂ رحلت دونوں کی خوبی بیان کر رہے ہیں۔

اور کہہ رہے ہیں۔ کہ اے جانِ عالم تیرے فضائل کا کیا کہنا۔ تو تمام زمانوں سے افضل ہے۔ سورۂ والعصر میں تیرا رب تیری ذاتِ مقدس کی قسم کھا رہا ہے۔ سورہ ضحیٰ میں تیرے وجہ منیر کو مقسم بہ بنا رہا ہے کہیں لعمرک فرما کر تیرا قرب خاص دکھا رہا ہے، کہیں یٰس کہہ کر تجھے تاجدار بنا رہا ہے ؎

از فروغ تست روشن دین و دنیا ہر دو جا

بر تو بادا از خدا صلوٰۃ یا بدر الدجےٰ

مادرِ گیتی نہ زادہ چوں تو فرزندِ دگر

دیدۂ عالم ندیدہ ہمچو تو حسن اللقا

کے ملک کردے بہ پیشِ آدمِ خاکی سجود

نورِ تو در دے نبودے گر ودیعت اے شہے

از بہارِ لطفِ تو سرسبز باغِ کائنات

وز نسیمِ فیضِ تو شاداب تر روضِ الصفا

حضرت سیدہ آمنہ خاتون رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ بوقتِ ولادت ایسا نورِ مستنیر ہوا۔ کہ زمین سے آسمان تک ہر شے روشن تھی۔ اس نور میں مجھے قصورِ شام نظر آنے لگے۔ اور ایک انوکھی شان کی خوشبو مہکی، جس نے مشامِ دماغ معطر کر دیے۔ میرے مکان کی ایک سمت سے آواز آئی۔ اے آمنہ انھیں تین روز تک ظاہر نہ کرو۔ کہ ملائکہ سلام کے لیے حاضر ہو رہے ہیں۔ حضورؐ وقتِ ولادت بدِ قدرت سے مختون و ناف بریدہ تھے۔ اور آپؐ کا جسدِ اطہر آلائش سے پاک تھا، یدِ قدرت کا غسل فرمائے ہوئے جلوہ گر ہوئے۔

حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب فرماتی ہیں۔ کہ بوقت ولادت میں حضورؐ کی دایہ تھی۔ میں نے دیکھا۔ کہ حضورؐ کے جسدِ اطہر کا نور چراغ کی روشنی پر غالب ہے۔ اور اس

شب میں چھ عجائبات دیکھے:۔
اوّل یہ کہ جب آپؐ شکمِ مادر سے ظاہر ہوئے۔ تو آپؐ نے سجدہ فرمایا۔
دوسرے یہ کہ سر مبارک اٹھا کر حضورؐ نے اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ فرمایا۔
تیسرے یہ کہ آپ کے جسمِ اطہر کے نور سے تمام گھر منور ہو گیا۔
چوتھے یہ کہ میں نے حسبِ دستور جب حضورؐ کو غسل دینا چاہا۔ تو غیبی ندا آئی۔ کہ اے صفیہ! یہ بقدرت سے غسل کیے ہوئے ہیں تم تکلیفِ غسل نہ کرو۔
پانچویں۔ یہ کہ آپ مختون و ناف بریدہ تھے۔
چھٹے یہ کہ جب میں نے چاہا۔ کہ حضورؐ کو پیراہن پہناؤں۔ تو آپؐ کی پشتِ انور پہ دونوں شانوں کے مابین ایک گول نشان پایا۔ جس پر لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ لکھا ہوا تھا۔

حضرت مولا شیرِ خدا اسد اللہ کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ میں نے بوقتِ غسل حضورؐ کے جسمِ اطہر سے ایسی خوشبو سونگھی۔ کہ اس سے پہلے وہ خوشبو مجھے کبھی میسر نہ آئی تھی۔
علامہ خربوتی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ زمانۂ ولادتِ باسعادت کے فضائلِ عجیبہ اور غرائبِ لطیفہ بکثرت احادیث میں موجود ہیں۔ منجملہ اُن کے جو کتبِ احادیث میں مذکور ہیں۔ ایک یہ ہے۔ کہ جب استقرارِ نطفۂ زکیہ اور دُرِّ یتیمِ محمدیہ صدفِ آمنہ قرشیہ میں ہوا۔ تو عالمِ ملکوت و جبروت میں منادی کی گئی کہ تمام عالمِ قدس کو معطر کر دیا جائے۔ اور جہاتِ شرفِ اعلیٰ میں بخور کرایا جائے۔ اور سجادہائے عبادت صفوفِ ملائکہ میں بچھا دی جائیں۔ کہ آج نورِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحمِ آمنہ میں منتقل ہو چکا ہے۔
حضرت سہل بن عبد اللہ تستری فرماتے ہیں۔ کہ جس رات اللہ تعالیٰ نے نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم بطنِ آمنہ میں منتقل فرمایا۔ وہ رجب کی لیلِ جمعہ تھی۔ اس رات خازنِ جنان کو حکم ہوا۔ کہ فردوسِ اعلیٰ کھول دے۔ اور منادی زمین و آسمان میں ندا دے رہا تھا۔ کہ وہ نورِ مخزون جس سے نور نبی ہادی ظاہر ہونے والا تھا۔ اس رات بطنِ آمنہ خاتون رضی اللہ عنہا میں قرار پا چکا۔

ایک روایت میں ہے۔ کہ قریش ان ایام میں نہایت تنگی اور سخت قحط سالی میں مبتلا تھے۔ کہ یک لخت زمین سرسبز ہونے لگی۔ اور درخت پھل دار ہو گئے۔ اس سال کا نام قریش نے سنۃ الفتح والابتہاج رکھا۔

حضرت سیدہ آمنہ خاتون فرماتی ہیں۔ کہ میں اپنے گھر میں تنہا تھی۔ اور عبدالمطلب طوافِ بیت میں مشغول تھے۔ کہ میں نے ایک ہیبت ناک آواز سُنی۔ جس سے مجھے ڈر محسوس ہوا۔ کہ میں نے ایک پر دیکھا۔ جو کسی پرندکے بازو کے مشابہ تھا۔ نہایت سفید اور وہ میرے کلیجہ پر مس کیا گیا۔ تو جو خوف تھا، وہ دفع ہو گیا۔ پھر میں نے دیکھا۔ کہ ایک پینے کی چیز سفید رنگ کی ہے، وہ میں نے پی۔ تو میرے گرد ایک بلند نور تھا۔ اور بہت سے آدمی میں نے معلق ہوا میں دیکھے۔ کہ ان کے پاس چاندی کے ابریق لوٹے تھے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے میری آنکھیں ایسی روشن فرمائیں۔ کہ میں نے مشارق و مغارب ارض کا معائنہ کیا۔ اور دیکھا۔ کہ تین علم لہرا رہے ہیں ایک مشرق پر، ایک مغرب پر، اور ایک علم کعبۃ اللہ پر۔ کہ اچانک مجھے درد زہ محسوس ہوا۔ اور مجھ سے وہ دُرِّ یتیم رؤف و رحیم، حلیم و کریم محمد صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ آرائے عالم ہوئے۔ میں نے حضورؐ کی طرف جو نظر کی۔ تو دیکھا۔ کہ آپ سر بسجود ہیں اور انگشتِ سبابہ آسمان کی طرف اُٹھا رکھی ہے۔ اور غایت تضرع ابتہال فرما رہے ہیں۔ پھر میں نے ایک سفید ابر دیکھا۔ کہ میری طرف جھک رہا ہے۔ حتیٰ کہ اس ابر نے حضورؐ کو مجھ سے پوشیدہ کر لیا۔ کہ اتنے میں ایک آواز سُنی کہ کوئی کہہ رہا ہے۔ طوفوا به مشارق الارض و مغاربها وادخلوه في البحار ليعرفوه بنعته وصورته وهذه القصة طويلة يتحير منها الافهام حتى ان بعض الفضلاء الكرام وضعوا المولده عليه السلام كتابا مستقلا في حسن النظام ومن ارادفعليه الرجوع والقيام۔

پھراؤ اس ہستی پاک کو مشارق و مغارب عالم میں اور انہیں بحر عرفان میں داخل کرو۔ تاکہ یہ اپنے رتبہ اور منصب کو جانیں۔ اور یہ قصہ بہت طویل ہے۔ اور اتنا عجیب ہے۔ کہ افہام عوام متحیر ہو جائیں حتیٰ کہ بعض فضلا نے میلاد مبارک میں مستقل کتاب تالیف

فرمائی جسے مفصل دیکھنا ہو۔ وہ اُن کتابوں کی طرف رجوع کرے۔

اور شرح شیخ زادہ میں یہ اور منقول ہے۔ کہ استقرار حمل کی صبح کو اصنام دنیا منکوس تھے۔ اور تخت شیطان اوندھا پڑا تھا۔ اور شیطان لعین اس غم میں چالیس دن دریا قلزم میں غوطہ لگاتا رہا۔ پھر بھاگ کر جبل ابو قبیس پر آیا۔ اور ایک ایسی چیخ ماری۔ کہ تمام ذریت جمع ہو گئی۔ تو اُن سے شیطان نے کہا۔

ویلکم ھلکتم ھذہ المرۃ ھلاکا لم تھلکوا مثلہ۔ قالوا وما القصۃ فقال ھذا محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب المبعوث بالسیف القاطع الذی لاحیلۃ بعدہ یبطل عبادۃ اللات والعزیٰ وسائر الاصنام ولا تأتی موضعا الا وجدنا فیہ ذکر الوحدانیۃ علانیۃ الخ

وائے تم پر اس دفعہ تم ایسے ہلاک ہو رہے ہو۔ کہ ایسی ہلاکت اس سے قبل تم پر کبھی نہ آئی تھی۔ ذریتِ شیطنہ نے کہا۔ کہ قصہ تو بتا۔ کیا مصیبت آگئی۔ شیطان نے کہا، عنقریب اسی جگہ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب آرہے ہیں۔ جو اللہ کی طرف سے مبعوث بالسیف قاطع ہیں۔ اُن کی رونق افروزی کے بعد کوئی چال اور حیلہ نہ چل سکے گا لات وعزیٰ اور تمام بتوں کی پرستش کو باطل کر دیں گے۔ اور کہیں وہ تشریف نہ لائیں گے، مگر وہاں ذکر توحید الٰہی ہوتا نظر آئے گا۔ اور یہ اُمت ہمارے خلاف پر اُن کی تعلیم کی وجہ میں لعنت کرے گی۔ اور شیطان کو رجیم کہے گی۔ اور اس نبی کی رونق افروزی کے بعد ہماری آنکھیں پتھرا جائیں گی۔ اور ہمارے دل حزین وغمگین ہوں گے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ علاماتِ حمل نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک یہ تھی۔ کہ اُس رات قریش کے تمام جانور بول اُٹھے۔ اور بزبانِ فصیح کہنے لگے۔

حمل محمد ورب الکعبۃ وھو امان لاھل الدنیا۔ رب کعبہ کی قسم، محمد صلی اللہ علیہ وسلم صدفِ آمنہ میں جلوہ گر ہو گئے وہ دنیا والوں کے لیے امان ہیں۔

اور کوئی کاہن قریش میں باقی نہ رہا۔ اور نہ قبائل عرب میں کوئی تھا۔ مگر متحیر ہو گیا۔ اور علم کہانت اُن سے جاتا رہا اور کسی بادشاہ کا تخت نہ تھا۔ مگر اوندھا ہو گیا تھا۔

اور وحوش مشرق کے مغرب کی طرف دوڑے اور مغرب کے مشرق کی طرف، اور یہ بشارت دیتے رہتے تھے۔

ابشروا فقد آن لابی القاسم ان یخرج الی الارض میمونا مبارکا طیبا طاهرا الی خیر امۃ اخرجت للناس یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر فیا طوبٰھا۔

مبارک ہو اب ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ ہے کہ وہ عنقریب زمین کی طرف جلوہ فرما ہوں گے۔ امن والے، برکت والے، پاک ذات پاک زمانے والے خیر امت کی طرف تشریف لا رہے ہیں۔ معروف کا حکم فرماتے، مناہی سے منع کرتے۔ اے سننے والو! مبارک ہو۔

ایام مولود آ گئے، آثار بہبود آ گئے

فرحت کے دن زود آ گئے، تازہ ہوا باغ کہن

حضرت آمنہ خاتون فرماتی ہیں۔ کہ جب حمل کو چھ ماہ گزرے تو خواب میں کوئی آکر کہنے لگا۔ یا آمنۃ حملت بخیر العالمین طرا فاذا ولدتہ تسمیہ محمد واکتمی شانک۔ اے آمنہ، تم خیر العالمین کی حاملہ ہو۔ تمہیں مبارک ہو۔ جب وہ جلوہ آرائے عالم ہوں، تو آپ کا نام نامی محمد رکھنا، اور اس معاملہ کو پوشیدہ رکھو۔

مولای صل وسلم دائما ابدا ۔۔۔ علی حبیبک خیر الخلق کلھم

کعبہ کے بدر الدجیٰ تم پہ کروڑوں درود

طیبہ کے شمس الضحیٰ تم پہ کروڑوں درود

نسب ہے عزت و اعتلائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ۔۔۔ کہ ہے عرش حق زیر پائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

مکاں عرش اُن کا فلک فرش اُن کا ۔۔۔ ملک خادمانِ سرائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم ۔۔۔ خدا چاہتا ہے رضائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

عجب کیا اگر رحم فرمائے ہم پر ۔۔۔ خدائے محمد برائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

محمد برائے جناب الٰہی ۔۔۔ جناب الٰہی برائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

بہم عہد باندھے ہیں وصلِ ابد کا | رضائے خدا رضائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
دم نزع جاری ہو میری زبان پر | محمد محمد خدائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
جلو میں اجابت خواصی میں رحمت | بڑھی کس تزک سے دعائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
اجابت کا سہرا عنایت کا جوڑا | دلہن بن کے نکلی دعائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

سَلِّمْ وَصَلِّ اِلٰهَنَا | اَبَدًا عَلٰی خَیْرِ الْوَرٰی
مَنْ وَجْهُهٗ بَدْرُ الدُّجٰی | مَنْ ذَاتُهٗ نُوْرُ الْهُدٰی
مَنْ كَفُّهٗ بَحْرُ الْعَطَا | كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ السَّمَا
صَلَوَاتُ رَبِّیْ دَائِمًا | طُوْلَ الدُّهُوْرِ وَالزَّمَنْ

(علامۂ اولیٰ)

(۶۰)

يَوْمٌ تَفَرَّسَ فِيْهِ الْفُرْسُ اَنَّهُمْ
قَدْ اُنْذِرُوْا بِحُلُوْلِ الْبُؤْسِ وَالنِّقَمِ

حلِ لغات | يوم۔ اُس دن۔ تفرس۔ ماضی۔ از فراست، قرینہ وعلامت سے جاننا۔ فراست سے جان لیا۔ فيه الفرس۔ اہلِ فارس نے کہ اس دن۔ انهم۔ بے شک وہ۔ قد انذروا۔ انذروا، ماضی مجہول از انذار، ڈرائے گئے ہیں۔ بحلول۔ بمعنی نزول، ساتھ نازل ہونے۔ البؤس۔ سخت مصیبت اور بلاء۔ والنقم۔ جمع نقمۃ، شدت وعقوبت، اور عذاب سے۔

ترجمہ | یومِ ولادت کو فراست سے اہلِ فارس نے جان لیا۔ کہ یہ دن اُن پر بلاو مصیبت کے نازل ہونے کا ہے۔

شرح | یوم تفرس میں یوم بدل ہے مولد سے اور یہاں یوم سے مراد وہ صبح جانفزا ہے۔ جس میں حضور جلوہ آرائے عالم ہوئے۔ چنانچہ جس حدیث میں حضور کی ولادت کا تذکرہ ہے، اُس میں بھی حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ انہ

سئل عن صیام یوم الاثنین فقال ذالک یوم ولدت فیہ، حضورؐ سے سوال ہوا۔ کہ ہر پیر کو حضورؐ روزہ کیوں رکھتے ہیں، تو حضورؐ نے فرمایا۔ یہ وہ دن ہے جس میں ہماری ولادت ہوئی، تو معلوم ہوا۔ کہ یوم سے مراد نہار یوم ہے۔ اس لیے کہ حضورؐ کی ولادت نہار دوشنبہ کو ہوئی۔ تو ناظم فاہم نے جو یوم استعمال کیا۔ محاورہ کے مطابق استعمال کیا۔ اسی طرح دوسری حدیث جو سید المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ہے۔ اس میں فرماتے ہیں ولد علیہ السلام یوم الاثنین وانزل علیہ النبوۃ یوم الاثنین وخرج مهاجرا یوم الاثنین ودخل المدینۃ یوم الاثنین ووضع القبر یوم الاثنین وکذا افتتح مکۃ یوم الاثنین وانزل علیہ سورۃ المائدۃ یوم الاثنین۔ یعنی حضورؐ کی ولادت پیر کو ہوئی اور حضورؐ پر اظہار نبوت اسی دن ہوا۔ اور حضورؐ نے ہجرت بھی اسی دن فرمائی۔ اور مدینہ میں داخلہ بھی پیر کے روز ہوا۔ اور قبر مبارک میں بھی پیر کے روز آرام فرما ہوئے۔ اور مکہ بھی پیر کو فتح ہوا۔ اور سورۂ مائدہ بھی پیر کے دن نازل ہوئی۔

اور تفرس کے معنی نظر کے ہیں۔ یعنی اس دن دیکھا۔ اور بالفراست جانا۔ اس لیے کہ فراست ایک ایسی قوتِ انسانیہ کا نام ہے۔ جس کے ذریعہ انسان معانی باطنہ کا ادراک کرتا ہے۔

اور دوسرا لفظ فُرسُ اسم جمع ہے اہل فارس کا۔ اور فارس پارس سے معرب ہے۔ اس کا شجرہ یہ ہے۔ پارس بن ناسور بن سام بن نوح انھوں نے بہت سے بلاد وامصار بنائے۔ مشہور شہران کے شیراز اور اصفہان ہیں۔

اور فارس کی تعریف میں احادیث بھی وارد ہیں۔ چنانچہ حضورؐ نے فرمایا۔ ان اللہ اختار من بین خلقہ من العرب قریشا ومن العجم فارسا۔ اللہ نے عرب میں سے قریش کو پسند فرمایا۔ اور عجم سے فارس کو۔ دوسری حدیث میں فرمایا۔ ابعد الناس عن الاسلام الروم ولوکان الاسلام معلقا بالثریا لتناولہ رجال من فارس۔ لوگوں میں اسلام سے بعید تر روم والے ہیں۔ اور اگر اسلام ثریا پر

چلا جائے۔ تو بعض فارس کے لوگ وہاں سے بھی اُچک لائیں گے۔

چنانچہ ہمارے امام ہمام حضرت ابوحنیفہ النعمان فارسی رضی اللہ عنہ اس حدیث کے مصداق ہیں۔

لَقَدْ زَانَ الْبِلَادَ وَمَنْ عَلَیْھَا! اِمَامُ الْمُسْلِمِیْنَ اَبُوْ حَنِیْفَہ![1]

بؤس سخت مصیبت کو کہتے ہیں۔ اور نقم جمع نقمہ کی ہے یہ بمعنی عذاب اور بلا کے مستعمل ہے۔

اس بیت مبارک میں اس روایت کی طرف اشارہ ہے، جو مروی ہے۔ کہ جس رات کی صبح کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی۔ اُس رات ملک فارس انوشیرواں نے ایک خواب دیکھا اور اُس سے سخت پریشان ہو کر تمام ساحر و کاہن، منجم جمع کیے۔ اور اُس نے کہا۔ کہ میں نے ایک ایسا خواب دیکھا ہے جس نے متحیر کر دیا ہے۔ لہٰذا اُس کی تعبیر دو۔ سب نے کہا۔ کہ خواب بیان کر۔ انوشیرواں نے کہا کہ مجھے خواب بیان کرنے کے بعد تعبیر سننے سے اطمینان نہیں ہو سکتا۔ اس لیے میں چاہتا ہوں کہ بلا خواب سنائے تعبیر سنوں۔ یہ سُن کر سب محوِ حیرت ہو گئے۔ اور سب نے یک زبان ہو کر جواب دیا۔ کہ بغیر خواب سنے ہم تعبیر دینے سے قاصر ہیں۔

ایک منجم بولا۔ کہ اگر آپ اس طرح تعبیر لینا چاہتے ہیں۔ تو سطیح کے پاس آدمی بھیجیے۔ وہ آپ کو سب بتا دے گا۔ انوشیرواں نے عبد المسیح کو بحرین بھیجا۔ وہ وہاں پہنچا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ سطیح سال بھر میں ایک دن نکلتا ہے۔ اور اُس کے دروازہ پر سونے کے پترے سائلوں کی طرف سے پڑے ہوتے ہیں۔ کہ اُن پر وہ آنے والے سال کے تمام حالات لکھ کر دے۔

عبد المسیح اُس کاہن کے باہر آنے کے انتظار میں ٹھیرا رہا۔ جب سطیح باہر نکلا۔ تو اُس نے سب سے پہلے انوشیرواں کے خواب کو بیان کیا۔ اور کہا کہ نوشیرواں نے حیرتناک خواب دیکھا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ عربی گھوڑے اُس کے تمام شہروں میں بھر گئے ہیں۔

---

[1] مسلمانوں کے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے شہروں اور شہروں میں بسنے والوں کو زینت دے دی ہے۔

اور عراقی اونٹ ہانکے جا رہے ہیں۔ اور اُسے نکال رہے ہیں۔ یہ علامت ولادتِ نبی عربی امی ہاشمی کی ہے جن کا نام نامی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ وہ اولادِ خلیل میں سب سے افضل ہیں۔ اور ان کی تعریف توریت و انجیل میں بیان کی گئی ہے۔ اور اس خواب کی تعبیر یہ ہے۔ کہ خیلِ عرب اس ہاشمی کے اصحاب ہیں جو بلادِ فارس میں داخل ہو کر ملکِ فارس فتح کریں گے۔ اور آلِ ساسان سے شہر کے شہر چھین لیں گے، پھر سطیح رونے لگا۔ اُس سے سببِ گریہ پوچھا گیا تو وہ کہنے لگا۔ میں اس پر روتا ہوں۔ کہ میری عمر کے دن تھوڑے باقی ہیں۔ اور افسوس کہ میں اس نبی ہاشمی کا زمانہ نہ پا سکوں گا۔

عبدالمسیح واپس چلا۔ اور قوم ساسان کو اس پیشگوئی سے مطلع کیا۔ قوم ساسان کو یہ بات ناگوار گزری۔ اور انھوں نے سطیح کو قتل کر ڈالا۔ اور اُن کا سر پھاڑ دیا۔ اور یہ قصّہ مفصل تاریخ ہاشمی میں منقول ہے۔

(علامة ثانية)

(٦١) وَبَاتَ اِيْوَانُ كِسْرٰى وَهُوَ مُنْصَدِعٌ
كَشَمْلِ اَصْحَابِ كِسْرٰى غَيْرَ مُلْتَئِمٖ

حلِّ لغات وَبَاتَ۔ عام سواء کان فی اللیل او فی الیوم۔ بمعنی صار۔ اور ہو گیا۔ ایوان۔ بمعنی دیوان خانہ و محل، مراد محل۔ کسریٰ۔ معرب خسرو، اسم جنس بمعنی بادشاہ عجم۔ کسریٰ بادشاہ فارس کا۔ وھو۔ حالیہ، ضمیر راجع الی الایوان۔ در انحالیکہ وہ محل۔ منصدع۔ اسم فاعل، اذا انصداع بمعنی الانھدام والانشقاق پھٹنے والا، گرنے والا تھا۔ کشمل۔ ک تشبیہ، شمل بمعنی جمعیت۔ مثل جمعیت۔ اصحاب۔ اصحاب۔ کسریٰ۔ بادشاہ فارس کے۔ غیر ملتئم۔ نہ ملنے والی تھی۔

ترجمہ شاہِ ایران کا محل پھٹ کر رہ گیا۔ اور پھر درست نہ ہو سکا۔ جس طرح لشکر کسریٰ منتشر ہونے کے بعد پھر منظم نہ ہوا۔

شرح کسریٰ اُس کو کہتے ہیں۔ جو ملکِ عجم ہو، اس کی جمع اکاسرہ ہے جیسے ملک روم کو قیصر کہا جاتا ہے۔ یمن کے بادشاہ کو تُبّع کہتے ہیں۔ مصر کے حکمران کو

فرعون کے نام سے پکارتے ہیں۔ ترک کے تاجدار کو خاقان اور شاہِ حبش کو نجاشی کہتے ہیں۔
منصدع اسم فاعل ہے، اور انصداع سے مشتق، اس کے معنی پھٹنے اور منہدم ہونے کے آتے ہیں۔ چونکہ بنی ساسان کا یہ ایوان خاص نوے برس میں تعمیر ہوا تھا۔ اور نہایت مضبوط تھا۔ اس لیے اس کے پھٹنے میں خاص دلیل مہابت اُس نبی البطحی روحی فداہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نظر آئی۔ اس پر سونے کے پانی کا رنگ کیا گیا تھا۔ اور زبرجد اور موتیوں سے اس پر نقاشی کا کام تھا۔ اور جواہرات قیمتی جڑے گئے تھے۔ اور جس رات ولادت باسعادت سرورِعالم صلیّ اللہ علیہ وسلّم ہوئی۔ اُس دن اس محل پر زلزلہ طاری ہوگیا۔ اور تمام محل پھٹ گیا۔ اور چودہ کنگرے محل کے گر گئے۔ اور آٹھ باقی رہے۔ جو اس امر کی دلیل تھے کہ اب سے صرف آٹھ تاجدار اس سلطنت پر حکمرانی کریں گے۔

چنانچہ اس سلطنت کا آخری بادشاہ یزدجرد گزرا ہے۔ اس کے بعد ملکِ ارمن رستم کی حکومت ہوئی۔ اور یہ وہ رستم نہیں ہے۔ جو ہندوستان میں مشہور ہے۔ بلکہ یہ اور رستم ہے۔ جسے یزدجرد نے تمام خزانہ دے کر اور اسلحات سے بھرپور کرکے سونا چاندی بخش کر کہا تھا کہ کسی طرح عرب کا شر دفع کرے۔ چنانچہ رستم بلادِ خراسان سے دو لاکھ آدمی لے کر بلادِ عراق سے ہوتا ہوا چلا۔ اور جس قدر اہلِ ذمہ تھے۔ سب کو اُبھارا۔ حتیٰ کہ انھوں نے حضرتِ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ سے نقضِ عہد کیا۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بہت سے عساکر روانہ کیے۔ اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو اُن کی کمان دی، اور جو عساکر عراق میں تھے۔ اُن کو حکم بھیج دیا کہ وہ حضرت سعد کی اطاعت کریں۔ جب حضرت سعد عساکرِ اسلامیہ کے ساتھ پہنچے، تو مخالف کے لشکر کا سردار رستم کو پایا۔ جس وقت مقابلہ شروع ہوا۔ تو ہلال بن علقمہ حبشی نے رستم کو شستِ میں باندھا۔ اور پہلے ہی تیر میں اُسے ہلاک کر دیا۔ چنانچہ حضرت سعد نے رستم کا تمام مال مسلوبہ ہلال کو عطا فرمایا۔ جو ستر ہزار درہم کی قیمت کا تھا۔ اور رستم کی ٹوپی کی قیمت ایک لاکھ درہم کی علیحدہ تھی۔ وہ بھی ہلال کو عطا کی گئی۔ پس کمانڈر انچیف کا قتل ہونا تھا۔ کہ لشکر میں بھگدڑ مچ گئی۔ حضرت سعد نے اُن کا تعاقب کیا۔ حتیٰ کہ اُن کی جمعیتیں منتشر ہوگئیں۔ اور ہزارہا لشکری مارے گئے۔ اور مسلمانوں کو کافی مالِ غنیمت ملا روایت ہے۔

کہ علم کفار جب قبضہ میں آگیا۔ تو مع مال غنیمت کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر کیا۔ آپ نے مجاہدین اسلام میں اس کا تقاسم فرمایا۔ تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حصّہ میں اس مال سے ایک شیر لا تھا۔ جسے آپ نے دس ہزار دینار کو فروخت فرمایا۔

اس کے بعد سے اکاسرہ کی سلطنت اور اُن کی جمعیت پھر دوبارہ منظم نہ ہوسکی۔ مصرعِ ثانی میں اس طرف اشارہ ہے۔ کشمل اصحاب کسرے غیر ملتئم یعنی اصحاب کسریٰ کی جمعیت کی طرح وہ محل بھی پھر مندمل نہ ہوسکا۔

التئام عربی میں زخم جڑنے اور ملتئم ہونے کو کہتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت علی کا شعر ہے۔ اُس میں اس کی نظیر ملتی ہے۔ ؎

جراحات السنان لہا التیام ولا یلتام ماجرح اللسان

برچھی کا زخم مندمل ہوسکتا ہے۔ لیکن جو زخم زبان سے طعن و تشنیع کا لگے، وہ مندمل نہیں ہوسکتا ہے

یہ رضا کے نیزہ کی مار ہے کہ عدو کے سینہ میں غار ہے
کسے چارہ جوئی کا وار ہے کہ یہ وار وار سے پار ہے

(علامۃ ثالثۃ ورابعۃ)

(۶۲)

وَالنَّارُ خَامِدَۃُ الْاَنْفَاسِ مِنْ اَسَفٍ
عَلَیْہِ وَالنَّہْرُ سَاہِی الْعَیْنِ مِنْ سَدَمٖ

حل لغات والنار۔ اور آگ خامدۃ۔ الخمود، انقطاع شعلۃ النار مع بقاء جمرھا، ٹھنڈی ہے۔ الانفاس۔ جمع نفس، سانس لینے کی۔ من اسف۔ الاسف بمعنی الحزن۔ افسوس سے۔ علیہ۔ اپنے اوپر۔ والنہر۔ اور نہر فرات۔ ساہی العین۔ ساہی۔ بمعنی الغافل عین منبع الماء۔ مجبول گئی اپنے منبع کو۔ من سدم۔ الحزن والندم۔ کمال حزن وندامت سے۔

ترجمہ آتش کدوں کی آگ آہ سرد کھینچ کر سرد ہوگئی۔ اور نہر فرات کی آنکھ یعنی منبع بہنے سے رُک گیا۔

شرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے میلادِ مبارک کے وقت آتشِ مجوس جو ہزار سال سے روشن تھی۔ ایک آہ سرد بھر کر ٹھنڈی ہوگئی۔ اور اُس سے بطلانِ مذہب مجوس کا یقین ہوگیا۔ اور نہر فرات جو کوفہ کے قریب ہے۔ جس پر نوشیروان نے پل باندھ کر بڑی عالیشان عمارتیں اور کنیسا اُس کے گرداگرد بنوائے تھے۔ ایسی حیران ہوئی کہ اپنا بہاؤ چھوڑ کر ساوہ اور بحیرہ طبریہ کی گھاٹیوں میں جو دمشق و عراق کے مابین ہیں۔ جا پڑی۔ ؎

روئے زمیں کے بت کیوں سب آج سرنگوں ہیں
آتش کدوں کی آتش قدرت بجھا رہی ہے

(۶۳)

وَسَاءَ سَاوَةَ أَنْ غَاضَتْ بُحَيْرَتُهَا
وَرُدَّ وَارِدُهَا بِالْغَيْظِ حِيْنَ ظَمِي

حلِ لغات وَ۔ واؤ عاطفہ، اور۔ سَاءَ۔ بمعنی حزن، احزن، غمگین ہو گئے۔ سَاوَةَ۔ اسم شہر عظیم، والمراد اھل ساوہ، اہلِ ساوہ۔ أَنْ غَاضَتْ۔ غاض بمعنی غاب، یقال غاض الماء اذا غاب، اس سے کہ غائب ہوگیا۔ بُحَيْرَتُهَا۔ بحیرہ اسم نہیاہ عظیم، اُس کا دریا، جسے دریا ساوہ کہتے ہیں۔ وَرُدَّ۔ واؤ حالیہ، رد بمعنی رجع وانصرف، اس حال میں کہ لوٹا۔ وَارِدُهَا۔ الذاھب لاخذ الماء، پانی لینے والا۔ بِالْغَيْظِ۔ غصہ سے۔ حِيْنَ۔ جب کہ۔ ظَمِي۔ اصلہ ظمئ ای عطش حذف ھمزہ بضرورت شعری، پیاسا تھا۔

ترجمہ اور جب کہ خشک ہوگیا دریائے ساوہ تو اہلِ ساوہ ساحل سے شدتِ تشنگی میں غصہ سے واپس لوٹے۔

شرح مملکت عراق العجم میں جو ہمدان و قم کے مابین واقع ہے وہاں یہ دریاء ساوہ تھا۔ جو شہر ساوہ سے چلا تھا۔ اس میں کشتیاں چلتی تھیں۔ اور یہاں سے لوگ ملک رے اور آذر عات وغیرہ کو سفر کیا کرتے تھے۔ اور یہ دریا چھ فرسخ سے بھی عریض تھا۔ اس کا پانی اتنا لطیف تھا۔ کہ اس کے مقابلہ کا پانی کسی دریا میں نہ تھا۔ اس کے ساحل پر دو رویہ کنیسہ اور شاندار بازار تھے، تمام مجوس اس مقام کو متبرک خیال کرتے اور آگ وغیرہ پوجتے تھے، جب ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی تو چونکہ آپ کی ذات اقدس ماس طرق الکفر۔ کفر کے طریقوں کو مٹانے والی تھی۔ اور یہ مقام خاص مرکز کفر تھا۔ اس لیے یہاں کا پانی خشک ہو گیا۔ اور بحیرۂ طبریہ بھی ایسی ہی جگہ تھی، جہاں بہت سے کنائس سونے چاندی سے منقش تعمیر کیے گئے تھے۔ یہ بھی وقت ولادت باسعادت خشک ہو گیا۔ اور یہ خشک ہونا ان مقامات کی خرابی کی مبادیات سے تھا۔ اور موضع بحیرہ یعنی ساوہ ایک زبردست شہر ہے۔ اور اب تک وہ باقی ہے۔

(۶۴)

کَاَنَّ بِالنَّارِ مَا بِالْمَآءِ مِنْ بَلَلٍ
حُزْنًا وَّ بِالْمَآءِ مَا بِالنَّارِ مِنْ ضَرَمٍ

حل لغات کَاَنَّ۔ حرف تشبیہ۔ گویا۔ بالنار۔ آگ نے۔ ما بالماء۔ پانی سے۔ من بلل۔ نمی حاصل کی ہے۔ حزنا۔ غم میں۔ وبالماء۔ اور پانی نے۔ ما بالنار۔ آگ سے۔ من ضرم۔ التھاب النار و اشتعالہا، سوزش۔ حرارت حاصل کی ہے۔

ترجمہ گویا کہ آتش غم میں آگ نے پانی سے نمی حاصل کی ہے اور پانی نے آگ سے حرارت حاصل کر کے خشکی اختیار کی۔

شرح تفسیر روح البیان میں ہے۔ کہ اول آگ پوجنے والا قابیل تھا۔ جب اس نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کیا۔ اور آدم علیہ السلام بامر الٰہی ارض یمن

سے تشریف لے گئے۔ تو قابیل معہ اپنی بہن کے نکلا۔ شیطان نے اُس سے کہا۔ کہ ہابیل کے صدقہ کو آگ نے یوں قبول کیا۔ کہ وہ آگ پوجتا تھا۔ لہٰذا تو بھی آگ پوج، تاکہ آگ تیری حمایت کرے۔ چنانچہ اُس نے آتش پرستی شروع کی۔ اور اس طرح اُس کی اولاد در اولاد میں یہ سلسلہ آتش پرستی شروع ہو گیا۔

وَالْجِنُّ تَهْتِفُ وَالْأَنْوَارُ سَاطِعَةٌ
وَالْحَقُّ يَظْهَرُ مِنْ مَعْنًى وَّمِنْ كَلِمِ (۶۵)

حل لغات والجن۔ واؤ عاطفہ، اور جن۔ تہتف۔ از ہتف، آواز دینا، آواز دے رہے ہیں۔ والانوار۔ جمع نور، اور نور۔ ساطعۃ۔ از سطوع بمعنی ظہور، چمک رہے ہیں۔ والحق۔ الحق ضد الباطل، اور سچائی۔ یظہر۔ ظاہر ہو گئی۔ من معنیً۔ قرآن کریم سے۔ ومن کلم۔ اور حضورؐ کے ارشادوں سے۔

ترجمہ جنات آواز دینے لگے، اور نور بلند ہو کر چمکنے لگے۔ اور حق ظاہر ہو گیا۔ قرآن کریم سے اور حضورؐ کے ارشادوں سے۔

شرح جن انس کے مقابل ایک مخلوق ہے۔ جو جوہر ناری ہے متشکل باشکال عادیہ ہونے کی استعداد رکھتی ہے۔ اور جن انھیں اس لیے کہا جاتا ہے۔ کہ نظروں سے مستور مخلوق ہے۔ لغت میں جس لفظ کی ابتدا جیم نون کے ساتھ ہوتی ہے۔ وہ شے مستور کے لیے مخصوص ہے۔ جیسے جنین کہ اُس بچہ کو کہتے ہیں جو رحم مادر میں مستور ہو، جنان قلب کو بھی کہتے ہیں۔ اور اُس باغ کو بھی جو چار دیواری میں مستور ہو، وقس علی ہذا۔ اگرچہ ملائکہ بھی نظروں سے مستور ہیں۔ لیکن یہ اپنے غایت حسن وجمال کی وجہ سے مستور ہوتے۔ اس لیے کہ اگر انھیں کوئی اپنی صورت میں دیکھ لے، تو لمعاتِ نور سے آنکھیں جاتی رہیں۔ اور مہابتِ حسن سے زوالِ عقل ہو جائے۔ اور جن چونکہ بغایت قبیح الصورت ہیں۔ اس لیے لوگوں پر یہ اللہ کا احسان ہے۔ کہ وہ مستور رکھے گئے۔ اس لیے کہ اگر انھیں کوئی دیکھ لے تو خوف سے مرجائے یا پاگل ہو جائے۔

اور جن تین اقسام پر منقسم ہیں۔ ایک وہ ہیں۔ کہ پروں سے ہوا میں اُڑتے ہیں، دوسرے وہ ہیں۔ جو سانپ اور کتّے کی شکل میں رہتے ہیں۔ اور تیسری قسم وہ ہے جو انسان کی طرح چلتی پھرتی ہے۔

اور محققین نے لکھا ہے۔ کہ جس طرح انسان میں متعدد مذاہب ہیں۔ اسی طرح جن بھی متعدد مذاہب پر ہیں، ان میں یہودی ہیں۔ نصاریٰ ہیں، مجوسی ہیں، مشرک ہیں، مسلمان ہیں، مبتدع ہیں، عیاش اور آوارہ بھی ہیں۔ اور تمام مکلف بالاحکام ہیں۔

والجن تھتف جو ناظم نے فرمایا۔ یہ اُس واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ کہ وقت میلاد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو آوازیں جنوں کی ہوا میں مکّہ معظمہ کے اندر مسموع ہوئیں، جو ولادت باسعادت کی بشارت دے رہے تھے۔ مواہب لدنیہ میں ہے۔ کہ وقت ولادت مشرق کے جن مغرب کے جنوں کو اور مغرب کے جن مشرق کے جنوں کو حضورؐ کی ولادت کی بشارت دے رہے تھے اور قبل از بشارت بھی بہت سے جنوں سے بشارتیں مسموع ہوئیں چنانچہ حضرت مازن فرماتے ہیں۔ کہ میرا بت بادشہر عمان میں تھا۔ اُس سے میں نے ان لفظوں میں بشارت سُنی یا مازن اسمع تسر ظہور خیر البشر بعث نبی من مضر بدین اللہ الکبر فدع نحیتا من حجر تسلم من حر سقر۔ اے مازن! بشارت سُن اور خوش ہو۔ ظہور خیر البشر ہونے والا ہے۔ قبیلہ مضر سے ایک نبی ظاہر ہوں گے، دین حق لے کر آئیں گے۔ یہ پتھر کے گھڑے ہوئے بت ہیں۔ انھیں چھوڑ تاکہ سقر سے نجات حاصل ہو۔ مازن فرماتے ہیں۔ اس آواز کو سُن کر میں متحیر تھا۔ کہ دوسری آواز آئی۔ اقبل الی قبل مستمعا لا تجھل ھذا النبی مرسل جاء بحق منزل۔ ادھر دیکھ ادھر دیکھ سن اور جہالت نہ کر، یہ نبی مرسل شریعت حقّہ لے کر نازل ہوئے ہیں۔

شفا میں ہے۔ کہ حضرت آمنہ خاتون رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ لما ولدتہ علیہ السلام خرج منی نور اضاء لہ قصور الشام۔ حضورؐ کی ولادت کے وقت میری شکم سے ایک ایسا نور نکلا۔ جس نے قصور شام روشن کر دیے۔ لطائف میں ہے۔ کہ

اس نور کے نکلنے سے اس امر کی طرف اشارہ تھا۔ کہ ظلمتِ شرک معدوم ہے۔ اور نورِ ہدایت اب عام ہونے والا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے۔ قد جاءکم من اللہ نور و کتاب مبین۔[1]

مولای صل وسلم دائما ابدا　　علی حبیبک خیر الخلق کلھم

(۶۶)

عَمُوا وَصَمُّوا فَاِعْلَانُ الْبَشَائِرِ لَمْ
تُسْمَعْ وَبَارِقَةُ الْاِنْذَارِ لَمْ تُشَمِ

حل لغات عموا۔ من العمی۔ اندھے ہو گئے۔ وصموا۔ از صمم ثقل سماعت، اور بہرے ہو گئے۔ فاعلان البشائر۔ بشائر جمع بشارۃ وھی الخبر الموجب للسرور۔ اور بشارتیں ہدایت و نجات کی۔ لم تسمع۔ نفی جحد بلم۔ ہرگز نہ سن سکے۔ و بارقۃ۔ جمع برق۔ اور بجلیاں۔ الانذار۔ تخویف۔ ڈرانے والیاں۔ لم تشم۔ لم تنظر وھم تبصر۔ نہ دیکھیں۔

ترجمہ کفار اندھے بہرے ہو گئے۔ نہ خوش خبری کا اعلان سنا۔ نہ ڈرانے والی بجلیاں دیکھ سکے۔

شرح اس شعر میں جواب سوال مقدر کا ہے اور وہ یہ کہ منکرین باوجود دلائل نبوت کے ظہور کے کیوں ایمان نہ لائے۔ تو فرماتے ہیں۔ کہ وہ قبولِ حق سے اندھے اور سماعِ ہدایت سے بہرے تھے۔ اس لیے انھوں نے نہ بشارت قدوم محمدی سنی اور نہ برق انذار چمکتی دیکھی۔ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ۔[2]

---

[1] بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب (پ ۶)

[2] وہ دل رکھتے ہیں جن میں سمجھ نہیں اور وہ آنکھیں جن سے دیکھتے نہیں اور وہ کان جن سے سنتے نہیں وہ چوپاؤں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بڑھ کر گمراہ وہی غفلت میں پڑے ہیں۔ (پ ۹ ع ۱۲)

(٦٧)

مِنْ بَعْدِ مَا أَخْبَرَ الْأَقْوَامَ كَاهِنُهُمْ
بِأَنَّ دِيْنَهُمُ الْمُعْوَجَّ لَمْ يَقُمِ

حل لغات من بعد۔ بعد اس کے کہ۔ ما اخبر۔ خبر دی۔ الاقوام۔ قوموں کو۔ کاھنھم۔ اُن کے کاہنوں نے۔ بان۔ اس امر کی۔ دینھم۔ کہ اُن کا دین۔ المعوج۔ اذا عوجاج، بمعنی عدم الاستقامۃ و کجی۔ جو ٹیڑھا واد کا ہے۔ لم یقم۔ نہ ہیدم۔ نہیں قائم رہ سکتا۔

ترجمہ مشرکین اور یہودیت منکر بعد اس کے اندھے بہرے ہوئے کہ انہیں کاہنوں نے پہلے خبر دی تھی کہ تمہارا دین کج اور غیر قائم ہے۔

شرح یعنی سب سے زیادہ تعجب ناک بات یہ ہے۔ کہ قبول حق سے اُن کا اندھا بہرا ہونا اس امر کے بعد ہوا۔ کہ اُن کے کاہنوں نے اپنی تمام اقوام کو خبر دے دی تھی۔ کہ اُن کا یہ ٹیڑھا راستہ مذہب کا آئندہ قائم نہ رہے گا۔

کاہن اُس کو کہتے ہیں، جو بغیر وحی کے آتے واقعات آئندہ (آنے والے) اور گزشتہ حالات کی لوگوں کو خبر دے۔ عام اس سے کہ وہ قرائن کے ذریعہ سے خبر دے۔ یا نجوم سے یا کسی جن کی خبر رسانی سے۔ اور اس خبر میں یہ ضروری نہیں کہ ہر خبر صحیح اُترے، بلکہ کوئی صحیح ہو۔ اور کوئی غلط۔ اسی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ من اتی عرافا او کاھنا فصدقہ بما قال فقد کفر بما انزل اللہ علی محمد۔ منجم و کاہن وغیرہ کی جو شخص تصدیق کرے وہ بما انزل علی محمد سے کفر کرنے والا ہے۔ اس پر علماء عربی فرماتے ہیں۔ ھذا فی حق من اعتقد صدق العراف والکاھن واما من سالھم لاستھزائھم او لتکذیبھم فلا یلحقہ ما ذکر فی الحدیث المرویۃ حدیث آخر من صدق کاھنا لم تقبل اللہ منہ صلاۃ اربعین یوما و لیلۃ۔ یعنی یہ حکم کفر اُس شخص کے لیے ہے۔ جو معتقد و مصدق ہو، اور جو استہزاءً اُن سے سوال کرے تو اُس پر یہ حکم نہیں آتا چنانچہ دوسری حدیث ہے۔

جو کاہن کی تصدیق کرے اللہ اُس کی چالیس رات دِن کی نماز قبول نہیں فرماتا۔

علامہ ابن مالکؒ فرماتے ہیں۔ دونوں حدیثوں میں تطبیق واضح ہے۔ وہ یہ کہ جو کاہن کی خبر کا معتقد و مصدق ہو۔ وہ کافر ہے اور اگر اُس کا یہ خیال ہے۔ کہ وہ ملہم من اللہ ہے۔ یا کسی جن کے ذریعہ وہ کہتا ہے۔ اور جن ملئکہ سے جو سُن کر آتے ہیں۔ وہ اُسے کہہ دیتے ہیں۔ تو کافر نہ ہوگا۔

مواہب میں ہے۔ کہ حضرت صدیقہ فرماتی ہیں۔ کہ ایک یہودی مکہ معظمہ میں رہتا تھا۔ جس رات حضورؐ کی ولادت ہوئی۔ اُس کی صبح اُس نے کہا۔

یا معشر قریش ھل ولد فیکم اللیلۃ مولود قالوا لا نعلم قال فانظروا فانہ ولد فی ھذہ اللیلۃ نبی ھذہ الامۃ بین کتفیہ علامۃ۔ فالصرفوا فسألوا فقیل لھم قد ولد لعبد اللہ بن عبد المطلب غلام فذھب الیھودی معھم الی امہ فاخرجتہ لھم فلما رأی الیھودی العلامۃ خر مغشیا علیہ فقال ذھبت النبوۃ من بنی اسرائیل، یا معشر قریش اما واللہ لیسطون بکم سطوۃ یخرج خبرھا من المشرق والمغرب۔

اے قریشیو! کیا اس رات تمہارے اندر کوئی بچہ ہُوا ہے۔ سب نے کہا۔ ہمیں علم نہیں۔ اُس نے کہا، جاؤ اور دیکھو اس رات اس اُمت کا نبی پیدا ہُوا ہے۔ اور اُس کے دونوں شانوں کے مابین نشان ہے۔

قریشی لوٹے اور پوچھنے لگے۔ تو انہیں بتایا گیا کہ عبداللہ بن عبدالمطلب کے گھر میں فرزندِ ارجمند تولد ہُوا ہے۔ قریشی یہودی کے پاس گئے۔ اور سب حال سنایا۔ وہ اُن کے ساتھ حضرت آمنہ خاتون رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ اور حضورؐ کی زیارت کی۔ جب شانۂ اقدس کے مابین اُس کی نظر پڑی۔ تو اُسے غش آگیا۔ پھر کہنے لگا۔ نبوتؐ بنی اسرائیل سے گئی۔ اے قریشیو! خدا کی قسم اس بچے کی سطوت و مہابت دنیا پر ہوگی۔ اور اس کی خبر عنقریب مشرق سے مغرب تک پھیل جائے گی۔ اور حضورؐ کی ولادت سے قبل جو اصنام و احجار نے حضورؐ کی تشریف آوری

کی خبریں دیں وہ بکثرت ہیں۔ چند اس مقام پر خصائص کبریٰ سے منقول ہیں۔ اور علامہ نبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حجۃ اللہ علی العالمین میں انھیں نقل فرمایا۔

راشد بن عبداللہ فرماتے ہیں۔ کہ سواع نامی ایک بت چند قبائل کا مقام معلاۃ میں تھا۔ ایک بار قبیلہ بنی ظفرہ نے کچھ بھینٹ چڑھانے کو مجھے اُس بت پر بھیجا۔ میں صبح کے وقت وہاں پہنچا۔ تو اچانک اُس بُت سے یہ آواز میں نے سُنی۔

العجب کل العجب من خروج نبی من عبد المطلب یحرم الزناد الربا والذبح للاصنام وحرست السماء ورمینا بالشھب۔ تعجب ہے، تعجب ہے ایک نبی کے ظہور پر جو عبد المطلب سے نکلے گا۔ زنا، بیاج، ذبح للاصنام حرام کردے گا۔ اور آسمان سے خبریں سننا مسدود ہو جائیں گی اور ہم پر شہبِ سماویہ پھینکے جائیں گے۔ دوسرا بت ضمار جو وہیں تھا۔ اُس کے جوف سے یہ آواز آنے لگی۔

ترک الضمار وکان یعبد وخرج احمد نبی یصلی الصلوٰۃ ویامر بالزکوٰۃ والصیام والبر والصلۃ للارحام۔ ضمار جو پُوجا جاتا تھا متروک ہو جائے گا۔ اور احمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی پیدا ہونے والے ہیں۔ نماز پڑھوائیں گے اور زکوٰۃ روزہ اور احسان اور صلہ رحمی کا حکم جاری فرمائیں گے۔

تیسرے بُت کے پاس سے پھر میں نے یہ آواز سُنی۔

ان الذی ورث النبوۃ والھدیٰ۔ بعد ابن مریم من قریش مھتدی۔ نبی یخبر ما سبق وما یکون فی غدا۔ نبوت و ہدایت کے جو وارث ہیں۔ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے بعد قریش سے ظاہر ہوں گے ایسے نبی جو خبر دیں گے، گزشتہ و آئندہ کی۔

اور اس کے علاوہ بہت سے واقعات ہیں۔ جو بخوفِ طوالت قلم انداز کیے گئے جسے دیکھنا ہو۔ وہ حجۃ اللہ علی العالمین مؤلفہ علامہ نبہانی دیکھے۔

---

(۶۸)

وَبَعْدَ مَا عَايَنُوا فِي الْأُفُقِ مِنْ شُهُبٍ
مُنْقَضَّةٍ وَفْقَ مَا فِي الْأَرْضِ مِنْ صَنَمِ

حلِ لغات وبعد۔ واؤ عاطفہ ۔ اور بعد۔ ماعاینوا ۔ ماضی از معاینہ۔ دیکھنا۔ از مکاشفۃ التام ۔ اس کے کہ دیکھا انھوں نے۔ فی الافق۔ بسکون الفاء جانب السماء۔ آسمان کے کناروں میں۔ من شھب بضمتین جمع شھاب و شعلۃ النار یا کواکب ۔ آگ کے شعلہ یا کواکب سے۔ مُنقضّۃٍ۔ از انقض بمعنی سقط ، کہ گر رہے ہیں۔ وفق ما۔ موافق یا مانند اُس کے ۔ ما فی الارض ۔ جو زمین میں گرتے ہیں۔ من صنم ۔ بتوں سے۔

ترجمہ کفار حضورؐ کی رسالت کے انکار سے پہلے آسمان کے کناروں سے شہابِ ثاقب ٹوٹتے ہوئے دیکھتے۔ اور زمین پر بتوں کو گرا ہوا پا چکے تھے۔

شرح علامہ خرپوتی فرماتے ہیں :۔ روی ان اللہ تعالیٰ اذا قضی امرا کان یسمعہ حملۃ العرش فیسبحون فسبح من تحتھم الی السماء الدنیا فیختطف و تسترقہ الشیاطین ثم یاتون بہ الکھنۃ علی الارض فما جاؤا بہ علی وجہٖ فھو حق ولکنھم یزیدون فیکذبون وکان ذالک فی الجاھلیۃ فلما ولد علیہ السلام کانت الشیاطین مرجومین من السماء ممنوعین من الصعود الیھا بنجوم و نیران ترمیھا الملٰئکۃ الیھم ۔

روایت ہے کہ جب اللہ کی طرف سے کوئی حکم نافذ ہوتا ۔ تو اُسے حملۂ عرش سُن کر تسبیح کرتے اور اُن سے نیچے کے ملائکہ بھی تسبیح کرتے تو باقی فرشتے وجہ دریافت کرتے ، تو انھیں اُس حکم سے خبر دیتے یہاں تک کہ سماءِ دنیا کے فرشتوں تک یہ خبر عام ہو جاتی ۔ تو شیاطین جو سماءِ دنیا کے قریب اُڑ کر چھپے رہتے تھے ، وہ اس خبر کو اُڑا لاتے اور کاہنوں کو کہہ دیتے تو جتنی خبر وہ صحیح دیتے وہ بالکل صحیح ہوتی تھی ۔ لیکن

اکثر زائد کچھ ملا کر کہتے، وہ کذب خالص ہوتا۔ یہ کیفیت زمانۂ جہالت میں تھی۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی تو شیاطین کا یہ راستہ بند ہوا۔ اور حفظۂ سما کے رجم سے ڈر کر شیاطین نہیں جانے تھے۔ اور جو جاتے اُسے نجوم ثاقب اور شہاب کے ذریعہ رجم کیا جاتا چنانچہ قرآن کریم میں بھی ارشاد ہے۔ فَمَنْ يَسْتَمِعِ الْآنَ يَجِدْ لَهُ شِهَابًا رَّصَدًا۔ اب شیاطین سے جو سننے جائے تو وہ شہاب رصد پاتا ہے اور جَعَلْنَاهَا رُجُومًا لِّلشَّيَاطِينِ بھی اس واقعہ کے متعلق قرآن کریم میں وارد ہے۔

اور صنم و وثن میں فرق یہ ہے کہ وثن وہ ہے، جو ذی جسم ہو۔ خواہ لکڑی کا ہو یا پتھر کا، یا چاندی سونے کا۔ اور صنم اُس تصویر کو کہتے ہیں۔ جو صورت بلا جثہ و جسم ہو۔ اس بیت مبارک میں صنم اس لیے استعمال کیا۔ کہ وقت ولادت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تمام صنم جو مصوّر علی الجدار تھے، مکبا علی وجہہ ہو کر اوندھے گر گئے۔ تو وثن جو ذی جسم تھے۔ وہ بطریق اولےٰ گرے ہوئے ماننے پڑیں گے۔

خیر الوریٰ صدر العلیٰ	راس الوفا وجہ الصفا
شمس الضحیٰ بدر الدجیٰ	نجم الھدیٰ نور الندیٰ
عین التقیٰ زین النقیٰ	کنز العطا کشف الغطا
روح البھا سر النھیٰ	نھر المنن بحر السنن

اب خلاصہ ترجمہ یہ ہوا۔ کہ وہ مجوس اور مشرکین راہ ہدایت سے اندھے اور بہرے ایسے ہو گئے کہ اطراف آسمان سے شہاب گرتے دیکھ کر بھی ایمان نہ لائے۔ یہ شعلہ ہائے ناریہ جنات و شیاطین پر مارے جاتے تھے اور اُن سے وہ ایسے گرتے تھے۔ جیسے رُوئے زمین کے بُت اوندھے گرے تھے۔ اور یہ تمام نشان منکرین نے بچشم سر دیکھیں۔ اور حضورؐ کی آیات بینات میں سے ایک بڑی نشانی تھی۔ کہ استراق سمع کے لیے شیاطین جو آسمان پر جاتے اُن پر شعلہ ہائے آتشیں گرتے۔ اور رجوما للشیاطین کا ظہور ہوتا۔ اور وقت ولادت تمام روئے زمین کے بُت اندھے گر پڑے تھے۔

چنانچہ عبدالمطلب کے واقعہ میں ہے کہ جب وہ بُت خانہ کعبہ میں گئے۔ تو تمام بتوں کو سرنگوں دیکھا۔ اور ہبل بُت کی زبان حال سے یہ رُباعی سُنی ؎

تری بمولود اضاءت بنورہ   جمیع فجاجۃ الارض بن شرق و مغرب
وخرت لہ الاوثان طرا وارعدت   قلوب ملوک الارض جمعا من ارعب

عبدالمطلب تم نے اُس مولود مسعود کی زیارت کی جس کے نور سے شرق و غرب کا چپہ چپہ روشن ہو گیا ہے، اور تمام روئے زمین کے بُت سرنگوں ہیں، اور ملوک کج کلاہ کے دِل تھرا رہے ہیں اُن کے رعب سے۔

ادھر شبِ ولادت باسعادت میں ایوان کسریٰ ایسا متزلزل ہُوا کہ اُس کے چودہ کنگرے گر گئے۔ آتش مجوس جو ہزار سال سے روشن تھی، بُجھ گئی اور بحیرہ ساوہ خشک ہو گیا، کسریٰ اس سے سخت پریشان ہُوا۔ اور تمام نجومیوں کو جمع کر کے اس کی وجہ دریافت کی۔ سب نے جواب سے عاجزی کا اظہار کیا۔ آخر باذان والیِ یمن کو حکم بھیجا۔ کہ بہت جلد ہونہار منجم بھیجے۔ چنانچہ اُس نے عبدالمسیح بن عمر بن بقیلہ غسانی کو بھیجا اُس نے کسریٰ سے تمام حال سُن کر کہا۔ کہ اس معاملہ کا فیصلہ میرا ماموں سطیح کاہن جو شام میں رہتا ہے دے سکتا ہے۔ مَیں اس میں کوئی رائے زنی نہیں کر سکتا چنانچہ بادشاہ نے اسے وہاں بھیجا۔ جب یہ سطیح کے پاس آیا۔ تو اُسے قریب المرگ پایا۔ اُس نے سلام کیا۔ تو اُس نے سر اُٹھا کر کہا:

عبدالمسیح علی جمل یسیم الی سطیح وقد ادنی علی الضریح یا عبدالمسیح بعثک ملک بنی ساسان لارتجاس الایوان وخمود النیران ورؤیا الموبذان یا عبدالمسیح اذا غاصت بحیرۃ ساوۃ وفاض وادی السماوۃ فقد ولی صاحب التلاوۃ وظھر خیر الادیان وزال ملک بنی ساسان وسیملک منھم ملوک وملکات علی عدد الشرفات وکل ما ھو آت آت ثم خرجت نفسہ۔

اے عبدالمسیح! اُونٹ پر سیاحت کر کے سطیح کے پاس ایسے وقت آیا کہ اُس کی جان جا رہی ہے۔ اے عبدالمسیح ملک ساسان نے زلزلۂ ایوان اور خمودِ نیران

اور خواب مؤبدان کی تحقیق کے لیے تجھے بھیجا ہے۔ اے عبدالمسیح جب بحیرہ ساوہ خشک ہو گیا۔ اور وادی سماوہ سرسبز ہو گئی تو بے شک صاحب التلاوۃ نبی آخر الزمان کا ظہور ہو گیا۔ ان سے بہترین دین کا ظہور ہوگا۔ اور محل کے کنگروں کی تعداد تک ملوکیت ساسان اور باقی رہے گی۔ یعنی چودہ بادشاہ ہوں گے۔ اُس کے بعد جو کچھ ہوگا وہ ہوگا پھر اُس کی روح پرواز کر گئی۔

عبدالمسیح نے یہ سب حال کسریٰ کو سنایا۔ اسے گونہ تسکین ہوئی اور اس نے سمجھا۔ کہ چودہ سلطنت بدلنے کو مدت چاہیئے۔ لیکن قدرت الہٰی کہ چار سال کے عرصہ میں دس بادشاہ بدل گئے۔ اور چار جو باقی تھے وہ خلافت امیرالمومنین عثمان رضی اللہ عنہ تک ختم ہو گئے۔

حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں کاہن تھا۔ اور جن مجھے خبریں دیا کرتا۔ کہ ولادت حضورؐ کے وقت اُس نے مجھے کہا کہ اب ہم خبر دینے سے قاصر ہیں۔ اس لیے کہ اب آسمان پر جب ہم جاتے ہیں۔ تو ہم پر شہاب ثاقب پڑتے ہیں۔ لہٰذا اب تو بھی یہ کام چھوڑ۔ اور اس ہادی راہ کی تلاش کر۔ جو قبیلہ بنی لوئی بن غالب میں ظاہر ہوا ہے۔ اور مخلوق خدا کو ہدایت کی راہ پر لاتا ہے۔ اور بت پرستی سے روکتا ہے۔ فرماتے ہیں میں نے ایک بار دو بار تک تو پرواہ نہ کی۔ جب اُس نے تیسری بار بھی یہی کہا۔ تو میرے دل میں حُب اسلام کا جذبہ پیدا ہوا۔ اور میں حضورؐ کی خدمت میں مکہ معظمہ حاضر ہو کر شرف اسلام سے مشرف ہو گیا۔ ؎

اے نور سبحان السلام	اے روح ایمان السلام
اے چارۂ جان السلام	اے دل کے درمان السلام
اے ختم دوران السلام	اے فیض رحمان السلام
اے بحر احسان السلام	اے ابر مدار منن!!!

صحیح ولادت کی صحیح تاریخ میں اختلاف ہے، مصر کے مشہور ہیئت دان فلکی نے دلائل ریاضی سے ثابت کر کے بتایا ہے۔ کہ حضورؐ کی ولادت ۹ ربیع الاول

یوم دوشنبہ مطابق ۲۰ راپریل ۵۷۱ء میں ہوئی۔

صحیح بخاری میں ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام صاحبزادہ والا تبار کے انتقال کے وقت آفتاب میں گہن لگا تھا۔ اور سنہ ۱۰ھ تھا۔ اور اس وقت حضورؐ کی عمر مبارک کا ترسٹھواں سال تھا۔ بقاعدہ ریاضی معلوم ہوتا ہے۔ کہ سنہ ۱۰ھ کا گرہن ۷ رجنوری سنہ ۶۳۲ء ۸ بجکر ۳۰ منٹ پر لگا تھا۔ اس حساب سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر قمری ۶۳ برس پیچھے ہٹیں، تو ولادتِ باسعادت کا سال ۵۷۱ء نکلتا ہے۔ اور بقاعدۂ ہیئت ربیع الاوّل کی پہلی تاریخ ۱۲ راپریل ۵۷۱ء نکلتی ہے۔ بہرحال اس پر اتفاق ہے کہ ربیع الاوّل کے مہینہ میں دوشنبہ کے دن ولادت ہوئی۔ اور تاریخ یکم سے لے کر ۸ اور ۸ سے لے کر ۱۲ ربیع الاوّل کے اندر اندر تھی۔ اور چونکہ ربیع الاوّل مذکور کی ان تاریخوں میں دوشنبہ نویں ربیع الاوّل کو آتا ہے۔ بنا بریں یہ کہا جاسکتا ہے۔ کہ تاریخ ولادت قطعاً ۲۰ راپریل ۵۷۱ء کو دوشنبہ کے دن ہوئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۶۹) حَتّٰی غَدَا عَنْ طَرِیْقِ الْوَحْیِ مُنْهَزِمٌ ‎ مِّنَ الشَّیَاطِیْنِ یَقْفُوْ اِثْرَ مُنْهَزِمِ

حل لغات حتّٰی غدا۔ حتّٰی للغایت۔ غدا بمعنی اعرض۔ یہاں تک کہ پھرے۔ عن طریق الوحی۔ وحی کے راستہ سے۔ منہزم۔ از انہزام، گریز کرنا، بھاگنا۔ بھاگتے ہوئے۔ من الشیاطین۔ شیاطین۔ یقفوا۔ از قفوا بمعنی التبعیۃ، ایک پر ایک گرتے۔ اثر۔ بمعنی عقب، قدم پر۔ منہزم۔ بھاگنے والے کے۔

ترجمہ حتّٰی کہ وحی کے راستہ سے شیاطین ایک دوسرے کے پیچھے بھاگنے لگے۔

شرح یعنی شیاطین پر شہاب ثاقب کی ایسی بارش ہوئی۔ کہ سراسیمہ و پریشان ہوکر خبر آسمانی لے کر آنا تو کہاں اپنی جانیں بچا کر ایک پر ایک گرتا پڑتا

واپس آرہا تھا۔ مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے لکھا ہے۔ کہ یہ شہاب جس شیطان کے لگ جاتا ہے۔ وہ تو ہمیشہ کو ہلاک ہو جاتا ہے۔ اور جو زخمی ہوتا ہے۔ وہ دیوانہ ہو جاتا ہے۔ اسی کو اُردو میں چھلاوہ کہتے ہیں۔ واللہ اعلم

(۷۰) کَاَنَّھُمْ ھَرَبًا اَبْطَالُ اَبْرَھَۃٍ ، اَوْعَسْکَرٌ بِالْحَصٰی مِنْ رَّاحَتَیْہِ رُمِیْ

حلِّ لغات کاَنّ۔ برائے تشبیہ، گویا کہ۔ ھربا۔ الفرار والخوف، اُن کا بھاگنا۔ ابطال۔ جمع بطل، شجعان، لڑنے والا بہادر۔ لڑنے والے بہادر۔ ابرھہ۔ اسم ملک الیمن، بادشاہ ابرہہ کا سا تھا۔ او۔ یا۔ عسکر۔ اُس لشکر کی طرح ہلاکت تھی۔ بالحصٰی۔ جو اُن کنکریوں سے ہلاک ہوا۔ من راحتیہ۔ راحتین، حذف النون، بضرورت الشعر، کفِ دست، جو کنکریاں کفِ دست سے رُمِی پھینکی گئیں۔

ترجمہ گویا شیاطین بھاگنے میں لشکر ابرہہ کے مانند تھے۔ یا اُس لشکر کی مثل جو حضورؐ کے دستِ مبارک کی کنکریوں سے مارا گیا۔

شرح ناظم فاہم رحمۃ اللہ علیہ نے اس شعر میں شیاطین کی تشبیہ بہادرانِ لشکر ابرہہ سے دی۔ اور دوسرا درجہ مشابہت میں شجاعانِ کفار قریش سے دیا۔ چنانچہ فرمایا۔ کہ شیاطین شہب ثاقب سے ایسے ہوش باختہ ہو کر بھاگے۔ جیسے لشکر ابرہہ۔ جو انہدام کعبۃ اللہ کے لیے آیا تھا۔ اور عذاب الٰہی سے ہلاک ہو کر اُن کے بچے کھچے بھاگ گئے تھے۔ یا اُس لشکرِ کفار کی مانند شیاطین سراسیمہ و پریشان ہو گئے۔ جو بدر وحنین میں حضورؐ کے مقابلہ میں آئے۔ اور ایک کفِ دست کنکریوں کی تاب نہ لا سکے اور آنکھیں ملتے ہوئے بھاگ پڑے۔ جس پر قرآن کریم نے فرمایا۔ وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی۔[۱]

ابرہۃ الاشرم ملک یمن تھا۔ حبش وغیرہ اُس کے زیر نگین تھے۔ اور اصحاب فیل

---

[۱] اور اے محبوب وہ خاک جو تم نے پھینکی تم نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی۔ (پ ۹)

کار بتس اعظم بنا ہوا تھا۔ اس قصہ کو مفسرین نے مختلف صورتوں میں نقل کیا ہے۔ ہم اس جگہ تاریخ کامل ابن اثیر سے نقل کرتے ہیں:۔

ابرہہ کو جب یہ معلوم ہوا کہ ایام حج میں نذرو ہدایا لے کر اطراف و جوانب سے لاکھوں کی تعداد میں لوگ مکہ معظمہ جاتے ہیں۔ اور بیت اللہ کی زیارت کرتے ہیں۔ تو اُس نے تعصب و حسد اور تمرد و قساوت کی بنا پر شہر صنعا میں ایک شاندار عمارت تعمیر کرائی۔ اور اُس کے درو دیوار پر سونا چاندی جواہرات لگائے۔ اور اپنی رعایا برایا کو اُس کے طواف کا حکم دیا۔ اسی اثنا میں بنی کنانہ کا ایک شخص جو اُس عمارت کی صفائی پر مقرر تھا۔ اُس میں پاخانہ کر کے بھاگ گیا۔ تحقیقات سے معلوم ہوا کہ درحقیقت یہ ملازم مکہ کا رہنے والا تھا اور اُس نے یہ فعل بغض و عناد سے کیا ہے۔ ابرہہ یہ سن کر بہت برہم ہوا۔ اور عزم صمیم کیا۔ کہ اُس کے بدلے خانہ کعبہ کی توہین کرے۔ اسی اثنا میں ایک قافلہ اہل مکہ کا اس مکان کے قریب سے گزرا۔ رات اسی مقام پر قیام کیا۔ اتفاق سے یہ آگ اپنی ضرورت کے لیے جلا رہے تھے۔ کہ ہوا تیز چلی اور اس کی لپٹ اس مکان کو جا لگی۔ جو کچھ زیب و زینت کا سامان تھا۔ تمام جل گئی۔ وہ قافلہ یہ حال دیکھ کر فرار ہو گیا۔ ابرہہ کو اس کی اطلاع دی گئی۔ اور بتایا۔ کہ وہ قافلہ مکہ والوں کا تھا۔ بس پھر کیا تھا ابرہہ کا غصہ اور بھی بھڑکا۔ آخر اُس نے فوری حکم دیا۔ کہ ہاتھی اور فوج کثیر تیار رہو۔ اور محمود نامی سب سے بڑا ہاتھی ہماری سواری کے لیے لایا جائے۔ مختصر یہ کہ محمود ہاتھی پر ابرہہ سوار ہوا۔ اور لشکر سلیقہ سے آراستہ ہو کر صفیں درست کر کے روانہ ہوا۔ جب یہ لشکر طائف پہنچا۔ تو قبیلہ بنی ثقیف نے رہنمائی کے لیے ابو رغال نامی ایک شخص کو اس کے ساتھ کر دیا۔ ابو رغال لشکر ابرہہ کو مقام مغمس تک پہنچا کر مر گیا۔ عرب نے اُس کی قبر کو سنگسار کر ڈالا۔ ابرہہ نے اول اسود بن مقصود کو مکہ روانہ کیا۔ اس نے وہاں پہنچ کر اہل مکہ کے اونٹ اور مال پر لوٹ مار کی۔ اس میں دو سو اونٹ حضرت عبد المطلب کے بھی لوٹ لیے۔

پھر ابرہہ نے حناط حمیری کو مکہ روانہ کیا اور حکم دیا۔ کہ وہاں کے صنادید اور سرداروں کو یہ پیغام پہنچا دے۔ کہ میں تم سے لڑنے نہیں آرہا ہوں۔ بلکہ انہدام کعبہ میرا مقصد

ہے۔ اگر تم میرے اس ارادے میں حائل نہ ہوتے۔ تو میں تم سے کوئی مزاحمت نہ کروں گا۔ ورنہ پھر جو مقابلہ میں آئے گا۔ اپنے کیفر کردار کو پہنچے گا۔ حضرت عبد المطلب نے حناطہ حمیری کو اطمینان دلایا۔ اور کہا کہ ہمیں اس میں مزاحمت کی ضرورت نہیں۔ اس لیے کہ ہمارے عقیدہ میں یہ خانۂ خدا ہے۔ اور اس کے خلیل ابراہیم کی تعمیر کی ہوئی عمارت ہے۔ خدا رب العزت کو اختیار ہے کہ اپنا گھر گرانے دے یا گرانے سے ابرہہ کو روکے۔ ہماری طرف سے اُسے بے فکر رہنا چاہیے۔

قاصد نے کہا آپ چلیں اور خود یہ سب باتیں بادشاہ سے کہہ دیں۔ آپ ساتھ ہو لیے۔ جب لشکر میں پہنچے، تو آپ کا ایک دوست ذونفر نامی اس لشکر میں تھا اُس کا حال معلوم کیا بتایا گیا۔ کہ وہ قید میں ہے۔ اس لیے کہ اُس نے ہدم کعبہ کے عزم سے ابرہہ کو روکا تھا۔ آپ قید خانہ میں اُس سے ملے۔ اور اپنے دو سو اونٹوں کی بابت ذکر کیا۔ ذونفر نے اپنی معذوری، اور قید کا عذر پیش کر کے ایک فیلبان کا پتہ دیا جس کا نام اُنیس تھا۔ اور اُسے سفارشی چٹھی دی، اور عبد المطلب سے کہا۔ یہ آپ کو ابرہہ سے ملا دے گا۔ پھر خود کہہ سن لینا۔ چنانچہ آپ اُنیس سے ملے اور اُس کے ذریعہ ابرہہ تک پہنچے۔ اُنیس نے ابرہہ سے کہا۔ سردار قریش اور رئیس مکہ یہی ہیں۔ ابرہہ نے آپ کی بہت تعظیم کی۔ اور حضرت عبد المطلب قدرتاً کچھ وجیہہ، جمیل اور بارعب واقع ہوئے تھے۔ ابرہہ آپ کو دیکھ کر بہت متاثر ہوا۔ اور تخت سے اتر کر آپ کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ ترجمان سے کہا۔ ان سے دریافت کرو یہ کیا چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا میرے دو سو اونٹ جو اسود بن مقصود لوٹ میں لے گیا ہے وہ دلا دیں۔ ابرہہ نے کہا۔ میں تمہیں دیکھ کر بہت مسرور ہوا تھا۔ اور تمہاری عزت و عظمت میرے دل پر سکہ زن ہو چکی تھی۔ مگر تمہاری درخواست سن کر میرا خیال بدل گیا۔ تم اپنے اونٹ لینے میرے پاس آئے۔ اور خانہ کعبہ جو تمہارا دین و ایمان ہے۔ اُس کا تم نے ذکر تک نہیں کیا۔ آپ نے فرمایا۔ بادشاہ اونٹ میری ملک ہیں۔ اس لیے اُن کی واپسی کی درخواست تجھ سے کر رہا ہوں۔ اور کعبۃ اللہ نہ میری ملک، نہ میں اُس کا مالک۔ اُس کا مالک خود خدا

ہے۔ وہ اپنے گھر کا مجھ سے بہتر محافظ ہے۔ اس لیے مجھے ایسے زبردست محافظ کے ہوتے اُس کے لیے سفارش کرنے کی ضرورت نہیں۔ ابرہہ نے کہا۔ اچھا تم اپنے اُونٹ لے جاؤ۔ اور میں دیکھوں گا۔ کہ مجھ سے خانۂ کعبہ کو بچانے والی کون سی طاقت ہے۔ عبدالمطلب اپنے اُونٹ لے کر مکہ میں آئے۔ اور اہلِ مکہ کو خبردار کیا۔ اور انھوں نے کہا۔ کہ تم پہاڑوں میں پناہ گزین ہو جاؤ۔ اس لشکرِ جرار سے ٹکرانا تمھارے بل بوتہ کا کام نہیں۔

پھر حضرت عبدالمطلب اُٹھے۔ اور چند قریشیوں کو ساتھ لے کر کعبۃ اللہ میں آئے۔ اور حلقۂ کعبہ پکڑ کر دعا حفاظت کعبہ کی۔ اور فتح و نصرت مانگی چنانچہ آپ کی زبان مبارک پر جو اشعارِ دعائیہ جاری تھے۔ اُن میں سے دو یہ ہیں ؎

یارب لا ارجو لھم سواکا ۔۔۔ یارب فامنع منھم حماکا

ان عدو البیت من عاداکا ۔۔۔ امنعھم ان یخربوا فناکا

اور علامہ خرپوتی نے یہ اور لکھا ہے۔ کہ جب آپ تخت ابرہہ کے پاس پہنچے، تو آپ کی زبانِ مبارک پر یہ دعا تھی۔ اللھم یاسمیع یا بصیر یا علیم یا خبیر انت جعلت تزجیبث فی ستین سنۃ فحرمۃ صاحبہ لا تجعلنی حقیرا اولا تجیلا بین یدی الظالمین۔ غرضکہ حضرت عبدالمطلب دعا کر کے معہ اپنے ہمراہیوں کے پہاڑ کی گھاٹیوں میں چلے گئے۔ کہ اتنے میں صبح کے وقت ابرہہ نے بیت اللہ کی طرف چڑھائی کی۔ اور محمود ہاتھی کو ہدم کعبہ کے لیے نامزد کیا۔ جب محمود ہاتھی کعبۃ اللہ کی طرف ہانکا گیا۔ تو نفیل بن حبیب خثعمی نے ہاتھی کا کان پکڑ کر کہا۔ کہ محمود اگرچہ میں تیرا مہاوت یعنی فیلبان ہوں۔ لیکن اس وقت تو میری فرمانبرداری نہ کر۔ اور جہاں سے آیا ہے بخیریت سے واپس لوٹ جا کیونکہ اس وقت تو خدا کے محترم شہر میں ہے۔ محمود نے یہ سنتے ہی نفیل کو اپنے اوپر سے گرا دیا۔ نفیل دوڑ کر پہاڑی پر چڑھ گئے لشکریوں نے اس ہاتھی کو بہت مارا۔ مگر اُس نے ایسی گردن گرائی کہ اُٹھاتا ہی نہیں۔ جب اُسے یمن کی طرف ہانکا تو تیز تیز چلنے لگا۔ پھر اُسے کعبہ کی طرف ہانکا تو گردن

ڈال دی۔ ابھی یہی ضد اضدی ہو رہی تھی۔ کہ من جانب اللہ دریا کی طرف سے ابابیل پرندوں کا ایک لشکر اُڑتا ہوا آیا۔ جس کے پاس ایک ایک سنگریزہ چونچ میں ایک ایک پنجوں میں تھا۔ جس کی جسامت مسور کے دانہ سے زائد نہ تھی اور لشکر ابرہہ پر یہ پرند چھا گئے۔ اور وہ کنکریاں پھینکنی شروع کیں۔ بس جس کے اوپر یہ کنکری پڑتی تھی۔ اُسے ہلاک کر دیتی تھی۔ تھوڑی دیر میں لاشوں کا ڈھیر ہو گیا۔

پھر ایک سیل آیا۔ جو تمام لاشوں کو بہا کر دریا میں لے گیا۔ جو سنگریزوں سے بچے، وہ واپس اپنے راستہ پر لوٹے۔ نفیل بن حبیب فیلبان سے راستہ پوچھنے لگے۔ تو انھوں نے جواب میں کہا ؎

این المفر والالہ الطالب

والاشرم المطلوب غیر الغالب

غرضیکہ بحالتِ سراسیمگی مکہ سے بھاگے، تو راستہ میں ہلاک ہوتے چلے گئے۔ اور ابرہہ بے یار و مددگار مقام صنعا تک پہنچا۔ تو یہاں آکر اسے ایسا مرض لاحق ہوا۔ کہ اُس کے اعضا ایک ایک کر کے گر گئے۔ اور چند دن میں ہلاک ہو گیا۔

مصرعِ ثانی میں جاد عسکر بالحصی من راحتیہ رمی فرمایا ہے وہ اُس معجزہ کی طرف اشارہ ہے۔ جو جنگ بدر اور حنین میں ظاہر ہوا۔ اُس کا مختصر قصہ یوں ہے۔ کہ جب لشکر کفار پوری جمعیت کے ساتھ حملہ آور ہوا۔ تو حضورؐ نے شاہت الوجوہ فرما کر ایک مشت سنگریزوں کی اُن کی طرف پھینکی۔ جس کا یہ اثر ہوا۔ کہ ایک مشت سے ہزاروں کی آنکھوں میں کنک پڑ گئی۔ اور وہ آنکھیں ملتے ملتے فرار ہو گئے۔ اور جاء الحق وزہق الباطل کا ظہور ہو گیا۔ مصرع کے اخیر میں رُمی بصیغہ مجہول اس لیے استعمال کیا، کہ ایک مشت ریگ ہزاروں کی آنکھوں میں درحقیقت قوت ایزدی سے پہنچی۔ تو وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی کے ماتحت اس میں فاعل حقیقی حضرت عزت و عظمت تبارک و تعالیٰ عز اسمہ تھا۔ جس نے اپنی قوت کا مظاہرہ دستِ محبوب سے کرایا۔ یا پردۂ محبوب میں اپنی شان دکھائی۔

وللہ الحمد ؎

نگاہِ لطف کے امیدوار ہم بھی ہیں
لیے ہوئے یہ دلِ بیقرار ہم بھی ہیں

ہمارے دستِ تمنا کی لاج بھی رکھنا
ترے فقیروں میں اے شہریار ہم بھی ہیں

ادھر بھی توسنِ اقدس کے دو قدم جلوے
تمھاری راہ میں مشتِ غبار ہم بھی ہیں

کھلا دو غنچۂ دل صدقہ باد دامن کا
اُمیدوارِ نسیمِ بہار ہم بھی ہیں

تمھاری ایک نگاہِ کرم میں سب کچھ ہے
پڑے ہوئے تو سرِ رہ گزار ہم بھی ہیں

جو سر پہ رکھنے کو مل جائے نقشِ پائے حضور
تو پھر کہیں گے کہ ہاں تاجدار ہم بھی ہیں

یہ کس شہنشہِ والا کا صدقہ بٹتا ہے
کہ خسروؤں میں پڑی ہے پکار ہم بھی ہیں

حسنؔ ہے جن کی سخاوت کی دھوم عالم میں
انھیں کے تم بھی ہو اک ریزہ خوار ہم بھی ہیں

فصل خامس

معجزات کے بیان میں

(۷۱)

نَبَذاً بِہٖ بَعدَ تَسبِیحٍ بِبَطنِہِمَا
نَبذَ المُسَبِّحِ مِن اَحشَآءِ مُلتَقِمِ

حل لغات نبذا - الرمی من الید - پھینکنا اُن کا - بہ - اُن کنکریوں کو دشمن کی طرف - بعد تسبیح - بعد تسبیح کے - ببطنہما - ای فی بطن الراحتین - کہ وہ اُن کی مٹھی میں تسبیح کر رہی تھیں - نبذا - ای کنبذ - مثل اس پھینکنے کے - المسبح - جو تسبیح کرنے والے کو - من احشاء - جوفِ بطن سے پھینکا - ملتقم - التقام - نگل جانا، نگل جانے کے بعد -

ترجمہ یعنی حضور کا دشمنوں کی طرف سنگریزوں کا پھینکنا اُس وقت تھا جب کہ وہ کنکریاں حضور کے دستِ اقدس میں سبحان اللہ کہہ رہی تھیں یہ ایسے پھینکنا تھا - جیسے حضرت یونس تسبیح کے ساتھ مچھلی کے پیٹ سے تسبیح کے ساتھ نکلے -

شرح حدیث میں ہے - کہ انہ علیہ السلام لمّا اخذ بقبضۃ من الحصیات بالوحی سبحت فی کفہ وھو یسمع ثم اعطاھا ابابکر فسبحت ایضاً فی کفہ ایضاً وھو یسمع ثم اعطاھا عمر فسبحت فی کفہ اعطا وھو یسمع ثم اعطاھا لعثمان ثم اعطاھا علیا فسبحت فی کفہما وھو یسمعان - یعنی جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وہ کنکریاں بحکم الٰہی اُٹھائیں - تو وہ تسبیح کر رہی تھیں - اور حضور مسموع فرما رہے تھے - پھر حضور نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو عطا فرمائیں تو اُن کے ہاتھ میں وہ تسبیح کر رہی تھیں - اور آپ سن رہے تھے - پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو عطا فرمائیں - تو وہ بدستور مسبح تھیں، اور آپ سن رہے تھے - پھر حضرت عثمانؓ کو پھر حضرت علیؓ کو عطا کیں - اور یہ بھی وہ تسبیح سن رہے تھے -

تو تشبیہاً ناظم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ حضورؐ نے اپنے کفِ مبارک سے سنگریزے دشمنوں کی طرف ایسے حال میں پھینکے۔ کہ وہ ہر دو کفِ دست میں سبحان اللہ کہتے تھے۔ تو جیسے اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کو شکمِ ماہی میں تسبیح لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ کی تلقین کی۔ اور اس کی برکت سے اُس مچھلی نے اپنے شکم سے آپ کو باہر اُگل دیا تھا۔ اور آپ نے اُس ظلمت کدۂ شکم سے نجات حاصل کی تھی۔ اسی طرح کفِ دست محبوب دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنگریزوں کا کل کر دشمن کی طرف جانا فتح لشکرِ اسلام کا موجب ہوا۔ (اقتباس از اخبار الاول و آثار الاول)

قصہ یونس علیہ السلام مختصراً یہ ہے۔ کہ حضرت یونس علیہ السلام اہالیانِ نینوا پر مبعوث ہوئے تھے۔ یہ شہر موصل کے مقابلہ میں واقع ہے۔ اور دریا دجلہ ان دونوں کے مابین حدِ فاصل ہے۔ شہر نینوا کے باشندے بت پرست تھے۔ آپ نے ایک مدت تک انھیں دعوت توحید دی۔ لیکن انھوں نے قبول نہ کیا۔ باآنکہ آپ سے جو مطالبات قوم نے کیے۔ آپ نے انھیں پورا کیا چنانچہ قوم نے کہا کہ پانی سے آگ نکالیے۔ اور اُسے بغیر دوسرے ایندھن کے قائم رکھئے۔ آپ نے انھیں آگ نکال کر قائم کر کے دکھا دی۔ مگر اُن کی سرکشی بدستور ویسی ہی رہی۔ جب آپ اُن کی ہدایت کی طرف سے مایوس ہو گئے۔ تو آپ نے دعا کی۔ جبرئیل حاضر ہوئے۔ اور عرض کی کہ قوم کو فرما دیں کہ اب تم پر عذاب آنے والا ہے آپ نے بموجب پیشگوئی جبرئیل قوم کو فرما دیا مگر پھر بھی انھوں نے پرواہ نہ کی۔ آخرش آپ رات کو معہ اپنے دونوں صاحبزادوں اور اپنی بیوی کے نینوا سے ہجرت فرما گئے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ عذاب رونما ہوا۔ بادِ سموم اور دھواں پھیلا۔ کہ قوم ہوش میں آئی۔ اور حضرت یونس علیہ السلام کی تلاش میں نکلی۔ جب آپ نہ ملے۔ تو انھیں عذاب کا یقین ہو گیا۔ سب جمع ہوئے۔ اور عجز و نیاز کے ساتھ بارگاہِ الٰہی میں توبہ کی اور زاری شروع کر دی۔ بت پرستی چھوڑ دی۔ اور بغرض حصول رحمت اولادوں کو ماؤں سے علیحدہ رکھ کر دعائیں کیں ٹاٹ پھٹا میلا کچیلا لباس پہن کر رونے لگے۔ جو کسی سے ظلماً چھینا یا رکھ لیا تھا۔ وہ واپس کر دیا۔

---

[1] کوئی معبود نہیں سوا تیرے پاکی ہے تجھ کو بے شک مجھ سے بے جا ہوا۔ (۱۲ پ ۶ ع)

اور جنگل میں آ کر پکارے۔ الٰہی تیرے نبی یونس علیہ السلام اور تمام انبیاء پر ہم ایمان لائے۔ اب ہماری خطا معاف فرما دے۔ یہ کہہ کر سب سجدہ میں گر گئے۔

ملائکہ عذاب کو حکم ہُوا۔ کہ عذاب واپس کر لیں۔ تمام قوم خوش و خرم واپس ہو گئی۔ اور بروایت صحیح یہ ہے۔ کہ قوم یونس پر یہ تمام آثاراتِ عذاب آئے تھے۔ دکہ عذاب، اس لیے کہ عذاب آنے کے بعد واپس نہیں ہوتا اِنَّ عذابی غیر مردود صاف ارشاد ہے۔

اب حضرت یونس علیہ السلام واپس لوٹے۔ کہ قوم کا حال دیکھیں تو راستہ میں شیطانِ لعین ایک ضعیف العمر کی صورت میں ملا۔ آپ نے اُس سے دریافت فرمایا۔ کہ کہاں سے آ رہا ہے۔ اُس نے کہا۔ شہر نینوا سے آپ نے فرمایا۔ آج وہاں کے لوگوں پر کیسی گزری شیطان نے کہا کہ یونس نبی علیہ السلام نے عذاب کی خبر دی تھی۔ مگر عذاب نہ آیا۔ اس قوم کو یہ یقین ہو گیا۔ کہ وہ نبی نہ تھے۔ یہ سُن کر یونس علیہ السلام کو غصہ آیا اور آپ نے فرمایا کہ میں ایسی قوم میں جانا نہیں چاہتا جو مجھے جھوٹا جانتی ہے۔ اور بلا اذنِ الٰہی دوسری طرف روانہ ہو گئے حتیٰ کہ آپ چلتے چلتے معہ اپنے دونوں صاحبزادوں اور بیوی کے دجلہ کے کنارے پر پہنچے اور پہلے بڑے صاحبزادے کو دریا پار اتار آئے۔ بعدہٗ چھوٹے صاحبزادے کو لے کر دجلہ کے وسط میں پہنچے تو پانی زیادہ ہو گیا۔ اور چھوٹے صاحبزادے ڈوب گئے۔ اور جو بڑے صاحبزادے کو پرلے کنارے چھوڑ آئے تھے، دیکھا کہ انہیں بھیڑیا لے گیا۔ آپ پانی سے نکل کر بھیڑیئے سے چھڑانے کو دوڑے۔ تو بھیڑیا بحکمِ الٰہی بولا۔ کہ یونس واپس ہو جائیں۔ صاحبزادے کو میں نے بحکمِ الٰہی پکڑا ہے۔ اب یہ آپ کے ہاتھ نہ آئیں گے۔ آپ راضی برضا واپس اپنی بیوی کی طرف تشریف لائے۔ تو یہاں وہ نہ ملیں۔ تو آپ سخت غمگین ہو کر رونے لگے۔ اور روتے روتے سمندر تک پہنچے۔ وہاں ایک کشتی پار جانے کو تیار کھڑی تھی۔ آپ نے کشتی والوں سے پار جانے کا ارادہ ظاہر فرمایا۔ اُن لوگوں

۱؎ بے شک میرا عذاب پھیرا نہ جائے گا۔ ۱۲

آئیں۔ اُن کے حوالے کرنا۔ آپ نے خدا کا شکر ادا کیا۔ اور آگے چلے۔ تو سرِ راہ دیکھا کہ ایک لڑکا بکریاں چرا رہا ہے۔ اور بار بار دعا کرتا ہے۔ کہ الٰہی مجھے میرے والد سے جلدی ملا دے۔ آپ نے دیکھا تو وہ بڑے صاحبزادے تھے۔ آپ نے انھیں گلے لگایا اور ساتھ چلنے کو فرمایا۔ اُنھوں نے عرض کی۔ ابا جان! یہ بکریاں اس گاؤں والے کی ہیں۔ اُس کے حوالے کر دوں۔ پھر حضور کے ساتھ چلوں۔ آپ صاحبزادہ کے ساتھ تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ گاؤں میں ایک مکان کے دروازہ پر ایک ضعیف العمر بیٹھے ہیں۔ یہ پہنچے، بکریاں سپرد کیں اور فرمایا۔ یہ میرے والد بزرگوار ہیں۔ وہ اُٹھے۔ اور انھوں نے آپ کے ہاتھ چومے۔ حضرت یونس علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ کو اس لڑکے کا حال معلوم ہے۔ انھوں نے کہا۔ ہاں میں ان بکریوں کو چرا رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ یہ لڑکا ایک بھیڑیئے کی کمر پر سوار ہے۔ اُس بھیڑیئے نے اپنی کمر سے اس لڑکے کو میرے پاس آکر اُتار دیا۔ اور بزبان فصیح بولا کہ چرواہے اس لڑکے کو بحفاظت اپنے پاس رکھ۔ اس کے باپ یونس بن متی جب تشریف لائیں اُن کے سپرد کر دینا۔ کہ یہ اُس کا فرزند ہے۔ آپ آگے چلے تو نینوا کے قریب میں ایک چرواہا ملا آپ نے اُس سے دودھ مانگا۔ اُس نے کہا جب سے ہمارے نبی حضرت یونس علیہ السلام ہم سے جدا ہوئے ہیں ہم نے دودھ نہیں چکھا آپ نے فرمایا اچھا ایک بکری میرے پاس لاؤ۔ وہ لایا آپ نے اُس کے تھنوں کو ہاتھ لگایا۔ وہ دودھ اُتار لائی۔ آپ نے دودھ دوہا یہ دیکھ کر چرواہا تعجب میں آگیا اور کہنے لگا کہ اگر حضرت یونس زندہ ہیں۔ تو وہ آپ ہی ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں یونس میں ہی ہوں۔ یہ سُن کر چرواہا آپ کے قدموں میں گر گیا۔ آپ نے فرمایا تو شہر میں جا اور قوم کو میری خبر پہنچا دے۔ عرض کرنے لگا۔ حضور وہ لوگ میرا یقین نہ کریں گے۔ آپ نے فرمایا۔ بکریاں ساتھ لے جا وہ تیری تصدیق کریں گی۔ آخرش چرواہا بکریاں لے کر چلا۔ اور جب وسط شہر میں پہنچا تو پکارا۔ اے لوگو! مبارک ہو ہمارے نبی یونس علیہ السلام آپ تشریف لے آئے ہیں۔ لوگوں نے اُسے جھٹلایا تو اُس نے کہا میں سچا ہوں اور میری تصدیق یہ بکریاں کریں گی چنانچہ بکریوں نے باذن الٰہی تصدیق کی۔

شدہ شدہ یہ خبر بادشاہ نینوا کو پہنچی وہ تخت سے اُترا۔ اور تمام اہل شہر کو ساتھ لے کر اس جنگل میں حضرت یونس علیہ السلام کی زیارت کی اپنے ساتھ شہر میں لے گئے۔ اور بادشاہ نے تخت پر آپ کو بٹھایا۔ خود خادمانہ طور سے آگے دست بستہ کھڑا ہو گیا۔ گھر گھر خوشی ہونے لگی چند روز بعد بادشاہ مرگیا تو آپ نے اُس چرواہے کے لڑکے کو بلا کر تخت نشین فرمایا۔ واللہ علی کل شیئ قدیر۔

علامہ خرپوتی اپنی شرح میں امت یونس علیہ السلام کی تعداد ایک لاکھ ستر ہزار تحریر فرما رہے ہیں۔ اور باقی یہی قصہ اختصاراً تحریر فرمایا ہے۔ اور اپنا ماخذ قصص الانبیا للثعلبی بتایا ہے۔

(۷۲) جَآءَتْ لِدَعْوَتِهِ الْاَشْجَارُ سَاجِدَةً
تَمْشِیْ اِلَیْهِ عَلٰی سَاقٍ بِلَا قَدَمٖ

حلّ لغات جاءت۔ اے اتت۔ صیغہ ماضی مونث۔ اور آئے۔ لدعوتہٖ ان کے بلانے سے۔ الاشجار۔ جمع شجر۔ درخت۔ ساجدۃً۔ اسم فاعل سجدہ کیے ہوئے۔ تمشی۔ صیغہ مضارع چلتے ہوئے۔ الیہ۔ اُن کی طرف۔ علٰی ساق۔ ساق پنڈلی۔ اور اپنی پنڈلیوں کے۔ بلاقدم۔ بغیر قدموں کے۔

ترجمہ اور آئے درخت حضورؐ کے بلانے سے سجدہ کرتے ہوئے آپ کی طرف اپنے تنہ یعنی پنڈلیوں سے بغیر قدم کے۔

شرح اس بیت مبارک میں حضورؐ کے اس معجزہ کا تذکرہ ہے جو حضورؐ سے متعدد بار ظہور میں آیا۔ مواہب اور شفا شریف میں ہے۔ امام احمد حضرت ابو سفیان سے راوی ہیں قال جاء جبریل الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذات یوم وھو حزینٌ قد خضب علیہ السلام بالدِّمَاءِ حیث ضربہ بعضُ اھل مکۃ فقال لہ جبرائیل اتحب اریك آیۃ فقال نعم فقال ادع

تلک الشجرۃ التی وراء الوادی فدعاھا فجاءت تمشی حتی قامت بین یدیہ فقال مرھا فلترجع الی مکانھا فامرھا فرجعت الی مکانھا فقال علیہ السلام حسبی حسبی فرماتے ہیں حضورؐ کے خدمت اقدس میں جبریل حاضر ہوئے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کفار مکہ کے بعض جہلاء نے حملہ کیا تھا جس سے حضورؐ نے خون کا سرخ جوڑا پہنا ہوا تھا۔ اور حضورؐ کچھ غمگین تھے۔ کہ روح الامین نے عرض کی حضورؐ چاہیں تو کوئی نشانی ملاحظہ فرمائیں۔ حضورؐ نے فرمایا ہاں جبریل نے عرض کی اس درخت کو حضورؐ بلائیں جو ایک وادی کے پیچھے ہے۔ حضورؐ نے بلایا تو وہ انسان کی طرح چلتا ہوا حضورؐ کے سامنے آیا پھر عرض کی اب حکم فرمائیں کہ یہ اپنی جگہ واپس جائے حضورؐ نے حکم دیا تو وہ واپس چلا گیا یہ دیکھ کر حضورؐ نے فرمایا۔ یہ مجھے کافی ہے۔ یہ مجھے کافی ہے۔

دوسری روایت حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے ہے۔ جاء اعرابی وسئال منہ علیہ السلام ایۃ فقال لہ قل لتلک الشجرۃ ان رسول اللہ یدعوک فمالت الشجرۃ عن یمینھا وشمالھا وبین یدیھا وخلفھا فتقطعت عروقھا ثم جاءت حتی وقفت بین یدی رسول اللہ علیہ السلام فقالت السلام علیک یا رسول اللہ قال الاعرابی مرھا فلترجع الی منبتھا فامرھا فرجعت فدلت عروقھا فی موضعھا ط

ایک اعرابی حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور صداقت نبوت پر نشان طلب کیا۔ حضورؐ نے فرمایا جا اور اس درخت کو کہہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تجھے طلب طلب فرماتے ہیں بدوی نے جا کر کہا علی الفور وہ درخت متحرک ہوا اور یمین و شمال (دائیں بائیں) اسے اپنی جڑوں کے جوڑ توڑ کر حضورؐ کے سامنے حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا السلام علیک یا رسول اللہ پھر اعرابی نے عرض کی کہ اسے حکم کیجئے کہ اپنی جگہ واپس جائے حضورؐ نے حکم فرمایا وہ واپس چلا گیا اور اپنی جڑوں سے جا ملا۔

اور ایک حدیث میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ

وسلم طہارۃ کے لیے تشریف لے گئے ۔ میدان لق ودق تھا۔کوئی شئے پردہ داری کو نہ تھی۔ مگر جنگل کے کناروں پر دو درخت کھڑے تھے تو حضورؐ نے اُن کی ڈالیاں پکڑ کر اپنی طرف کھینچا اور فرمایا انقادی معی باذن اللہ چلو میرے ساتھ اللہ کے حکم سے وہ ایک درخت چلا اور دوسرے کے پاس آگیا تو حضورؐ نے انھیں فرمایا۔ التئما علی باذن اللہ دونوں ملے رہو اللہ کے حکم سے فالتأمتا دونوں ملے رہے بعد قضاء حاجت حضورؐ نے فرمایا افترقتا الی اماکنھا علیحدہ علیحدہ ہو کر دونوں اپنی اپنی جگہ چلے جاؤ۔ چنانچہ چلے گئے۔ اور ایسی ہی ایک روایت حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے۔

اس ایک معجزہ میں چند خارق عادات امور ثابت ہوتے ہیں۔

اول۔ نباتات کا فہم وخطاب۔ دوم۔ نباتات کی نقل واحوال مثل حیوانات۔

سوم۔ شہادۃ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم از نباتات

مولای صل وسلم دائما ابدا علی حبیبک خیر الخلق کلھم

(۷۳)

کَاَنَّمَا سَطَرَتْ سَطْرًا لِّمَا کَتَبَتْ
فُرُوْعُھَا مِنْ بَدِیْعِ الْخَطِّ فِی اللَّقَمِ

حل لغات کَاَنَّمَا۔ گویا کہ۔ سَطَرَتْ۔ سطر کھینچ رہے تھے۔ سطرا۔ سیدھی سطر۔ لما کتبت۔ جیسے کہ لکھنے میں لکھتے ہیں۔ فروعھا۔ شاخیں اُن درختوں کی۔ من بدیع الخط۔ یعنی مثل خط بدیع۔ خوشخط لکھائی سے۔ فی اللقم۔ ہر دو میانہ راہ۔ سطروں کی مابین تھیں۔

ترجمہ گویا وہ درخت ایک خط کھینچتے ہوئے آرہے تھے۔ اور اُن کی شاخیں مابین السطور خوبصورتی پیدا کر رہی تھیں۔

شرح مفہوم ظاہر ہے کہ حضورؐ کے بلانے پر وہ درخت ایسی سیدھی اپنی شاخوں کے ساتھ چلے آتے تھے کہ گویا ایک سیدھی سطر اپنی

راہ میں لکھتے ہوئے آرہے ہیں کہ من اطاعہ نجی ومن ترکہ غرق۔

اس بیت مبارک میں ایک ہدایت بھی ہے کہ جب شجر وحجر اس طرح امتثال امر میں جھکتے رہتے ہیں تو مسلمان انسان تو اطاعت وامتثال میں اَوْلیٰ بالمبادرۃ ہونا چاہیئے۔

سلک الشجر نطق الحجر | شق القمر باشارته

۴۷

مِثْلُ الْغَمَامَةِ اَنّٰى سَارَ سَائِرَةٌ
تَقِيْهِ حَرَّ وَطِيْسٍ لِّلْهَجِيْرِ حَمِيْ

حل لغات مثل الغمامۃ۔ غمامہ بادل۔ مثل بادلوں کے۔ انی۔ جہاں کہیں۔ سار۔ ماضی از سیر۔ تشریف لے جائیں۔ سائرۃ۔ سیر کرنے کو۔ تقیہ۔ مضارع۔ از وقایت بچانا۔ بچانے کے لیے۔ حر۔ گرمی سے۔ وطیس۔ تنور آہنی۔ استعارہ از حرارت شدید۔ تیز حرارت۔ للھجیر۔ ہجیر۔ گرما دوپہر۔ اور گرمی دوپہر سے۔ حمی۔ ماضی از حمی۔ گرم ہونا۔ جو گرم کردے۔

ترجمہ حضور جہاں تشریف لے جاتے ایک بادل جیسی چلنے والی چیز حضور کو دوپہر کی گرمی سے بچانے کے لیے ساتھ ہوتی تھی۔

شرح ابر اور آسمان و زمین تمام حضور کے تبع تھے چنانچہ ایک ابر حضور کے ساتھ چلنے والا تھا جہاں کہیں حضور تشریف لے جاتے وہ حضور پر سایہ کیے ہوئے ہمراہ ہوتا۔

۱؎ جس نے حضور کی فرمانبرداری کی وہ نجات پا گیا اور جس نے ان کے طریقہ کو چھوڑ دیا وہ غرق ہو گیا۔ ۱۲

۲؎ فرمانبرداری میں جلدی کرنی چاہیئے۔ ۱۲

۳؎ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ سے درخت چل پڑے، پتھروں نے کلام کیا اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ ۱۲

صحیح احادیث میں ہے انہ علیہ السلام اذا نام فی الصحراء کانت تجیئ لہ الاشجار و تظلہ ولان الغمامۃ سبب لانبات النباتات والاشجار یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب جنگل میں آرام فرماتے تو درخت جمع ہو کر حضورؐ پر سایہ کرتے اس لیے کہ ابر (نباتات اور درختوں کے اگانے کا سبب ہے) تو ناظم فاہم رحمہ اللہ نے سبب کو دکھا کر تمام وہ چیزیں مضمر فرما دیں۔ جو اس کے ذریعہ پیدا ہوتی ہیں۔

اور اس بیت مبارک میں قصۂ بحیرا راہب کی طرف بھی اشارہ ہے۔ وہ یہ کہ جب حضورؐ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے مال سے برائے تجارت ملک شام تشریف لے گئے تو اللہ تعالیٰ نے ایک سپید ابر حضورؐ کے لیے بھیجا کہ وہ حضورؐ پر دھوپ سے سایہ کرتا ہوا چلے۔ جب قافلہ صومعۂ بحیرا راہب کے پاس پہنچا اور اس کے گرجا کے قریب اُترا تو جس درخت کے نیچے قافلہ اُترا وہ خشک تھا اس قافلہ کے اُترتے ہی وہ سرسبز ہو گیا۔ بحیرا اپنے صومعہ سے نکلا۔ اور دیکھا کہ ایک ابر اس قافلہ پر سایہ گستر ہے۔ اس نے جان لیا کہ اس قافلہ میں کوئی نبی ہے چنانچہ اس نے تمام قافلہ کی دعوت کی تاکہ صاحب غمام کو پہچانے۔ دعوت میں سب گئے اور سامان کی محافظت کے لیے حضورؐ کو اس لیے چھوڑ گئے کہ سب سے زیادہ اعتماد اُن کو حضورؐ پر تھا۔

راہب نے دیکھا کہ ابر بدستور اُس جگہ ہے۔ اور قافلہ کے لوگ دعوت میں آچکے ہیں۔ راہب نے پوچھا ھل بقی منکم احد فی مکانکم کیا تم سے کوئی اپنی قیام گاہ پر رہ گیا ہے۔ اہلِ قافلہ نے کہا ایک سامان کی محافظت کے لیے رہ گئے ہیں۔ راہب نے کہا انہیں بھی بلا لو چنانچہ جب حضورؐ تشریف لائے تو راہب نے دیکھا تو وہ ابر بدروانہ صومعہ پر ہے۔ راہب نے کہا۔

یا شاب من ای بلدۃ انت۔ اے جوان تم کس شہر کے رہنے والے ہو حضورؐ نے فرمایا میں مکہ کا رہنے والا ہوں۔ راہب نے کہا من ای قبیلۃ آپ

کس قبیلہ سے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا قریش سے راہب نے کہا ما اسمک آپ کا
اسم مبارک کیا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا میرا نام محمد ہے۔
یہ سن کر راہب حضورؐ کی طرف گرا اور پیشانی اقدس کو چومنے لگا اور کہنے لگا۔
لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ اور اسلام لے آیا۔

قافلے نے سوئے طیبہ کمر آرائی کی
مشکل آسان الٰہی میری تنہائی کی

لاج رکھ لی طمع عفو کے سودائی کی
اے میں قربان میرے آقا بڑی آقائی کی

عرش تا فرش سب آئینہ ضمائر حاضر
بس قسم کھائیے اُمی تیری دانائی کی

شش جہت سمت مقابل شب و روز یک ہی حال
دعوم والنجم میں ہے آپ کی بینائی کی

چاند اشارے پہ ہلا حکم کا باندھا سورج
واہ کیا بات شہا تیری توانائی کی

تنگ ٹھہری ہے رضا جس کیلئے وسعت عرش
بس جگہ دل میں ہے اُس جلوہ ہرجائی کی

(۷۵)

اَقْسَمْتُ بِالْقَمَرِ الْمُنْشَقِّ اِنَّ لَهٗ
مِنْ قَلْبِهٖ نِسْبَةً مَّبْرُوْرَةَ الْقَسَمِ

حلِ لغات اَقْسَمْتُ۔ ماضی متکلم از قسم۔ قسم کھاتا ہوں میں۔ بالقمر۔ اُس چاند کی۔ المنشق۔ جو شق ہوا۔ اِنَّ لَهٗ۔ کہ بے شک اُس چاند کو۔ من قلبه۔ قلب محبوب سے۔ نسبة۔ نسبت ہے۔ مبرورة القسم۔ سچی قسم۔

ترجمہ میں شق شدہ چاند کی قسم کھاتا ہوں کہ اُسے کسب نور میں حضورؐ کے قلب مبارک سے نسبت ہے۔ اور یہ میری قسم مبرور ہے۔

شرح ماہ شکستہ دل کی سچی قسم کھا کر ناظم فرماتے ہیں۔ کہ بیشک چاند کو حضورؐ کے قلب منور سے ایک نسبت و رابطہ ہے۔ اور اس مناسبت کی جو قسم کھاوے وہ سچا ہے۔

اور یہ مناسبت بوجوہ عدیدہ ہے۔

اول۔ شق صدر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور شق قمر ہیں۔
دوم۔ شق صدر کے بعد التیام ہوا اور اسی طرح شق قمر کے بعد بھی التیام ہوا۔
سوم۔ قمر میں نورانیت ہے اور قلب پاک بھی منبع انوار ہے۔
چہارم۔ جس طرح قمر نور شمس سے مستفیض ہو کر شب تاریک میں نور بیزی کرتا ہے۔ اسی طرح جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے مبدء فیض سے استفادہ نور فرما کر دلہائے تاریک کو روشن فرماتے ہیں۔ اور عالم مستنیر کر رہے ہیں۔
پنجم۔ سرعت سیر و قطع منازل تقرب میں جیسے حضور کی خاص شان ہے۔ اسی طرح چاند بھی منازل طے کرنے میں سریع السیر ہے۔ اور معجزہ شق القمر مفسرین نے اجماعاً مانا اور یہ آیت کریمہ۔
اقتربت الساعة وانشق القمر میں اس معجزہ کی تصدیق کی۔ اور ابوجہل نے جس طرح اس سے انکار کیا اس کا حال قرآن نے بروایۃ یعرضوا و یقولوا سحر مستمر میں بیان فرمایا صحیحین میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ واقعہ اجمالاً مذکور ہے۔
ملحدین کا ایک طبقہ اس کا منکر بھی ہے۔ اور وہ کہتا ہے کہ اگر یہ معجزہ واقعہ میں ظہور پذیر ہوا ہوتا۔ تو کتب تواریخ میں بلا اختلاف اس کا تذکرہ ہوتا۔
حالانکہ یہ حقیقت ناقابل انکار ہے۔ کہ چاند ایک ہی بار تمام روئے زمین روشن نہیں کرتا بلکہ جب دور و حرکت کرتا کسی قطعہ زمین کے مقابل آتا ہے۔ اُسے روشن کر دیتا یہی وجہ ہے۔ کہ خسوف (چاند گہن) کا حال بھی عام طور پر سب کو معلوم نہیں ہوتا۔ بحالت خسوف میں جن قطعات ارضیہ کے مقابل ہوتا ہوا وہ گزرا انہیں علم ہوا اور بعد خسوف جہاں آیا انہیں اس کے خسوف کا پتہ نہ چلا۔ یہی وجہ ہے کہ شق قمر کی تصدیق انہی لوگوں نے جو قرب و جوار سے آئے اپنی شہادتیں دیں۔ اور جب یہ خبر سامری

قیامت پاس آگئی اور چاند پھٹ گیا۔ پ ۲۷ ع ۸
اور اگر دیکھیں کوئی نشانی تو ٹلا دیں اور کہیں یہ تو جادو ہے چلا آتا۔ پ ۲۷ ع ۸

حاکم ملیبار کو تاجرانِ عرب کی زبانی پہنچی تو اُس نے کہا کہ اگر میرے روزنامچہ میں یہ خبر سچ ملی تو مَیں مسلمان ہو جاؤں گا۔ اُس نے روزنامچہ منگوایا۔ دیکھا تو اُس میں لکھا تھا کہ فلاں تاریخ کو معتبرینِ ملیبار نے چاند کے دو ٹکڑے دیکھے۔ یہ تصدیق پڑھ کر وہ مسلمان ہوگیا۔

اور واقعہ شق صدر چند بار ہُوا۔ پہلی بار اس وقت ہُوا جب کہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے حضورؐ کو آپ کی خواہش کے مطابق حضورؐ کے رضاعی بھائی کے ساتھ بکریاں چرانے بھیج دیا۔ دفعتہً وہ گھبرایا ہُوا حضرت حلیمہ کے پاس آیا اور کہا کہ میرے بھائی کے پاس دو سپید لباس آدمی آئے اُنھوں نے اُسے لٹا کر شکم مبارک چاک کر ڈالا۔ حضرت حلیمہ فرماتی ہیں۔ یہ سن کر مَیں سراسیمہ و پریشان حضورؐ کے رضاعی والد کے پاس دوڑی گئی۔ اور انھیں ساتھ لے کر پہنچی۔ تو مَیں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم تنہا رونق افروز ہیں۔ لیکن چہرۂ اقدس پر کچھ آثار خوف کے سے ہیں۔ حضورؐ کو آپ کے رضاعی باپ نے گلے لگایا اور پوچھا بیٹا تمھارا کیا حال ہے۔ آپ نے فرمایا۔ میرے پاس دو سفید پوش آئے اور انھوں نے مجھے لٹا کر میرا سینہ چاک کیا اور اُس میں سے کچھ نکال کر پھینک دیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ دوسرا واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ حضورؐ چند بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ کہ جبریل امین آئے اور انھوں نے حضورؐ کو لٹا کر سینہ چاک کیا۔ اور قلب مبارک سے چند قطرات خون سیاہ کے نکال کر پھینکے اور فرمایا یہ شیطان کا حصّہ ہے۔ پھر قلب اطہر کو طشت زریں رکھ کر زمزم سے دھویا اور سینہ میں رکھ کر پھر سی دیا۔ انسؓ فرماتے ہیں اب تک سلائی کے نشان سینۂ مقدس پر مَیں دیکھتا ہوں یہ شق صدر اس لیے ہُوا کہ حضورؐ ایام طفولیت سے ہی معصوم اور وساوسِ شیطانی سے مصئون رہیں۔ تیسرا شق صدر زمانۂ بعثت کے قریب میں ہُوا جسے ابو نعیمؓ دلائل میں نقل فرماتے ہیں۔ اس شق میں مزید کرامت و انوار مطلوب تھے۔ چوتھا شق صدر شب معراج کو ہُوا جو صحیحین میں منقول ہے۔ وہ اس لیے تھا کہ قلب اقدس میں قوت سیر ملکوت و معائنہ تجلّیات حاصل ہو جائے۔ اب معجزہ شق القمر شرح خرپوتی سے منقول ہے وہ مشکوٰۃ سے نقل فرماتے ہیں

انتباہ

علامہ خرپوتی رحمۃ اللہ اس واقعہ سے اوّل قال فی المشکوٰۃ تحریر فرمارہے ہیں۔ معلوم نہیں یہ مشکوٰۃ کونسی ہے۔ مشکوٰۃ المصابیح میں یہ واقعہ ہمیں نہیں ملا۔ معلوم ہوتا ہے یہ کوئی اور کتاب ہے چونکہ شارح علیہ الرحمۃ ایک معتبر عالم اور مفتی شوافع خرپوت ہیں۔ اس لیے اعتماد علی علمہ (ان کے علم پر اعتماد کرتے ہوئے) ہم بھی نقل کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔ کہ

جب ابو جہل مردود معہ اپنے متبعین کے حضورؐ سے عاجز آگیا اور ہر مطالبہ میں منہ کی کھاتا رہا۔ اور حضورؐ یوماً فیوماً ترقی فرمانے لگے اور حضورؐ کا شمس شریعت بلندی حاصل کرنے لگا۔ اور لوگ دن بدن ایمان لاکر زمرۂ مسلمین میں آنے لگے تو تنگ آکر اس نے ایک خط حبیب بن مالک امیر شام کو لکھا۔ وہ خط یہ تھا۔

اما بعد لیعلم الملک انہ قد ظھر بیننا رجل ساحر کذاب یدعی رباً واحداً ودیناً جدیداً وانہ یسب آلھتنا وکلما قابلناہ بالحجۃ غلب علینا فالیوم ضعف دینک ودین اٰبائک فالحق بہ قبل ان ینتشر دینہ۔

بعد سلام ودعا کے بادشاہ کو معلوم ہو کہ ہمارے اندر ایک زبردست ہستی ظاہر ہوئی ہے جسے ہم اپنے ذلیل وہم میں ساحر وکذاب جانتے ہیں۔ وہ ہمیں کہتا ہے کہ ایک رب کی پرستاری کرو۔ اور نیا دین ہمیں تعلیم دیتا ہے۔ اور ہمارے خداؤں کو بُرا کہتا ہے۔ اور جس قدر ہم اس کا مقابلہ حجت ودلائل سے کرتے ہیں اتنا ہی وہ ہم پر غالب آرہا ہے۔ غرضکہ اب تیرا دین اور تیرے باپ دادا کا دین کمزور ہو چلا ہے۔ لہٰذا جلدی آکر اس سے مل ورنہ اگر اس کی تعلیم عام ہو گئی تو پھر تو کچھ نہ کر سکے گا۔

اس خط کو پڑھ کر حبیب ابن مالک بارہ سواروں کے ساتھ چلا۔ اور وادی

مکہ میں اُترا۔ ابوجہل نے معہ عظماء مکہ کے اس کا استقبال کیا۔ اور کچھ ہدیہ پیش کش کیے۔ حبیب نے ابوجہل کو اپنے پہلو میں جگہ دی اور حضورؐ کے حالات دریافت کیے۔ تو ابوجہل نے کہا۔ ایھا السید سل بنی ہاشم۔ سرکار بنی ہاشم سے اُن کے حالات دریافت فرمائیں۔ چنانچہ سب نے کہا۔

نعرفہ بالصدق فی صغرہ ولما بلغ اربعین سنۃ جعل یسب آلہتنا ویظھر دینا غیر دین اٰبائنا۔ ہم اُنھیں بچپن سے نہایت راست گو ہی جانتے ہیں مگر جب وہ چالیس سال کے ہوئے تو اُنھوں نے ہمارے معبودوں کی مذمت شروع کر دی اور ایک نیا دین ہمارے آباؤاجداد کے خلاف ظاہر کر ڈالا۔ غرضکہ حبیب نے اپنے حاجب کو حکم دیا کہ حضورؐ کو یہاں تشریف لانے کی درخواست کرے۔

حاجب حضورؐ کے دربار میں پہنچا اور حبیب بن مالک کی درخواست پیش کی حضورؐ تشریف لے جانے کو آمادہ ہوئے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حلۂ حمرا اور عمامہ سودا پیش کیا۔ حضورؐ نے ملبوس فرمایا اور تشریف لے چلے۔

صدیقؓ بھی حضورؐ کے ساتھ ساتھ داہنی طرف چل رہے تھے۔ اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا بھی پیچھے پیچھے آئیں۔ حبیب بن مالک نے جب حضورؐ کو جلوہ افروز ہوتے دیکھا۔ یک لخت تعظیم کے لیے سروقد کھڑا ہو گیا۔

جب حضورؐ جلوہ آرائے مسند ہو گئے تو حبیب نے دیکھا کہ وجہ منیر سے انوار متلالا ہیں۔ اور اس کے دل پر حضورؐ کی ہیبت اس قدر غالب ہے کہ زبان بند مؤدب حاضر ہے۔

تھوڑی دیر کے بعد حبیب بولا۔ یا محمدؐ انت تعلم ان للانبیاء علیہم معجزات الخ معجزات حضورؐ آپ کو معلوم ہو گا کہ تمام انبیاء تو مخصوص معجزات لائے تھے۔ آپ کے پاس بھی کوئی معجزہ ہے۔

فقال علیہ السلام ماذا ترید۔ حبیب تمام انبیاء تو مخصوص معجزات

والے تھے مگر ہم کسی خاص معجزہ کے ساتھ نہیں آئے بلکہ جو تو چاہے وہ معجزہ ہم ظاہر فرما سکتے ہیں۔

حبیب نے متحیرانہ طور پر یہ جواب سن کر بڑے غور کے بعد وہ معجزہ طلب کیا جو کسی نبی سے ظاہر نہ ہوا تھا۔ عرض کرنے لگا۔ اُرِیْدُ ان تغیب الشمس وتخرج القمر وتنزلہ الی الارض وتجعلہ منشقا نصفین ثم یعودا الی السماء قمرا منیرا۔ یعنی یہ چاہتا ہوں کہ ابھی سورج غروب ہو اور ماہ کامل نکلے پھر اسے آپ زمین پر اتاریں اور اس کے دو ٹکڑے کریں۔ پھر وہ آسمان پر جا کر قمر منیر بنے۔ پھر بدستور سورج واپس آئے۔

حضورؐ نے اس مطالبہ کو نہایت بے پرواہی سے مسموع فرما کر حبیب سے فرمایا۔ ان فعلتہ اتؤمن بی۔ اگر ہم نے ایسا کر دیا تو کیا تو پھر ایمان لے آئے گا۔ حبیب نے دیکھا کہ اتنے سخت مطالبہ پر بلا کسی عذر کے آمادگی کا اظہار فرما رہے ہیں۔ تو ایک دوا پنی خاص غرض بھی کیوں نہ عرض کر لوں۔ بولا۔ نعم بشرط ان تخبر بما فی قلبی۔ بے شک لیکن حضورؐ ایک شرط یہ اور ہے کہ جو میرے دل میں ہے اُس کی بھی خوشخبری سنائی جائے۔

غرض حضورؐ جبل ابی قبیس پر تشریف لے گئے اور دوگانہ عبدیت ادا فرمایا اور دعا کی کہ جبریل امین حاضر ہوئے اور حضورؐ کو بشارت دی ان اللہ تعالیٰ سخر لک الشمس والقمر واللیل والنہار وان لحبیب بن مالک بنت سطیحۃ تعق ساقطۃ علی قفاھا ولیس لھا یدان ولا رجلان ولا عینان فاخبرہ بان اللہ تعالیٰ قد ردعلیھا جوارحھا۔ کہ حضورؐ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے سورج چاند رات دن مسخر فرما دیے ہیں اور حبیب بن مالک کی ایک لڑکی ہے، جس کے نہ ہاتھ ہیں نہ پیر نہ آنکھ کان اُسے بشارت دیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے تیری لڑکی کے ہاتھ پیر سب عطا فرما دیے ہیں۔

چنانچہ حضورؐ پہاڑ سے نیچے اُترے اور جبرئیل امین ہوا میں معلق حضورؐ کے

حکم کے منتظر تھے اور ملائکہ صف بستہ اس شان کا تماشہ دیکھ رہے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگشت سبابہ (شہادت کی انگلی) کا اشارہ سورج کی طرف کیا کہ وہ اپنی جگہ سے ہلا اور غائب ہوگیا اور سخت ظلمت پھیل گئی اور اتنے میں چاند طلوع ہوا اور ماہ کامل چودھویں کا چاند نکلا۔ حضورؐ نے اُس کی طرف اشارہ فرمایا تو قرص قمر بھی چلنے لگا یہاں تک کہ زمین کی طرف آیا۔ حضورؐ نے اُس کے دو ٹکڑے کیے۔ پھر وہ بدر کامل بنا۔ پھر سورج طلوع ہوا اور اسی حال پر مستنیر ہوگیا۔ جیسا کہ تھا۔ حبیب نے عرض کیا۔ بقی علیک شرط۔ حضورؐ ایک شرط ابھی باقی ہے۔

حضورؐ نے فرمایا ان لک ابنۃ سطیحۃ واللہ تعالے قد ردجوارحہا تیری بیٹی جو سطیحہ ہے اللہ تعالیٰ نے اس کے اعضاء واپس لوٹا دیے ہیں۔

یہ سن کر حبیب بن مالک نے کھڑے ہو کر کہا۔ یا اھل مکۃ لا کفر بعد الایمان اعلموانی اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وان محمداً عبدہٗ ورسولہ۔ اے اہل مکہ! اب کفر اسلام کے بعد نہیں رہ سکتا۔ سنو میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی معبود نہیں مگر اللہ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے خاص بندے اور رسول ہیں۔

یہ سن کر ابوجہل جل گیا اور کہنے لگا آتؤمن بھذا الساحر حبیب اس جادو بھری نگاہ کا تو بھی شکار ہوگیا۔ حبیب نے اس کا جواب خاموشی دیا۔ اور یہاں سے خوش وخرم ملک شام کو پہنچا جب اپنے محل میں داخل ہوا تو اس کی وہی بیٹی سامنے آئی اور کہہ رہی تھی۔ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وان محمداً عبدہٗ ورسولہ۔ حبیب کہنے لگا۔ یا بنتی من این علمت ھذہ الکلمٰت۔ بیٹی یہ کلمات تُو نے کہاں سے جانے۔ اُس نے کہا خواب میں کسی نے مجھے کہا کہ تیرا باپ اسلام لے آیا ہے اگر تو بھی مسلمان ہو جائے تو ابھی تیرے اعضاء تجھے مل جائیں۔ میں علی الفور مسلمان ہوئی اور صبح اس حال میں تھی جیسا کہ آپ مجھے دیکھ رہے ہیں۔ ٥

مولای صل وسلم دائماً ابداً

علیٰ حبیبک خیر الخلق کلھم

فصل سادس

ہجرت کا بیان

وَمَا حَوَى الْغَارُ مِنْ خَيْرٍ وَّمِنْ كَرَمٍ
وَكُلُّ طَرْفٍ مِّنَ الْكُفَّارِ عَنْهُ عَمِي (۷۶)

حلِّ لغات وما۔ اور کس شان سے حوی۔ احاطہ کیا۔ الغار۔ غارِ ثور نے۔ من خیر۔ فضیلتوں۔ ومن کرم۔ اور پیاری خصلتوں کا۔ وکل طرف۔ اور ہر سمت کی نظر۔ من الکفار۔ کافروں کی۔ عنہ۔ اُن ہستیوں سے۔ عمی۔ اندھی تھی۔

ترجمہ غارِ ثور نے کیا احاطہ کیا جمیع فضائل وکرم کا اور کافروں کی آنکھیں اُس نور کو دیکھنے سے اندھی رہیں۔

شرح مَا موصولہ ہے اور حوٰی بمعنی جمع واحاطہ ہے۔ الغار میں الف لام عہد ذہنی ہے۔ اس لیے کہ غار تو عام تھا اور چونکہ یہاں ذکر غارِ ثور کا ہے۔ اس لیے غار پر الف لام عہدی لگا کر مخصوص کر دیا اور غارِ جبل ثور مکّہ معظمہ سے بہت قریب ہے مِنْ خَیْرٍ وَّ مِنْ کَرَمٍ میں حضورؐ کے فضائل وافعالِ جلیلہ اور خصائل جمیلہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور خیر اور کرم اس لیے کہا ہے کہ باب مبالغہ میں مضاف حذف ہو جاتا ہے۔ چنانچہ مقصود اس سے ذی خیر اور ذی کرم ہے۔ کہ جیسے رجل عدل کہہ کر رجل عادل مراد لیتے ہیں۔ ایسی ہی یہاں بطور مبالغہ ناظم امام رحمہ اللہ نے فرمایا۔ کہ غارِ ثور نے خیر وکرم پر کیا احاطہ کیا یا یُوں سمجھیے کہ خیر سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو خیر البریہ ہیں۔ اور کرم سے مراد افضل الامت

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ما نفعنی مالُ احدٍ مثل نفعنی مال ابی بکر مجھے کسی کے مال نے وہ نفع نہ پہنچایا جو ابوبکرؓ کے مال نے نفع پہنچایا۔ اور فرمایا لو وُزِنَ ایمان ابی بکر بایمان العالمین لرجح ایمانہ اگر ابوبکر کے ایمان کے ساتھ تمام عالموں کے ایمان تولے جائیں تو یقیناً ابوبکرؓ کا ایمان وزنی نکلے۔ اور فرمایا۔ افضل البشر بعد الانبیاء ابوبکرؓ انبیاء کے بعد انسانوں میں سب سے افضل ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔

اس بیت مبارک میں واقعات ہجرت کے ابتدائی حالات کی طرف اشارہ ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ جب اکابر قریش نے جمع ہو کر دارالندوہ میں مشاورتی کمیٹی کی۔ اور حضورؐ کے آوازۂ حق کو دبانے کے منصوبے ہو رہے تھے۔ تو شیطان لعین شیخ نجدی بن کر آگیا۔ اور ان کے ساتھ بیٹھا۔ لوگوں نے کہا یہ کون ہے جو بلا اجازت ہم میں آگیا۔ شیطان نے کہا میں ایک آدمی نجد کا رہنے والا ہوں۔ میں تمہارے اچھے خیال دیکھ کر اور ایک اچھے کام کے لیے اجتماع سمجھ کر آیا اور یہ پسند کیا کہ میں تمہارا مشیر بنوں۔ تمام کفار نے کہا کہ یہ اہل تہامہ سے نہیں ہے۔ کوئی حرج نہیں اُسے رہنے دو۔ اب مشورہ شروع ہوا۔

بعض نے کہا انہیں یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک مکان میں قید کر دو اور کھانا پانی بند کر دو۔ حتیٰ کہ خاتمہ ہو جائے۔

شیخ نجدی شیطان بولا یہ رائے ٹھیک نہیں اس لیے کہ ان کے بھی اعزا و اقربا ہیں جب سنیں گے جمع ہو کر آئیں گے اور چھڑا لے جائیں گے۔ سب اہل جلسہ نے بھی اس کی تائید کی۔

ایک بولا اخرجوہ وغربوہ من بینکم۔ مکہ سے نکال دو اور اپنے سے دور کر دو تاکہ کہیں پردیس میں چلے جائیں شیخ نجدی بولا ایضاً بئس الرای لان لہ لساناً لطیفاً ووجھاً ملیحاً واللہ لیجتمعن علیہ خلق کثیر ثم یاتیکم ویخرجکم من بلادکم یہ رائے بھی بری ہے اس لیے کہ ان کی زبان مبارک نہایت

لطیف اور حسن زیبا والا ہو پھر ہے آنکھوں میں وہ جادو ہے کہ خدا کی قسم ان کی طرف خلق کثیر جمع ہو جائے گی۔ پھر وہ تمہاری طرف آ کر تمہیں وطنوں سے نکال دیں گے۔

مجمع نے کہا شیخ نجدی کی رائے صائب ہے۔

ابوجہل اٹھا اور کہنے لگا خذ وا من کل بطن شابا بسیف صارم ومروہم ان یخرجوا الیہ وتقتلوہ فیتفرق دمہ فی القبائل۔ ہر گھر سے ایک جوان تلوار لئے ہوئے لیا جائے اور انہیں کہا جائے کہ سب مل کر جائیں اور قتل کر دیں۔ تاکہ یہ خون ایک کی گردن پر نہ رہے۔ قبائل میں تقسیم ہو جائے۔ شیخ نجدی کہنے لگا۔ ہذا الرای صواب یہ رائے ٹھیک ہے۔

چنانچہ تمام کفار مکہ تیار ہوئے اور فیصلہ کیا کہ رات میں جمع ہو کر ایسا کریں۔

ادھر دربار سرکار میں جبریل امین دربان خاص حاضر ہوئے اور تمام حال سنا کر عرض کیا کہ حضورؐ یہاں سے تشریف لے جائیں حضورؐ نے اپنی خواب گاہ پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو چھوڑا اور صدیق کے یہاں تشریف لا کر بایماء جبریل اپنا عزم ہجرت ظاہر کیا اور آپ کو اپنے ہمراہ لیا اور چلے حتیٰ کہ غارِ ثور پر آ گئے پہلے صدیق اندر تشریف لے گئے اور غار کو جھاڑا تو دیکھا بہت سے سوراخ ہیں۔ ردائے مبارک پھاڑ پھاڑ کر تمام سوراخ بند کیے ایک سوراخ باقی رہا تو اُسے اپنے پاءِ اقدس کے انگوٹھے سے بند کیا اور پکارے ادخل یا رسول اللہ حضورؐ تشریف لے آئیں۔ ادھر حضورؐ غار میں جلوہ نما ہوئے۔ ادھر دشمنانِ اسلام بابِ عالی پر پہنچے۔ حضورؐ کو وہاں نہ پایا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا آپ نے فرمایا تشریف لے گئے۔ مگر یہ نہیں معلوم کہاں تشریف لے گئے۔ کفار یہاں سے نکلے اور مکہ کے تمام کنارے اور راستہ مسدود کیے۔ پھرتے پھرتے باب غار پر آئے تو حضورؐ کو اور صدیقؓ کو نہ دیکھ سکے۔ بقیہ مفصل قصہ آئندہ بیتوں میں آئے گا۔

---

(۷۷)

فَالصِّدْقُ فِی الْغَارِ وَالصِّدِّیْقُ لَمْ یَرِمَا
وَھُمْ یَقُوْلُوْنَ مَا بِالْغَارِ مِنْ اَرِمِ

حلِّ لغات فالصدق - الفاء للتفضیل - الصدق مصدر بمعنی الصادق والمصدوق علی طریق المبالغہ - یعنی سراپا صدق - فی الغار - غار میں تھے - والصدیق - صیغہ مبالغہ بمعنی کثیر الصدق - اور صدیق اکبرؓ - لم یرما - قطعی متورم نہ ہوئے - وھم - اور مشرکین - یقولون - کہہ رہے تھے - ما بالغار - نہیں ہے اس غار میں - من ارم - یقال ما فی الدار ارم - یعنی کوئی شخص -

ترجمہ سراپا صدق غار میں جلوہ فرما تھے اور صدیق اکبرؓ بھی حاضر تھے اور سانپ کے ڈسنے سے آپ متورم بھی نہ ہوئے اور مشرکین وہاں دیکھ بھال کر یہ کہتے چل دیے کہ اس غار میں کوئی نہیں ہے -

شرح لم یرما کی جگہ صاحب شوارد الفردہ نے لم یُریا تثنیہ مجہول لکھا ہے - اگر یہ لیا جائے تو یہ معنی ہوں گے کہ صدق مجسم غار میں تھے - اور صدیق اکبرؓ بھی حاضر تھے - مگر نہ دیکھے گئے بلکہ کفار کہہ رہے تھے کہ غار میں کوئی نہیں ہے -

لم یرما یا اس ورم انف کو کہا جاتا ہے - جب کہ انسان غصہ میں نتھنے پھلاتا ہے - اس جگہ لم یرما کے معنی یہ ہیں گے کہ غارِ ثور میں سانپ کے ڈسنے پر بھی صدیق غضب ناک نہ ہوئے بلکہ قضا و قدر الٰہی پر راضی برضا و شاکر تقضا ہے اور ورم سے اگر لم یرما مانا جائے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ صدیق رضی اللہ عنہ کا پاء مبارک لدغ حیہ کے بعد بھی متورم نہ ہوا -

چنانچہ روایت ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس سوراخ کو جو باقی رہ گیا تھا اپنے پاء اقدس کے انگوٹھے سے بند فرما دیا تو اس سوراخ میں جو سانپ تھا اس

نے ڈس لیا۔ حضرت صدیق رضؓ نے حضورؐ کی خدمت میں اُس کی شکایت کی حضورؐ نے اپنے لعاب دہن سے اُس کا علاج فرمایا۔ باذن الٰہی آپ کا پاءِ اقدس درست ہوگیا اور ورم وغیرہ جاتا رہا۔

اور جنھوں نے لم یریا مضارع کا تثنیہ بناکر پڑھا ہے اور اُسے رویت سے لیا ہے۔ اس کا رد شیخ زادہ اور علامہ خرپوتی رحمہ اللہ نے کیا۔ شیخ زادہ فرماتے ہیں۔ وروی بعض لم یریا وما ذالک من الناظم وانما حملہ علی ذالک العجز عن تاویل۔ یعنی بعض نے لم یریا لکھا ہے لیکن یہ ناظم فاہم کے لفظ نہیں اور اس پر انھیں جس چیز نے آمادہ کیا وہ عاجز آنا ہے تاویل سے ایسے ہی علامہ خرپوتی فرماتے ہیں۔ وقرأ بعض الناس لم یریا علی انہ تثنیۃ مضارع من الرویۃ لکن ردہ شیخ زادہ وانا من الداخلین معہ بعض آدمیوں نے لم یریا تثنیہ مضارع روایت سے لے کر بنایا لیکن شیخ زادہ نے اُس کا رد کیا۔ اور ہم بھی ان کے ساتھ اس رد میں شریک ہیں تو معلوم ہوا لم یریا جو پڑھے گا وہ ایجادی طور پر پڑھے۔ قصیدہ کے ورد میں لم یرما پڑھنا چاہیئے اس لیے کہ شیخ زادہ خرپوتی جیسے محقق اس کے خلاف گئے ہیں۔ اور شیخ زادہ تو نہایت وثوق سے فرماتے ہیں۔ وما ذالک من الناظم یعنی لم یریا امام بوصیری کی زبان سے نکلا ہوا لفظ نہیں تو اب حاصل مفہوم بیت یہ ہوا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے جاں نثار صدیق رضؓ جب داخل غار ثور ہوگئے تو اس میں قضا و قدر الٰہی کے ساتھ نہایت راضی رہے۔ اور حکم الٰہی پر شادماں نہ ہوئے اور کفار مکہ قدموں کے کھوج لیتے دروازۂ غار تک آگئے۔ مگر ان دونوں طالب و مطلوب یا شمع نبوت اور اس کے پروانہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی حفاظت میں لے لیا۔ جب کفار اس غار تک کھوج لے کر آئے تو یہاں سے کھوج غائب دیکھ کر پہاڑ پر چڑھ گئے۔ تو حضرت صدیق رضؓ نے عرض کی یا رسول اللہ لو ان احدھم نظر الی قدمیہ لابصرنا حضورؐ اگر کسی بے ایمان نے ہمارے قدم دیکھ لیے تو وہ ہمیں یہاں دیکھ لیں گے۔ حضورؐ نے فرمایا یا ابابکر ما ظنک باثنین اللہ ثالثھما ابوبکر کیا تمھیں خیال

ہے ہم دو کے ساتھ تیسرا اللہ ہے چنانچہ حمایت و نصرت الٰہی کی شان آیندہ بیت میں فرماتے ہیں۔ وھو ھذا۔

---

۴۸ ظَنُّوا الْحَمَامَ وَظَنُّوا الْعَنْكَبُوْتَ عَلَىٰ خَيْرِ الْبَرِيَّةِ لَمْ تَنْسُجْ وَلَمْ تَحُمِ

حلّ لغات ظنوا، مشرکین نے گمان کیا۔ الحمام، جمع حمامۃ کل ذات الطواق من الطیور، کبوتر کو۔ وظنوا، اور گمان کیا۔ العنکبوت مکڑی کو کہ یہ۔ علی، اوپر۔ خیر، خیر عالم کے۔ لم تنسج، ہر گز جالا نہیں تنتی ولم تحم۔ انڈوں پر پرندے کا منڈلانا۔ یا انڈے دینا، اور نہ کبوتر انڈے دیتا۔

ترجمہ مشرکین نے گمان کیا کبوتر کو۔ اور گمان کیا مکڑی کو۔ کہ یہ خیر عالم پر ہر گز جالا تننے والی نہیں اور نہ کبوتر انڈے دینے والا۔

شرح ظاہری سبب کفار کے نہ دیکھنے کا یہ ہوا کہ انھوں نے غار کے منہ پر دیکھا کہ کبوتر گھونسلے میں انڈے دیے بیٹھا ہے۔ اور اوپر مکڑی جالا تانے ہوئے ہے۔ تو انھیں یہ گمان ہوا کہ اگر اس میں سے کوئی جاتا تو جالا ٹوٹتا۔ کبوتر کا گھونسلا خراب ہوتا انڈے ٹوٹ جاتے ان دلائل کے ماتحت فیصلہ کیا کہ اس غار میں ہر گز کوئی نہیں اس طرف اُن کا ذہن نارسا جا ہی نہیں سکتا تھا کہ اللہ کے محبوب و صدیق ؓ کی خدمت کے لیے یہ مکڑی اور کبوتر یہاں آئے ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ نے اپنے شیون قدرت کا اس صورت میں مظاہرہ فرمایا ہے کہ کفار جیسے شریر النفس اشد ترین انسان نما حیوانوں سے ایک کمزور ترین مخلوق کے ذریعہ حفاظت کی کہ بیضۂ حمام بمدوج مشید بن گئے اور تار عنکبوت جسے قرآن ان اوھن البیوت لبیت العنکبوت[1] فرما رہا ہے۔ ایک مستحکم قلعہ بنا دیا گیا۔

---

[1] بے شک سب گھروں میں کمزور گھر مکڑی کا ہے۔ پ ۲۰ ع ۱۲

غالباً اسی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم محترم کے رہنے والے کبوتر اور مکڑی کے مارنے کو منع فرمایا۔ صاحب زبدہ فرماتے ہیں۔ نھی علیہ السلام عن قتل العنکبوت والحمام الکائنین فی الحرام۔

اور عام طور پر مکڑی کے لیے حکم ہے العنکبوت شیطان مسخہ اللہ تعالیٰ فاقتلوہ۔ حضورؐ نے فرمایا مکڑی شیطان ہے اللہ نے اسے مسخ فرمایا ہے۔ اسے مار دیا کرو۔ ذکرہ فی جامع الصغیر۔

اور ثعلبی سے مروی ہے کہ علی کرم اللہ وجہ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ طھروا بیوتکم من النسج العنکبوت فان ترکہ فی البیوت یورث الفقر اپنے گھروں کو مکڑی کے جالے سے پاک رکھو اگر گھروں میں جالا چھوڑا تو وہ تنگدستی پیدا کرے گا۔

حلیہ میں ہے نسجت العنکبوت مرتین علی الانبیاء مرۃ علی داؤد علیہ السلام حین کان جالوت یطلبہ ومرۃ علی النبی علیہ السلام فی الغار۔

مکڑی دو بار انبیاء علیہم السلام پر جالا تانا۔ ایک بار داؤد علیہ السلام پر جب کہ جالوت آپ کی تلاش میں تھا۔ اور دوسری بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غار پر۔

دیلمی نے مسند الفردوس میں حضرت علی کرم اللہ وجہ سے روایت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا کہ مسخ شدہ جانور کتنے ہیں۔ تو حضورؐ نے تیرہ فرمائے۔ وھم ہذا۔ (اور وہ یہ ہیں)

الفیل (۱) والدب (۲) والخنزیر (۳) والقرد (۴) والجریث (۵) والضب (۶) والوطواط (۷) والعقرب (۸) والدعموص (۹) والعنکبوت (۱۰) والارنب (۱۱) وسھیل (۱۲) والزھرۃ (۱۳)۔

(۱) ہاتھی (۲) درندہ معروف (ریچھ) (۳) سور (۴) بندر (۵) مچھلی مخصوص (۶) گوہ (۷) چمگادڑ (۸) بچھو (۹) کرم آبی (۱۰) مکڑی (۱۱) خرگوش (۱۲) ستارہ (۱۳) ستارہ۔

امیہ بن خلف نے باوجود قطعی مایوسی کے داخل غار ہو کر دیکھنا چاہا تو اس سے کہا گیا ما تصنع فی الغار وان علیہ عنکبوتا کانت قبل میلاد محمد سید الابرار کیا کرتا ہے۔ غار میں جا کر اس غار کے منہ پر یہ مکڑی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے پہلے کی ہے۔

چنانچہ آئندہ بیت میں فرماتے ہیں۔

---

(۷۹)

وِقَايَةُ اللّٰهِ اَغْنَتْ عَنْ مُضَاعَفَةٍ
مِنَ الدُّرُوْعِ وَعَنْ عَالٍ مِنَ الْاُطُمِ

حل لغات وقایۃ اللہ، الوقایۃ الحفظ والعصمۃ، اللہ کی حفاظت نے۔ اَغْنَتْ، غنی کر دیا۔ عن مضاعفۃ، دو چند سہ چند، دوہری۔ من الدروع، جمع درع، زرہ، زرہوں سے۔ وعن عالٍ، اور بلند۔ من الاُطُم، جمع اُطُمۃ، قلعوں سے۔

ترجمہ اللہ کی حفاظت نے حضور کو غنی کر دیا ہے دوہری زرہوں سے اور بلند قلعوں سے۔

شرح حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا راوی ہیں کہ صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محافظت کے لیے رات دن اپنی نگرانی رکھتے اور آپس میں یہ تقسیم اوقات باب عالی کا پہرہ دیا کرتے جب آیۂ کریمہ واللہ یعصمک من الناس[1] نازل ہوئی تو حضور سید اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبۂ اقدس سے سر مبارک باہر نکالا۔ اور فرمایا لوگو! اپنے اپنے گھر آرام کرو میری محافظت میرے رب نے اپنے ذمہ کی ہے۔ چنانچہ اسی طرف اس بیت میں اشارہ ہے۔ کہ واللہ یعصمک من الناس کا نزول ایسی وقایۃ اللہ ہے کہ جس نے حضور کو مستغنی کر دیا تھا۔ دوہری

---

[1] اور اللہ تعالیٰ لوگوں سے تمہاری نگہبانی کرے گا۔ پ ۶ ع ۱۴

زرہوں سے اور مستحکم بلند قلعوں اور پہرہ چوکی سے۔

چنانچہ ہجرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا واقعہ بھی اس استغنا کو بیّن طریق پر ظاہر کرتا ہے۔ پہلے تین چار ہیتوں میں جو حالات ہیں اُن سب کی ابتدا یوں ہے کہ قریش کو معلوم ہوا کہ انصار اسلام خفیہ طور سے بہت ہو گئے ہیں۔ تو اُنھوں نے جن جن پر شبہ تھا اُن کو ستانا شروع کیا۔ پہ تعمیل حکم بہت سے صحابہ ہجرت کر گئے اور حضورؐ حکم الٰہی کے منتظر رہے۔ جب حضورؐ کے ساتھ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم رہ گئے اور مشرکین مکہ نے دیکھا کہ عنقریب یہ بھی یہاں سے تشریف لے جانے والے ہیں۔ اور جب یہاں سے چلے جائیں گے۔ تو آدمی سے ہمارے مقابلہ کی تیاری کریں گے۔ اور ہم پر چڑھائی کر کے ہمیں ہلاک کر ڈالیں گے۔

اس خوف نے انھیں مجلس شوریٰ منعقد کرنے پر آمادہ کیا۔ غرض کہ مجلس شوریٰ جمع ہوئی اور شیطان لعین بھی اس میں شیخ نجدی کی صورت میں شریک ہوا اس واقعہ کو ہم ہیت نمبر ۲۷ میں لکھ چکے ہیں۔

غرض کہ مشورہ ابوجہل کے ماتحت تمام قبائل سے ایک ایک آدمی ہتھیار بند تیار کیا گیا اور فیصلہ ہوا کہ آج رات حضورؐ کو شہید کر دیا جائے کہ جبرئیل امین نے حضورؐ کو اطلاع دی۔

حضورؐ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو فرمایا کہ تم میری چادر اوڑھ کر میرے بستر پر آرام کرو تمھیں کوئی تکلیف نہ ہوگی اور ہم جا رہے ہیں تم اُس وقت آنا جب یہاں کے لوگوں کی امانتیں اُن کے سپرد کر دو۔ میں نہیں چاہتا کہ میرے جانے کے بعد کفار مجھ پر یہ طعن کریں کہ ہماری امانتیں لے کر چلے گئے۔ چونکہ مشرکین کے دل میں حضورؐ کی صداقت کا سکہ بیٹھا ہوا تھا وہ مذہبًا دشمن تھے۔ لیکن اپنی امانتیں حضورؐ کے پاس ہی رکھا کرتے تھے۔ ان امانتوں کے واپس کرنے کے لیے حضرت علیؓ کو یہاں چھوڑ گیا۔ اور حضورؐ دولت سرا سے تن تنہا باہر تشریف لائے دشمن جو باب عالی کا محاصرہ

کیے کھڑے تھے اُن کے لیے ایک مُٹھی مٹی اُٹھائی اور اس پر آیت کریمہ یٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ فَهُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ تک پڑھی۔ اور دُشمنوں کے سروں کی طرف پھینکی اور اُن کے سامنے سے حضورؐ گزر گئے سب کے سب حضورؐ کی طرف سے اندھے ہو گئے۔

ایک شخص نے اُن سے پوچھا تم کس کے منتظر کھڑے ہو انھوں نے حضورؐ کا اسم گرامی لیا۔ اُس شخص نے کہا تم ناکامیاب ہو گئے جس کی تمھیں انتظار ہے وہ تمھاری آنکھوں میں خاک ڈال کر تشریف لے گئے اور تمھارے سامنے سے گئے انھوں نے مل کر باب حالی دیکھا تو سبز چادر اوڑھے ہوئے حضورؐ کو آرام گزیں پایا۔ اس خبر کی انھوں نے تصدیق نہ کی صبح تک وہ یہی سمجھتے رہے کہ آرام گزیں جو ہیں وہ حضورؐ ہیں۔ حتی کہ صبح ہو گئی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم بستر سے اُٹھے تو سب کفِ افسوس ملنے لگے۔ اس کا تذکرہ قرآن کریم میں اس طرح ہے۔ وَاِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْکَ اَوْ یَقْتُلُوْکَ اَوْ یُخْرِجُوْکَ وَیَمْکُرُوْنَ وَیَمْکُرُ اللّٰهُ مشرکین نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ حضورؐ کہاں ہیں۔ آپ نے فرمایا مجھے معلوم نہیں تم نے انھیں نکال دیا وہ نکل گئے۔ کفار حضرت شیرِ خدا کرم اللہ وجہہ پر بہت برہم ہوئے۔ اور حرم شریف میں لے گئے۔ کچھ دیر قید رکھا جب مایوس ہو گئے اور سمجھ گئے کہ ان سے حضورؐ کا پتہ لینا مشکل ہے۔ آپ کو چھوڑ دیا آپ امانات کی محافظت میں ٹھہرے رہے۔

حضرت ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہمارے یہاں حضورؐ ہمیشہ شام کو تشریف لایا کرتے تھے۔ مگر جس روز ہجرت کا حکم ہوا اُس روز حضورؐ دوپہر میں تشریف لائے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بے وقت تشریف آوری سے خیال ہوا اور سمجھ گئے کہ یہ آنا کسی خاص وجہ سے ہے۔ حضورؐ نے حضرت صدیقؓ کو

لے اور اے محبوب یاد کرو جب کافر تمھارے ساتھ مکر کرتے تھے کہ تمھیں قید کر دیں یا شہید کر دیں یا نکال دیں وہ اپنا سا مکر کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ اپنی خفیہ تدبیر فرماتا ہے۔
پ ۹ ع ۱۸

یہ میں نے کر دیا کہ مجھے ہجرت کا حکم مل گیا ہے۔ صدیق رضؓ نے عرض کی کہ میرے لیے
حکم ہے فرمایا تم ہمارے ساتھ چلو گے۔ صدیقؓ اس بشارت کو سن کر فرطِ مسرت
سے آبدیدہ ہو گئے۔ اور مکان کے چھوٹے دروازہ سے نکل کر غارِ ثور میں روانہ
تھے۔

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ کو مکہ کے
حالات معلوم کرنے کو چھوڑا اور حکم دیا کہ دن بھر کی خبریں لے کر شام کو ہمیں دیں۔ اور
اپنے غلام آزاد شدہ عامر بن فہیرہ کو حکم دیا کہ دن بھر بکریاں چرائیں اور شام کو ہمارے
پاس لائیں۔

اور حضرت اسماء بنت صدیق رضؓ کو حکم دیا کہ تم شام کو کھانا غار میں
پہنچایا کرنا۔

حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ جب بکریاں غار سے واپس لاتے
بکریوں کا کھوج مٹاتے ہوئے آتے۔

عبداللہ بن اریقط مشرک تھا۔ اسے تین روز غار میں قیام فرمانے کے بعد مدینہ
کی رہنمائی کے لیے مقرر فرمایا۔

اب غار کا حال چونکہ ہم پہلے شعر نمبر ۷ میں لکھ چکے ہیں۔ لہٰذا یہاں اس کا اعادہ
تفصیل حاصل تصور کر کے آگے کے حالات پیش کر رہے ہیں۔

قصہ مختصر تین روز غار میں گزار کر اور یہ اطمینان کر کے کہ جستجوئے کفار اب اس
جوش کے ساتھ نہیں رہی عبداللہ اجیر کے دو اونٹ در غار پر لائے گئے۔

ایک پر حضورؐ اور پیچھے صدیقؓ سوار ہوئے دوسرے اونٹ پر عبداللہ اجیر اور
عامر بن فہیرہ سوار ہو گئے۔ تمام رات اور آدھے دن ظہر تک مسلسل سفر کیا۔
قریش نے منادی کرا دی کہ جو حضورؐ کو مشرکین تک پہنچا دے اسے سو اونٹنیاں انعام
دی جائیں گی۔

اس انعام کے لالچ میں سراقہ بن مالک حضورؐ کی تلاش میں نکلا۔ اور حضورؐ کو

ایک سنگلاخ جنگل میں پا یا۔ صدیق رضؓ نے اُسے دیکھ کر عرض کی حضورؐ ہمارا متلاشی آگیا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کچھ فکر نہ کرو۔ ہمارے ساتھ ہمارا رب ہے۔

سراقہ چاہتا تھا کہ جلدی سے جا کر مشرکین کو خبر دے کہ اُس کا گھوڑا آدھا زمین میں دھنس گیا اور زمین سے دھواں نکلنے لگا۔ پکارا حضورؐ سے خلاصی کی دعا کرائی اور وعدہ کیا کہ جو حضورؐ کا متلاشی اِدھر آئے گا اُسے واپس لوٹا دوں گا۔ غرض کہ حضورؐ کے حکم سے وہ گھوڑا زمین سے نکلا۔ لیکن طمع خام خواہش انعام نے اسے عہد شکنی پر مجبور کیا بدنیتی کرتے ہی اس کا گھوڑا پہلے سے زیادہ زمین کی گرفت میں آگیا۔ اب پکارا کہ حضورؐ مجھے یقین ہو گیا ہے کہ میرا گھوڑا زمین نے آپ کی مخالفت کے باعث پکڑا ہے۔ اب مجھے خلاصی دلا دیجئے۔ میں خدا کو ضامن کرتا ہوں ایمانداری سے واپس چلا جاؤں گا اور جو متلاشی ملے گا۔ اُسے اپنے ساتھ لوٹا لے جاؤں گا۔

غرض کہ اُس نے نجات پائی اور دست بستہ حضورؐ کے سامنے حاضر ہو کر عرض کرنے لگا حضورؐ میرا تیر لے جائیں۔ اور میرے اُونٹ فلاں مکان میں چر رہے تھے ان میں سے جتنے چاہیں لے جائیں حضورؐ نے فرمایا ہمیں تیرے اونٹوں کی ضرورت نہیں۔ جب وہ رخصت ہو کر واپس جانے لگا تو حضورؐ نے فرمایا۔ سراقہ اُس وقت تو کس حال میں ہوگا جب کہ تیرے ہاتھوں میں کسریٰ کے کنگن ہوں گے سراقہ تعجب سے کہنے لگا۔ کیا کسرےٰ بن ہرمز کے کنگن میرے ہاتھ میں ہوں گے۔ تو حضورؐ نے فرمایا ہاں۔

چنانچہ جب ملک فارس فتح ہوا اور کسرےٰ کے کنگن غنیمت میں آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ کنگن سراقہ کے ہاتھ میں پہنا دیے۔ صاحب سیرۃ النبی شبلی نے سراقہ ابن مالک کی بجائے سراقہ بن جعشم لکھا ہے۔

باقی واقعات میں سیرۃ النبیؐ اور ہمارا لکھا ہوا تذکرہ موافق ہے اثنا آخر میں صاحب سیرۃ النبیؐ اور لکھتے ہیں۔ کہ سراقہ نے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو مشرکین کا اشتہار سنایا اور درخواست کی کہ مجھ کو امن کی تحریر لکھ دیجئے۔ حضرت صدیق اکبر رضی

اللہ عنہ کے غلام عامر بن فہیرہ نے چمڑہ کے ایک ٹکڑا پہ فرمان امن لکھ دیا۔

طبقات ابن سعد میں اس مقدس سفر کی تمام منازل مذکور ہیں لیکن۔ اب اُن کا پتہ نہیں چلتا۔ تاہم اہل عقیدت اُن منازل کے نام سے لذت یاب ہو سکتے ہیں۔ وہ منازل جو غار ثور سے چل کر حضورؐ نے راستہ میں طے فرمائیں یہ ہیں۔

خرارہ۔ ثنیۃ المرہ۔ لقف۔ مدلجہ۔ مرجح۔ حداید۔ اذاخر۔ رابغ۔

یہ مقام آج بھی حجاج کے راستے میں آتا ہے۔ اس جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مغرب ادا فرمائی۔ پھر ذا سلم۔ عثمانیہ۔ فاخنہ۔ عرج۔ جدوات۔ الکوتیہ۔ عقیق۔ جثجانہ ہوتے ہوئے مدینہ سے تین میل دور سے مقام عالیہ جسے قبا بھی کہتے ہیں۔ اوّل قیام فرمایا اور منزل عمر بن عوف میں مہمان ہوئے۔

یہ فخر اس خاندان کی قسمت میں تھا۔ کہ میزبان دو عالم نے اُن کی مہمانی قبول فرمائی۔

تشریف آوری کی خبر مدینہ میں پہلے پہنچ چکی تھی۔ تمام شہر ہمہ تن چشم انتظار تھا۔ معصوم بچے جوش محبت میں کہتے پھرتے تھے کہ ہمارے آقا و مولے سردار دوجہاں تشریف لا رہے ہیں۔

لوگ ہر روز تڑکے سے نکل کر شہر کے باہر جمع ہوتے اور دوپہر تک انتظار کر کے حسرت کے ساتھ واپس چلے جاتے۔

ایک دن انتظار کر کے واپس ہو چکے تھے۔ کہ ایک یہودی نے اپنے قلعہ سے دیکھ کر قرائن سے پہچانا اور پکارا اے لوگو جس کا تم انتظار کر رہے تھے وہ آ گئے۔

تمام شہر میں تکبیر کی آوازیں گونجنے لگیں۔ انصار ہتھیاروں سے آراستہ عمدہ لباس میں سج کر بے تابانہ گھروں سے نکل آئے۔ وہ اکابر صحابہ جو حضورؐ سے پہلے مدینہ آ چکے تھے ان کے نام یہ ہیں۔

حضرت ابو عبیدہ، مقداد، خباب، سہیل، صفوان، عیاض، عبداللہ بن مخرمہ۔

وہب بن سعد۔ معمر بن ابی سرح۔ عمر بن عوف رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضورؐ کی روانگی کے تیسرے روز مکہ سے روانہ ہوئے تھے۔ وہ بھی آگئے۔ مؤرخین اور ارباب سیر لکھتے ہیں کہ حضورؐ نے یہاں صرف چار یوم قیام فرمایا۔ بخاری شریف میں ہے کہ چودہ دن قیام رہا۔ اور یہی صحیح معلوم ہوتا ہے۔

یہاں حضورؐ نے سب سے اوّل مسجد تعمیر فرمائی۔ کلثوم بن ہدم کی ایک اُفتادہ زمین تھی اُس پر اپنے دست اقدس سے مسجد کی بنیاد رکھی۔ یہی وہ مسجد ہے جس کی شان میں قرآن کریم فرماتا ہے۔ لمسجد[1] اسس علی التقوی من اوّل یوم احق ان تقوم فیہ فیہ رجال یحبون ان یتطھروا واللہ یحب المتطھرین۔

یعنی وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے ہی دن پرہیزگاری پر رکھی گئی ہے۔ وہ اس بات کے زیادہ مستحق ہے کہ تم اُس میں کھڑے ہو اس میں ایسے لوگ ہیں جن کو صفائی بہت پسند ہے۔ اور خدائے عزوجل پاک رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

تعمیر مسجد میں اور لوگوں کے ساتھ حضورؐ خود بھی کام کر رہے تھے۔

عبداللہ بن رواحہ شاعر بھی مزدوروں کے ساتھ شریک تھے۔ اور جس طرح اور مزدور تھکن مٹانے کو گا رہے تھے۔ آپ یہ اشعار گاتے جاتے تھے۔ ؎

افلح من یُعالج المساجدا ویقرء القرآن قائما وقاعدا

وہ کامیاب ہے جو مسجد تعمیر کرتا ہے اور پڑھتا ہے قرآن قیام و قعود میں

ولا یبیت اللیل عنہ راقدا

اور نہیں گزارتا رات اُس کے پاس لیٹ کر

حضورؐ بھی اُن کے ساتھ قافیہ میں آواز ملاتے جاتے تھے۔

قبا میں حضورؐ کا داخلہ اسلام کے دورِ خاص کی ابتدا ہے۔ اس لیے مؤرخین نے اس تاریخ کو زیادہ اہتمام کے ساتھ محفوظ رکھا ہے۔

---

[1] بے شک وہ مسجد کہ پہلے ہی دن سے جس کی بنیاد پرہیزگاری پر رکھی گئی ہے وہ اس قابل ہے کہ تم اس میں کھڑے ہو۔ اس میں وہ لوگ ہیں کہ خوب ستھرا ہونا چاہتے ہیں اور ستھرے اللہ کو پیارے ہیں۔
(پ ۱۱ ع ۲)

چنانچہ باتفاق مؤرخین حضورؐ قبا میں آٹھ ربیع الاوّل ۱۳ھ نبوی مطابق ۲۰ ستمبر ۶۲۲ء کو داخل ہوئے۔

موسیٰ خوارزمی نے لکھا ہے۔ جمعرات کا دن فارسی ماہ تیر کی چوتھی۔ اور رومی ماہ ایلول ۹۲۳ء اسکندری کی دسویں تاریخ تھی۔

مؤرخ یعقوبی نے ہیئت دانوں سے یہ زائچہ نقل کیا ہے۔

آفتاب بُرج سرطان میں	۲۳ درجہ ۶ دقیقہ پر
زحل بُرج اسد میں	۳ درجہ
مشتری بُرج حوت میں	۶ درجہ
زہرہ بُرج اسد میں	۱۳ درجہ
عطارد بُرج اسد میں	۱۵ درجہ

(نوٹ) خوازمی نے جمعرات کا دن لکھا ہے۔ لیکن حساب جدید سے دوشنبہ کا دن آتا ہے۔

چودہ دن بعد جمعہ کو آپ شہر کی طرف تشریف فرما ہوئے راہ میں بنی سالم کے محلہ میں نماز کا وقت آگیا۔ جمعہ کی نماز یہیں ادا فرمائی۔ نماز سے قبل خطبہ دیا۔

یہ حضورؐ کا سب سے پہلا خطبہ اور سب سے پہلی نماز جمعہ تھی۔ لوگوں کو جب معلوم ہُوا کہ کوکبۂ نبوت جلوہ آرا مدینہ ہو رہا ہے تو ہر طرف سے سلامی استقبال جوش مسرت میں پیشقدمی کے لیے دوڑے حضورؐ کے ننہال کے رشتہ دار بنو نجار ہتھیاروں سے سج دھج کر آئے قبا سے مدینہ تک دو رویہ جان نثاروں کی صفیں تھیں۔ راہ میں انصار کے خاندان آتے ہر قبیلہ سامنے آکر عرض کرتا حضورؐ یہ گھر ہے۔ یہ مال ہے یہ جان ہے۔ آپ اظہار مسرت فرماتے دعا خیر دیتے۔ حتیٰ کہ شہر قریب آگیا جوش محبت فرطِ مسرت کا یہ عالم تھا۔ کہ پردہ نشین خاتونیں چھتوں پر نکل آئیں اور از خود رفتہ گانے لگیں۔ ؎

طلع البدر علینا   من ثنیات الوداع

ہم پر چاند نکل آیا !! کوہ وداع کی گھاٹیوں سے

وجب الشکر علینا ما دعیٰ للہ داع

ہم پر شکر واجب ہے جب تک دعا مانگنے والے دعا مانگیں

ایھا المبعوث فینا جئت بالامر المطاع

اے اللہ کے بھیجے ہوئے ہمارے اندر آگئے تم قابل عمل حکم لے کر

بنی نجار کی معصوم لڑکیاں دف بجا بجا کر گاتی تھیں۔

نحن جوار من بنی النجار یا حبذا محمدؐ من جار

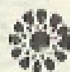
ہم خاندان بنجار کی لڑکیاں ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا پیارے ہمسائے ہیں

حضورؐ نے اُن بچیوں کی طرف خطاب کر کے فرمایا کہ تم ہمیں چاہتی ہو انھوں نے عرض کی ہاں۔ حضورؐ نے فرمایا ہم بھی تمھیں چاہتے ہیں۔

مختصر یہ کہ جہاں اب مسجد نبوی ہے۔ اُس کے متصل حضرت ابوایوب انصاری کا گھر تھا۔ کوکبۂ نبوی یہاں پہنچا۔ سخت کش مکش تھی کہ آپ کی میزبانی کا شرف کس کو حاصل ہو۔ قرعہ ڈالا گیا۔ اور آخر یہ دولت حضرت ابوایوب کے حصہ میں آئی۔ انتہیٰ مختصراً

مولای صلِّ وسلّم دائماً ابداً

علیٰ حبیبک خیر الخلق کلھم



فصل سابع

رسالت عامہ کی ضرورت

مَا سَامَنِی الدَّھْرُ ضَیْمًا وَّاسْتَجَرْتُ بِہٖ
اِلَّا وَنِلْتُ جِوَارًا مِّنْہُ لَمْ یُضَمِ ﴿۸۰﴾

حل لغات ماسامنی، سامنی من السوم اذاقۃ الشدۃ والمحنۃ، نہیں تکلیف دی مجھے۔ الدھر، زمانہ نے۔ واستجرت، طلب خلاص و نجات، بلکہ نجات و خلاص طلب کی۔ بہ، ضمیر راجع الیہ علیہ السلام، اُس ہستی پاک سے۔ الا، مگر۔ ونلت، از نیل، پانا، حاصل کی میں نے۔ جوارا، ہمسائگی۔ منہ، اس ہستی پاک کی۔ لم یضم، از ضیم ظلم، تو نہیں ظلم کیا گیا مجھ پر۔

ترجمہ جب کبھی زمانہ نے مجھے تکلیف دی تو میں نے حضورؐ کی حمایت حاصل کرلی اور ظلم زمانہ سے محفوظ رہا۔

شرح خلاصہ مفہوم تو یہ ہے کہ ناظم فاہم رحمہ اللہ ایک طرز خاص میں اپنا وہ تقرب ظاہر فرما رہے ہیں جو ان کے اور مکین گنبد خضرا صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین ہے جیسے عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ اول اپنا انتہائی عجز دکھا کر پھر قرب کے منصب کو ظاہر کر رہے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں۔

لی حبیب عربی مدنی قرشی — کہ بود درد و غمش مایہ شادی و خوشی
فہم رازش چہ کنم او عربی من عجمی — لاف مہرش چہ زنم او قرشی من حبشی
گرچہ صد مرحلہ دور ست ز پیش نظرم — وجہہ فی نظری کل غداۃ و عشی

اسی طرح امام بوصیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ زمانہ کے دور لیل و نہار نے مجھ کو

کبھی تکلیف نہ دی۔ مگر جب میں اپنے آقا و مولا روحی فداہ کی طرف طالب امن و امان حفظ و حمایت ہوا تو علی الفور میں اپنی دعا و استعانت میں مستجاب الدعوۃ نکلا۔ اور منجملہ اسی کے مجھے جب فالج نے ستایا تو بلا طلاء و ضماد، حقنہ و شافہ و شربہ و جوشاندہ و مسہل و تنقیہ ایک ہی رات میں شفایاب ہو گیا۔

اب اصل بیت پر جو بحث ہے وہ قابلِ غور ہے شرح خرپوتی میں ماسا منی الدھر ہے اور شرح شیخ زادہ میں ماضامنی الدھر ہے اس بنا پر علامہ خرپوتی فرماتے ہیں وفی بعض النسخ ماضامنی الدھر من الضیم یعنی بعض نسخوں میں ماضامنی الدھر ہے۔ اور وہ ضیم سے ماخوذ ہے ضیم کہتے ہیں ظلم زمانہ کو تو معنی یہ ہیں گے۔ کہ مجھ پر زمانہ نے ظلم نہ کیا۔ مگر اس پر یہ اعتراض پڑتا ہے کہ ظلم کو زمانہ کے ساتھ منتسب کرنا شرعًا ممنوع ہے۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ نے فرمایا۔ ولا تسبوا الدھر فان الدھر ھو اللہ زمانہ کو برا نہ کہو کہ زمانہ وہی ذات کبریائی ہے۔ دوسری حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا ولا تقولوا خیبۃ الدھر اور تیسری حدیث میں فرمایا لا یسب احد کم الدھر تم میں سے کوئی زمانہ کو برا نہ کہے۔ تو اس کا جواب فرماتے ہیں کہ اس کی تین طرح تاویل ہو سکتی ہے۔

اول یہ کہ مدبر امور عالم کو برا نہ کہو یہ مراد ہے۔

دوسرے یہ کہ اس لا تسبوا الدھر میں مضاف حذف کیا گیا ہو۔ یعنی لا تسبوا صاحب الدھر مراد ہو۔

تیسرے یہ کہ اس سے مراد مقلب الدھر ہو۔ اور بعض نے کہا کہ دھر اسماء حسنیٰ سے ہے۔

لیکن قرآن کریم میں ہے۔ وما یھلکنا الا الدھر اس میں انتساب ہلاکت کی طرف کیا گیا تو فی الجملہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ سب دھر کرنے سے مراد خالق و فاعل کا سب اگر ہو تو ممنوع ہے اور اس کی مفصل بحث شیخ اکبر رحمہ اللہ نے اپنی فتوحات کے تہترویں باب میں فرمائی ہے۔

نتیجہ یہ نکلا کر ماسا منی بھی پڑھا جا سکتا ہے اور ماضا منی بھی۔ صرف ترجمہ میں
رق پڑے گا کہ ماسا منی میں سوم مبدء اشتقاق ہے کہ محض تکلیف مراد لی جائے
وردِ استجرت بہ میں واؤ حالیہ ہے اور یہ استجار سے ہے جیسے کہا جاتا ہے
تجار فلان تو اس کے معنے ہوتے ہیں طلب الخلاص والنجاۃ۔ اسی بنا پر
ں نے استجرت کے حاصل معنی التجاء واستغاثت کے لیے ہیں۔ اور بہ میں
میر ہے یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے۔

ی صل وسلم دائما ابدا　　علی حبیبك خیر الخلق کلھم

وَلَا الْتَمَسْتُ غِنَى الدَّارَيْنِ مِنْ يَدِهٖ
(۸) اِلَّا اسْتَلَمْتُ النَّدٰى مِنْ خَيْرِ مُسْتَلَمٖ

لغات | ولا التمست، واؤ عاطفہ صیغہ متکلم۔ من الالتماس۔ وھو طلب المساوی۔ من المساوی۔ ھھنا مطلق الطلب۔

ر نہیں طلب کیا میں نے۔ غنی۔ استغناء۔ الدارین۔ دین ودنیا۔ من
ہٖ۔ اپنے حضور کے دستِ سخا سے۔ الا استلمت۔ از استلام۔ بمعنی
خذ۔ بوسہ لینا۔ مگر لیا میں نے۔ الندی۔ ندیٰ۔ عطا۔ بخشش کو۔ من
یر مستلم۔ بوسہ گاہ۔ بوسہ لینے کی جگہ۔ بہترین بخشش والے سے۔

جمہ | میں نے اپنے سخی سے دین و دنیا کی عطا کبھی نہ مانگی مگر اُن کے دست سخا سے میں نے من مانی مراد حاصل کی۔

شرح

میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا
دریا بہا دیے ہیں دُر بے بہا دیے ہیں

غنی الدارین میں۔ غناءِ دنیا تو بظاہر یہ ہے کہ وسعت رزق صحت بدن
متی البلیات حاصل رہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لیس الغنی

من کثرۃ العرض انما الغنی غنی القلب مال کی زیادتی غنا نہیں ہے۔ بلکہ دل کا مستغنی عن الحوائج رہنا غنی ہے۔ ؎

توانگری بدل است نہ بمال

اور غنا ءآخرۃ فوز و نجاۃ از نار جحیم اور دخول جنت نعیم سمجھا جاتا ہے۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اکثر اھل الجنۃ بُلہٌ اکثر جنتی بیوقوف ہیں۔ یعنی اصل نعمت کو چھوڑ کر برگ و بر کے طالب ہیں یعنی جمال الٰہی کو چھوڑ کر جنت طلب کرتے ہیں واللہ خیرٌ و ابقیٰ۔ اعلیٰ حضرت نے خوب فرمایا۔ ؎

جنت نہ دیں نہ دیں تری رویت ہو خیر سے
اس گل کے آگے کس کو ہوس برگ و بر کی ہے

شربت نہ دیں نہ دیں تو کریں بات لطف سے
یہ شہد ہو تو پھر کسے پرواہ شکر کی ہے

تو حاصل معنی بیت یہ ہوئے کہ میں نے غنی دنیا و غنی عقبےٰ حضور کی ذات سے کبھی نہ مانگی مگر علی الفور میں نے حصول عطا و نیل منیٰ میں خیر المعطی کے دروازہ سے کامیابی حاصل کی اسی سبب سے میں آفات دنیا سے محفوظ ہوں اور بلیات عقبےٰ سے بھی حضور کے دامن کے سایہ میں محفوظ رہوں گا۔ انشاءاللہ۔ ؎

سرکار ہم گنواروں میں طرز ادب کہاں
ہم کو تو بس تمیز یہی بھیک بھر کی ہے!

مانگیں گے مانگے جائیں گے منہ مانگی پائیں گے
سرکار میں نہ لا ہے نہ حاجت اگر کی ہے

اُف بے حیائیاں کہ یہ منہ اور ترے حضور
ہاں تو کریم ہے تری خو در گزر کی ہے!

تجھ سے چھپاؤں منہ تو کروں کس کے سامنے
کیا اور بھی کسی سے توقع نظر کی ہے!

جاؤں کہاں پکاروں کسے کس کا منہ تکوں
کیا پرسش اور جا بھی سگ بے ہنر کی ہے

باب عطا تو یہ ہے جو بہکا اِدھر اُدھر!
کیسی خرابی اُس نگھرے در بدر کی ہے

لب وا ہیں آنکھیں بند ہیں پھیلی ہیں جھولیاں
کتنے مزے کی بھیک ترے پاک در کی ہے

قسمت میں لاکھ پیچ ہوں سو بل ہزار کج!
یہ ساری گتھی اک تیری سیدھی نظر کی ہے

منگتا کا ہاتھ اُٹھتے ہی داتا کی دین تھی
دوری قبول و عرض میں بس ہاتھ بھر کی ہے

۸۱

لَاتُنْكِرِ الْوَحْيَ مِنْ رُؤْيَاهُ اِنَّ لَهٗ
قَلْبًا اِذَا نَامَتِ الْعَيْنَانِ لَمْ يَنَمِ

حل لغات لاتنکر الوحی، نہ انکار کر اس وحی کا۔ من رؤیاہ، مصدر از رویت، جو اُن کی خواب میں آئی۔ ان لہ، ضمیر راجع الیہ علیہ السلام ہے بے شک اُن کے لیے۔ قلبًا، ایسا قلب عطا ہوا ہے۔ اذا نامت، جب سو جائیں۔ العینان، دونوں آنکھیں۔ لم ینم، وہ ہرگز نہیں سوتا۔

ترجمہ حضورؐ کی اُس وحی کا انکار نہ کر جو خواب میں آپ پر آئی اس لیے کہ اُن کا ایسا قلب پاک ہے کہ آنکھیں سو جائیں اور وہ نہیں سوتا۔

شرح اس بیت میں اس وحی کی تصدیق کی تعلیم ہے جو حضورؐ پر خواب میں آتی تھی۔ اور ایسی وحی اس وقت آتی تھی۔ جبکہ حضورؐ کا مرتبہ نبوت قریب بظہور تھا۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ حضورؐ پر ۲۳ سال اور ۶ ماہ وحی آئی۔ اس میں اوّل کے ۶ ماہ وہ ہیں کہ حضورؐ خواب میں جو ملاحظہ فرماتے صبح بعینہٖ اُس کا ظہور ہو جاتا۔ پھر حضرت روح الامین بیداری میں تشریف لانے لگے۔ اور ۲۳ سال کا چھیالیسواں حصہ ششماہ ہوتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ناظم رحمہ اللہ دفع دخل مقدر فرماتے ہوئے معترض کے اعتراض کا رد فرما رہے ہیں جو کسی نے اعتراضًا کہا کہ حالتِ خواب میں ایک غفلت اور تعطیل حواس کا اثر ہوتا ہے تو ایسی حالت کا مشاہدہ کیونکر معتبر ہو سکتا ہے اور وہ ترتیب احکام کے لیے کیسے کافی مانا جا سکتا ہے تو امام فرماتے ہیں۔ کہ یہ تیرا اعتراض اُس پر وارد ہو سکتا ہے جس کا دل اور حواس بحالتِ خواب معطل و باطل ہو جائیں۔ اور ہم جس ہستی پاک کا حال بیان کر رہے ہیں وہ وہ ہیں کہ اُن کی بیداری و خواب یکساں ہے۔

...تی نا سوتے الذکے وہ الفطام کامل حاصل ہے۔ کہ سوتے ہوئے بھی قلب مبارک متوجہ الی اللہ رہتا ہے۔

اسی بنا پر فرمایا ان عینی تنامان ولاینام قلبی، ہماری آنکھیں سو جائیں مگر ہمارا دل نہیں سوتا۔ ایک حدیث میں فرمایا لو شاء اللہ تعالیٰ لا یقظنا ولکن اراد ان یکون سنۃ لمن بعد کم۔ اگر اللہ چاہتا تو ہمارے لیے جاگنا ہی رکھتا لیکن یہ سونا اس لیے ہے تاکہ بعد والوں کے لیے سنت جاری رہے۔

تعریف وحی

وحی از روئے لغت متعدد معنی میں مستعمل ہے۔

اوّل۔ بمعنی اشارہ۔ دوئم بمعنی رسالۃ۔ سوئم بمعنی الہام چہارم بمعنی کلام خفی۔ اور عرف میں اعلام الٰہی کو وحی کہتے ہیں۔ جو انبیاء پر ہو۔

اب وہ یا ظاہر ہوگا یا باطن۔

ظاہر تین اقسام پر منقسم ہے۔

اوّل۔ وہ جو فرشتہ کے ذریعہ سماعت میں آئے اور یہ قطعی ہے۔ اسی قبیل میں قرآن کریم ہے۔

دوم۔ یہ کہ مخصوص اشارات بذریعہ ملک مسموع ہوں۔ جیسے سلسلۃ الجرس یا مکھیوں کی سی بھنبھناہٹ۔

اس میں کلام صریح نہیں ہوتا۔ ایسی ہی وحی کے متعلق حضورؐ نے فرمایا۔ روح القدس نفث فی روعی ان النفس لن تموت حتیٰ تستکمل رزقھا۔ الخ۔

سوم۔ یہ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قلب نبی میں جو امر ظاہر ہو عام اس سے کہ وہ ظہور بحالت خواب ہو یا بیداری۔ یہ بلاشبہ الہام الٰہی ہوتا ہے۔ اور یہ سب حجت ہیں مطلقاً۔

بخلاف الہام اولیاء اللہ کہ وہ شرعاً حجۃ علی الغیر نہیں۔ اور رویاء عوام

کی تعریف میں قاضی ابوبکر لکھتے ہیں الرویا إدراکات یخلقها الله تعالیٰ فی قلب العبد النائم علی ید ملک او شیطان ۔ وفی الحدیث ان رؤیا المومن کلام یکلمه الله فی المنام ۔ رؤیا یعنی خواب یہ ایک قوۃ ادراکیہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے قلب عبد نائم (سونے والے آدمی کے دل) میں پیدا فرمائی ۔ عام اس سے کہ وہ بذریعہ فرشتہ ظہور کرے یا بذریعہ شیطان ۔ اور حدیث میں ہے کہ مومن سے خواب میں اللہ تعالیٰ کلام فرماتا ہے ۔

اب یہ امر بھی سمجھ لینا ضروری ہے کہ رؤیا یا صادقہ ہوتا ہے اور وہ تین صورتوں پر ہے ۔

(۱) تبشیر یبشره الله الملك الموكل علی الرویا بما یسره من الاخروی او الدنیوی ۔

(۲) وتحذیر یخوفه مما یبعده عن الطاعة ویقربه الی المعصیة ۔

(۳) والهام یلهمه وهو نفع محض کالحج والتهجد او رؤیا کاذبہ ہوتا ہے یہ بھی تین صورتوں میں ہے ۔

(۱) رؤیا همة وهی ما تخیلها فی الیقظة فلیس لها اعتبار ۔

(۲) ورؤیا علة ناشئة من الامراض فلیس لها اعتبار ۔

(۳) ورؤیا شیطان وهی اضغاث احلام هذا فی رؤیا غیر الانبیاء واما رؤیاهم فکلها صادقة بل وحی یجب العمل بها ۔

رؤیا صادقہ ۔

(۱) یا تو بشارۃ ہوگی جو کسی ملک متوکل کے ذریعہ مومن کو سہولیت امور دنیاوی یا اخروی کے متعلق ہو ۔

(۲) یا تحذیر و تخویف یعنی ڈرانا ہوگا ۔ اس حال میں جب کہ مومن اطاعت سے بعید اور معصیت کی طرف قریب ہو رہا ہو ۔

(۳) یا الہام ہوگا جو نفع محض کا ہوگا جیسے حج کرنا یا تہجد پڑھنے کا حکم ملنا ۔

رویاء کاذبہ ۔ یہ بھی تین قسم پر منقسم ہے ۔

(۱) رویاء ہمت ۔ یہ وہ ہے جو دن میں خیالات آئے وہی خواب میں نظر آگئے اس کا کچھ اعتبار نہیں۔

(۲) رویاء علت ۔ یہ عفونت معدی یا تبخیر کے باعث پریشان خواب کی صورت میں ہوتا ہے کہ یہ بھی کچھ نہیں ۔

(۳) رویاء شیطان ۔ اسی کو اضغاث احلام کہتے ہیں۔

اور اس قسم کے تمام خواب غیر انبیاء کو ہوتے ہیں۔ اور انبیاء کے خواب تمام کے تمام صادق ہوتے ہیں۔ بلکہ وہ بمرتبہ وحی مانے گئے ہیں ۔ حتیٰ کہ ان پر عمل واجب ہے ۔

اسی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ الرویا الحسنۃ من الرجل الصالح جزء من ستۃ واربعین جزء من النبوۃ رؤیا حسنہ ۔ نیک اور صالح مومن کا خواب انوار نبوۃ سے چھیالیسواں جزو ہے ۔ اور اس کی بحث ہم اس شعر کے اوّل مفصل کر چکے ہیں ۔

مولای صل وسلم دائما ابدا
علی حبیبک خیر الخلق کلھم

---

(۸۳)

فَذَاكَ حِيْنَ بُلُوْغٍ مِّنْ نُّبُوَّتِهٖ
فَلَيْسَ يُنْكَرُ فِيْهِ حَالُ مُحْتَلِمٖ

حل لغات | فذاك ، اشارہ الی الوحی فی الرویا ، پس یہ خواب والی وحی حین ، اس وقت تھی ۔ بلوغ ، جبکہ آپ پہنچنے والے تھے ۔ من نبوتہ ، مرتبہ نبوت کے کمال کو ۔ فلیس ینکر ، پس انکار نہیں کیا جاتا ۔ فیہ ، اس میں ۔ حال ، حال محتلم ، محتلم سے ۔

ترجمہ خواب میں وحی ہونے کا سبب یہ ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کمال نبوت کو پہنچے ہوئے تھے۔ جب انسان اپنی عمر کے کمال کو پہنچتا ہے تو اس کے احتلام کے دعوے کو رد نہیں کیا جاتا۔

شرح یعنی یہ وحی خواب میں جو حضور پر ہوتی تھی اس لیے ہوتی تھی کہ حضور کمال نبوت پر اظہار نبوت سے قبل ہی پہنچ چکے تھے۔ جیسا کہ خود ارشاد فرمایا کنت نبیًا وادم لمنجدل بین طینتہٖ ہم عصمۃ نبوت اس وقت حاصل کر چکے تھے۔ جب کہ آدم اپنے خمیر میں تھے تو جہاں بلوغ کو پہنچنے والے لڑکے کا دعویٰ احتلام مان لیا جاتا ہے۔ سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب کو وحی کیوں نہ مانا جائے۔ وللہ الحمد۔

تَبَارَكَ اللّٰهُ مَا وَحْيٌ بِمُكْتَسَبٍ ‏ وَلَا نَبِيٌّ عَلٰى غَيْبٍ بِمُتَّهَمٍ ‏(۸۴)

حلِ لغات تبارک اللہ، حکم تحسین، برکت والی ذات ہے اللہ۔ ماوحی، اور وحی نہیں ہے۔ بمکتسب، از کسب، ایسی چیز کہ محنت کر کے حاصل ہو جائے۔ ولا نبی، اور نہیں ہے کوئی نبی۔ علی غیب، اخبار بالغیب پر۔ بمتہم، جھوٹ کے ساتھ۔

ترجمہ سبحان اللہ وحی اپنی کوشش سے حاصل ہونے والی چیز نہیں اور نہ نبی پر غیب کی خبروں میں کوئی اتہام لگایا جا سکتا ہے۔

شرح اوّل تو حلِ لغات و لفظی ترجمہ ہی واضح ہے خلاصہ مفہوم یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک بابرکت اور کثیر النفع ہے کوئی وحی کسبی نہیں ہوتی یعنی جیسے نیکیاں کسبی ہیں۔ کشف و مکاشفات کسبی ہیں۔ مجاہدہ و ریاضت سے جو تقرب حاصل ہو اور استغراق فی القلب ملے۔ یہ کسبی کہلایا جا سکتا ہے۔ لیکن ایسا نہیں

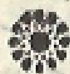
ہو سکتا۔ کہ اللہ اللہ کرتے شب بیداریاں کرکے وحی بھی نازل کرالی جائے بلکہ یہ وحی اور نبوت محض فضل الٰہی سے حاصل ہوتی تھی۔ جس کو چاہا عنایت کی۔ اور اب اس کا دروازہ ہی بند ہے۔ اس پر قفل لگ چکا ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین کا خود خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم فرما چکے۔ انا خاتم الانبیاء ولا نبی بعدی میں آخری نبی ہوں۔ میرے بعد اب کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔

اور جو نبی ہو چکے وہ اپنے اپنے منصب کے مطابق علم غیب کے مالک ہوئے۔ اور انھوں نے اخبار بالغیب فرمایا۔ حضورؐ نے روزِ قیامت کے بعد جنت کے احوال بیان فرمائے اور علم غیب کلی کے مالک ہوئے لیکن بایں ہمہ یہ بھی ضروری ہے کہ کوئی نبی اخبار بالغیب میں متہم بہ کذب نہیں ہو سکتا کہ آئندہ یا گزشتہ کا حال کہے۔ اور وہ پھر واقعہ کے خلاف ظہور میں آئے۔

بلکہ جو کچھ وہ کہے گا من وعن ضرور ضرور اس کا ظہور ہوگا۔ کوئی اس پر اتہام کذب نہیں لگا سکتا۔ ہاں متنبیوں کی مثل مسیلمہ کذاب کے اور اس سے لے کر اب تک مرزا قادیانی اُن کی ہزارہا باتیں اخبار اور پیشگوئیوں میں جھوٹی ہوئیں اور ہو سکتی ہیں۔ اس لیے کہ یہ نبی من جانب اللہ نہیں ہوتے۔ بلکہ من جانب النفس ہوتے ہیں۔ یا من جانب المراق والامراض۔ تعالی اللہ عما یفترون۔

مولای صل وسلم دائماً ابدا

علیٰ حبیبک خیر الخلق کلھم



فصل ثامن

حضور اکرم فریادی کی امداد فرماتے ہیں

كَمْ اَبْرَاَتْ وَصِبًا بِاللَّمْسِ رَاحَتُهٗ

(۸۵)

وَاَطْلَقَتْ اَرِبًا مِّنْ رِّبْقَةِ اللَّمَمِ

حل لغات | **کَم**، خبریہ، کتنی بار۔ **ابرئت**، ماضی، از ابراء تندرست ہونا، اچھے ہو گئے۔ **وصبًا**۔ بیمار۔ **باللمس**، ساتھ مس کرنے۔ **راحته**، ہتھیلی اُن کی سے۔ **واطلقت**، ماضی از اطلاق۔ چھوڑنا۔ آزاد کرنا۔ اور آزاد ہو گئے۔ **اربًا**، حاجت مند۔ **من ربقة**، رسی کا پھندا جو جانوروں کے گلے میں ڈالتے ہیں۔ پھندے سے۔ **اللمم**۔ اللمم نوعے از جنون۔ جنون سے۔

ترجمہ | بارہا اچھے ہو گئے بیمار اُن کی ہتھیلی کے مس سے اور آزاد ہو گئے حاجت مند جنون کے پھندے سے۔

تنبیہ

ایک شعر اس شعر سے قبل صاحب نثوار والفردہ نے نقل کیا ہے لیکن شیخ زادہ خرپوتی اور عطر الوردہ نے اس کا قطعی تذکرہ نہیں کیا۔ بہر حال چونکہ ایک جگہ وہ شعر ملتا ہے۔ لہٰذا احتیاطًا ہم بھی معہ ترجمہ کے اُسے نقل کرتے ہیں۔ وہو ہذا۔ ؎

اَيَاتُهُ الْغُرُّ لَا يَخْفٰى عَلٰى اَحَدٍ

بِدُوْنِهَا الْعَدْلُ بَيْنَ النَّاسِ لَمْ يَقُمِ

زبان کے اعتبار سے وہ کشش اور شیرینی بھی اس بیت میں محسوس نہیں ہوتی جو امام کے کلام میں ہے۔ ممکن ہے یہ بیت سید ابن معتوق کے قصیدہ کا ہو۔ جنھوں نے قصیدہ بردہ کے مقابلہ میں ایک قصیدہ لکھا تھا۔ اور جس کا تذکرہ ہم دیباچہ میں کر چکے ہیں۔

حلّ لغات

ایاتہ۔ جمع آیت۔ معجزے۔ الغُرُّ۔ جمع غراء، روشن وتاباں، روشن۔ لا یخفی۔ نہیں چھپے رہے۔ علی احد۔ کسی پر۔ بدونہا۔ بغیر ان کے۔ العدل۔ انصاف۔ بین الناس۔ آدمیوں میں۔ لم یقم۔ نہ قائم ہو سکتا تھا۔

ترجمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روشن معجزات کسی پر مخفی نہ رہے۔ اور بغیر ان معجزات کے انصاف بین الحق وبین الباطل لوگوں میں قائم نہیں ہو سکتا تھا۔ اور ہا تنکر الوحی من رویاہ ان لہ سے ۶ بیتوں تک یعنی فذالک حین بلوغ من نبوتہ۔ اور تبارک اللہ ما وحی بمکتسب۔ اور کم ابرئت وصبا باللمس راحتہ اور واحیت السنتہ الشہباء دعوتہ اور بعارض جاد اوخلت البطاح۔ یہ چھ شیخ زادہ نے اپنی شرح میں نہیں لیے۔ اس کی وجہ معلوم نہیں۔ ممکن ہے کاتب چھوڑ گیا یا مسودہ ان بیتوں کا ضائع ہو گیا۔ اور بوقت طباعت نہ ملا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اب اپنے سلسلہ کے مطابق ہم کم ابرئت وصبا باللمس راحتہ کی شرح کرتے ہیں۔ وہو ہذا۔

شرح اس بیت میں ناظم نا ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ بعثت سید اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ حکمت اور مصلحت بھی مضمر تھی کہ لاعلاج مریض مصیبت زدہ مایوس العلاج اور باطنی امراض مہلکہ کے بیمار قلبی بیماریوں کے سسکتے ہوئے صاحبِ دانش حضور کی طب اور معالجہ سے صحت یاب ہو گئے۔ اور اس نعمتِ عظمیٰ کے حاصل ہونے کی سبیل سوائے ذاتِ محبوب

دو عالم اور کسی کے ذریعہ ممکن ہی نہ تھی اصلاح قلوب مشرکین ایسے مصلح اور طبیب قلوب کے اُوپر موقوف تھی جو عارف ربانی اور عالم اسماء و صفات ہو اور واقف احکام و افعال اور ایسی جادو بیانی میں ایسا موثر ہو کہ دلوں کو مسخر کر لے اور ایسا جاذب ہو کہ خیالات کو آن واحد میں ایک غلط انداز نظر سے بدل دے۔ مناہی شرعیہ میں ساخط اور اوامر اسلامیہ میں تابع۔ ایسی صفات سوائے ذاتِ گرامی کے کسی میں جمع نہ ہو سکی تھیں۔ کہ اب اعدا امراض ظاہری میں بھی جامع طبیب اجسام اور شفاء امراض روحانی و قلبی میں حکیم علام اسی بنا پر ناظم فاہم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ معترض ابھی تک یہی دریافت کر رہا ہے کہ اس ہستی کی بعثت کی کیا حاجت تھی۔ حالانکہ اُن کے دستِ شفا نے کتنے مریض جسمانی جو ہلاکت کے قریب پہنچ چکے تھے۔ ہمیشہ کے لیے صحت یاب کر دیے اور لاکھوں کروڑوں مرضاء روحانی صحت یاب ہو گئے۔ وہ قوم جو درندوں کی مشابہ اپنی زندگی کے لیل و نہار گزار رہی تھی۔ ایک نظر میں مجسمہ اخلاق بن گئی۔ جو کفر و شرک کے اندھیرے میں پھنس کر ضلالت و گمراہی کی پیچ در پیچ گھاٹیوں میں سر ٹکراتی پھر رہی تھی۔ ایک آواز میں راہ راست پر آ گئی۔

حالی نے خوب کہا ہے۔

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا مُرادیں غریبوں کی بر لانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا
یتیموں کا والی غلاموں کا مولےٰ
غریبوں کا حامی اسیروں کا آقا
اُتر کر حرا سے سُوئے قوم آیا اور اک نسخہ کیمیا ساتھ لایا
مِس خام کو جس نے کندن بنایا کھرا اور کھوٹا الگ کر دکھایا
پڑا ہر طرف غل یہ پیغام حق ہے
کہ گونج اُٹھے دشت و جبل نام حق سے

یہ تو وہ شان ہے جو اصلاح روحانی میں نظر آئی۔ اخلاقیات ایسے تھے کہ آن کی آن

میں ایک جگہ بیٹھے ہوئے قتل و غارت کی آگ بھڑکا دینا معمولی بات سمجھتے تھے۔ جیسا کہ حالی کہتا ہے۔ ؎

نہ ٹلتے تھے ہرگز جو اڑ بیٹھتے تھے — سلجھتے نہ تھے جب جھگڑ بیٹھتے تھے
جو دو شخص آپس میں لڑ بیٹھتے تھے — تو صدہا قبیلے بگڑ بیٹھتے تھے

وہ تھے قتل و غارت میں چالاک ایسے
درندے ہوں جنگل میں بیباک جیسے

حضورؐ کے آوازۂ حق نے انہی سبوعی خصلتوں کے مجسموں کو انسان بنا دیا۔ وہ سر جن میں نخوت و تکبر تھا۔ سودا محبوب دو عالمؐ سے معمور ہو گئے۔ وہ دل جس میں لات و عزیٰ سمائے ہوئے تھے ایک وَحْدَہٗ لَاشَرِیک کے پرستار بن گئے۔

غرض کہ اگر حضورؐ کی جلوہ ریزی نہ ہوتی تو دنیا میں اندھیرا تھا۔ شرک و کفر کے کالے بادل گھرے ہوئے تھے۔ گمراہی کی بھیانک ظلمت عالم پر چھا رہی تھی۔ اور امراض جسمانی کے طبیب کامل ایسے تھے کہ احادیث میں ایک نہیں سینکڑوں واقعات موجود ہیں۔ جن کو پڑھ کر حیرت ہوتی ہے۔ کہ یہ کمال سوائے اُس باکمال کے کسی اور میں کہاں تھے عیسےٰ علیہ السلام چند کمالات دکھا کر تشریف لے گئے۔ موسیٰ علیہ السلام جادوگروں کو زیر کر گئے۔ یہاں جو جس فن میں مقابل کرنے والا آتا ہے وہی زیر ہوتا ہے۔ بلاغت و فصاحت کے امام میدانِ کلام کے شہسوار ایک ہی ٹھوکر میں جھکے نظر آ رہے ہیں۔ ابوجہل کے بیٹے نے غزوہ بدر میں حضرت معوذ بن عفرا رضی اللہ عنہ کا ہاتھ کاٹ ڈالا۔ وہ اپنا ہاتھ اٹھائے حاضر ہوئے۔ حضورؐ نے کٹا ہاتھ لیا اور اُس کی جگہ پر لگا دیا۔ تو تندرست ہاتھ کی طرح جڑ گیا۔ کوئی دنیا کا بڑے سے بڑا سرجن جو یہ کمال دکھا سکے۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں۔ ایک عورت اپنے بیٹے کو لے کر حاضر ہوئی اور عرض کیا حضورؐ اسے جنون کا دورہ پڑتا ہے حضورؐ نے اپنے دست اقدس کو اُس کے سینہ پر پھیرا اور فرمایا۔ اخرج۔ فخرج من جوفہ مثل الجرو الاسود فشفٰی۔ نکل تو اُس کے پیٹ سے۔ کالے کتے کے چھوٹے چھوٹے پلے سے نکلے اور وہ شفایاب ہو گیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی آنکھیں آشوب کر آئیں اور سخت درد ہو گیا۔

حضورؐ نے اُن کی آنکھوں میں لعاب دھن اقدس ڈالا صبح بالکل تندرست تھے۔
اور علامہ خرپوتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ کہ یہ امور مخصوص بزمانہ حیات بابرکات ہی نہیں ہیں۔ بلکہ قیامت تک باقی ہیں۔ چنانچہ آج بھی اگر کوئی رابطہ قلبی اس ہستی پاک سے قائم کرے۔ اور حضورؐ پر صرف درود پڑھ کر مقصود کے حصول کی دعا کرے باذن اللہ تعالٰے بر تیل مرام وہ صبح کرے۔
صاحب مواہب فرماتے ہیں کہ علامہ قشیری راوی ہیں کہ اُن کے صاحب زادہ سخت بیمار ہوئے۔ حتیٰ کہ موت کے قریب پہنچ گئے اور مایوسی ہو گئی تو فرماتے ہیں۔ میں نے اپنے آقا و مولےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ میں نے بچے کی علالت کا شکوہ کیا تو حضورؐ نے فرمایا آیات شفا سے کیوں بے خبر ہے۔
میری آنکھ کھل گئی۔ اور میں نے آیاتِ شفا لکھ کر دھو کر پلائیں ایسی مایوسی میں وہ اُمید نظر آئی کہ گویا مرض ہی نہ تھا۔ وہ آیات شفا یہ ہیں۔
وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ۔ وَشِفَاۤءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ۔ يَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَاۤءٌ لِّلنَّاسِ ۔ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَاۤءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۔ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ۔ قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّ شِفَاۤءٌ۔ حضرت ابو بکر رازی فرماتے ہیں کہ میں اصفہان میں ابی نعیم کے پاس تھا کہ ایک شخص نے کہا کہ ابو بکر بن علی نے سلطان سے بغاوت کی تو وہ قید ہو گئے۔ تو میں نے خواب میں حضورؐ کی زیارت کی اور جبریل امین حضورؐ کی داہنی جانب تھے۔ حضورؐ لبہائے مبارک کسی تسبیح سے متحرک فرما رہے تھے۔ تو حضورؐ نے مجھے فرمایا۔ ابو بکر بن علی کو کہہ

لے اور اللہ ایمان والوں کا جی ٹھنڈا کرے گا۔ پ ۱۰ ع ۹ لے اور دلوں کی صحت۔ پ ۱۱ ع ۱۱

لے اس کے پیٹ سے ایک پینے کی چیز رنگ برنگ نکلتی ہے جس میں لوگوں کی تندرستی ہے۔ پ ۱۴ ع ۱۵

لے اور ہم اتارتے ہیں قرآن میں وہ چیز جو ایمان والوں کے لیے شفاء اور رحمت پ ۱۵ ع ۹

لے اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی مجھے شفاء دیتا ہے پ ۱۹ ع ۹

لے تم فرماؤ وہ ایمان والوں کے لیے ہدایت اور شفاء ہے۔ پ ۲۴ ع ۱۹

دے کہ وہ دعا کرب جو بخاری شریف میں ہے پڑھے اور یہاں تک پڑھے کہ اللہ بلا ٹال دے۔

صبح ہوتے ہی مَیں نے انھیں کہا۔ اُنھوں نے وہ پڑھی۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ آزاد ہو کر آ گئے۔ وہ دعا کرب جسے شیخین نے روایت کیا یہ ہے۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْعَظِیْمُ الْحَلِیْمُ۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْکَرِیْمِ۔

علامہ خرپوتی اپنی شرح میں فرماتے ہیں کہ ہمارے زمانہ میں بھی ایک ایسا ہی واقعہ ہوا۔ اور وہ یہ ہُوا کہ ہمارے استاد کی زوجہ محترمہ مرضِ قلب میں مبتلا ہو گئیں اور ایسی مبتلا ہوئیں کہ رات دن میں کسی وقت سکون ہی نہ تھا۔ ہر وقت چیخیں لگاتیں اور ایسے زور سے چیختیں کہ ہمسایہ بھی تنگ آ گئے۔ اطبّاء سے بہت سی دوائیں منگوائیں لیکن شفا نہ ہوئی تو مجھے فرمایا کہ ایک عریضہ میری طرف سے دربارِ رسالت میں لکھو۔ اور اس مرض کی نجات کی درخواست کر۔ چنانچہ مَیں نے عریضہ لکھا۔ اوّل اُس میں صلوٰۃ و سلام لکھ کر اپنا مقصد تحریر کیا اور بحاج جو حج کو جا رہے تھے اُن کی معرفت روانہ کر دیا۔ ہم دن گنتے رہے حتیٰ کہ جس دن حاجی مدینہ پہنچے اُس روز اُن کا چیخنا چلّانا بند تھا۔ اور بالکل صحت یاب ہو گئیں۔

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک جنگل میں حضورؐ تشریف فرما تھے کہ ایک ہرنی نے حضورؐ کو پکارا یا رسول اللہؐ تو حضورؐ نے فرمایا تو کیا چاہتی ہے اُس نے عرض کی کہ حضورؐ مجھے ایک اعرابی شکار میں پکڑ لایا ہے اور اس پہاڑ پر میرے دو بچے ہیں حضورؐ مجھے کھول دیں کہ مَیں اُنھیں دُودھ پلا آؤں۔ پھر ابھی واپس آ جاؤں گی حضورؐ نے فرمایا تو ضرور واپس آ جائے گی۔ عرض کی ہاں۔ حضورؐ نے اُسے کھول دیا۔ وہ گئی اور دُودھ پلا کر واپس آ گئی۔ اعرابی کو یہ قصّہ معلوم ہُوا تو اُس نے عرض کی حضورؐ کی کیا مرضی ہے حضورؐ نے فرمایا کہ تُو اسے آزاد کر دے۔ اعرابی نے اُس ہرنی کو آزاد کر دیا۔ وہ ہرنی چلی اور جنگل میں کہنے لگی اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ۔

مولای صلّ وسلّم دائماً ابداً   علیٰ حبیبک خیر الخلق کلھم

(۸۶)

وَ أَحْيَتِ السَّنَةَ الشَّهْبَاءَ دَعْوَتُهُ
حَتّٰى حَكَتْ غُرَّةً فِي الْأَعْصُرِ الدُّهُمِ

حل لغات واو، عاطفہ اور - **احیت**، ماضی از احیا، زندہ کرنا، زندہ کر دیا - **السنۃ**، سال، سال - **الشہباء**، سفید، محاورہ میں اُس سال کو کہتے ہیں جس میں بارش نہ ہو۔ یعنی قحط، قحط والا - **دعوتہ**، از دُعا، اُن کی دُعا نے - **حتی**، للغایت، یہاں تک کہ - **حکت**، ماضی، مشابہ ہو گیا۔ **غرۃ**، روشنی اور سفیدی گھوڑے کی پیشانی کی - ہر چیز کا حصہ روشنی اور چمک ہیں۔ **فی الاعصر**، جمع عصر، زمانہ، تمام زمانوں - **الدھم**، از ادھم، اور دھما کی جمع ہے بمعنی سیاہ، سیاہ اور ظلمت سے۔

ترجمہ حضورؐ کی دُعا نے بے آب و گیا قحط زدہ موسم کو سرسبز و شاداب کر دیا۔ یہاں تک کہ آیندہ و گذشتہ تاریک زمانوں میں یہ سال روشن اور چمکتا ہوا نظر آتا ہے۔

شرح احیت احیاء سے ہے یہ ضد امانت کے معنی میں مستعمل ہے۔ سنۃ سال کو کہتے ہیں۔ شہباء گھوڑوں کی چمکتی پیشانی کو کہتے ہیں۔ لیکن محاورہ عرب میں سنۃ الشہباء اُس سال کو بولتے ہیں جس میں امساک باران کے باعث نہ سبزہ اُگا نہ شادابی کے اسباب مہیا ہوں۔ یعنی قحط سالی جسے عام محاورہ میں کہتے ہیں۔ دعوتہ اس کا فاعل ہے۔ یعنی حضورؐ کی دُعا کی برکت سے موسم قحط فارغ البالی سے بدل گیا۔ خشک سالی سبزہ زاری سے متبدل ہو گئی اور ایسی ہو گئی کہ حتی حکت مشابہت میں چمکتے ہوئے سفید گھوڑے کی پیشانی کی طرح زمانوں کی تاریکیوں میں اظہر من الشمس ہو گیا۔ یعنی وہ سال تمام آیندہ و گذشتہ موسموں میں چمکتا ہوا نظر آتا ہے۔ دھم عربی میں سیاہ اور تاریک کو کہتے ہیں۔

اس بیت مبارک میں تلمیحاً اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ جو حضرت

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ ایک بار لوگوں پر عہدِ رسالت میں سخت قحط پڑا حضور صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے روز خطبہ دینے جلوہ فرما ہوئے۔ تو ایک اعرابی کھڑا ہوا اور پکارا یا رسول اللہ ھلک المال وجاع العیال فادع اللہ تعالٰی لنا۔ اے سرکار ہمارے مال ہلاک ہو گئے ہمارے بچے بھوکوں مر گئے اللہ سے ہمارے لیے دعا فرمائیں۔ فرفع یدیہ وما نری فی السماء سحابا ولا قزعۃ فو الذی نفسی بیدہ ما وضعھما حتی صار السحاب امثال الجبال ثم لم ینزل عن منبرہ حتی رأیت المطر یتحادر علی لحیتہ فمطرنا یومنا ذلک من الغد ومن بعد غد حتی الی الجمعۃ الاخری۔ تو حضورؐ نے دونوں دست نورانی آسمان کی طرف بلند فرمائے۔ اور اس وقت ہمیں نہ کوئی ابر نظر آتا تھا نہ قزعہ بس قسم ہے اللہ کی حضورؐ نے ابھی ہاتھ چھوڑے نہ تھے کہ پہاڑوں کی طرح ابر گھر گئے اور کالی گھٹائیں چھا گئیں۔ اور ابھی حضورؐ منبر سے اترے نہ تھے کہ بارش موسلا دھار ہونے لگی۔ اور ریش اقدس پر بوندیں ڈھلکنے لگیں۔ یہ بارش اس جمعہ سے آئندہ جمعہ تک مسلسل رہی۔ دوسرے جمعہ کو ایک آدمی کھڑا ہوا اور پکارا۔

یا رسول اللہ ھدم البناء وغرق المال فادع اللہ تعالٰی لنا فرفع یدیہ۔ حضورؐ ہمارے مکان گر گئے۔ مال غرق ہو گئے۔ ہمارے لیے دعا فرمائیں تو حضورؐ نے دستِ اقدس اٹھائے اور فرمایا۔ اللھم حوالینا ولا علینا ہمارے گرد برسے ہم پر نہیں۔ تو حضورؐ جس طرف اشارہ فرماتے جاتے تھے ابر بھی اسی طرف پھٹتا جا رہا تھا۔ حتی کہ مدینہ مثل ٹیلہ کے خشک تھا۔ اور نواح مدینہ میں جل تھل تھا اور ایک ماہ مسلسل ایسا ہی رہا۔ ؎

جن کو سوئے آسماں پھیلا کے جل تھل بھر دیے
صدقہ ان ہاتھوں کا پیارے ہم کو بھی درکار ہے

چاند شق ہو پیڑ بولیں جانور سجدہ کریں
بارک اللہ مرجع عالم یہی سرکار ہے

گرد ے گو رے پاؤں چمکا دو خدا کے واسطے
نور کا تڑکا ہو پیارے گور کی شب تار ہے

جوشِ طوفان بحر بے پایاں ہوا ناسازگار
نوح کے مولا کرم کر دے تو بیڑا پار ہے

رحمة للعالمین تیری دوہائی دب گیا
اب تو مولے بے طرح سر پر گنہ کا بار ہے

(۸۷) بِعَارِضٍ جَادَ اَوْ خِلْتَ الْبِطَاحَ بِهَا
سَیْبًا مِّنَ الْیَمِّ اَوْ سَیْلًا مِّنَ الْعَرِمِ

حل لغات بعارضٍ، الباء متعلق، سحاب ابر۔ یہ جل تھل ایک ابر کے ساتھ۔ جَادَ، ماضی از جود و بفتح الجیم۔ جود مطر شدید۔ موسلا دھار بارش کی عطا و بخشش تھی۔ اَوْ، برائے غایت یا بمعنی الیٰ۔ یہاں تک۔ خِلْتَ، من الخیال والظن والحسبان، خیال کرے تو۔ البطاح، ابطح او بطحاء سیل واسم للماء اودیۃ المدینہ۔ شہر کے نالے کو۔ بِھَا، اُس بارش سے۔ سَیْبًا، سَیب بروزن غیب بمعنی الجری والعطا، بہاؤ۔ من الیم۔ البحر۔ دریا کا۔ اَوْ۔ یا۔ سیلاً۔ الماء المجتمع الجاری بغتۃ۔ اچانک پانی جمع ہوجانا جل تھل۔ من العرم۔ مطر شدید، سخت طوفانی بارش کا۔

ترجمہ قحط سالی ایک بارش سے دفع ہوئی۔ اور بارش ایک ابر کی وجہ سے ایسی برسی کہ دیکھنے والا گمان کرتا تھا کہ یہ دریا کا طوفان یا سیلاب اور جل تھل ہے۔

شرح چونکہ پہلی بیت میں احیاء کا فعل دعا کی طرف منسوب تھا تو قدرتاً یہ سوال پیدا ہوتا تھا کہ اُس قحط سالی اور خشک حالی کو سبزہ زاری سے محض دعا نے بدل دیا یا اجابت دعا کے بعد اُس سبزہ کا سبب بارش ہوئی تو اُس کا جواب اس بیت میں دیا اور فرمایا بعارضٍ۔ یعنی ابر نے جاد ایسا مینہ موسلا دھار برسایا کہ اس سے زیادہ مینہ برس ہی نہیں سکتا۔ یہاں جَادَ جُود سے ہے۔ اور جود کا جیم بھی مفتوح ہے جو مطر شدید کے معنی میں مستعمل ہے اور جو بضم جیم جُود پڑھتے ہیں۔ وہ محاورہ اور لغات سے بے خبر ہیں۔ اور عارض بمعنی سحاب

توقرآن کریم میں بھی آیا ہے جیسا کہ ارشاد ہے هٰذا عارض ممطرنا۔ یہ ابر ہے جو ہم پر بارش کرے گا۔

اور یہ سیل بھی نہ تھا۔ اس لیے کہ سیل سے حضورؐ نے دعا میں پناہ مانگی ہے اور فرمایا ہے۔ اللھم انی اعوذبک من السیل والبعیر الصئول الّٰہی میں تیرے ساتھ پناہ مانگتا ہوں اچانک بہاؤ سے اور منہ زور اونٹ سے۔ اور عرم مطر شدید کو بھی کہتے ہیں۔ اور عرم ایک جگہ کا بھی نام ہے۔ جو ملک سبا میں ہے۔ یہاں قوم سبا پر سیل عظیم بصورت عذاب آیا تھا۔ اس اعتبار سے اس بیت میں تلمیحاً قصہ سبا کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے۔ اور سبا ایک جماعت کا نام تھا۔ یہ قوم اپنی جماعت کا نام اپنے اجداد کے نام پر رکھتی تھی۔ چونکہ یہ سب سبا کی اولاد سے تھے۔ اس لیے اُسے قوم سبا کہا جاتا تھا۔ ان کا شجرہ یہ ہے۔ سبا بن یشجب بن یعرب ابن قحطان اور یہ جس شہر میں رہتے تھے۔ اس کا نام مآرب یہ شہر ارض یمن میں تھا یہاں بڑا زبردست جنگل تھا جب بلقیس اس شہر کی ملکہ ہوئی تو اُس جنگل پر اُس نے ایک زبردست دیوار بنوائی اور اس میں موریاں اور مورے اُونچے نیچے بنائے۔ تاکہ جو پانی اس جنگل میں جمع ہو خاطر خواہ استعمال کیا جائے اور شہر والوں نے اس وادی کے نیچے کے حصّہ میں دائیں بائیں بڑے بڑے باغ بنائے چنانچہ اس شہر کے باغات میں اس قدر پھل ہوتا تھا کہ اگر ایک عورت اپنے سر پر ٹوکری رکھ کر درختوں کے نیچے سے گزر جاتی تو بغیر کسی پھل کے توڑے اور کسی ڈالی کو ہلائے ٹوکری بھر کر گھر لاتی۔ اور قدرتی طور پر یہ شہر ایسا ستھرا اور پاکیزہ تھا کہ مچھر۔ مکھی۔ پسّو۔ کھٹمل۔ سانپ۔ بچھو اور کسی قسم کی بیماری یہاں نہ تھی۔

اور اگر مکھی۔ مچھر۔ پسّو۔ کھٹمل لے کر کوئی مسافر اس شہر میں داخل ہوتا تو یہاں کی ہوا میں یہ اثر تھا کہ فوراً پسّو کھٹمل وغیرہ مر جاتے اور یہ سعادت اس شہر کے رہنے والوں کو حاصل تھی۔ مگر بڑے ناشکرے سرکش خدا ناترس تھے۔ کہتے تھے ہم خدا کو نہیں جانتے کہ اُس نے یہ نعمتیں ہم پر نازل کیں۔

اس قوم پر تیرہ رسول اللہ تعالےٰ نے مبعوث فرمائے۔ اور سب نے انھیں کہا کہ اللہ کی نعمتوں کا شکر کرو۔ مگر انھوں نے اُن کی نصیحتیں نہ سنیں اور ایمان نہ لائے۔

آخر اُن پر چوہے مسلط کیے گئے جو اندھے تھے۔ انھوں نے اُس وادی میں بڑے بڑے بل بنا لیے اور اس وادی میں جو دریا بھرا ہوا تھا۔ وہ پانی اُن چھیدوں میں بھر کر تمام دیوار منہدم ہو گئی اور پانی اُن کے گھروں باغوں میں اچانک ایسا بھرا کہ سب غرق ہو گئے اس کا تذکرہ قرآن کریم میں ہے۔

لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ فِي مَسْكَنِهِمْ آيَةٌ جَنَّتَانِ عَن يَمِينٍ وَشِمَالٍ كُلُوا مِن رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوا لَهُ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَرَبٌّ غَفُورٌ فَأَعْرَضُوا فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنَاهُم بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ أُكُلٍ خَمْطٍ وَأَثْلٍ وَشَيْءٍ مِّن سِدْرٍ قَلِيلٍ ذَٰلِكَ جَزَيْنَاهُم بِمَا كَفَرُوا وَهَلْ نُجَازِي إِلَّا الْكَفُورَ۔

صدق اللہ مولانا العلی العظیم۔

(۸۸)

دَعْنِيْ وَوَصْفِيْ آيَاتٍ لَهُ ظَهَرَتْ
ظُهُوْرَ نَارِ الْقِرَىٰ لَيْلًا عَلَىٰ عَلَمِ

حل لغات دعنی۔ امر از ودع یدع بمعنی الترکنی۔ چھوڑ مجھے۔ ووصفی اور میری مدحت سرائی کو۔ آیات۔ اور بیان معجزات۔ لہ۔ جو حضورؐ سے۔ ظہرت۔ ظاہر ہوئے۔ ظہور۔ یہ ظاہر ہونا۔ نار۔ اس آگ کا

۱؎ بے شک سبا کے لیے ان کی آبادی میں نشانی تھی دو باغ داہنے اور بائیں اپنے رب کا رزق کھاؤ اور اس کا شکر ادا کرو۔ پاکیزہ شہر اور بخشنے والا رب۔ انھوں نے منہ پھیرا تو ہم نے ان پر زور کا سیلاب بھیجا۔ اور اُن کے باغوں کے عوض دو باغ انھیں بدل دیئے کہ ان کے پھل بدمزہ اور ان میں جھاؤ تھا۔ اور کچھ تھوڑی سی بیریاں۔ ہم نے انھیں یہ بدلا دیا ان کی ناشکری کی سزا اور ہم ناشکروں کو ہی سزا دیتے ہیں۔ پ ۲۲ ع ۸

سا ہے۔ القریٰ۔ قریٰ۔ بمعنی ضیافت۔ جو مہمان کے کھانے کے لیے روشن ہو۔ لیلاً رات میں۔ علیٰ علم۔ علم۔ یعنی الجبل۔ پہاڑ پر۔

ترجمہ چھوڑ مجھے اور حضور کی تعریف کرنے دے۔ اگرچہ وہ فی الواقع اتنے روشن ہیں جیسے مہمان کی آگ پہاڑ پر روشن ہوتی ہے۔

شرح بیان اوصاف معجزات وکمالات کرتے کرتے ذہن میں خیال آیا کہ اس ہستی پاک کے اوصاف بیان کرنے کی کیا حاجت ہے وہ تو کالشمس (سورج کی طرح) عالم میں ظاہر و باہر ہو چکے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ طلوع خورشید پر طلوع خورشید کا اعلان زاید اور تحصیل حاصل ہے۔ تو خود ہی جواب دیتے ہیں۔ کہ دعنی اوخیال باطل مجھے چھوڑ۔ اور توصیف کمال و معجزات آقا کرنے دے۔ یہ میں بھی جانتا ہوں کہ ان کے کمالات ایسے روشن ہیں جیسے مسافر پہاڑ پر آگ جلاتے تو تمام اہل قریٰ کو اس کا علم ہوتا ہے۔ یہ ایک عرب کا محاورہ ہے۔ ایقاد النار فی راس الجبل۔ اور مسافروں کو اطمینان دلانے کے لیے پہاڑ کی چوٹی پر آگ جلا دینا اہل عرب کا پرانا رواج ہے تاکہ ابن السبیل (مسافر) جو مراحل اور قطع منازل کرتا ہوا آگ کی روشنی دیکھ کر اطمینان سے اس طرف آجائے اور اکل و شرب (کھانے پینے) سے تازہ دم ہو کر اپنا سفر پورا کرے۔

اسی ضرب المثل کو اس بیت میں فرمایا۔ ظھور نار القریٰ لیلاً علیٰ علم۔

مولای صلّ وسلم دائماً ابداً	علی حبیبک خیر الخلق کلھم
راہ پُر خار ہے کیا ہونا ہے	پاؤں افگار ہے کیا ہونا ہے
جاگتے رہیے مسافر تیری	کوچ تیار ہے کیا ہونا ہے
دُور جانا ہے رہا دن تھوڑا	راہ دشوار ہے کیا ہونا ہے
گھر بھی جانا ہے مسافر کہ نہیں	مت پہ کیا مار ہے کیا ہونا ہے

(۸۹)

فَاللّٰہُ یَزْدَادُ حُسْنًا وَّھُوَ مُنْتَظِمٌ
وَلَیْسَ یَنْقُصُ قَدْرًا غَیْرَ مُنْتَظِمٌ

حلّ لغات | فالٰی رہیں موتی - یزداد، زیادہ ہوتا ہے - حسناً، حسن اس کا - وھو، اگرچہ وہ - منتظم، لڑی میں پرا ہوا ہو - ولیس ینقص، اور نہیں کمی آتی - قدراً، اس کی قیمت میں - غیر منتظم، جبکہ وہ پرا ہوا نہ ہو -

ترجمہ | موتی کا جب موزونیت کے ساتھ ہار بنایا جائے تو اس کی خوبصورتی اور حُسن بڑھا ہوا ہوتا ہے - اور وہی موتی جب تنہا ہو تو اس کے حسن ذاتی اور قدر و قیمت میں کوئی نقص نہیں آتا -

شرح | گویا ناظم فاہم یہ بتا رہے ہیں کہ میری مدحت سرائی سے حضورؐ کی شان بڑھ نہیں جاتی اور ترکِ مدحت میں اُن کی شان گھٹتی نہیں - مگر ہار جب اپنی زینت چاہتا ہے تو قیمتی موتی کے حُسن سے تابانی حاصل کرتا ہے - اسی طرح میں کانِ نبوت کے اس دُرِ بے بہا کو اپنی نظم میں لگا کر غزلوں کے ہار کی زینت بڑھا رہا ہوں - ورنہ وہ تو یوں بھی وہی ہیں - اور یوں بھی وہی سے

کہاں طاقت بشر کو جو مدیحِ مصطفےٰ ٹھہرے
مدیحِ ذاتِ پاکِ احمدی جب خود خدا ٹھہرے

بازغ میں شکر وصل تھا ہجر میں ہائے ہائے گل
کام ہے اُن کے ذکر سے خیر وہ یوں ہوا کہ یوں

۹۰

فَمَا تَطَاوَلَ اٰمَالُ الْمَدِيْحِ اِلٰى
مَا فِيْهِ مِنْ كَرَمِ الْاَخْلَاقِ وَالشِّيَمِ

حلّ لغات | فَمَا، ما استفہام انکاری یا تعجبی، پس کیا - تطاول، مد عنقہ مریداً الاطلاع علیہ، کسی چیز کو غور سے دیکھنے کے لیے گردن اونچی کرنا - لمبی گردن کر کے دیکھنا ہے - اٰمال، آرزوئیں - المدیح، تعریف کرنے کے - الیٰ، کہاں تک - ما فیہ، جو کچھ ہے اُن میں - من کرم الاخلاق، برگزیدہ عادتیں - والشیم، اور پسندیدہ خصلتیں -

ترجمہ اے مدح کی آرزو کرنے والے کیا امید مدح میں حضورؐ کے اوصاف پر اونچی اونچی گردن کر کے اُن کے اخلاق حمیدہ اور عادات پسندیدہ کا اندازہ کر رہا ہے۔ اس کی حدّ و غایت معلوم کرنا محال ہے۔

شرح

محمدؐ سے صفت پوچھو خدا کی ۔۔۔ خدا سے پوچھئے شانِ محمدؐ

اور بس باقی باقی فانی فانی

فصل تاسع

حضورِ اقدس کے اوصاف از قرآن پاک

آیاتُ حقٍّ مِّنَ الرَّحمٰنِ مُحدَثَۃٌ
قَدِیمَۃٌ صِفَۃُ الْمَوْصُوفِ بِالْقِدَمِ

(۹۱)

حلِّ لغات آیاتُ حق، قرآن کی آیتیں۔ من الرحمٰن، رحمان کی طرف سے۔ محدثۃ، لکھی ہوئی ہیں یا اتاری ہوئی ہیں۔ قدیمۃ، مگر قدیم ہیں۔ صفۃ الموصوف، اس لیے کہ موصوف قدیم کی صفت۔ بالقدم۔ قدیم ہے۔

ترجمہ یعنی قرآن کریم کی سچی آیتیں خدا کی طرف سے نازل ہوئی ہیں۔ اور باعتبار تلفظ و نزول وکتابت فی المصاحف حادث ہیں۔ اور باعتبار معنی وکلام نفس قدیم۔ کیونکہ وہ صفت ہیں ذات پاک کی جو موصوف بالقدم ہے اور یہ امر محقق ہے کہ موصوف قدیم کی صفت بھی قدیم ہوتی ہے۔ ورنہ قدیم محل حوادث ہوجائے گا۔ تعالیٰ اللہ عمّا یصفون۔

شرح پہلے اشعار میں امام رحمہ اللہ نے حضورؐ کے فضائل بیان کیے تو ان پر دلائل قاطع سے ثبوت کی ضرورت تھی۔ تو قرآن کریم سے دلائل شروع فرمائے اور تمہیداً فرمایا کہ جس ہستی کے فضائل میں بیان کر رہا ہوں۔ اُن کے فضائل میں آیات حقہ نازل ہوئی ہیں۔

اور من الرحمٰن اسم رحمٰن کا ذکر تبرکاً فرمایا۔ اگرچہ غفار ستار، رزاق۔ علام بھی لا سکتے تھے۔ لیکن چونکہ انزال قرآن ہی رحمت عامہ جمیع خلائق کے لیے ہے۔ حتی کہ کفار پر بھی تاخیر عذاب کا موجب ہو کر رحمت ہے۔ اس لیے اس کے نازل کنندہ کے اسماء حسنیٰ میں سے تبرکاً رحمٰن اختیار کیا۔

اور مصرع اوّل میں محدثۃ اسم مفعول احداث سے لیا۔ اور مصرع ثانی میں قدیمۃ کہا۔ تو گویا یوں فرمایا محدثۃ قدیمۃ اور یہ امر ظاہر ہے کہ حادث و قدیم دونوں صفتوں کا جمع کرنا اور ایک موصوف کی صفت اس طرح کرنا جمع بین النقیضین ہے۔

لیکن ادنےٰ غور کے بعد یہ واضح ہوجاتا ہے۔ کہ جمع بین النقیضین یہاں لازم نہیں آتا اس لیے کہ ناظم فاہم نے دو اعتبار آیات قرآنیہ کے یہاں ظاہر فرمائے ہیں ایک اعتبار سے آیات قرآنیہ کو حادث بتایا ہے۔ اور دوسرے اعتبار سے قدیم قرار دیا ہے۔

چنانچہ آیات قرآنیہ حادث بایں اعتبار ہیں کہ اُس میں جو لفظ ہیں وہ حادث ہیں اور قدیم باعتبار معنی ہیں۔ اس لیے کہ کلام دو ہیں کلام لفظی اور کلام نفسی۔ جیسا کہ اخطل نے کہا ہے۔

ے

ان الکلام لفی الفؤاد و انما   جعل اللسان علی الفؤاد دلیلا

تو حادث کلام لفظی ہے۔ اور قدیم کلام نفسی جو قدیم قائم بالذات ہے۔

اس میں سات مذاہب ہیں۔

(۱) مذہب اشاعرہ ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کلام اللہ تعالےٰ اثنان لفظی مکتوب فی المصاحف حادث ونفسی قائم بذاتہ قدیم لیس بحرف ولا صوت بل ھو المعنی فقط وان مذھبھم یجوز سمع ذالک المعنی الذی ھو الکلام النفسی۔ کلام الٰہی لفظی مکتوب فی المصاحف حادث ہے۔ اور نفسی قائم بذاتہٖ قدیم ہے۔ اس میں نہ حرف ہے نہ صوت۔ بلکہ وہ محض معنیٰ ہے اور ان کے نزدیک ان معنی کی سماعت بھی جائز ہے۔ بایں معنیٰ یہ کلام نفسی ہے۔

(۲) دوسرا مذہب ابی منصور ماتریدی کا ہے۔ وہ بھی کہتے ہیں۔

ان کلامہ اثنان۔ لفظی مکتوب فی المصاحف حادث ونفسی قائم بذاتہ قدیم لیس بحرف ولا صوت بل ھوا لمعنی فقط۔ اس مذہب میں اشاعرہ کے مذہب سے صرف سماعت کا خلاف ہے وہ سمع جائز مانتے ہیں۔ یہ سمع

بھی نہیں مانتے۔ بلکہ کہتے ہیں کہ جو مسموع ہے۔ وہی کلام لفظی ہے۔ کذا فی البدایہ۔

(۳) تیسرا مذہب بعض متاخرین کا ہے اور ان میں صاحب مواقف بھی ہیں وہ کہتے ہیں۔

ان کلامہ اثنان لفظی مکتوب فی المصاحف محفوظ فی الصدور وھو حادث وکلام نفسی قدیم عبارۃ عن لفظ ومعنی لکن بلا ترتیب۔ ان کے نزدیک مکتوب فی المصاحف محفوظ فی الصدور حادث ہے اور کلام نفسی عبارت ہے لفظ و معنی بلا ترتیب سے اور یہ قدیم ہے۔

(۴) چوتھا مذہب جلال دوانی کا ہے وہ کہتے ہیں۔

انہ اثنان لفظی قائم بالمصاحف والصدور وھو حادث ونفسی قائم بہ تعالیٰ قدیم عبارۃ عن لفظ ومعنی مع ترتیب علمی۔ کلام نفسی عبارت ہے لفظ و معنی مع ترتیب علمی سے اور یہ قدیم ہے۔

(۵) پانچواں مذہب حنابلہ کا ہے وہ کہتے ہیں۔

ان کلامہ تعالیٰ فی الحقیقۃ واحد مرکب من حروف واصوات قدیم الیٰ ان قال بعضھم وافرط بقدم الجلد والغلاف فھم ینکرون الکلام النفسی۔

(۶) چھٹا مذہب معتزلہ کا ہے۔ جو مسلمانوں میں ایک مبتدع فرقہ مانا گیا ہے۔ وہ کہتا ہے۔

ان کلامہ واحد مرکب من حروف واصوات حادثۃ لکن لیس بقائم بذاتہ تعالیٰ بل بالغیر کاللوح وفؤاد جبریل والنبی وشجرۃ موسیٰ۔

(۷) ساتواں مذہب کرامیہ کا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔

انہ کلام واحد مرکب من الحروف والاصوات حادث لکن قائم بہ تعالیٰ۔ فالفرق الثلاث ینکرون الکلام النفسی۔

یہ پچھلے تینوں فرقے کلام نفسی کے منکر ہیں۔ اس کی تفصیل دیکھنی ہو تو بدایہ۔

ور مصرع اول میں محدثۃٌ اسم مفعول احداث سے لیا۔ اور مصرع ثانی میں قدیمۃٌ
ویا یوں فرمایا۔ محدثۃٌ قدیمۃٌ اور یہ امر ظاہر ہے کہ حادث و قدیم دونوں صفتوں
رنا اور ایک موصوف کی صفت اس طرح کرنا جمع بین النقیضین ہے۔
سے غور کے بعد یہ واضح ہو جاتا ہے۔ کہ جمع بین النقیضین یہاں لازم
ا اس لیے کہ ناظم فاہم نے دو اعتبار آیات قرآنیہ کے یہاں ظاہر فرمائے ہیں
عتبار سے آیات قرآنیہ کو حادث بتایا ہے۔ اور دوسرے اعتبار سے قدیم
ہے۔
نانچہ آیات قرآنیہ حادث بایں اعتبار ہیں کہ اُس میں جو لفظ ہیں وہ حادث
قدیم باعتبار معنی ہیں۔ اس لیے کہ کلام دو ہیں کلام لفظی اور کلام نفسی۔ جیسا کہ
نے کہا ہے۔

ن الکلام لفی الفؤاد و انما جعل اللسان علی الفؤاد دلیلا

ں کلام لفظی ہے۔ اور قدیم کلام نفسی جو قدیم قائم بالذات ہے۔
س میں سات مذاہب ہیں۔
ہب اشاعرہ ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کلام اللہ تعالٰی اثنان لفظی مکتوب
ی المصاحف حادث و نفسی قائم بذاتہ قدیم لیس بحرف ولا صوت
هو المعنی فقط و ان مذ هبہم یجوز سمع ذلک المعنی الذی هو الکلام النفسی۔
لام الٰہی لفظی مکتوب فی المصاحف حادث ہے۔ اور نفسی قائم بذاتہٖ قدیم ہے۔
س میں نہ حرف ہے نہ صوت۔ بلکہ وہ محض معنیٰ ہے اور ان کے نزدیک ان
ی کی سماعت بھی جائز ہے۔ بایں معنیٰ یہ کلام نفسی ہے۔
سرا مذہب ابی منصور ماتریدی کا ہے۔ وہ بھی کہتے ہیں۔
ی کلامہ اثنان۔ لفظی مکتوب فی المصاحف حادث و نفسی قائم بذاتہ
یم لیس بحرف ولا صوت بل هو المعنی فقط۔ اس مذہب میں اشاعرہ
مذہب سے صرف سماعت کا خلاف ہے وہ سمع جائز مانتے ہیں۔ یہ سمع

بھی نہیں مانتے۔ بلکہ کہتے ہیں کہ جو مسموع ہے۔ وہی کلام لفظی ہے۔ کذا فی البلاء
(۳) تیسرا مذہب بعض متاخرین کا ہے اور ان میں صاحب مواقف بھی ہیں وہ کہتے ہیں۔
ان کلامہ اثنان لفظی مکتوب فی المصاحف محفوظ فی الصدور وھو حادث وکلام نفسی قدیم عبارۃ عن لفظ ومعنی لکن بلا ترتیب۔ ان کے نزدیک مکتوب فی المصاحف محفوظ فی الصدور حادث ہے اور کلام نفسی عبارت ہے لفظ و معنی بلا ترتیب سے اور یہ قدیم ہے۔
(۴) چوتھا مذہب جلال دوانی کا ہے وہ کہتے ہیں۔
انہ اثنان لفظی قائم بالمصاحف والصدور وھو حادث ونفسی قائم بہ تعالیٰ قدیم عبارۃ عن لفظ و معنی مع ترتیب علمی۔ کلام نفسی عبارت ہے لفظ و معنی مع ترتیب علمی سے اور یہ قدیم ہے۔
(۵) پانچواں مذہب حنابلہ کا ہے وہ کہتے ہیں۔
ان کلامہ تعالیٰ فی الحقیقۃ واحد مرکب من حروف و اصوات قدیم الی ان قال بعضھم وافرط بقدم الجلد والغلاف فھم ینکرون الکلام النفسی۔
(۶) چھٹا مذہب معتزلہ کا ہے۔ جو مسلمانوں میں ایک مبتدع فرقہ مانا گیا ہے۔ وہ کہتا ہے۔
ان کلامہ واحد مرکب من حروف واصوات حادثۃ لکن لیس بقائم بذاتہ تعالیٰ بل بالغیر کاللوح وفؤاد جبریل والنبی وشجرۃ موسیٰؑ۔
(۷) ساتواں مذہب کرامیہ کا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔
انہ کلام واحد مرکب من الحروف والاصوات حادث لکن قائم بہ تعالےٰ۔ فالفرق الثلاث ینکرون الکلام النفسی۔
یہ پچھلے تینوں فرقے کلام نفسی کے منکر ہیں۔ اس کی تفصیل دیکھنی ہو تو براہیہ

تمہید۔ بحر الکلام۔ الابانہ اور الکفایہ وغیرہ میں دیکھیں۔ یہاں توہمیں یہ بتانا ہے کہ ناظم فاہم رحمہ اللہ نے محدثۃ جو فرمایا وہ حنابلہ کے مذہب کو رد کرنے کے لیے کہا ہے۔ اور قدیمۃ اس لیے کہا تاکہ کرامیہ کا رد ہو جائے اور صفت الموصوف بالقدم معتزلہ کا رد کرنے کی غرض سے فرمایا۔ اس لیے صحیح عقیدہ یہ ہے۔ کہ قرآن باعتبار الفاظ حروف وصوت وکتابت حادث ہے۔ کہ اسے کلام لفظی کہتے ہیں۔ اور باعتبار معنی بلاصوت قدیم کہ اس کو کلام نفسی کہا جاتا ہے۔ فافہم وتدبر۔

(۹۲)

لَمْ تَقْتَرِنْ بِزَمَانٍ وَّهِيَ تُخْبِرُنَا
عَنِ الْمَعَادِ وَعَنْ عَادٍ وَّعَنْ إِرَمِ

حل لغات لم تقترن، نفی جحد بلم از اقتران۔ متصل ہونا۔ نہیں ہیں قریب سے متعلق وہ آیات۔ بزمان، کسی زمانہ قریب سے۔ وھی، واؤ حالیہ۔ ضمیر الی الآیات، حالانکہ وہ آیتیں۔ تخبرنا، خبر دیتی ہیں ہمیں۔ عن المعاد، المعاد الرجوع بعد الفنا، یوم آخرت کی۔ وعن عاد، اور قصہ عاد کی۔ وعن ارم، اور عاد ثانی ارم کی۔

ترجمہ وہ آیتیں قرآن کریم کی کسی خاص قریب زمانہ کی خبر نہیں دیتیں بلکہ آخرت کی خبر بھی دیتی ہیں۔ قصہ عاد اول کی خبر دیتی ہیں۔ اور عاد ثانی ارم کے قصے سناتی ہیں۔

شرح اس بیت میں ناظم رحمہ اللہ یہ بتا رہے ہیں کہ ان آیات کو قدیم کہنے کی دوسری وجہ یہ بھی ہے۔ کہ یہ کسی زمانہ کے ساتھ مقید نہیں کیونکہ وجود قدیم وجود کائنات سے متقدم ہوتا ہے۔ اور بایں ہمہ ان آیات میں یہ کمال ہے۔ کہ یہ ہمیں حشر ونشر اور قوم عاد اور جنت ارم وغیرہ کی بھی خبریں دیتی ہیں۔

زمان = متکلمین کے نزدیک اس سے مراد ہے جو متجدد معلوم بمقدار ہے متجدد آخر موہوم ہو اور حکماء کے نزدیک زمان سے مقدار حرکت فلک

اعظم مراد ہے۔

یہاں تو تقترن بزمان جو ناظم رحمہ اللہ نے فرمایا اُس سے معانی آیات مراد ہیں۔ نہ کہ الفاظ اس لیے کہ الفاظ تو حادث ہیں مقترن بزمانہ ہیں۔ برخلاف معانی کے کہ وہ کلام نفسی ہے۔ اور وہ صفت الٰہی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اور اس کی صفت ان دونوں پر اجراء زمانہ محال ہے۔

اور اخبار قرآنیہ مبدأ و معاد کے ساتھ جو ہمیں مطلع کر رہی ہیں وہ ظاہر ہے۔ جیسے کہ ارشاد ہے۔ اَوَلَمْ يَرَ الْإِنْسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ نُطْفَةٍ فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُبِينٌ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَنَسِيَ خَلْقَهُ قَالَ مَنْ يُحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنْشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ[1]

اس آیت کے متعلق مفسرین فرماتے ہیں۔ کہ یہ اُمیّہ بن خلف کے معاملہ میں نازل ہوئی تھی۔ جب کہ اُس نے حضور سے مخاصمہ کیا اور ایک بڑی گلی سڑی لایا اور کہنے لگا یا محمد اتری اللہ تعالیٰ یحی ھذا بعد ما رم فقال صلی اللہ علیہ وسلم یبعثك ويدخلك النار۔ کیا یہ ہڈی جو گل گئی ہے اسے اللہ زندہ کرے گا حضور نے فرمایا ہاں۔ تجھے مرنے کے بعد اٹھائے گا اور جہنم میں داخل کرے گا۔ اسی کو قرآن کریم میں فرمایا۔ ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تُبْعَثُونَ[2] اور أَيَحْسَبُ الْإِنْسَانُ أَلَّنْ نَجْمَعَ عِظَامَهُ بَلَىٰ قَادِرِينَ عَلَىٰ أَنْ نُسَوِّيَ بَنَانَهُ[3] اور أَفَلَا

---

[1] کیا آدمی کو معلوم نہیں کہ ہم نے اُسے نطفہ سے پیدا کیا تو وہ اعلانیہ اعتراض کرنے لگا۔ اور اس نے ہمارے لیے ایک مثال بیان کی اور اپنی پیدائش بھول گیا۔ اور کہتا ہے کہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا جب کہ وہ بالکل بوسیدہ ہو گئیں۔ آپ کہہ دیجئے انہیں وہ زندہ کرے گا جس نے ان کو پہلی بار پیدا کیا۔ (پ ع ۴)

[2] پھر تم سب قیامت کے دن ضرور اُٹھائے جاؤ گے۔ (پ ع ۱)

[3] کیا آدمی خیال کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں ہرگز جمع نہ کریں گے کیوں نہیں ہم قادر ہیں کہ اس کی پوریاں درست کردیں۔ (پ ع ۱۷)

[4] تو کیا نہیں جانتا جب اٹھائے جائیں گے جو قبروں میں ہیں اور کھول دیا جائے گا جو کچھ سینوں میں ہے۔ بے شک ان کا رب ان کے حال سے اس روز پورا آگاہ ہے۔ (پ ع ۲۵)

يَعْلَمُ إِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُورِ وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُورِ إِنَّ رَبَّهُم بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيرٌ ؏
وغیرہ وغیرہ آیات میں اخبار بعث ونشر ہیں۔ اور گزشتہ واقعات کی خبریں عن عادٍ فرمایا یعنی قوم عاد کی خبریں بھی قرآن کریم دیتا ہے۔ چنانچہ وَإِلَىٰ عَادٍ أَخَاهُمْ هُودًا[1] میں قبیلہ عاد کا ذکر ہے۔ یہ علاقہ یمن میں ایک قوم تھی ان کا قصہ یہ ہے۔ کہ انھوں نے اپنی آبادی عمان وحضرموت تک پھیلا کر بت پرستی کا سلسلہ شروع کیا۔ اور صدا صمود وہباء خدا بنائے۔ اللہ تعالےٰ نے ان پر حضرت ہود علیہ السلام مبعوث فرمائے۔ آپ قوم عاد کے اشراف میں سے تھے حسب ونسب میں قوم سے افضل ترین تھے۔ تو قوم نے آپ کو جھٹلایا اور مخالفت شدت سے شروع کی تو اللہ تعالیٰ نے اُن پر بارش تین سال تک بند کی یہاں تک کہ یہ بھوکوں مرنے لگے تو انھوں نے حسب قاعدہ قوم بیت اللہ کی طرف توجہ کی اور وہاں جاکے دعا مانگنے کے لیے ستر آدمی منتخب کیے۔ جب یہ مکہ معظمہ میں داخل ہوئے تو رئیس قافلہ قیل ابن عتر نے دعا کی اللھم اسق عادا ما کنت تسقیھم الٰہی عاد پر بارش کر دے جن پر تو نے امساک کر رکھا ہے۔

تو اللہ تعالےٰ نے تین ابر ظاہر فرمائے۔ ایک سپید ایک سُرخ ایک سیاہ اور آسمان سے ندا آئی یا قیل اختر لنفسک ولقومک اے قیل اپنے اور اپنی قوم کے لیے ان تینوں میں سے ایک ابر منظور کر۔ قیل نے کہا میں کالا ابر اختیار کرتا ہوں کہ یہ زیادہ پانی والا ہوتا ہے۔ چنانچہ کالا ابر نکلا اور ان کی آبادی کی طرف چلا حتیٰ کہ تمام آبادی پر گھر گیا۔ اور قوم خوش ہوکر کہنے لگی هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا یہ ابر ہے جو ہم پر برسے گا۔ یک لخت اُس سیاہ بادل میں سے باد تند نکلی اور اتنی شدید چلی کہ تمام بت پرستوں کو ہلاک کر دیا۔ اور حضرت ہود اور جو آپ پر ایمان لائے انھیں نجات مل گئی۔ یہ قصہ عاد اوّل ہے۔ اور عن ارم جو فرمایا ہے۔ اس سے وہ سرکش قوم مراد ہے جسے عاد ثانی کہا جاتا ہے۔ جس کا ذکر سورہ فجر میں ہے۔ أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ إِرَمَ ذَاتِ[2]

---

[1] اور قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ہود کو بھیجا۔ (پ ۸ ع ۲۵)
[2] کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے رب نے عاد یعنی قوم ارم کے ساتھ کیا معاملہ کیا جن کے قد و قامت ستونوں جیسے تھے جن کی طرح (زور و قوت والے) شہروں میں پیدا نہ ہوا۔ پ ۳۰ ع ۲

الْعِمَادِ الَّتِیْ لَمْ یُخْلَقْ مِثْلُهَا فِی الْبِلَادِ۔ اس کا مفصل ذکر تفسیر نیشاپوری میں اس طرح مذکور ہے۔ کہ عاد بن ارم کے دو بیٹے تھے ایک شدّاد دوسرا شدید۔ یہ دونوں دنیا کے بادشاہ تھے۔ پھر شدید مر گیا اور شدّاد تمام سلطنت پر قابض ہو گیا۔ اُس کی عمر اُس وقت نوسو برس کی تھی۔ اُسے زیادہ تر شوق کتب بینی کا تھا۔ ایک روز اُس نے جنت کی تعریف کتاب میں پڑھی تو اُس کے دل میں یہ شوق پیدا ہوا کہ جس قسم کی صفت جنت کی میں نے پڑھی ہے۔ ایسی عمارت بنواؤں۔ غرض کہ اپنے لشکر سے ایک جماعت بایں غرض روانہ کی کہ وہ ایک ایسا صحرا تلاش کریں۔ جس میں لطیف ہوا ہو۔ اور وہاں چشمے ہوں۔ پانی کافی ہو درخت سرسبز و شاداب ہوں۔

یہ جماعت تلاش کرتے کرتے ایسے جنگل میں پہنچی۔ جہاں اس قسم کی تمام تعریفات پائی جاتی تھیں۔ اور یہ جنگل مقام عدن میں انھیں ملا۔ انھوں نے اطلاع دی۔

شدّاد نے اطلاع پاتے ہی اپنے وزراء دولت کو حکم دیا کہ ہر قسم کے جواہرات اور سونا چاندی جمع کیا جائے۔ چنانچہ انھوں نے جمع کیا۔ اور اتنا جمع کیا کہ بے حساب جمع ہو گیا۔

شدّاد نے وہ سب سامان ارض عدن پر بھیج دیا اور ایک لاکھ معمار مقرر کر دیے وہ گئے اور انھوں نے بنیاد میں ایک اینٹ سونے کی ایک چاندی کی لگا کر چار دیواری مکمل کر دی۔ اور اُس میں بڑے بڑے ستون زبرجد سبز کے اور یاقوت احمر کے قائم کیے اور ان کے اُوپر بڑے بڑے محل تعمیر کرائے۔ اور اُن محلوں میں کھڑکیاں برجیاں، روشندان کافی رکھے۔ اور بڑے بڑے صحن بالاخانوں میں بنوائے اور شہ نشین قلعہ ذہبی کے اندر بنوائے گئے۔ اس بادشاہ کے ایک ہزار وزراء تھے۔ اُس نے ہر وزیر کے لیے قلعہ کے گرد ایک ایک قصر تعمیر کرایا۔ اور اس کے نیچے نہریں چاندی کی بنوائیں اُس میں دُودھ بھروایا۔ شراب پھر کوائی شہد سے مملو پر کیں۔ غرض کہ تین سو برس میں اس عمارت سے فارغ ہوا۔ تو شدّاد نے تمام وزراء و اتباع و انصار جمع کیے اور با شان و شکوہ مقام عدن کو روانہ ہوا۔ جب مقام ارم ایک دن ایک رات کے بُعد پر رہ گیا تو اللہ تعالیٰ نے ایک

پہنچ اس پر ڈلوائی کر سب وہیں ہلاک ہو گئے۔ ۱؎ اَللّٰھُمَّ لَا تُھْلِکْنَا بِعَذَابِکَ وَلَا تُسَلِّطْ عَلَیْنَا مَنْ لَّا یَخَافُکَ۔

۹۳ دَامَتْ لَدَیْنَا فَفَاقَتْ کُلَّ مُعْجِزَۃٍ مِّنَ النَّبِیِّیْنَ اِذْ جَاءَتْ وَلَمْ تَدُمِ

حلِ لغات دامت، ماضی مؤنث، ہمیشہ رہیں وہ آئتیں۔ لدینا، ہمارے سامنے۔ ففاقت، فاقت وفقت، تو فوقیت حاصل ہو گئی۔ کل معجزۃ، ہر معجزہ پر۔ من النبیین، تمام انبیاء کرام کے۔ اذ جاءت، جب کر وہ معجزہ لاتے۔ ولم تدم، مگر ہمیشہ نہ رہے۔

ترجمہ معجزہ قرآن ہمارے پاس ہمیشہ کے لیے ہے تو یہ معجزہ تمام انبیاء کے معجزوں سے فائق ہے اس لیے کر وہ معجزے جو انبیاء لائے وہ ہمیشہ نہ رہے۔

شرح آیات قرآنیہ ہمارے پاس ہمیشہ رہیں گی۔ اور یہ ہمارے حضور کے معجزات میں سے ایک زندہ معجزہ ہے۔ جو تمام انبیاء کے معجزوں پر فائق ہے۔ چونکہ اُن کے معجزے جو آتے وہ ہمیشہ نہ رہے۔ اور یہ معجزۂ قرآن اثبات نبوت کے لیے اعظم معجزات سے ہے جو تا قیام قیامت باقی رہے گا۔ اور وقت نزول سے آج تک اور آج سے قیامت تک کوئی بلیغ و فصیح ایسا نہیں گزرا جس سے قرآن کریم نے اپنے مقابلہ کا مطالبہ نہ کیا ہو اور اُس نے نیچا نہ دیکھا ہو۔

بڑے بڑے فصحا بلغاء اس کی چھوٹی سی سورت کے جواب میں گونگے ہو گئے۔ اور جواب نہ دے سکے۔ اور عجائبات قدرت الٰہیہ سے ایک یہ امر بھی قابل غور ہے۔ کہ جس نے قرآنی آیات کا مقابلہ کرنا چاہا وہ باوجود فصیح و بلیغ ہونے کے ایسا بد حواس و از خود رفتہ ہوا کہ اس کے مقابلہ کا مضمون بے عقل بچوں کی عبارتوں سے بھی گیا گزرا نکلا۔

۱؎ اے اللہ ہمیں اپنے عذاب سے ہلاک نہ کر اور ہم پر اس کو مسلط نہ فرما جس کو تیرا خوف نہ ہو۔

مسیلمہ کذاب کے چند پریشان مضمون ملتے ہیں جو اس نے دعوے نبوت کر کے قرآن کریم کے مقابلہ میں بیان کیے۔ چنانچہ الم تر کیف فعل ربک باصحب الفیل کے مقابلہ میں اُس نے کہا۔ الفیل ما الفیل عنقہ قصیر وذنبہ طویل۔ اور اُس نے وحی کا دعوے کیا اور بتایا کہ مجھ پر یہ وحی آئی ہے۔ یا ضفدع بنت ضفدع اعلاک فی الماء واسفلک فی الطین لا الشارب تمنعین و لا الماء تکدرین۔ یعنی اے مینڈک مینڈک کے بیٹے تیرا اوپر کا حصہ پانی میں ہے اور نیچے کا حصہ کیچڑ میں۔ پینے والا تجھے منع نہیں کرتا اور پانی کو تو میلا نہیں کر سکتا۔

اور یہ وحی بھی مسیلمہ کذاب کی ہے الم تر الی ربک کیف فعل ربک بالحبلی اخرج منہا نسمۃ تسعی بین صفاق وحشی۔ یعنی کیا نہیں دیکھا تو نے اپنے رب کو کہ کیا کیا اس نے حاملہ کے ساتھ کہ نکالا اس سے دوڑتا ہوا بیچ جھلیوں سے اور آنتوں میں سے۔ اور شہوتناک فحش وحی بھی اُس پر نازل ہوئی۔ ان اللہ خلق للنساء افراجا وجعل الرجال لھن ازواجا فنولج فیھن ایلاجا ثم نخرجھا اذا نشاء اخراجا فتنجن لنا سخالا انتاجا۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

اور اس پر سخت تعجب اس کیمبرج پاس عربی دان علامہ پر ہے جو جماعت خاکسار کا قائد اعظم بنا اور اپنے تذکرہ میں صاف لکھ مارا کہ مسیلمہ کذاب کا قرآن جس کی چند پریشان آیتیں ملتی ہیں۔ اس قرآن سے (معاذ اللہ) کسی اسلوب میں کم نہیں۔ خیر اللہ ہدایت دے اور اس قوم کو آنکھیں دے جو اس کے دام تذویر میں پھنس گئے ہیں۔

تعریف معجزہ

والمعجزۃ امر خارق للعادۃ یظھر علی ید من یدعی النبوۃ عند تحدی المنکرین علی وجہ یعجز عن اتیان مثلہ۔ معجزہ ایک ایسے خارق عادت امر کو کہتے ہیں۔ جو منکرین کے انکار کے وقت مدعی نبوت سے ظاہر ہوتا ہے اور اس کا مقابلہ کرنے سے مخالفین عاجز آجاتے ہیں۔

اب جو امور خارق عادت ہیں اُن کی آٹھ قسمیں لکھی ہیں۔ اور وہ مومن سے بھی ظہور میں آتی ہیں اور کافر سے بھی۔

اوّل :۔ جو نبی سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس کی دو صورتیں ہیں یا قبل بعثت یا بعد بعثت۔

قبل بعثت جو امور ظاہر ہوتے ہیں اُسے ارہاصات کہتے ہیں جیسے حضورؐ کے ولادت کے وقت ظہور میں آئے۔ اور بعد بعثت جو ظہور میں آئے اُسے معجزہ کہتے ہیں۔

دوسرے اگر ولی سے خارق عادات امور ظاہر ہوں تو انہیں کرامات کہتے ہیں۔

چوتھے کسی صالح سے ظاہر ہوں تو اُسے معونت کہتے ہیں۔

پانچویں :۔ کسی فاسق سے ظاہر ہوں تو اُسے استدراج کہتے ہیں۔

پھر اگر یہ امور خارق عادت تعلیم و تعلم سے ظاہر ہوں تو وہ سحر کہلاتا ہے۔ اور اگر بلا تعلیم و تعلم ظاہر ہو تو وہ ابتلا کہلاتا ہے جیسے فرعون اور دجّال سے ظہور میں آئے اور آئیں گے اور اگر کسی ایسے امر کا ظہور ہو کہ چاہتا کچھ تھا اور ہوا اُس کے خلاف۔ اُسے اہانت کہتے ہیں۔ جیسے مسیلمہ کے واقع میں ہے۔ کہ اُس نے دعا کی ایک اعور (بھینگے) کی آنکھ صحیح ہو جانے کی تو اُس کی دوسری آنکھ بھی بھینگی ہو گئی۔

مولای صلّ وسلم دائماً ابدا علےٰ حبیبک خیر الخلق کلھم!

تیرے آگے یوں ہیں دبے لچے فصحا عرب کے بڑے بڑے
کوئی جانے منہ میں زبان نہیں نہیں بلکہ جسم میں جان نہیں

(۹۴)

مُحْكَمَاتٌ فَمَا يُبْقِيْنَ مِنْ شُبَهٍ
لِذِيْ شِقَاقٍ وَّلَا يَبْغِيْنَ مِنْ حَكَمٍ

حل لغات: محکمات صیغہ مؤنث مفعول۔ از تحکیم۔ حاکم بنانا۔ آیات قرآنی فیصلہ دینے والی اور حکم سنانے والی ہیں۔ فما، پس نہیں

یبقین، صیغہ جمع مؤنث غائب از مضارع۔ از بقا۔ باقی رکھنا۔ باقی رہا۔ **من شبہۃ**، کسی قسم کے شبہ سے۔ **لذی شقاق**، اختلاف۔ واسطے اُس کے جو اختلاف کرے۔ **ولا یبغین**، صیغہ جمع مؤنث غائب۔ یعنی طلب۔ اور نہیں طلب کرتیں۔ **من حکم**، فیصلہ کرنے والے کو۔

ترجمہ آیاتِ الٰہیہ خود حاکم اور ایسا فیصلہ کرنے والی ہیں کہ اختلاف کرنے والے کے لیے کوئی شبہ باقی نہیں چھوڑتیں۔ نہ اُن کے فیصلہ میں کسی منصف کی حاجت رہتی ہے۔

شرح محکمات جمع محکم کی ہے یہ لغت میں بمعنی ایسے یقین قوی کے آتا ہے کہ اس یقین کو کوئی قوت منہدم نہ کر سکے۔ اور اصطلاحِ اصول میں محکم اُسے کہتے ہیں کہ جو حکم ظاہر آیت سے ملے وہ متحمل نسخ و تغییر نہ ہو۔

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ناظم فاہم نے فقط آیات محکمات کی یہ شان بتائی یا اُن کے نزدیک تمام آیات محکمات ہیں۔ اگر صرف آیات محکمات کی یہ شان ہے تو بقیہ آیات کی کیا شان ہے۔ انھیں بتانا ضروری ہے۔ اور اگر تمام قرآن کی آیات محکم ہیں تو پھر اصولیوں نے محکم۔ مفسر۔ نص۔ ظاہر۔ خفی۔ مشکل۔ مجمل۔ متشابہ۔ یہ اقسام کیوں لکھے۔

علامہ خرپوتی اس کے جواب میں فرماتے ہیں۔ المحمل باعتبار معناہ اللغوی لا الاصطلاحی یعنی محکمات جو ناظم رحمہ اللہ نے فرمایا ہے۔ وہ بمعنی لغوی فرمایا ہے ذکر اصطلاح اصول کے ماتحت۔

ورنہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے قول کی بھی مخالفت لازم آئے گی وہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اُنْزِلَ الْقُرْاٰنُ علی عشرۃ اقسام۔ بشیراً و نذیراً و ناسخاً و منسوخاً و محکماً و متشابھاً و موعظۃ و مثلا و حلالا و حراما۔ فمن استبشر بتبشیرہ و انذر بنذیرہ وعمل بناسخہ وامن بمنسوخہ و اقتصر علی محکمہ و رَدَّ متشابھہ الی عالمہ واتعظ بعظتہ واعتبر بمثلہ واحل حلالہ وحرم حرامہ فاولٰئک من المؤمنین حقا لھم الدرجات العلی مع

النبیین والشہداء والصالحین وحسن اولٰئک رفیقا رھو وارثی ووارث الانبیاء قبلی ولا یزال فی کنفہ تعالٰے وحیثما تلا القرآن غشیتہ الرحمۃ ونزلت علیہ السکینہ ویحشر فی زمرتی وتحت لوائی۔[1]

تو خلاصہ مفہوم بیت یہ ہوا کہ قرآن کریم کسی حکم زائد کا وضوح قوانین کے لیے محتاج نہیں بلکہ تمام احکام وقوانین اور قواعد اس سے ماخوذ ہیں اور کوئی شے ایسی نہیں جو قرآن کریم پر غالب آسکے اور اس بیت مبارک میں تلمیحاً اس آیۂ کریمہ کی طرف بھی اشارہ ہے۔

ھُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلَیْکَ الْکِتٰبَ مِنْہُ اٰیٰتٌ مُّحْکَمٰتٌ ھُنَّ اُمُّ الْکِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِھٰتٌ۔[2]

(۹۵) مَا حُوْرِبَتْ قَطُّ اِلَّا عَادَ مِنْ حَرَبٍ اَعْدَی الْاَعَادِیْ اِلَیْھَا مُلْقِیَ السَّلَمِ

حلِ لغات حوربت، ماضی مؤنث مجہول از محاربہ۔ لڑائی کرنا۔ ما، نافیہ، نہیں لڑائی کی گئی۔ قط، اسم ظرف زماں۔ کبھی۔ الا، حرف استثناء مگر۔ عاد، از عود، بمعنی الرجوع۔ لوٹا۔ من حرب، بفتحتین الغضب

---

[1] قرآن (مضامین کے اعتبار سے) دس قسموں پر نازل ہوا ہے۔ ۱۔ خوشخبری دینے والا۔ ۲۔ ڈرانے والا۔ ۳۔ ناسخ۔ ۴۔ منسوخ۔ ۵۔ محکم۔ ۶۔ متشابہ۔ ۷۔ نصیحت۔ ۸۔ مثالیں۔ ۹۔ حلال۔ ۱۰۔ حرام۔ جو شخص اس کی بشارت پر خوش ہوا، اس کے ڈرانے سے ڈر گیا، اس کے ناسخ حکم پر عمل پیرا ہوا، اس کی منسوخ آیات پر ایمان لے آیا، اس کی محکم آیات کے سمجھنے پر اکتفا کیا، متشابہ آیات کو اس کے جاننے والے پر چھوڑ دیا، اس کی نصیحتوں سے نصیحت حاصل کی، اس کی مثالوں سے عبرت پکڑی اس کے حلال کو حلال جانا اور اس کے حرام کو حرام سمجھا وہ پکے مومنوں میں سے ہے۔ ایسے لوگوں کے لیے نبیوں، شہیدوں اور نیک لوگوں کے ساتھ جنت میں بلند مرتبے ہیں اور وہ بہت اچھے رفیق ہیں۔ وہ مومن میرا اور مجھ سے پہلے تمام انبیاء کا وارث ہے اور وہ ہمیشہ اللہ کے سایہ میں ہے جب وہ تلاوت کرتا ہے اسے اللہ کی رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور اسے اطمینان قلب حاصل ہو جاتا ہے، اور آخرت میں اس کا حشر و نشر میرے گروہ میں اور میرے جھنڈے کے نیچے ہوگا۔ ۱۲

[2] وہی ہے جس نے تم پر یہ کتاب اتاری اس کی کچھ آیتیں صاف معنی رکھتی ہیں وہ کتاب کی اصل ہیں اور دوسری وہ ہیں جن کے معنی میں اشتباہ ہے۔

والغیظ، غضب ناک ہوکر۔ **اعدیٰ**، اسم تفضیل من العداوۃ، بہت عداوت کرنے والا۔ **الاعادی**، جمع اعادوھی، جمع عادو، دشمنوں میں سے۔ **الیہا**، اس قرآن کے ساتھ۔ **ملقی**، اسم فاعل من القی بمعنی متلقیا و منقیا الیہا، ملنے والا۔ **السلم**، سلامتی سے۔

ترجمہ قرآن کی آیتوں سے کبھی سخت دشمن نے محاربہ کیا مگر یا غضب ناک ہوکر لوٹا یا سلامتی سے اُسے قبول کیا۔

شرح یعنی آیاتِ قرآنیہ سے کبھی کسی نے مقابلہ نہیں کیا۔ مگر یا تو ہٹ دھرمی سے چڑھتا بگڑتا لاجواب ہوتا چلا گیا یا صلح اور انقیاد کرکے اپنی عاجزی کا اعتراف کرلیا۔ ابن مقنع نے جو اپنے وقت کا افصح اللسان (سب سے بڑا فصیح) تھا چند فقرے لکھے اور چاہتا تھا کہ مقابلہ میں پیش کرے کہ کسی قاری کو اس نے یہ آیت پڑھتے سنا یا[1] اَرۡضُ ابۡلَعِیۡ مَآءَكِ وَیٰسَمَآءُ اَقۡلِعِیۡ وَغِیۡضَ الۡمَآءُ وَقُضِیَ الۡاَمۡرُ وَاسۡتَوَتۡ عَلَی الۡجُوۡدِیِّ وَقِیۡلَ بُعۡدًا لِّلۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ ۔ بس فوراً نادم ہوگیا اور کہنے لگا خدا کی قسم کوئی شخص قرآن کی فصاحت کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔

ولید بن مغیرہ قریش میں میدان فصاحت کا بڑا شہسوار مانا ہوا تھا۔ ایک روز حضورؐ کی خدمت میں بقصد معارضہ آیا۔ اور خیال کیا کہ حضورؐ سے بلاغت میں مقابلہ کروں گا۔ تو حضورؐ سے عرض کرنے لگا اقراء علی۔ کچھ پڑھئے۔ حضورؐ نے[2] اِنَّ اللّٰهَ یَاۡمُرُ بِالۡعَدۡلِ وَالۡاِحۡسَانِ وَاِیۡتَآئِ ذِی الۡقُرۡبٰی وَیَنۡهٰی عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَالۡمُنۡكَرِ وَالۡبَغۡیِ یَعِظُكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَذَكَّرُوۡنَ ۔ تلاوت فرمائی۔ ولید نے دوبارہ پڑھنے کی

---

[1] اور حکم فرمایا گیا کہ اے زمین اپنا پانی نگل لے اور اے آسمان تھم جا۔ اور پانی خشک کردیا گیا اور کام تمام ہوا اور کشتی کوہ جودی پر ٹھہری اور فرمایا گیا کہ بے انصاف لوگ رحمت سے دور ہیں۔ (پ ۱۲ ع ۴)

[2] بے شک اللہ تعالیٰ نے عدل و انصاف، احسان اور اہل قرابت کو دینے کا حکم فرمایا ہے اور منع کرتا ہے بے حیائی بری بات اور سرکشی سے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اس بے نصیحت فرماتا ہے کہ تم نصیحت قبول کرو۔ (پ ۱۴ ع ۱۹)

درخواست کی حضورؐ نے دوبارہ پڑھا تو ولید یہ کہتا ہوا چل دیا واللہ ان لہ لحلاوۃ وان علیہ لطلاوۃ وان اعلاہ لمثمر وان اسفلہ لمغدق ما یقول ھذا البشر۔

خدا کی قسم اس کی شیرینی اور تازگی مخصوص ہے اس کا ظاہر ثمر پھل دار اور اس کا باطن مغدق خوشگوار ہے۔ یہ انسان کا کلام نہیں۔ یہ کہا اور خاموشی سے چل دیا یحییٰ بن حکیم نے قرآن کریم کے مقابلہ کا خیال کیا اور سورۂ اخلاص پر کچھ لکھنا چاہا۔ کہ فصاحت کلام اور بلاغت مضمون نے اتنا مرعوب کیا کہ تائب ہو گیا۔ غرض کہ جو مقابلہ میں آیا وہ مبہوت ہو کر ہی واپس لوٹا۔ تعالی اللہ عما یقول الظالمون علوا کبیرا۔

عقل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے ۔۔۔ یہ گھٹائیں اُسے منظور بڑھانا تیرا
گھٹگئے مٹتے ہیں مٹ جائینگے اعدا تیرے ۔۔۔ نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

(۹۶) رَدَّتْ بَلَاغَتُہَا دَعْوٰی مُعَارِضِہَا ۔۔۔ رَدَّ الْغَیُوْرِ یَدَ الْجَانِیْ عَنِ الْحُرَمٖ

حل لغات رَدَّتْ، اسے منعت ودفعت، رد کر دیتی ہے۔ بلاغتہا۔ قرآن پاک کی بلاغت۔ دعوٰی، دعویٰ۔ معارضہا، معارضہ سے۔ رد الغیور، روکنا از روئے غیرت۔ ید الجانی، قتل ہاتھ غیر محرم کے۔ عن الحرام۔ پردہ نشین سے۔

ترجمہ قرآن کی بلاغتیں دعوے کرنے والے کو روک دیتی ہیں ایسے جیسے غیرت مند عورت غیر محرم سے پردہ کرتی ہے۔

شرح مفہوم بیت واضح ہے یعنی آیات قرآنی نے اپنے مقابلہ کرنے والے کو ایسا رد اور بیکار کر دیا ہے جیسے ایک غیرت مند فاسق گنہگار کے ہاتھ کو اپنے اہل محارم سے دفع کرتا ہے۔ غرض اس تشبیہ سے مبالغہ دفع میں ہے۔ خلاصہ یہ کہ کوئی معارض مقابلہ تو کیا کرتا۔ اس ارادہ کے قریب بھی نہ آسکا۔

چنانچہ آگے فرماتے ہیں۔

لَهَا مَعَانٍ كَمَوْجِ الْبَحْرِ فِي مَدَدٍ
وَفَوْقَ جَوْهَرِهِ فِي الْحُسْنِ وَالْقِيَمِ (۹۷)

حلِّ لغات لها، ضمیر آیت قرآنیہ کی طرف راجع ہے، ان آیتوں میں معانٍ۔ یعنی مقاصد و حقائق بمعنے ومقاصد ایسے ہیں۔ کموج البحر۔ یقال ماج البحر یعنی اضطرب ویقال لکل فرقۃ ماء ارتفعت منہ وھنا عدم النھایۃ، مثل موج دریا کے۔ فی مدد۔ المدد بفتحتین۔ بمعنی النصرۃ والعون۔ جو پے در پے اٹھتی ہیں۔ وفوق۔ اور اوپر ہے۔ جوھرہ۔ جوھر البحر مایستخرج منہ من اللؤلوء والمرجان۔ جواہرات اور موتیوں کے اُس کے۔ فی الحسن، حسن میں۔ والقیم، جمع قیمت۔ اور قیمت ہیں۔

ترجمہ قرآن کی آیتیں اپنے اندر مثل موج دریا کے معنی رکھتی ہیں اور سمندر کے موتیوں سے قیمت میں اور حسن میں زائد ہیں۔

شرح بالفاظ دیگر یوں سمجھا جائے کہ آیات قرآنی کے اس قدر معانی ہیں کہ کثرت وغایت میں انھیں مثل امواج بحر کہنا چاہیئے۔ لیکن قیمت اور حسن وخوبی کے اعتبار سے دریا کے جواہرات اُس کا مقابلہ نہ قیمت میں کر سکتے ہیں نہ حسن میں۔ اور یہ امر ظاہر ہے کہ جواہرات اگرچہ کتنے ہی قیمتی کیوں نہ ہوں مگر اُن کی ایک قیمت ہوتی ہے۔ بخلاف آیات الٰہیہ کے کہ اُس کے معانی ومحاسن کی کوئی قیمت کر ہی نہیں سکتا۔ اسی قسم میں بعض اہلِ حال نے فرمایا۔ لوظھرت حقیقۃ معانیھا لم تطق سطوات نورھا السمٰوات والارض اگر قرآن کریم کی حقیقت معانی ظاہر ہو جائے تو اس کی سطوت نوری کی تاب آسمان وزمین نہیں لا سکتے۔

خود قرآن کریم میں ارشاد ہے۔ لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا

لہ اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر اتارتے تو ضرور تو اسے دیکھتا جھکا ہوا پاش پاش ہوتا اللہ کے خوف (پ ۲۸ ع ۶)

مُتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ لکن اللہ تعالیٰ ستر انوار تلک الحقیقۃ بکسوۃ صورۃ الحروف لتطیقھا القلوب والالسن فکما ان شرف الابدان انما یکون بشرف الارواح فکذالک شرف الحروف انما ھو بشرف معانیھا۔

اللہ تعالےٰ نے اس حقیقت پر لباس حروف کا پردہ ڈال دیا تاکہ قلوب و لِسان اُس کا تحمل کر سکیں۔ گویا جس طرح بدن کی شرافت شرافتِ روح کے ساتھ ہے اسی طرح حروف قرآن کی عظمت شرافت معانی کے ماتحت ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ان القران لا یشبع منہ العلماء قیل لکمال لذتہ ونہایۃ حلاوتہ ولما فیہ من الاسرار العجیبۃ والبدائع الغریبۃ والاسالیب المستحسنۃ والعجائب المستکملۃ۔ یعنی قرآن کریم سے علماء کا جی نہیں بھرتا۔ اس کی علت میں کہا گیا کہ علماء کو سیری نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کلام کی کمال لذت اور نہایت حلاوت کو وہ جانتے ہیں۔ اور جو کچھ اس میں اسرار عجیبہ اور بدائع غریبہ اور اسالیب مستحسنہ اور عجائبات مستکملہ ہیں اسے بھی وہی جانتے ہیں۔ چنانچہ آگے فرماتے ہیں۔

مولایَ صلِّ وسلم دائمًا ابدا ۔۔۔ علٰے حبیبک خیر الخلق کلھم!

(۹۸)

فَمَا تُعَدُّ وَلَا تُحْصٰی عَجَائِبُھَا
وَلَا تُسَامُ عَلَی الْاِکْثَارِ بِالسَّامِ

حلِّ لغات

فَمَا تُعَدُّ، از عدّ۔ واحدا واحداً۔ پس نہیں گنتی کی جا سکتی۔ وَلَا تُحْصٰی، از احصا جملۃً جملتہ۔ اور نہیں احاطہ کیا جا سکتا۔ عجآئبھا، آیات قرآنیہ کے عجائبات کا۔ وَلَا تُسَامُ، اے لا تترث۔ از سامت السائمہ۔ جانور کو بے مہار چرنے کے لیے چھوڑنا۔ اور نہیں چھوڑی جا سکتیں وہ آیتیں۔ علی الاکثار، از کثرت، زیادہ ہونے کی وجہ ہیں۔ بالسّام، ملول ہونا۔ تنگ آنا۔ تھک کر یا تنگ آکر۔

ترجمہ آیاتِ قرآنیہ کے عجائبات بے گنتی بے شمار ہیں۔ مگر اُن کی کثرت کا شمار چھوڑنے پر مجبور نہیں کرتا اور بے گنتی ہونے کی وجہ میں گننے والا تھکتا نہیں۔ اور طبیعت ملول نہیں ہوتی۔

شرح قرآن کریم کے لطائف جس قدر زیادہ کھلتے جاتے ہیں۔ اُسی قدر شوق بڑھتا جاتا ہے۔ یہ نہیں ہوتا کہ گھبرا کر انسان تھک جائے۔ بل کلما ازدادت ازداد فرح قاریھا۔ بلکہ جتنا زیادہ معلومات کا دریا پھیلے پڑھنے والے کی فرحت اتنی ہی زیادہ بڑھتی جاتی ہے۔ اس لیے قرآن کریم میں فرمایا۔ ¹ وَلَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ یَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ۔ بعض حکماء نے فرمایا۔ لکل ایة سبعون معنیٰ۔ قرآن کی ہر آیت کے ستر معنی ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ان ھٰذا القران ذو شجون و فنون وظھور و بطون لا تنقضی عجائبہٗ۔ یہ قرآن کریم ذو شجون و فنون ہے۔ اس میں ظہور و بطون ہیں اس کے عجائبات پر عبور نہیں ہو سکتا۔

(۹۹) فَقَرَّتْ بِهَا عَيْنُ قَارِيْهَا فَقُلْتُ لَهٗ
لَقَدْ ظَفِرْتَ بِحَبْلِ اللّٰهِ فَاعْتَصِمِ

حلِ لغات قرت، ماضی مؤنث از قرۃ آنکھوں کی ٹھنڈک۔ ٹھنڈی ہوتی ہیں۔ بھا، اُس قرآن سے۔ عین، آنکھ۔ قاریھا، پڑھنے والے کی۔ فقلت لہ، تو میں اُس کو کہتا ہوں۔ لقد، بیشک تو۔ ظفرت، کامیاب ہو گیا۔ بحبل اللہ، اللہ کی رسی کے ساتھ۔ فاعتصم، مضبوط پکڑے رہ۔

---

¹ اور اگر زمین میں جتنے درخت ہیں سب قلمیں ہو جائیں اور سمندر اس کی سیاہی ہو اس کے علاوہ سات سمندر اور تو اللہ کی باتیں ختم نہ ہوں گی بے شک اللہ عزت و حکمت والا ہے۔ (پ ع ۱۱)

ترجمہ پڑھنے والے کی آنکھیں اس کے پڑھنے سے ٹھنڈی ہوتی ہیں اور میں اُسے کہتا ہوں کہ تو فتح یاب ہوگیا۔ اس اللہ کی رسی کو پکڑے رہ

شرح مقصودِ ناظم فاہم یہ ہے کہ اس قرآن کریم میں کچھ ایسی حلاوت ہے کہ اس کا پڑھنے والا مسرور و محظوظ ہوتا ہے۔ تو چونکہ اس کی تلاوت موجب نجات ہے۔ اس لیے مبارک باد دے کر فرماتے ہیں۔ کہ نفس امّارہ پر تو خوب کامیاب ہوا۔ دوسرے اس بیت میں تلمیحاً اس حدیث کی طرف بھی اشارہ معلوم ہوتا ہے جو حضورؐ نے فرمایا۔

انی قد ترکت فیکم ما ان اعتصمتم بہ فلن تضلوا ابدا کتاب اللّٰہ وسنۃ رسولہ۔ میں تم میں ایسی چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ جب تک تم نے اُسے مضبوط پکڑا ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔ کتاب اللہ اور فرمان محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی قولہ وھو حبل اللّٰہ المتین وھو الذکر الحکیم وھو الصراط المستقیم۔ وہ قرآن و حدیث اللہ کی مضبوط رسی ہے وہ حکمت والا ذکر ہے۔ وہ مضبوط مستقیم راہ ہے۔ علامہ شاطبی فرماتے ہیں۔ ؎

وقارئہ المرضی قر مثالہ کالاترج حاسبہ مریحا وموکلا
وبعد فحبل اللّٰہ فینا کتابہ فجاھد بہ حبل العدی متحبلا

(۱۰۰) اِنْ تَتْلُهَا خِيْفَةً مِّنْ حَرِّ نَارِ لَظٰى
اَطْفَأْتَ حَرَّ لَظٰى مِنْ وِّرْدِهَا الشَّبِمِ

حلِّ لغات اِنْ، شرط، اگر۔ تَتْلُهَا، اصل تتلوھا۔ فسقط الواؤ للجزم۔ پڑھے تو اُن آیتوں کو۔ خِيْفَةً، خوف وخشیہ۔ خوف وخشیہ میں۔ مِن حر، گرمی۔ لظی، علم من اعلام جہنم، نار جہنم سے۔ اَطْفَأْتَ، ٹھنڈا کر دے۔ حَرّ، گرمی کو۔ لظی، جہنم کے۔ من وردھا۔ اشراف علی لمآءِ ای المورود فالمراد ھھنا منہ المآء۔ آبِ رحمت ـــ

الشبم: بفتح المعجمة وكسر الموحدة ای البارد۔ سرد۔

ترجمہ اگر تو ان آیات قرآنیہ کو نار جہنم کے خوف سے تلاوت کرے تو بے شک
اس کے سرد چشمے دوزخ کی گرمی بجھا دیں۔

شرح لظی جہنم کے ناموں سے ایک نام ہے اور تمام اسماء جہنم چھوڑ
کر لظی نام اختیار فرمانے کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ حرارت
لظی شدید ترین ہے بہ نسبت تمام درکات جہنم کے جیسا کہ شارح نے تحریر فرمایا
اور من وِردھا بکسر الواو اگر پڑھیں تو پانی مراد ہوگا۔ اور اگر من وَردھا بفتح
واو پڑھا جائے تو ورد قرآن مراد ہوں گی یعنی قراءۃ قرآنی ہر دن علی سبیل
الدوام اور شبم بمعنی بارد ہے یعنی دافع حرارت۔ تو حاصل معنی یہ ہوئے کہ اگر تو
آیاتِ قرآنیہ کو خوف وخشیۃ نار لظی (دوزخ کی آگ کے ڈر) سے پڑھے تو اس آگ کو اس تلاوت
کی ملازمت بجھا دیتی ہے۔ اس لیے کہ ورد القرآن الدافع حرارۃ النیران ورد
قرآن کریم دافع حرارت نار ہے۔

اور فقہاء نے فرمایا الافضل فی قراءۃ القرآن ان یقرأ من المصحف
لا عن ظھر القلب لان فی امساك المصحف عمل الید وكذا فی حمله و
فی نظره عمل البصر ویعین علی تامل معانیه ولھذا كان اكثر الصحابة
یقرؤن من المصحف قرأت قرآن میں افضل یہ ہے کہ مصحف میں پڑھے نہ کہ
اُسے بند کرکے۔ اس لیے کہ مصحف کو لینا عمل بالید ہے ایسے ہی اُس کا اُٹھانا اور دیکھنا
بھی عمل بصر ہے۔ اور معنی پر تامل وغور کرنے میں معین ہوتا ہے۔ اسی بناء پر صحابہ
کرام اکثر قرآن کریم دیکھ کر پڑھتے تھے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں۔ ثلاث یزدن فی الحفظ ویذھبن
البلغم المسواك والصوم وقراءۃ القرآن۔ تین باتیں بلغم کی دافع ہیں اور
حافظہ کو قوی کرتی ہیں۔ مسواک روزہ اور قرآن کریم کی تلاوت۔ اور اہل علم نے فرمایا
النظر الی العلماء والقرآن عبادۃ كالنظر الی الكعبة۔ علماء کی طرف اور

قرآن پاک کی طرف دیکھنا ایسی عبادت ہے جیسے کعبہ کی طرف دیکھنا۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اتلوہ فان اللہ تعالیٰ یوجر علی تلاوۃ کل حرف عشر حسنات۔ قرآن پڑھا کرو کہ اللہ تعالیٰ ہر حرف کی تلاوت پر دس نیکیاں عطا فرماتا ہے۔

بعض صلحاء سے ایک حکایت ہے کہ وہ رات سے صبح تک سورہ طٰہٰ پڑھا کرتے ایک روز پڑھتے پڑھتے صبح کے وقت جب سورت ختم کی تو نیند آگئی خواب میں دیکھتے ہیں کہ ایک بزرگ آسمان سے اترے اور ان کے ہاتھ میں صحیفے ہیں انھوں نے میرے سامنے وہ پھیلائے ہیں نے دیکھا کہ اس میں سورہ طٰہٰ ہے اور ہر سورۃ کے کلمہ کے نیچے دس نیکیاں لکھی ہوئی ہیں مگر ایک کلمہ کے نیچے میں نے دیکھا کچھ نہیں ہے میں نے کہا خدا کی قسم میں نے یہ کلمہ پڑھا تھا۔ لیکن اس کا ثواب نہ ملنے میں کیا حکمت ہے تو اس بزرگ نے فرمایا تو سچ کہتا ہے۔ بے شک تو نے پڑھا تھا اور ہم نے لکھا تھا مگر ایک منادی نے ندا دے کر عرش سے کہا کہ اس کلمہ کا ثواب مٹا دو تو ہم نے مٹا دیا یہ سن کر میں خواب ہی میں رونے لگا۔ تو انھوں نے کہا ایک شخص جا رہا تھا تو تم نے اسے سنانے کے لیے آواز بلند کر دی تھی۔ اس وجہ میں ریا کے باعث وہ ثواب محو ہو گیا۔

مقامات میں مذکور ہے کہ ایک شخص حضورؐ کی خدمت میں آیا۔ اور عرض کی یا رسول اللہ ما جزاء من علم ولدہ القرآن حضور جو اپنی اولاد کو قرآن پڑھائے۔ اسے کیا ثواب ہے۔ فقال علیہ السلام القرآن کلام اللہ لا منتہی لہ لا اعلم حتیٰ یاتینی جبرئیل۔ حضورؐ نے فرمایا قرآن کلام اللہ ہے۔ اس کا منتہیٰ نہیں۔ میں جب بتاؤں گا جبکہ جبرئیل میرے پاس آئیں گے۔ فلما اتاہ سئالہ عنہ قال لا اعلم حتیٰ اسئال رب العزت۔ جبرئیل حاضر ہوئے تو حضورؐ نے ان سے پوچھا انھوں نے عرض کی میں نہیں جانتا رب جلت وعز اسمہٗ سے سوال کرتا ہوں فنزل جبرئیل فقال یا محمد ان اللہ یقرئک السلام فیقول جزاء من علم ولدہ القرآن

یعطی بکل حرف مدینۃ فی الجنۃ من الذھب فیھا الف قصر فی کل قصر الف بیت - جبرئیل حاضر ہوئے اور عرض کی اللہ تعالیٰ حضورؐ پر سلام بھیجتا اور فرماتا ہے کہ جو اپنی اولاد کو قرآن پڑھاتے اُسے اللہ تعالیٰ ایک شہر جنت میں عطا فرماتے سونے کا - اُس میں ایک ہزار قصر ہوں - ہر قصر میں ایک ہزار گھر ہیں۔

حدیث صحیح میں ہے - من قرء القرآن وعمل بما فیہ البس والداہ تاجا یوم القیمۃ ضوئہ احسن من ضوء الشمس جو قرآن پڑھے اور اس پر عمل کرے تو اللہ اُس کے والدین کو قیامت کے دن ایسا تاج عطا فرمائے کہ اس کی چمک سورج کو شرمائے۔

علامہ شاطبی فرماتے ہیں۔

ھنیئا مریا والداک علیھما	ملابس انوار من التاج والحلی
فما ظنکم بالنجل عند جزائہ	اولئک اھل اللہ والصفوۃ الملا

(۱۰۱) کَاَنَّھَا الْحَوْضُ تَبْیَضُّ الْوُجُوْہُ بِہٖ مِنَ الْعُصَاۃِ وَقَدْ جَاءُوْہُ کَالْحُمَمِ

حلّ لغات کَاَنَّھَا، گویا کہ وہ آیات - اَلْحَوْضُ، حوض کوثر ہیں - تَبْیَضُّ الْوُجُوْہُ، سپید ہو جاتے ہیں چہرے - بِہٖ، اس میں غسل کرنے سے - مِنَ الْعُصَاۃِ، جمع عاصی، گنہگاروں کے - وَقَدْ جَاءُوْہُ، بے شک لاتے ہیں وہ - کَالْحُمَمِ، حمم جمع حممۃ کوئلہ یا راکھ، اپنے چہرے مثل کوئلے

ترجمہ آیاتِ الٰہیہ گویا حوضِ کوثر ہیں جس میں غسل کرنے سے چہرے اُجلے ہو جاتے ہیں گنہگاروں کے جو کوئلے کی طرح جھلسے ہوئے ہیں

شرح حوض پر الف لام عہد ذہنی کا ہے۔ اس لیے کہ یہاں حوض سے مراد حوض کوثر ہے اور اس سے تشبیہ مجازاً دی گئی - حوض کوثر

وہ ہے جس کا حضورؐ نے وعدہ فرمایا اور وہ بالاجماع اہلِ سُنّت کے نزدیک ثابت ہے۔ چنانچہ حضورؐ نے فرمایا۔ حوضی مسیرۃ شھر وزوایاہ سواء وماءہ اشد بیاضاً من اللبن وریحہ اطیب من المسک وکیزانہ اکثر من نجوم السماء من شرب منہ لا یظماء ابداً۔ میرا حوض ایک ماہ کی بُعدِ مسافت پر مربع ہے۔ اور اس کا پانی دودھ سے زیادہ سپید اور مشک سے معطر ہے۔ اور اُس پر اس قدر جام ہیں۔ کہ آسمان کے ستارہ اُس کے مقابلہ میں کم ہیں۔ جو اُس سے پی لے گا کبھی پیاسا نہ ہو گا۔ اب یہ سوال کہ میدانِ حشر میں پہلے حوض آئے گا یا پل صراط اس میں اختلاف ہے۔ قرطبی کہتے ہیں کہ حوض سے پہلے پل صراط آئے گا۔ لیکن صحیح قول یہ ہے کہ حوض پہلے آئے گا۔ امام غزالی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جو اس طرف گئے ہیں کہ حوض پل صراط کے بعد آئے گا یہ غلط ہے۔ پھر قرطبی فرماتے ہیں۔ المناسب لکون الناس یخرجون من قبورھم عطاشاً تقدیم الحوض مناسب یہی ہے۔ کہ حوض صراط سے مقدم مانا جائے اس لیے کہ لوگ قبروں سے پیاسے اُٹھیں گے۔ اور حوض کی طرف جائیں گے۔ ایک قول ہے کہ حوض کوثر دو ہیں ایک عرصاتِ محشر میں ایک جنت میں اور ایک قول ہے۔ جو تمام اختلافات اُٹھا دیتا ہے۔ وھو ہذا۔

ھو فی ظھر ملک یسیر الی این سار النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ حوض کوثر ایک فرشتہ کی پشت پر ہے جہاں حضورؐ تشریف لیجائیں وہ ساتھ ساتھ ہو گا۔

اور کالحمیم کا ترجمہ اگرچہ کوئلہ صحیح ہے لیکن اس میں دُوسرا لغت فحم ہے۔ دونوں میں یہ فرق ہے کہ لکڑی جل کر جو رہتا ہے اُسے فحم کہتے ہیں اور فحم کے بعد جو بنتا ہے اُسے حُمَمہ کہتے ہیں۔ جس کا اُردو میں صحیح محاورہ راکھ ہو سکتا ہے۔ اور حِمّہ بکسر الحاء اس گرم پانی کو کہتے ہیں۔ جو چشمہ سے نکلتا ہے۔ اور خارش وغیرہ کے مریض اس کے غسل سے صحت پاتے ہیں۔ حدیث میں ارشاد ہے۔ العالم کالحِمّۃ یتجنب عنھا القرباء ویتقرب الیھا البعداء۔ عالم مثل گرم چشمہ کے ہے قریب والے اس سے علیحدہ رہتے ہیں۔ اور دور رہنے والے اس سے تقرب

حاصل کرتے ہیں اور اس بیت میں اس حدیث کی طرف بھی اشارہ ہے۔ جو فرمایا۔
ان بعض عصاۃ المومنین یدخلون النار و یحترقون فیھا قدر ذنوبھم ثم یخرجون
منھا فیلقون فی نھر الحیاۃ وفی روایۃ فیصب علیھم ماء الحیاۃ
فیذھب السواد عنھم ویظھر البیاض۔ بعض گنہگاران امّت جہنم میں داخل
ہوں اور اپنے گناہ کی مقدار جلیں۔ پھر وہ نکالے جائیں اور نہر حیات میں ڈالے
جائیں۔ ایک روایت میں ہے ان پر ماء الحیات ڈالا جائے تو جو سیاہی آگ سے
آ چکی تھی وہ جاتی رہے اور بیاض ظاہر ہو ھذا من فضل ربنا الفیاض حاصل معنی یہ
ہوئے کہ قرآن کریم کی آیات بینات عرصات محشر میں گنہگاران امّت کی شفاعت
کریں گی۔ اور حوض کوثر سے اُن گنہگاروں کو شفا حاصل ہو گی جو جہنم سے نکالے گئے
ہوں۔ اور اُن کے چہرے سفید ہو جائیں گے۔ جنت میں داخل ہونے سے پہلے
اور اس بیت میں اس حدیث کی طرف بھی اشارہ ہے جو حضورؐ نے فرمایا ہے
القرآن شافع مشفع وماحل مصدق فان من جعلہ امامہ اوصلہ
الی الجنۃ ومن جعلہ خلف ظھرہ ساقہ الی النار یعنی قرآن کریم مرتکب
صغائر و کبائر کا بروز قیامت شافع ہے۔ اور جو اس کی تلاوت کرے اور اُس پر عمل
کرے اُس کے درجات بڑھاتا ہے۔ اور جو قرآن پڑھے اور عمل نہ کرے اسے جہنم
کی طرف دھکیلتا ہے۔

مولائی صلّ و سلم دائمًا ابدًا — علیٰ حبیبک خیر الخلق کلھم

(۱۰۲)

وَكَالصِّرَاطِ وَكَالْمِيزَانِ مَعْدِلَةً
فَالْقِسْطُ مِنْ غَيْرِهَا فِي النَّاسِ لَمْ يَقُمِ

حلّ لغات وَكَالصِّرَاطِ، اور یہ قرآن مثل پل صراط کے ہے۔ وَكَالْمِيزَانِ،
اور مثل میزان عدل کے ہے۔ مَعْدِلَةً، عدل کرنے کے لیے۔
فَالْقِسْطُ، از قسط یقسط بمعنی عدل۔ پس عدل۔ مِنْ غَيْرِهَا، اس کے

غیر سے - فی الناس، لوگوں میں - لم یقم، متحقق نہیں ہو سکتا -

ترجمہ قرآن کی آیتیں انصاف ظاہر کرنے کے لیے مثل میزان یا پل صراط کے ہیں اور اس کے بغیر لوگوں میں عدل و انصاف قائم نہیں رہ سکتا۔

شرح صراط چونکہ موصل الی المطلوب (محبوب تک پہنچانے والی) اس اعتبار سے قرآن کریم کو صراط سے تشبیہ دی کہ یہ بھی موصل الی المطلوب ہے۔

اور پُل صراط کی تحقیق میں علامہ خرپوتی فرماتے ہیں - والصراط جسر ممدود علی متن جھنم یعبرہ الاولون والاٰخرون من المؤمنین والکفار والنبی علیہ السلام قائم علیہ قائلا یارب سلم سلم وھو ادق من الشعرۃ واحد من السیف الناس فی جوازہ متفاوتون ۔ پُل صراط ایک پُل ہے جو جہنم کے اُوپر ہے اولین و آخرین مؤمنین و کفار اس پر سے عبور کریں گے - اور ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس پر جلوہ فرما ہوں گے اور آپ کی زبان مبارک پر یارب سلّم سلّم کی صدا ہو گی - یہ پُل بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہو گا - اور لوگ اس پر سے گزرنے میں متفاوت الحال ہوں گے - بعض لوگوں سے مروی ہے کہ یہ پُل بال سے زیادہ باریک ہے - اور بعض کہتے ہیں کہ مثل ایسے جنگل کی ہے کہ گزرنے والا گزر جائے گا - اور دوسرے کو اس کی خبر بھی نہ ہو گی -

اور پُل صراط سے تشبیہ کی ضرورت اس بیت مبارک میں ردِّ معتزلہ کی غرض سے ہے - کہ وہ پُل صراط کے قائل نہیں وہ کہتے ہیں کہ ایسی صفت کے پُل سے عبور ناممکن ہے اور ایسے پُل صراط کی تخلیق عبث ہے - جس پر سے گزرنا ناممکن ہو اور اگر ممکن بھی ہو تو یہ تعذیب للمؤمنین والانبیاء ہے -

اس کا رد اہل سُنت کی طرف سے یوں ہے کہ گزر ممکن ہے اس لیے کہ قدرت الٰہیہ سے بعید نہیں - انبیاء و مؤمنین اُس کی قدرت سے اس پر بلا تعب گزریں گے -
اور میزان عبارت ہے اس چیز سے جس کے ذریعہ اعمال کا موازنہ ہو - اور اس کی حقیقت کے ادراک سے عقل قاصر ہے اور وزن اعمال کی شان یہ ہو گی کہ عمل حسن کو اجسام نوری

عطا ہوں اور اعمال بد کو اجسام ظلمانیہ مل جاتے ہیں۔

اور فاالقسط میں لفظ قسط قَسَطَ یَقسُطُ سے ماخوذ ہے جو نصر ینصر سے ہے اس کے معنی عدل کے ہیں۔ اور قسط قَسَطَ یَقسِطُ جَلَسَ یَجلِسُ کے وزن پر اگر ہو۔ اس کے معنی جور و ظلم کے ہیں۔ تو یہاں قسط نصر ینصر سے ماخوذ ہے اور اس کے معنی عدل کے ہیں۔

یہ لغات اضداد میں سے ہے۔ روایت ہے کہ حجاج نے حضرت سعید بن جبیر کو بلا کر پوچھا۔ کیف تعلمنی یا سعید تم مجھے کیسا جانتے ہو آپ نے فرمایا انک قاسط عادل۔ تو قاسط عادل ہے۔ اہل جلسہ تو خوش ہو گئے اور حجاج نے کہا نہیں انھوں نے مجھے قاسط بمعنی جائر و ظالم کہا جیسا کہ قرآن کریم میں ہے۔ و امّا القاسطون فکانوا لجھنم حطبا۔ اور عادل کہہ کر انھوں نے عادل عن الحق اور منصرف بالصدق کہا ہے۔ غرض کہ اس قسم کے لغات ذو معنی ہوتے ہیں۔ موافق مخالف معنی ادنےٰ تغیر پر بن جاتے ہیں۔

فی الناس میں ناس کا مخصوص استعمال یوں فرمایا کہ ناس نسیان سے ماخوذ ہے۔ اور چونکہ انسان بھولنے چوکنے کا خوگر ہوتا ہے۔ اس لیے یہی لفظ یہاں موزوں تھا۔ اسی طرح انسان اُنس سے ماخوذ ہے چنانچہ کسی شاعر کا قول ہے ؎

وما سمی الانسان الا لانسہ ۔۔۔ ولا القلب الا انہ یتقلب

انسان کا نام انسان اس کے اُنس کی وجہ میں رکھا گیا اور قلب کو قلب اسی لیے کہا یہ منقلب ہوتا رہتا ہے تو حاصل معنی بیت یہ ہوتے۔ کہ

آیات بینات نیز حق میں ظلمات ضلالت سے مثل صراط مستقیم ہیں۔ اور جہت عدالت میں مثل میزان اگر دنیا میں فیصلہ کی حاجت ہو تو لوگوں میں سوا اس قرآن کریم کے کسی اور فیصلہ پر حق و عدالت قائم ہی نہیں رہ سکتی۔ اس لیے کہ مسلمان بلکہ انسان کا قیام بلا عدالت و انصاف مشکل اور عدالت کا قیام بغیر شریعت محال اور شریعت کا قیام بلا عمل بالقرآن ناممکن۔ تو نتیجہ صاف ہے کہ قرآن بغیر عدالت ناممکن۔

مولای صل وسلم دائما ابدا ۔۔۔ علی حبیبک خیر الخلق کلھم

---

[1] اور جو بے راہ ہیں دوزخ کا ایندھن ہیں۔ (پ ۲۹ ع ۱)

(۱۰۳)

لَا تَعْجَبَنْ لِحَسُودٍ رَاحَ يُنْكِرُهَا
تَجَاهُلًا وَّهُوَ عَيْنُ الْحَاذِقِ الْفَهِمِ

حلّ لغات لا تعجبن، صیغہ نہی بانون خفیفہ، نہ ہو تجھے تعجب۔ لحسود، حاسد سے۔ راح، جو ہو گیا ہے۔ ینکرھا، انکار کرنے والا۔ تجاھلًا، دانستہ جہالت کرنا، جان بوجھ کر جہالت کرنے سے۔ وھو، اور وہ۔ عین، نفسانیت سے۔ الحاذق، ماہر۔ الفھم، اور کثیر الفہم ہے۔

ترجمہ اگر حاسد دانا اور سمجھدار ہو کر دیدہ و دانستہ منکر قرآن اور مخالف فضائل رسول ہو تو اس انکار کرنے پر تو تعجب نہ کر۔

شرح باوجودیکہ قرآن کریم حاوی منافع دینی و دنیوی ہے۔ اور گوناگوں فضائل و اعجاز پر مشتمل ہے۔ مگر باینہمہ اگر کوئی حاسد تجاہل عارفانہ کر کے ان کا انکار کرے تو تو ہرگز تعجب نہ کر اس لیے کہ اس کی وجہ آیندہ شعر میں فرماتے ہیں۔

(۱۰۴)

قَدْ تُنْكِرُ الْعَيْنُ ضَوْءَ الشَّمْسِ مِنْ رَّمَدٍ
وَيُنْكِرُ الْفَمُ طَعْمَ الْمَاءِ مِنْ سَقَمٍ

حلّ لغات قد، حرف تحقیق ہے۔ مضارع پر اگر کبھی کے معنی دیتا ہے۔ کبھی۔ تنکر، انکار کر دیتی ہے۔ العین، آنکھ۔ ضوء الشمس، سورج کی روشنی کا۔ من رمد، آشوب چشم سے۔ وینکر، اور کبھی انکار کر دیتا ہے۔ الفم، منہ۔ طعم الماء، پانی کے ذائقہ کا۔ من سقم، بیماری کی وجہ سے۔

ترجمہ کبھی آنکھ آشوب کے باعث ضوء شمس (سورج کی روشنی) دیکھنے سے قاصر ہو جاتی ہے۔ اور کبھی منہ پانی کا ذائقہ بتانے سے بیماری کی وجہ سے قاصر ہو جاتا ہے۔

قد تنکو کے بعد ضوء الشمس کی بجائے نورالشمس نہ

شرح کہنے کا سبب ظاہر ہے کہ ضوء اپنی ضیا میں نور سے زیادہ قوی ہوتی ہے بلکہ اتم نور کو ضوء کہا جاتا ہے۔ نور ایک کیفیت ظاہرہ بنفسہا اور مظہر لغیرہا ہے۔ اور ضیا اس سے قوی درجہ کا نام ہے چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہے۔ ھوالذی جعل الشمس ضیاءً والقمر نوراً یہاں شمس کے ساتھ ضیا اس لیے فرمایا کہ وہ ظاہر بنفسہٖ اور مظہر لغیرہٖ ہے کہ چاند اس سے مستنیر ہے۔ اور چاند چونکہ اس سے ادنیٰ ہے۔ لہٰذا اس کے لیے نور استعمال کیا گیا۔

ہوسکتا ہے کہ یہ اعتراض کوئی پیش کرے کہ اللہ نور السمٰوات والارض میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو نور فرمایا جو ثابت کر رہا ہے کہ نور اقوی علی الاطلاق ہونا چاہیئے لیکن یہ وہ کہہ سکتا ہے۔ جو تفاسیر کے مطالعہ سے محروم ہو یہاں نور السمٰوات کے معنی ہی منور السمٰوات والارض ہیں۔ (آسمانوں اور زمین کو روشن کرنے والا)

تو اب خلاصہ بیت واضح ہے کہ جس طرح آنکھ بسبب آشوب کے روشنی کو پسند نہیں کرتی اور جس طرح منہ بسبب مرض آب شیریں کے ذائقہ کو بُرا جانتا ہے۔ اسی طرح کفار و مشرکین و منافقین بسبب فی قلوبھم مرض فزادھم اللہ مرضا حضور کے فضائل عجیبہ و خصائل پسندیدہ کو بُرا دیکھتے اور اپنے مرض کو اس کی علت نہ جانتے ہوئے صُمٌّ بکمٌ عمیٌ فھم لا یرجعون ہو رہے ہیں۔

سورج اُلٹے پاؤں پلٹے چاند اشارے سے ہو چاک — اندھے نجدی دیکھ لے قدرت رسول اللہ کی!
تجھ سے اور جنت سے کیا نسبت وہابی دور ہو — ہم رسول اللہ کے جنت رسول اللہ کی!
لا ورب العرش جس کو جو ملا ان سے ملا — بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی
قبر میں لہرائیں گے تا حشر چشمے نور کے — جلوہ فرما ہوگی جب طلعت رسول اللہ کی

ا؎ وہی ہے جس نے آفتاب کو چمکتا ہوا بنایا اور چاند کو نورانی بنایا۔ (پ ۱۱ ع ۶)
۲؎ اللہ نور ہے آسمانوں کا اور زمین کا۔ (پ ۱۸ ع ۱۱)
۳؎ ان کے دلوں میں بیماری ہے پس اللہ نے ان کی بیماری بڑھادی۔ (پ ۱ ع ۲)
۴؎ بہرے ہیں گونگے ہیں اندھے ہیں سو یہ اب رجوع نہ کریں گے۔ (پ ۱ ع ۲)

(۱۰۵)

يَا خَيْرَ مَنْ يَمَّمَ الْعَافُوْنَ سَاحَتَهٗ
سَعْيًا وَّفَوْقَ مُتُوْنِ الْاَيْنُقِ الرُّسُمِ

حلّ لغات یاخیر، اے بہترین ۔ من، ان لوگوں کے ۔ یمم، کہ قصد کرتے ہیں ۔ العافون، جمع عافی رزق یا کسی چیز کا طلب کرنا، حاجتمند ۔ ساحته، کشادگی صحن، ان کی کشادہ دلی سے ۔ سعیاً ۔ دوڑتے ہوئے ۔ وفوق، اور اوپر ۔ متون، پیٹھوں ۔ الاینق، ناقوں ۔ الرسم ۔ طاقتوروں کے ۔

ترجمہ اے بہترین ان کے جن کے گھروں پر حاجتمند لوگ دوڑتے ہوئے اور مصیبت زدہ لوگ سانڈنیوں پر سوار ہو کر حاضر ہونے کا عزم کرتے ہیں ۔

شرح پہلے اشعار میں طرز کلام غائبانہ تھا ۔ اب جبکہ غایت اشتیاق نے بیتاب کر دیا تو یہ تصور کر کے کہ میں حضور میں حاضر ہوں اور دست بستہ عرض کر رہا ہوں کہتے ہیں اے خیر المعطی تمہارے در پر سائل اپنی اُمیدیں لے کر پیادہ پا اور سانڈنیوں پر سوار ہو کر تمہارے آستانہ پر نیل مراد کے لیے حاضر ہو رہے ہیں ۔ نظائر پہلے اشعار میں آچکے اور آئیں گے ۔ ؎

لب وا ہیں آنکھیں بند ہیں پھیلی ہیں جھولیاں
کتنے مزے کی بھیک ترے پاک در کی ہے

آباد ایک در ہے ترا اور ترے سوا !
جو بارگاہ دیکھئے غیرت کھنڈر کی ہے

گھیرا اندھیریوں نے دہائی ہے چاند کی
تنہا ہوں کالی رات ہے منزل خطر کی ہے

باب عمل تو یہ ہے جو بھٹکا اِدھر اُدھر
کیسی خرابی اوس نگھرے دربدر کی ہے

فصل عاشر

معراج کا بیان

وَمَنْ هُوَ الْاٰيَةُ الْكُبْرٰى لِمُعْتَبِرٍ
وَمَنْ هُوَ النِّعْمَةُ الْعُظْمٰى لِمُغْتَنِمٍ (۱۰۶)

حل لغات وَمن هو، بمعنی یا من (اے وہ ذات) اور کون وہ۔ الآیۃ الکبریٰ، وہ جو سب سے بڑی نشانی ہے۔ لِمعتبر، یعنی لمستدل علی الحق۔ از عبرت نصیحت پکڑنا۔ عبرت حاصل کرنے والے نصیحت لینے والے کے لیے۔ ومن ھو، اور اے وہ ذات مقدس النعمۃ، جو نعمت۔ العظمیٰ، اعظم۔ باعظمت۔ عظمیٰ ہے۔ لمغتنم، صیغہ فاعل از اغتنام غنیمت سمجھنا بہتر جاننا۔ غنیمت جاننے والے کو۔

ترجمہ اے وہ ذات مقدس جس کا وجود باجود عبرت حاصل کرنے والے کے لیے بڑا نشان ہے اور جس کا مبعوث ہونا غنیمت جاننے والے کے لیے بڑی نعمت ہے۔

شرح یعنی حضورؐ کی ذات مقدس منصف اور قبول ہدایت کرنے والے کے لیے آیت کبریٰ ہے۔ اور قدر و منزلت سمجھنے والے کے لیے نعمت عظمیٰ ہے۔ اور نعمت عظمیٰ بھی دنیا و آخرت دونوں کے لیے۔ اس واسطے کہ نعمت دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک نعمت المنافع جیسے صحت بدن امن عافیت تلذذ بالمطاعم والمشارب اور منافع[1]۔ دوسری نعمت دفع ضرر من الامراض[2]

---

[1] امن، عافیت اور کھانے پینے کی چیزوں کی لذت وغیرہ۔
[2] بیماریوں اور بلاؤں کے نقصان کو دور کرنا۔

والبلا اور شدائد وفقر حضورؐ میں دونوں شامل ہیں۔ صحت جسمانی طریق معاش اکل وشرب کے اصول حفظانِ صحت کے قواعد زن وشوہر کے تعلقات۔ سب کی تعلیم حضورؐ سے ملی۔ اور دوسری قسم کی نعمت بھی حضورؐ سے حاصل ہے۔ دفع ضرر دفع بلا اور شدائد فقر وغیرہ میں تعلیم صبر۔

اربابِ تصوف کے نزدیک نعمت چھ ہیں۔

اوّل نعمتِ نفس ہے کہ اُس کے مقابلہ میں طاعت واحسان کیا جائے اور نفس منقلب ہو۔

دوم نعمتِ قلب ہے کہ وُہ یقین وایمان ہے اور اس میں قلب منقلب ہو۔

سوم نعمتِ رُوح ہے کہ وُہ خوف ورجا ہے اور اس میں وہ منقلب ہو۔

چہارم نعمتِ عقل ہے کہ وُہ حکمت وبیان ہے۔ اور اس میں وہ منقلب ہو۔

پنجم نعمت معرفت ہے وُہ ذکر اور قرآن ہے۔ اور اس میں وہ منقلب ہو۔

ششم نعمت محبت ہے وُہ اُلفت ومواصلت ہے۔ اور من من الھجران ہے اور اس میں منقلب ہو۔

اور یہاں نعمت سے مراد منعم بہ ہے اس لیے کہ حضور علیہ السّلام نعمت عظمیٰ ہیں کہ تمام مخلوق کے لیے رحمت ہیں اور اس قدر نعمتیں حضورؐ سے صادر ہوئیں کہ اُن کے انواع کا احصا شمار نہیں ہو سکتا۔ اور اسی طرح آیۃ کبریٰ ہونا بھی واضح ہے کہ آپ کی ذات اقدس اکمل الموجودات ہے۔ اور اس بیت میں اور اس سے پہلی بیت میں حکمتِ معراج کی طرف بھی اشارہ ہے کہ یہ حضورؐ کو کس لیے ہوئی وہ یہ ہے۔ کہ ملاءِ اعلیٰ میں مخاصمہ ومناظرہ چار مسائل پر ایک ہزار برس تک رہا لیکن فیصلہ نہ ہو سکا۔ جب حضور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو ملائکہ سمجھے کہ یہ مشکلات اس ہستی پاک کے ذریعہ حل ہو سکیں گی۔ چنانچہ ملائکہ نے بہ تضرع درخواست کی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک کو مقام قابَ قوسین[1] اَوْ اَدنیٰ پر مدعو کیا اور

---

[1] اس جلوے اور اس محبوب میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم۔

فاوحیٰ الیٰ عبدہٖ ما اوحیٰ کے امتیاز خاص سے نوازا۔ ؎

لامکاں سے ہے مکاں تک بہ صدا آج کی رات
آتے ہیں صاحب لولاک لما آج کی رات

اس مقام قرب کے بعض خاص رازوں میں سے ایک یہ ہے۔ جو حضور ﷺ نے فرمایا۔

رئیت ربی باحسن صورۃ فقال یا محمد فیم یختصم الملاء الاعلیٰ فقلت انت تعلم فوضع یدہ بین کتفی فوجدت بردھا بین ثدیی۔ ثم قال یا محمد ھل تدری فیم یختصم الملاء الاعلیٰ فقلت نعم فی الکفارات والمنجیات والدرجات والمھلکات قال صدقت یا محمد ثم قال یاملائکتی وجدتم حلال المشکلات فاسئلوا اشکالکم فقال اسرافیل ما الکفارات فقال علیہ السلام اسباغ الوضوء فی المکارہ والمشی بالاقدام الی الجماعۃ و انتظار الصلوٰۃ بعد الصلوٰۃ۔ ثم قال میکائیل وما الدرجات فقال اطعام الطعام وافشاء السلام والصلوٰۃ باللیل والناس نیام ثم قال جبرئیل وما المنجیات فقال خشیۃ اللہ فی السر والعلانیہ والقصد فی الفقر والغنیٰ والعدل فی الغضب والرضیٰ ثم قال عزرائیل وما المھلکات فقال شح مطاع وھوی متبع واعجاب المرء بنفسہٖ فقال اللہ تعالیٰ فی کل ذالک صدق۔ کذا ذکرہ فی البریقۃ شرح الطریقۃ۔

(ترجمہ) میں نے اپنے رب کو احسن صورت میں دیکھا مجھے فرمایا اے محبوب! وہ کون امور ہیں جن میں ملاء اعلیٰ جھگڑ رہے ہیں۔ میں نے عرض کی الٰہی تو ہی جانتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے ید بے مثال میرے دونوں شانوں کے مابین رکھے۔ ان کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینہ میں پائی۔ پھر فرمایا اے محبوب اب جانتے ہو کن امور میں ملاء اعلیٰ مخاصمہ کرتے ہیں۔ میں نے عرض کی ہاں کفارات ومنجیات ودرجات و

---

[1] اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی۔

مہلکات میں جھگڑ رہے ہیں۔ تو جناب باری نے فرمایا سچ فرمایا تم نے اے محبوب! پھر فرمایا اے میرے فرشتو! اب تم نے مشکل کشا سے مشکلات کو پالیا۔ اب اپنی مشکلات ان سے حل کر لو۔

تو پہلے حضرت اسرافیل نے عرض کی حضورؐ کفارات کیا ہیں یعنی وہ کون سے کام ہیں جن سے اللہ تمام گناہ معاف فرماے تو حضورؐ نے فرمایا مصیبت و تکلیف کے وقت وضو پورا کرنا اور جماعت سے نماز پڑھنے کے لیے پیروں سے چل کر جانا اور جماعت کے بعد دوسری جماعت کا منتظر رہنا۔ پھر حضرت میکائیل نے عرض کی حضورؐ درجات میں بلندی ہونے کے کیا کام ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا۔ اللہ واسطے کھانا کھلانا اور سلام عام کرنا اور رات میں نماز پڑھنا۔ جب کہ لوگ سو رہے ہوں۔

پھر جبرئیل نے عرض کی حضورؐ منجیات یعنی عذاب سے نجات دلانے والے کون سے کام ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا خوفِ الٰہی پوشیدہ اور علانیہ اور قصد فقر و غنی میں اور عدل غضب و رضا میں۔ پھر عزرائیل نے عرض کی انسان کو ہلاک کرنے والے کون سے کام ہیں تو حضورؐ نے فرمایا متکبر مغرور مطاع اور لالچ کا پیروکار اور خواہش نفس کے لیے عورت پسند کرنے والا۔

پھر جناب باری کی طرف سے ارشاد ہوا۔ تمام جوابوں میں ہمارے حبیب ؐ نے سچ فرمایا۔ ایسا ہی برلیقہ شرح طریقہ میں ہے۔

(۱۰۷)

سَرَیْتَ مِنْ حَرَمٍ لَیْلًا اِلٰی حَرَمٍ
کَمَا سَرَی الْبَدْرُ فِیْ دَاجٍ مِّنَ الظُّلَمِ

حلّ لغات سریت، ماضی مخاطب از سری۔ شب کی سیر۔ رات میں سیر فرمائی آپ نے۔ من حرمٍ، حوالی کعبہ، حرم سے۔ لیلاً، تھوڑی سی رات میں۔ الیٰ حرمٍ، مقدس مقام تک۔ کما سری، جس طرح سیر کرتا ہے رات میں۔ البدر، چاند۔ فی داج، اصل میں داجی تھا۔ دجے سے

ہے بمعنی سیاہ۔ سیاہی ہیں۔ من الظلم، از ظلمت تاریکی، شب کی تاریکی سے۔

ترجمہ حضورؐ آپ نے رات میں سیر فرمائی حرم سے حرم تک جیسے چاند سیاہی میں سیر کرتا ہے۔ اندھیری رات سے۔

شرح سیر حرم الی الحرم کی شان سوائے ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی نبی کو حاصل نہیں ہوئی بلکہ یہ رتبہ حضورؐ کی ذات کے ساتھ مختص ہے۔ اور یہ رتبہ صیغہ مخاطب کے ساتھ جو بیت میں ہے۔ یہ سریٰ سے ہے۔ اور اسرائے لغت میں رات کی سیر کو کہتے ہیں۔ اور وہ سیر جو حضورؐ نے قبل ہجرت فرمائی۔ جسے معراج کہتے ہیں وہ بجسد و روح تھی۔ قرآن کریم میں سبحن الذی اسرٰی بعبدہ لیلا سے یہی ثابت ہے۔ اس لیے کہ عبد ایسا اسم ہے جو روح اور جسد دونوں پر استعمال ہو سکتا ہے۔ اگر جسم بلا روح ہو تو عبد نہیں کہہ سکتے اور روح بلا جسم ہو تو عبد کہنا جائز نہیں۔ شیخ اکبر رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔ ان معراجہ علیہ السلام اربع وثلاثون مرۃ واحد بالجسد والباقی بروحہ رویا ہا قبل النبوۃ حضورؐ کو معراجیں جو چونتیس بار ہوئیں ان میں سے ایک مع جسم کے ہوئی اور باقی روحانی ہوئیں جو خواب تھے کہ قبل اظہار نبوت ملاحظہ فرمائے۔

اس روایت سے مخالفین کے تمام اعتراضات اٹھ جاتے ہیں اور حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی وہ حدیث جس میں آپ نے فرمایا ہے۔ واللہ ما فقد جسد النبی صلی اللہ علیہ وسلم بل عرج بروحہ اس کی بھی تطبیق ہو جاتی ہے۔ کہ جس معراج کی بابت حضرت صدیقہؓ فرما رہی ہیں۔ وہ ان میں سے ہی کوئی معراج ہو گی جو تینتیس بار ہوئیں۔

اور من حرم سے مراد حرم کعبہ ہے شرفہا اللہ تعالیٰ صاحب درر فرماتے ہیں اعلم ان البیت لما کان معظما مشرفا جعل لہ حصن وھو مکۃ وحمی وھو الحرم بیت اللہ شریف جبکہ معظم و مشرف ہوا تو اس کے لیے قلعہ کیا گیا۔ مکہ معظمہ کو اور اس کا محافظ حرم کے لیے بھی حرم مقرر ہوا اور وہ مواقیت ہیں۔ یہاں تک

کہ جو میقات حرم پر پہنچ جائے اُسے بلا احرام داخل ہونا ناجائز ہے۔

تفسیر رُوح البیان میں ہے۔ کہ حد حرم جہت مدینہ منورہ سے تین میل پر ہے۔ اور طریق عراق سے سات میل اور براستہ جعرانہ ۹ میل اور طائف کی طرف سے سات میل جدہ سے دس میل ہے۔ اور یہ سیر معراج چونکہ بیت ام ہانی بنت ابی طالب سے ہوئی اور وہ حرم میں ہے۔ اس لیے سوریت من حرم صحیح ہے۔ اور لیلاً میں جو تنوین ہے یہ بعضیت پر چونکہ خود دال ہے۔ اس لیے اس کی تشریح کرنا زاید تھا۔ اس واقعہ عجیبہ کو رجب المرجب کی ستائیسویں شب دوشنبہ کے روز علی التواتر بتاتے ہیں۔ اب ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسا زبردست واقعہ اگر دن میں ہوتا تو کسی قسم کا اشکال باقی نہ رہتا اور مخالفین کو طعن کا موقعہ بھی نہ ملتا لیکن اس سیر کو رات کے ساتھ مخصوص کرنے میں کیا حکمت تھی۔ اس کا جواب علامہ خرپوتی رحمہ اللہ چار طرح دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔

(۱) اجیب عنہ بانہ انما جعل لیلا تمکینا لتخصیص بمقام المحبۃ لانہ تعالیٰ اتخذہ علیہ السّلام حبیبا و خلیلا و اللیل اخص زمان الجمع المحبین فیہ والراحۃ فی الخلوۃ متحققۃ باللیل۔ رات مقام محبت میں مخصوص ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو اپنا حبیب بنایا اور رات جمع محبین کے لیے زمانہ اخص ہے اور تخلیہ جو رات کا ہے وہ دن میں نہیں۔ اس لیے حضور کی محبوبیت کا اقتضا یہی تھا کہ یہ سیر رات کو ہوتی۔

(۲) قال بعض الفضلاء لعل تخصیصہ باللیل لیزداد الذین امنوا ایمانا بالغیب ولیفتتن الذین کفروا زیادۃ علی فتنتھم اذ اللیل اخفی حالا من النھار بعض فضلاء نے فرمایا شاید کہ اس سیر کے لیے رات کا مخصوص کرنا اس لیے ہو کہ ایمان والوں کے ایمان بالغیب میں زیادتی ہو اور کافروں کے اندر فتنہ بڑھے اس لیے کہ رات دن کے مقابلہ میں ہر معاملہ کو مخفی رکھتی ہے۔

(۳) وقیل حکمتہ انہ افتخر النھار علی اللیل بالشمس فقیل لا تفتخر ان

كان شمس الدنيا تشرق فيك فسيعرج شمس الوجود في الليل الى السماء - بعض نے کہا کہ معراج رات میں ہونے کی یہ حکمت ہے کہ دن نے رات پر فخر کیا تھا تو اُسے کہا گیا کہ تُو اتنا فخر نہ کر۔ اگر شمس دنیا تیرے اندر اشراق کر رہا ہے تو عنقریب شمس وجود رات میں آسمانوں کی طرف چڑھایا جائے گا۔

(۴) قال بعض اهل المعارف حكمته انه لما محى الله اية الليل وجعل اية النهار مبصرة كان الليل محزونا و منكسرا فكان الاسراء بمحمد عليه الصلوٰة والسلام في الليل للعدالة بعض اہل عرفان فرماتے ہیں کہ رات کی معراج میں یہ حکمت ہے کہ رات کی نشانیاں جب اللہ تعالیٰ نے محو فرمائیں اور دن کی نشانیاں روشن کیں تو رات محزون ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اکبر آیات یعنی معراج کے ساتھ رات کو روشن کر کے دونوں میں مناظرہ حاصل فرمایا۔ اور الی حرم سے مراد مسجد اقصٰے ہے۔ اس پر اطلاق حرم بوجہ احترام کیا گیا۔

اب عقیدہ مسئلہ معراج کے متعلق یہ ہے کہ حضورؐ کی معراج مع الجسم والروح مسجد حرام سے مسجد اقصٰے تک قطعی اذعانی یقینی ہے۔ اور جو اس سے منکر ہو وہ کافر ہے۔ بلا اختلاف ائمہ اربعہ لیکن مسجد اقصٰے سے سمٰوٰتِ عُلیٰ تک کی معراج کا جو منکر ہے اُس کے کفر میں اختلاف ہے۔ اب خلاصہ مفہوم بیت یہ ہوا کہ ناظم فاہم رحمہ اللہ حضورؐ کو مخاطب کر کے دربار رسالتؐ میں عرض کر رہے ہیں کہ حضورؐ آپ ایک رات میں حرم شریف سے حرم محترم مسجد اقصٰے تک آناً فاناً میں تشریف لے گئے۔ باآنکہ اس حرم سے اُس حرم کے مابین بُعد مسافت چالیس روز کے سفر کی ہے لیکن حضورؐ اس سرعت کے ساتھ سیر فرماتے ہوئے تشریف لے گئے جیسے چاند تاریکی کے پردوں میں نہایت تابانی کے ساتھ سیر کرتا چلا جاتا ہے چنانچہ آگے فرماتے ہیں۔

(۱۰۸) وَبِتَّ تَرَقّٰى اِلٰى اَنْ نِلْتَ مَنْزِلَةً
مِنْ قَابَ قَوْسَيْنِ لَمْ تُدْرَكْ وَلَمْ تُرَمِ

حلِّ لغات | **فَ**، برائے عطف، اور۔ **بِتَّ**، ماضی مخاطب از بیتوتۃٌ بمعنی صرفِ فی اللیل ہوئے تم رات میں۔ **ترقّی**، بمعنی تصعد، کر چڑھے۔ **الیٰ ان**، یہاں تک کہ۔ **نلت**، ماضی مخاطب از نیل، پہنچے تم۔ **منزلۃ**، الی منزل منزلۃ۔ اس منزل تک۔ **من قاب**، کہ مقدار **قوسین**، دو چلّہ کمان کے۔ **لم تدرک**، تلک المنزلۃ احد من الانسان والملائکۃ، کہ نہیں پا سکتا کوئی اس منزل کو۔ **ولم ترم**، اے لم یطلب تلک المنزلۃ احد غیرک، اور نہ خواہش کر سکتا ہے۔

ترجمہ | اور رات میں چڑھے آپ یہاں تک کہ اس منزل پر پہنچے جس منزل تک انسان و ملک نہیں پہنچ سکتا۔ اور نہ اس منزل تک پہنچنے کی آرزو کر سکتا ہے۔

شرح

تن تن کے کھڑے ہوتے ہیں کیوں سروِ قبا
دکھلاتے ہیں کیوں گلبن و گل تازہ چمن آج

کیوں بدلی ہیں پھولوں نے قبا رنگ برنگی
کیوں شوخی پہ ہیں گلبن و نسرین و سمن آج

مرغانِ چمن لحن عجب گا رہے ہیں کیوں
کیا ہے کوئی سلطانِ عرب سایہ فگن آج

بلبل ہے کہیں نغمۂ مستانہ کی سرمست
طوطی ہے کہیں مست مئے حُبِّ یمن آج

گل مست مئے شوق ہیں کر چاک گریباں!
سرمست ہیں کس شوق میں خوباں ختن آج

پھیلائے ہوئے چادرِ انجم کو ہے کیوں چرخ
ہاتھوں میں لئے کیوں ہے کھڑا عقدِ پرن آج

کیوں روحِ الامیں آج ہیں مست مئے مکہ
مکّے سے چلی آئی ہے کیوں بادِ امن آج

کیوں امڈی چلی آتی ہیں رحمت کی گھٹائیں
کیوں لگ رہی عالم میں ہے رحمت کی [illegible] آج

ہے کس کی شبِ وصل کہ گلشن ہی نہیں ایک
جوبن نیا دکھلاتے ہیں بن بن کے جوبن آج

قوسین عروج اور نزول اتنی ہوں نزدیک
سمجھے نہ کوئی اُن کے سوا بہتر سخن آج!

ہو نسخۂ امکاں سے عیاں معنیٔ توحید
ہو جائے متن شرح جب بنے شرح متن آج

چونکہ معتزلہ کے نزدیک مسجد حرام سے مسجد اقصلےٰ تک معراج ہوئی اور اس
کے آگے کو وہ تسلیم نہیں کرتے تو اس کا رد کرنے کے لیے اس بیت مبارک میں ناظم
فاہم رحمہ اللہ نے وبت ترقی الی ان نلت منزلۃ فرمایا۔ اور بعض نسخوں میں بیت
کی جگہ ظلت ترقی بھی آیا ہے۔ لیکن دونوں کے معنی صرف یہی ہیں۔ اور قاب
قوسین سے حقیقی مراد کمال قرب ہے۔ اس لیے کہ عادتِ عرب یہی تھی کہ جب دو
امیر یا دو خلیفہ باہمی مصالحت کرتے اور معاہد بنتے تو اپنی اپنی کمان نکال کر اس کی
قوس باہمی ملا دیا کرتے تھے۔ جس سے ایک دائرہ بن جاتا تھا اور اس دائرہ سے وہ
منتہائے وداد و رابطہ تعبیر کرتے۔ اور اس حدیث کی طرف بھی اس بیت مبارک میں
اشارہ ہے۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عرج بی جبرائیل الی سدرۃ
المنتہٰی ودنی الجبار رب العزۃ فتدلّٰی حتّٰی کان منہ قاب قوسین
او ادنیٰ فاوحٰی الیہ ربہ ما اوحی۔ مجھے چڑھایا گیا مع جبریل کے سدرۃ المنتہٰی
تک۔ پھر قرب جبار رب العزت حاصل ہوا حتٰی کہ قاب قوسین او ادنیٰ کا درجہ ملا[1]
اور فاوحٰی الیہ ربہٗ ما اوحی کا تخلیہ حاصل ہوا۔[2]

اور اگر آیۂ کریمہ سُبحٰن الذی اسرٰی بعبدہٖ لیلا من المسجد الحرام الی[3]
المسجد الاقصیٰ کو بنظرِ غائر دیکھئے تو کچھ اور ہی جلوے نظر آ رہے ہیں۔ ربودن و
رفتن میں جو فرق ہے وہ مہر نیم روز سے زیادہ واضح ہے یہ ایسا نازک مقام ہے۔
کہ یہاں عقل کا کام نہیں عقل علوی باآواز کہہ رہی ہے۔ او دل بے خبر ہوش کی دوا کر
آپے کو سنبھال تیری کیا مجال جو اس حیرت انگیز سفر کی حقیقت کا ادراک کر سکے۔
خبردار حد سے آگے قدم نہ ڈال۔ تیرا منہ ہے کہ تو بولے یہ سرکاروں کی باتیں ہیں۔
یہ رات وہ رات ہے کہ آفتاب عالمتاب بھی اس سے کسب ضیا کر رہا ہے۔
جب تو اس کے پرتو کے مقابل پڑے تو تجھے معلوم ہو کہ تیرا وجود کیا ہے۔ بڑے

---

[1] دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم۔ ۱۲

[2] اب وحی فرمائی اس کی طرف اس کے رب نے جو وحی فرمائی۔ ۱۲

[3] پاکی ہے اسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک۔ ۱۲

بڑے مہر جمال اپنی نگاہیں نیچے کیے حیرت جلوہ گری بنے کھڑے ہیں۔ اس کی ادنےٰ تابش ذروں کو چمکاتی عالم کو روشن بناتی ہے۔ اللہ رے ہجوم تجلی کہ قمر نے رات بھر نکلنے کی جگہ نہ پائی وادی طور میں جس جلوہ پر ہزاروں پردے تھے آج وہ بے نقاب ہے وہ محبوب جس کی ایک جھلک نے جناب کلیم کو بے خود کیا تھا اس رات بے حجاب ہے ؎

اُس کے جلوے کا تو کیا کہنا مگر　　　دیکھنے والے کو دیکھا چاہیئے

سکانِ بالا کا دماغ عالم بالا پر ہے۔ جگہ جگہ مشتاقوں کا ہجوم آمد آمد کی دھوم ایک منتظر سر جھکائے ایک ہجوم شوق میں نقد ہوش گمائے کوئی مایۂ دل نثار کرنے کو حاضر۔ کوئی متاع جان کی نچھاور لیے منتظر کوئی کہتا ہے اپنی آنکھیں اُن قدموں پر ملوں گا۔ کوئی کہہ رہا ہے آج دامن پھیلا پھیلا کر ایک ایک مراد لوں گا۔ کوئی مشتاق با دلِ بیتاب سرِ نیاز جھکائے کھڑا ہے کوئی سائل با دیدۂ پُر آب دست طلب پھیلائے پکار رہا ہے ؎

نگاہ لطف کے اُمیدوار ہم بھی ہیں　　　لیے ہوئے یہ دل بے قرار ہم بھی ہیں

ہمارے دست تمنا کی لاج بھی رکھنا!　　　ترے فقیروں میں اے شہریار ہم بھی ہیں

اللہ اللہ سمک سے سماک تک زمین سے آسمان تک ایک غلغلۂ شادمانی و طنطنۂ کامرانی بلند ہے۔ ذرا ذرا قطرہ قطرہ اپنی قسمت پر شاداں و خورسند ہے۔ زمین آسمان کے آگے جھک کر کہہ رہی ہے کہ آج تو جلوہ گاہ دلربائی ہے آسمان زمین پر قربان ہو کر کہہ رہا ہے کہ یہ دولت تیرے گھر سے پائی ہے۔

امیدوں کے غنچے چٹک کر مرادوں کے شادیانے بجا رہے ہیں۔ دلوں کے سوز چمک کر شوق کی مشعلیں جلا رہے ہیں۔

گلزار قدس کے مالی محبت کے پھولوں کی کشتیاں نذر کے لیے لائے ہیں۔ گلستان طریقت میں خلق عظیم کا لہکتا تختہ اپنی مہکتی کلیوں سے ہار گوندھ رہا ہے۔ ورفعنا لک ذکرک[1] کا جھلکتا سہرا یداللہ فوق ایدیھم[2] کا چمکتا گجرا طیار کر کے

---

[1] اور ہم نے تمہارے لیے تمہارا ذکر بلند کر دیا ۱۲۔

[2] ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے ۱۲۔

یصلّون علی النبی کی نچھاور کے ساتھ شان تزک و احتشام دکھا رہا ہے۔

ہاں یہ وہ وقت ہے کہ خدا کو سجود نبیؐ پر درود مداح کو جنت جنت کو امت امت کو شفاعت شفاعت کو وجاہت۔ فقیروں کو ثروت۔ ذلیلوں کو عزت۔ ضعیفوں کو قوت۔ حزینوں کو عشرت آنکھوں کو نور۔ دل کو سرور مجید جیسے بیدست وپا کو لطف حضور حاصل ہوگا۔ وہ سہانی گھڑی خیر سے آ رہی ہے کہ دارین کے دولہا کو شبستان والا سے مسجد اعلیٰ اور مسجد اعلےٰ سے بزم بالا اور بزم بالا سے مقصد والا تک لے جایا جائے گا۔ پائے سمک سے تاج سماک فرش خاک سے عرش پاک تک۔ سبحٰن الذی اسریٰ بعبدہٖ کا ڈنکا بجے گا دونوں جہان میں اُن کے نام کی دوہائی پھرے گی۔ مہر و ماہ پر سکہ جمے گا۔ نقیب سرکار جبرئیل با وقار منبر سدرہ پر مدح سلطان کا خطبہ پڑھے گا۔ عرش و فلک تلوؤں کی جھلک۔ نعلین مبارک کی چمک دیکھ کر سر جھکائیں گے اور کہیں گے۔ ؎

خاک درت بر سر ما تاج باد — ہر شب عمرت شب معراج باد

مولای صل وسلم دائمًا ابدا — علے حبیبک خیر الخلق کلھم

ماہ مبارک رجب المرجب کی ستائیسویں شب تھی کہ رسول ملائکہ کمین جبرئیل امین بحکم رب العالمین براق برق دم پری جمال گوہر پیکر عنبریں یال مرغزار جنت سے لے کر دولت عرش منزلت پر آیا اور مجرا کیا۔

آیا براق برق رم — لے برق بھی جس کے قدم
ہستی سے تا ملک عدم — اس کی روش تھی ایک دم
تھا نرم رو چوں موج یم — گرمی میں بجلی اس سے کم
تھی شان رب ذو کرم — اس کی روش اُس کا چلن
توسن میں یہ قدرت کہاں — صرصر میں یہ سرعت کہاں
آہو میں یہ جودت کہاں — شہباز میں رفعت کہاں
جن میں ہے یہ طاقت کہاں — یہ برق میں صولت کہاں

لہ درود بھیجتے ہیں نبی پر۔ ۱۲

گھوڑوں کی صورت کہاں پریوں کا منہ ریشم ساتن

لے شہ کو مرکب یوں اُڑا دل لے کے جیسے دلربا

اور جوہری جوہر اُٹھا پاکر مہوس کیمیا

لے کر خضر آبِ بقا گوہر کو لے کر شب چرا

لے کر اُڑے جیسے صبا بُو تے عنبر و یاسمن

صلِّ علیٰ بالا چلا آقا چلا مولا چلا

عالی سُوئے اعلیٰ چلا ماہ جہاں آرا چلا

وہ عرش کا تارا چلا اللہ کا پیارا چلا

پیاری ادا والا چلا خوبیں تکیں جس کی پھبن

جب مرکب خیر الورےٰ بیت المقدس میں گیا

روح الامیں نے یہ کہا کیجے نماز اس دم ادا

حاضر ہیں املاک السما صف بستہ ہیں کل انبیاء

ہوجے امام اے پیشوا ہیں آپ صدرِ انجمن

آئی مرصع نردباں! اُس پر چلے شاہِ زماں

بے حد گروہ قدسیاں تھے داہنے اور بائیں سُواں

پُرنور تھے کون و مکاں انجم ہوئے گوہر فشاں

زہرہ عطارد کہکشاں نثرہ قمر کیواں پرن

کی خوب سیر ہر فلک دیکھے فلک اور سب ملک

جا پہنچے آخر عرش تک پردے گئے اُٹھ یک بیک

کچھ اور ہی پائی چمک کچھ اور ہی دیکھی جھلک

اللہ کو بے شبہ و شک اس آنکھ سے دیکھا علن

جنت میں فرمایا گزر اک باغ دیکھا سبز و تر

پھرتی ہیں حورعین ادھر غلماں خوش منظر ادھر

رہنے کو نورانی وہ گھر | ایک خشت سیم ایک خشت زر
نہریں رواں شفاف تر | خمر و عسل ماء و لبن!
دوزخ کو دیکھا پُر خطر | ہیبت کی جا وحشت کا گھر
پیچھے شرر اوپر شرر | جا سے نکل مجرم کدھر
طوق اور زنجیریں ادھر | سانپ اور بچھو ہیں اُدھر
ہیں نیش کژدم نیشتر | زہری غضب سانپوں کے پھن
وہاں کی سب اشیاء دیکھ کر | جنّت کا جلوہ دیکھ کر
عرش معلےٰ دیکھ کر | دیدار مولےٰ دیکھ کر
وہ بیت اقصیٰ دیکھ کر | وہ طور سینا دیکھ کر
آئے وہ کیا کیا دیکھ کر | دم بھر میں بے رنج و محن
حضرت کی توصیف و ثنا | والنجم میں ہے قدر آگہی
مازاغ پڑھ اور ما طغےٰ | پھر قاب قوسین اور دنےٰ
پھر حق نے ما اوحیٰ کہا | اُس وحی کو مجمل کیا
مجمل کرے جس کو خدا | واں پہنچے کس کا وہم و ظن

اللہ اللہ وہ جل جلالہٗ بلانے والا۔ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سا جانے والا عقل کے حسن دانش پر نثار کیا وقت پاکر پیاری پیاری گزارش کی کہ جب حضورؐ مقام دنٰے فائز ہوں فتدلیٰ فکان قاب قوسین او ادنیٰ کی مسند پر جلوہ گری کریں اس رنجور کی یہ عرض فراموش نہ فرمائیں کہ جب امت مرحومہ روز قیامت صراط پر گزرے تو یہ خادم دیرینہ زیر قدم فرش ہو کرے۔ سرکار بے کس نواز نے جبریل کی یہ عرض قبول فرمائی انھیں رخصت کیا۔ اب تو چہار جانب سے انوار غیب کے پیہم تجلیوں نے گھیر لیا۔

اس کے بعد ایک پردۂ نوری کے قریب جلوے کے فرشتہ نے پردہ ہلایا۔ حضورؐ

پھر خوب اتنا آیا تو اس جلوے اور اس محبوب میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم۱۲

کا نام پاک سُن کر راستہ پایا۔ غرضکہ اسی طرح ستر ہزار حجاب طے فرمانے کہ اب رفرف کی باری آئی جو ایک سبز بچھونا نورانی تھا۔ اُس پر حضورؐ نے سواری فرمائی اور سر عرش جلوہ گری ہوئی کہ رفرف غائب ہو گیا۔ یہاں تنہا مجسمۂ جمال پیکر وصال صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور شانِ جلال کچھ گھبرائے ناگاہ گوش اقدس میں ہمدمِ جان نثار یارِ غمگسار یعنی رفیق ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی آواز آئی کہ عرض کر رہے ہیں۔

قف یا محمد فان ربک یصلی۔ اے حضورؐ کچھ وقفہ فرمائیے کہ آپ کا رب صلوٰۃ کرتا ہے۔ حضورؐ کا دل انور یارِ وفادار کی آواز سُن کر ٹھہرا۔ لیکن حیرانیوں نے گھیرا کہ صدیقؓ یہاں کہاں۔ معبودِ مطلق کا صلوٰۃ کرنا کیا معنی اتنے میں عرش سے ایک قطرہ ٹپکا۔ حضورؐ نے نوش فرمایا شہد سے زیادہ شیریں پایا۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ یہ فقط سمجھانے کے لیے کہا کہ ہمارے استعمال میں کوئی چیز شہد سے زیادہ میٹھی نہیں تو اس کا نام لے کر تفہیم فرمائی۔ ورنہ کجا شہد کجا وہ قطرۂ رازِ محبت اس کی ماہیت پلانے والا جانے یا پینے والا۔ باللہ العظیم وہ محبوب رب الکریم شیریں دھن اگر دریائے شور میں لعاب دہن اقدس ڈال دے۔ تمام بحر نمکین شہد ہو جائے پھر ایسے کے لیے ایسی جگہ سے ایسی شیریں نعمت ہی عطا ہوئی ہو گی جو ہزار درجہ شہد سے بالا ہوئے شہد سے کیا نسبت۔ الحاصل اس قطرہ کے نوش فرماتے ہی تمام علوم اولین و آخرین قلب انور پر منکشف ہوئے۔ پھر عرش اعظم سے خطاب ہوا۔ ادن یا احمد ادن یا محمد ادن یا خیر البریہ۔ پاس آ اے احمدؐ۔ پاس آ اے محمدؐ۔ پاس آ اے تمام جہان سے بہتر غرضکہ ؎

پڑھے تو لیکن جھجکتے ڈرتے حیا سے جھکتے ادب سے رکتے
جو قرب انھیں کے روش پہ رکھتے تو لاکھوں منزل کے فاصلے تھے

اب ہم اس رنگین نوائی کو اعلحضرت کی منظوم نعت معراجیہ پر ختم کر کے آخر میں علامہ غرپوتی اور شیخ زادہ کی تحقیق نذر ناظرین کریں گے۔

قصیدۂ معراجیہ از امامِ اہلِ سنت اعلیٰحضرت قدس سرہ العزیز

وہ سرورِ کشورِ رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے
نئے نرالے طرب کے ساماں عرب کے مہمان کے لئے تھے

بہار ہے شادیاں مبارک چمن کو آبادیاں مبارک
ملک فلک اپنی اپنی لے میں یہ گھر عنادل کا بولتے تھے

وہاں فلک پر یہاں زمیں میں رچی تھی شادی مچی تھی دھومیں
اُدھر سے انوار ہنستے آتے اِدھر سے نفحات اُٹھ رہے تھے

یہ چھوٹ پڑتی تھی اُن کے رخ کی کہ عرش تک چاندنی تھی چھٹکی
وہ رات کیا جگمگا رہی تھی جگہ جگہ نصب آئینے تھے

نئی دُلہن کی پھبن میں کعبہ نکھر کے سنورا سنور کے نکھرا
حجر کے صدقے کمر کے اک تل میں رنگ لاکھوں بناؤ کے تھے

نظر میں دُولہا کے پیارے جلوے حیا سے محراب سر جھکائے
سیاہ پردے کے منہ پر آنچل تجلیِ ذاتِ بحت کے تھے

خوشی کے بادل اُمڈ کے آئے دلوں کے طاؤس رنگ لائے
وہ نغمۂ نعت کا سماں تھا حرم کو خود وجد آ رہے تھے

یہ جھوما میزابِ زر کا جھومر کہ آ رہا کان پر ڈھلک کر
پھوہار برسی تو موتی جھڑ کر حطیم کی گود میں بھرے تھے

دُلہن کی خوشبو سے مست کپڑے نسیمِ گستاخ آنچلوں سے
غلافِ مشکیں جو اُڑ رہا تھا غزال نافے بسا رہے تھے

پہاڑیوں کا وہ حسنِ تزئیں وہ اونچی چوٹی وہ ناز و تمکیں
صبا سے سبزہ میں لہریں آتیں دوپٹے دھانی چُنے ہوئے تھے

نہا کے نہروں نے وہ چمکتا لباس آبِ رواں کا پہنا!
کہ موجیں چھڑیاں تھیں دھار لچکا حبابِ تاباں کے تھل ٹکے تھے

پُرانا پر داغ ملگجا تھا اُٹھا دیا فرش چاندنی کا!
ہجوم تارِ نگہ سے کوسوں قدم قدم فرش بادلے تھے

غبار بن کر نثار جائیں کہاں اب اس رہ گزر کو پائیں
ہمارے دل حوریوں کی آنکھیں فرشتوں کے پر جہاں بچھے تھے

خُدا ہی دے صبر جانِ پُر غم دکھاؤں کیونکر تجھے وہ عالم
جب اُن کو جھرمٹ میں لے کے قدسی جناں کا دولہا بنا رہے تھے

اُتار کر اُن کے رُخ کا صدقہ یہ نور کا بٹ رہا تھا باڑا!
کہ چاند سورج مچل مچل کر جبیں کی خیرات مانگتے تھے

وہی تو اب تک چھلک رہا ہے وہی تو جوبن ٹپک رہا ہے
نہانے میں جو گرا تھا پانی کٹورے تاروں نے بھر لئے تھے

بچا جو تلووں کا اُن کے دھوون بنا وہ جنت کا رنگ و روغن
جنہوں نے دُولہا کی پائی اُترن وہ پھول گلزارِ نور کے تھے

خبر یہ تحویلِ مہر کی تھی کہ رُت سہانی گھڑی پھرے گی
وہاں کی پوشاک زیبِ تن کی یہاں کا جوڑا بڑھا چکے تھے

تجلیِ حق کا سہرا سر پر صلاۃ و تسلیم کی نچھاور!
دو رویہ قدسی پرے جما کر کھڑے سلامی کے واسطے تھے

جو ہم بھی واں ہوتے خاکِ گلشن لپٹ کے قدموں سے لیتے اُترن
مگر کریں کیا نصیب میں تو یہ نامرادی کے دن لکھے تھے

ابھی نہ آئے تھے پشتِ زیں تک کہ سر ہوئی مغفرت کی شلک
صدا شفاعت نے دی مبارک گناہ مستانہ جھومتے تھے

ہجوم امید ہے گھٹاؤ مرادیں دے کر انہیں ہٹا دو
ادب کی باگیں لیے بڑھاؤ ملائکہ میں یہ غلغلے تھے

اٹھی جو گردِ رہِ منور وہ نور برسا کہ راستے بھر
گھرے تھے بادل بھرے تھے جل تھل امنڈ کے جنگل ابل رہے تھے

براق کے نقشِ سم کے صدقے وہ گل کھلائے کہ سارے رستے
مہکتے گلبن لہکتے گلشن ہرے بھرے لہلہا رہے تھے

نماز اقصیٰ میں تھا یہی سر عیاں ہوں معنی اول آخر
کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر جو سلطنت آگے کر گئے تھے

وہ ظلِ رحمت وہ رخ کے جلوے کہ تارے چھپتے نہ کھلنے پاتے
سنہری زربفت اودی اطلس یہ تھان سب دھوپ چھاؤں کے تھے

جھلک سی اک قدسیوں پر آئی ہوا بھی دامن کی پھر نہ پائی
سواری دولہا کی دور پہنچی برات میں ہوش ہی گئے تھے

جلو میں جو مرغِ عقل اڑے تھے عجب برے حالوں گرتے پڑتے
وہ سدرہ ہی پر رہے تھے تھک کر چڑھا تھا دم تیور آ گئے تھے

قوی تھے مرغانِ وہم کے پر اڑے تو اڑنے کو اور دم بھر
اٹھائی سینے کی ایسی ٹھوکر کہ خونِ اندیشہ تھوکتے تھے

سنا یہ اتنے میں عرشِ حق نے کہ لے مبارک ہوں تاج والے
وہی قدم خیر سے پھر آئے جو پہلے تاجِ شرف ترے تھے

یہ سن کے بے خود پکار اٹھا نثار جاؤں کہاں ہیں آقا
پھر ان کے تلووں کا پاؤں بوسہ یہ میری آنکھوں کے دن پھرے تھے

یہی سماں تھا کہ پیکِ رحمت خبر یہ لایا کہ چلیے حضرت
تمہاری خاطر کشادہ ہیں جو کلیم پر بند راستے تھے

بڑھ اے محمد قریں ہو احمد قریب آ سرورِ ممجد
نثار جاؤں یہ کیا ندا تھی یہ کیا سماں تھا یہ کیا مزے تھے

تبارک اللہ شان تیری تجھی کو زیبا ہے بے نیازی
کہیں تو وہ جوشِ لن ترانی کہیں تقاضے وصال کے تھے

خرد سے کہہ دو کہ سر جھکا لے گماں سے گزرے گزرنے والے
پڑے ہیں یاں خود جہت کو لالے کسے بتائے کدھر گئے تھے

سراغِ این و متیٰ کہاں تھا نشانِ کیف و الیٰ کہاں تھا
نہ کوئی راہی نہ کوئی ساتھی نہ سنگِ منزل نہ مرحلے تھے

بڑھے تو لیکن جھجکتے ڈرتے حیا سے جھکتے ادب سے رکتے
جو قرب انہیں کی روش پہ رکھتے تو لاکھوں منزل کے فاصلے تھے

پر ان کا بڑھنا تو نام کو تھا حقیقۃً فعل تھا ادھر کا
تنزلوں میں ترقی افزا دنیٰ تدلیٰ کے سلسلے تھے

ہوا نہ آخر کہ ایک بجرا تموجِ بحرِ ہو میں ابھرا
دنیٰ کی گودی میں ان کو لے کر فنا کے لنگر اٹھا دیے تھے

کسے ملے گھاٹ کا کنارا کدھر سے گزرا کہاں اتارا
بھرا جو مثلِ نظر طرارا وہ اپنی آنکھوں سے خود چھپے تھے

اٹھے جو قصرِ دنیٰ کے پردے کوئی خبر دے تو کیا خبر دے
وہاں تو جا ہی نہیں دوئی کی نہ کہہ کہ وہ بھی نہ تھے ارے تھے

وہ باغ کچھ ایسا رنگ لایا کہ غنچہ و گل کا فرق اٹھایا
گرہ میں کلیوں کی باغ پھولے گلوں کے تکمے لگے ہوئے تھے

محیط و مرکز میں فرق مشکل رہے نہ فاصل خطوطِ واصل
کمانیں حیرت میں سر جھکائے عجیب چکر میں دائرے تھے

حجاب اٹھنے میں لاکھوں پردے ہر ایک پردے میں لاکھوں جلوے
عجب گھڑی تھی کہ وصل و فرقت جنم کے بچھڑے گلے ملے تھے

زبانیں سوکھی دکھا کے موجیں تڑپ رہی تھیں کہ پانی پائیں ——— بھنور کو یہ ضعف تشنگی تھا کہ حلقے آنکھوں میں پڑ گئے تھے

وہی ہے اول وہی ہے آخر وہی ہے باطن وہی ہے ظاہر ——— اُسی کے جلوے اُسی سے ملنے اُسی سے اُس کی طرف گئے تھے

کمانِ امکاں کے جھوٹے نقطو تم اول آخر کے پھیر میں ہو ——— محیط کی چال سے تو پوچھو کدھر سے آئے کدھر گئے تھے

اِدھر سے تھیں نذرِ شہ نمازیں اُدھر سے انعامِ خسروی میں ——— سلام و رحمت کے ہار گندھ کر گلوئے پُرنور میں پڑے تھے

خدا کی قدرت کہ چاند حق کے کروڑوں منزل میں جلوہ کر کے ——— ابھی نہ تاروں کی چھاؤں بدلی کہ نور کے تڑکے آلیے تھے

نبی رحمت شفیع اُمت رضاؔ پہ للہ ہو عنایت

اسے بھی اُن خلعتوں سے حصہ جو خاص رحمت کے واں بٹے تھے

علامہ مرزوقی فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب قربِ خاص میں پہنچے اور قاب قوسین او ادنیٰ کے مسند نشین ہوئے تو بارگاہِ خاص میں حضور نے عرض کی اللّٰھم انت ماتفعل باُمتی۔ الٰہی میرے لیے تو یہ درجات و مراتب لیکن میری اُمت کے لیے تیری سرکار سے کیا عطا ہوگی۔ قال اللہ تعالیٰ انزل علیہ الرحمۃ وابدل سیئاتھم حسنات ومن دعانی منھم لبیتہ ومن سالنی اعطیتہ ومن توکل علی کفیتہ وفی الدنیا استر علی العصاۃ وفی الآخرۃ اشفعک فیھم ولولا ان الحبیب یحب معاتبۃ حبیبہ لما حاسبت امتک۔ ارشادِ باری ہوا کہ محبوب ان پر میں نے رحمت نازل فرمائی اُن کے گناہ نیکیوں سے بدلے اور جو آپ کا اُمتی مجھے پکارے میں اُسے لبیک یا عبدی کہہ کر تسکین دیتا ہوں اور جو مجھ سے وہ مانگتے ہیں عطا فرماتا ہوں اور جو اپنی حالت پر دنیا میں میرے ساتھ توکل کرے میں اُسے گنہگاروں سے مخفی رکھتا ہوں اور آخرت میں تمہاری شفاعت اُس کے لیے ہے۔ اور اگر حبیب معاتبۂ حبیب کو محبوب نہ رکھتا تو میں تیری اُمت سے محاسبہ ہی نہ کرتا۔

اس کے بعد قصہ معراج کی جو مفصل حدیث شیخ زادہ نقل فرماتے ہیں۔ اس کا ترجمہ منقول ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں مسجد حرام میں حجرے کے پاس بیت اللہ کے قریب کچھ سوتے جاگتے ہوئے تھے کہ

جبرئیل آئے اور براق لائے ایک حدیث میں ہے یہاں سیر کرائی حضرت ام ہانی بنت ابی طالب کے گھر سے اور جو حدیث باتفاق صحیحین مالک ابن صعصعہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اس کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ حضورؐ نے فرمایا کہ ہم حطیم میں اور کبھی فرمایا ہم حجر میں آرام گزیں تھے کہ ایک آنے والا آیا اور کچھ کہا اور ہم اس کی باتیں سن رہے تھے۔ پھر اس نے ہمارا سینہ چاک کیا اور قلب منور نکالا۔ پھر ایک سونے کا طشت لایا گیا۔ جس میں ایمان و حکمت مملو (بھرا) تھا اس میں ہمیں بٹھایا پھر ایک چارپایہ لایا گیا جو خچر سے چھوٹا گدھے سے اونچا تھا۔ سپید رنگ اتنا تیز رفتار کہ اس کا ایک قدم منتہائے نظر پر پڑتا تھا۔

اس پر ہم سوار ہوئے اور جبرئیل ہمارے ساتھ چلے حتیٰ کہ آسمان اول پر پہنچے دروازہ کھلوایا۔ دریافت کیا گیا یہ کون ہیں۔ جبرئیل نے اپنا نام بتا کر ہمارا نام ظاہر کیا۔ اور کہا کہ میں حضورؐ کے لینے کو بھیجا گیا تھا۔ تو فرشتوں نے مرحبا کہا اور دروازہ کھولا جب ہم اندر گئے تو آدم صفی علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ جبرئیل نے تعارف کرایا۔ ہم نے انھیں سلام علیک کہا آدم نے جواب سلام دے کر مرحبا بالابن الصالح والنبی الصالح[1] فرمایا۔ پھر آسمان دوم پر گئے دروازہ کھلوانے پر وہی سوال جواب ہوئے اور دروازہ کھلا ہم اندر گئے تو یحییٰ و عیسیٰ علیہما السلام جو دونوں خالہ زاد بھائی ہیں ملے۔ جبرئیل نے تعارف کرایا ہم نے سلام فرمایا انھوں نے جواب سلام دے کر کہا مرحبا بالاخ الصالح والنبی الصالح[2]۔ پھر ہم تیسرے آسمان کی طرف چلے۔ دروازہ بعد جواب و سوال کھولا گیا۔ جب ہم اندر گئے تو یوسف صدیق علیہ السلام سے ملاقات ہوئی سلام و جواب سلام کے بعد انھوں نے کہا مرحبا بالاخ الصالح والنبی الصالح پھر ہم چلے چوتھا آسمان آیا دروازہ حسب سابق جواب و سوال کے بعد کھلا اندر گئے تو حضرت ادریس علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ بعد سلام و جواب انھوں نے بھی وہی مرحبا بالاخ الصالح والنبی الصالح فرمایا۔ پھر چلے حتیٰ کہ آسمان خامس کھولا گیا جب

---

[1] مرحبا اے صالح بیٹے اور صالح نبی۔ ۱۲ [2] مرحبا اے صالح بھائی اور صالح نبی۔ ۱۲

ہم اندر گئے تو حضرت ہارون علیہ السلام سے تعارف کرایا گیا۔ سلام و کلام کے بعد انھوں نے مرحبا بالاخ الصالح والنبی الصالح کہا۔ پھر آسمان سادس پر پہنچے تو وہاں موسیٰ علیہ السلام سے سلام و جواب سلام ہوا اور انھوں نے مرحبا بالاخ الصالح والنبی الصالح فرمایا۔ جب ہم آگے چلنے لگے تو موسیٰ علیہ السلام رونے لگے۔ وجہ گریہ معلوم کی گئی تو فرمایا اس فرزند سعید کی شان سے رونا آتا ہے۔ کہ میرے بعد مبعوث ہوا اور اس کی اُمت کے لوگ میری اُمت سے زیادہ جنت میں جائیں گے۔ پھر ساتویں آسمان پر چلے تو وہاں ابراہیم علیہ السلام سے تعارف ہوا اور سلام و رد سلام کے بعد انھوں نے فرمایا مرحبا بالابن الصالح والنبی الصالح۔ پھر ہم سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچے تو یہ درخت بڑا وسیع تھا۔ اور اس کے پتے ہاتھی کے کان سے مشابہ تھے۔ ہمیں بتایا گیا کہ یہ سدرۃ المنتہیٰ ہے اور وہاں چار نہریں تھیں۔ دو ظاہر اور دو خفیہ۔ ہم نے جبرئیل سے پوچھا یہ دونوں خفیہ کہاں جا رہی ہیں۔ جبرئیل نے عرض کی یہ جنت کی نہریں ہیں اور دو ظاہر جو ہیں وہ نیل اور فرات ہیں۔ پھر ہم اٹھائے گئے بیت معمور کی طرف وہاں چند برتن تھے ایک شراب سے مملو دوسرا دودھ سے بھرا ہوا۔ تیسرا شہد سے۔ ہم نے دودھ قبول فرمایا تو جبرئیل نے عرض کی۔ حضورؐ یہ وہ فطرت ہے جس پر آپؐ اور آپؐ کی امت ہے۔

پھر ہم پر پچاس نمازیں ہر دن میں فرض کی گئیں۔ جب ہم واپس ہوئے تو موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ انھوں نے دریافت کیا آپؐ کو کس عمل کے ساتھ امر کیا گیا۔ ہم نے پچاس نمازیں بتائیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی آپؐ کی اُمت میں اس کی استطاعت نہیں۔ اور میں اس کا تجربہ کر چکا ہوں آپؐ واپس جائیں اور تخفیف چاہیں ہم واپس گئے تو دس کم ہوئیں۔ پھر موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا یہ بھی بہت ہیں۔ پھر واپس حاضر دربار ہو کر تخفیف چاہی تو دس اور کم ہوئیں۔ پھر موسیٰ علیہ السلام نے مثل سابق عرض کیا۔ پھر تخفیف کرائی تو دس کم ہوئیں پھر موسیٰ علیہ السلام نے کمی کی درخواست کو عرض کیا حضورؐ نے پھر درخواست تخفیف کی تو پانچ رہیں۔

موسےٰ علیہ السلام نے پھر عرض کیا ان امتک لا تستطیع خمس صلوات کل یوم فانی قد جربت الناس قبلک - آپ کی اُمت پانچ کی بھی طاقت نہیں رکھتی میں نے حضورؐ سے قبل ان کا تجربہ کر لیا ہے لہٰذا اور تخفیف کرائیے حضورؐ نے فرمایا میں اپنے رب سے مانگتے مانگتے اب شرم کرتا ہوں۔ اب میں یہ پانچ فرائض پر راضی ہوں اور انھیں تسلیم کرتا ہوں -

جب یہاں سے گزرا تو ایک ندا آئی - امضیت فریضتی وخففت عن عبادی - تم نے ہمارے فریضے کا امضا کیا اور ہم نے اپنے بندوں سے بار اعمال میں تخفیف فرمائی - حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ جب حضورؐ پھر معراج سے واپس تشریف لائے اور واقعات ام ہانی کو سنائے اور آپ نے فرمایا کہ تمام انبیاء کرام کے ساتھ میں نے نماز پڑھی اور کھڑے ہوئے کہ مسجد کی طرف تشریف لے جائیں تو ام ہانی نے حضورؐ کو کپڑا اڑھا دیا اور فرمایا کیا کہہ رہے ہو۔ مجھے خطرہ ہے کہ قوم سنے گی - تو تکذیب کرے گی - حضورؐ نے فرمایا اگرچہ قوم جھٹلائے مجھے اس کی پروا نہیں اور باہر تشریف لائے تو ابوجہل حضورؐ کی خدمت میں بیٹھا حضورؐ نے اُسے تمام واقعات اسریٰ فرمائے - تو ابوجہل کہنے لگا - اے جماعت بنی کعب تم نے سُنا بھی - اور تعجب سے سر پہ ہاتھ رکھے اور استہزا کرتا ہوا کہنے لگا چنانچہ اس واقعہ کو سُن کر بعض ضعیف الایمان مرتد بھی ہو گئے اور ایک جماعت حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں پہنچی اور یہ واقعہ سُنایا تو ابوبکرؓ نے فرمایا - ان کان قال ذالک لقد صدق اگر یہ حضورؐ نے فرمایا ہے تو بے شک سچ فرمایا قوم کہنے لگی اتصدقہ علی ذالک - کیا آپ اس کی تصدیق کرتے ہیں - صدیقؓ نے فرمایا - انی لاصدقہ علی ما ھو ابعد من ذالک اصدقہ بخبر السماء فی غدوۃ وبارحتہ میں اس سے بھی زیادہ جو بعید امور ہیں اس کی تصدیق کرتا ہوں - ان خبروں کی جو آسمانوں سے صبح و شام آتی ہیں - راوی فرماتے ہیں - فلذالک سمی صدیقا - حضرت صدیق رضی اللہ عنہ اسی وجہ میں صدیق مشہور ہوئے -

رفع توہمات

بعض وہم پرست افراد معراج جسمانی کو وہ محال سمجھتے ہیں اور وجہ یہ بتاتے ہیں۔ کہ اول تو جسم ثقیل کا صعود کرنا عقلاً محال ہے۔ دوسرے خرق والتیام آسمانوں کا ممتنع۔ تیسرے کرۂ ناری جو حائل ہے اُس سے عبور کیونکر ہوا۔

اس کے جواب میں اول تو ہم چند دلائل نقلیہ عرض کرتے ہیں منجملہ ان کے اول یہ کہ حضرت آدم صفی علیہ السلام اسی جسم کے ساتھ بہشت میں تھے اور اہل سنت و جماعت اسی پر متفق ہیں کہ وہ بہشت وہی بہشت تھا جو آسمانوں پر ہے۔ نہ کہ وہ جو معتزلہ کے نزدیک فلسطین میں تھا۔ پھر یہ امر مسلم ہے کہ بحکم الٰہی آپ زمین پر تشریف لائے اور حکم اھبطوا منھا کی تعمیل میں آپ اُترے تو اب سوال یہ ہے کہ اس وقت آسمان کا خرق والتیام کیسے ہوا ہوگا۔ اور کرۂ ناری سے کیسے نجات پائی ہوگی۔

حضرت عیسٰی علیہ السلام اس جسم عنصری کے ساتھ آسمانوں کا خرق فرماتے ہوئے کس طرح آسمان دوم تک پہنچے اور یہ خرق والتیام اور ثقالت جسمانی اور کرۂ ناری ان ہیں جانے سے کیوں نہ مانع ہوا۔ حضرت الیاس علیہ السلام بایں جسم آسمانوں پر کیسے پہنچے اور یہ خرق والتیام اور کرۂ نار ثقل جسم جانے سے مانع نہ ہوا۔

حضرت اخنوخ علیہ السلام بھی بایں جسم آسمانوں پر تشریف لے گئے ان پر عقلی گھوڑے غالب نہ آسکے ارواح جسم سے جب قبض کی جاتی ہیں تو آسمانوں سے گذر کر عالم برزخ کو پہنچتی ہیں اور یہ استحالۂ خرق والتیام اور کرۂ نار کا اثر انکا اس کے جانے میں مانع نہیں ہوتا۔

ہماری نظریں آنکھ اُٹھاتے ہی فلک الافلاک سے ٹکراتی ہیں کوئی شے اُن کو مانع نہیں ہوتی۔ ہندی والے نے تو مسئلہ معراج کو یک دوہڑے میں حل کر کے سمجھ لیا اور سچا

لہ اتر جاؤ اس سے۔ ۱۲

دیا۔ مگر جن کی نگاہوں پر چشمہائے تفلسف لگے ہوتے ہیں۔ وہ ابھی اپنے خیالی گھوڑے دوڑا کر محال وممکن کے چکر میں پھنسے پڑے ہیں۔ ہندی والا کہتا ہے۔ ؎

رب کے بارہ دوار ہے تبی گئے کونہ بار   جیسے پچھوا پچھے سے نکس جات ہے پار

دروازہ چوکھٹ   کون سے دروازے   نگاہ   چشمہ

اللہ اللہ صدیق جیسے پاک نفوس تو سنتے ہی تصدیق کر دیں اور مشکوک چناں چنیں میں پھنس کر منکر رہیں۔ مرزا غلام احمد حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تو آسمان پر بجسد عنصری تسلیم کرے۔ لیکن حضور جیسے علیہ السلام کا آسمان پر رفع اُسے بھی کھٹکتا ہے اور انکار پر دلائل لاطائل کے انبار چن ڈالے اور پھر بھی مُنہ کی کھائے۔ غضب خدا کا مطلوب خدا باعانت جبرئیل علیہ السلام آسمانوں پر تشریف لے جائیں۔ تو بندگان عقل کے عقلی دوربین خرق والتیام اور کرۂ ناری اور ثقالت جسمی کو حائل دیکھ کر اس سیر کو محال قرار دے دے۔ باآنکہ احادیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ آسمانوں میں ملائکہ کے آنے جانے کے لیے دروازے ہیں۔ حدیث معراج میں جبرائیل امین کا خازن سے دروازہ کھلوانا بھی ثابت ہے۔ لیکن فلسفی تاریکیوں کے ماتے ابھی تک خرق والتیام کے جال میں پھنسے پڑے ہیں۔

پھر بزرگان دین کے خارق عادات امور ایسے ہیں کہ وہاں عقل حیران رہ جاتی ہے۔

شاہجہان پور میں ایک حجرہ کے اندر ایک مجذوب رہتے تھے ان کا معمول تھا کہ تمام شب جنگل میں سیر فرماتے اور صبح شہر میں تشریف لے آتے ایک روز لوگوں نے مذاق سے اُن کے حجرے کا دروازہ مقفل کر دیا۔ اور اپنے خیال میں یہ سمجھے رہے کہ وہ مجذوب آج حجرے میں بند ہیں۔ صبح دیکھتے ہیں کہ حضرت بڑبڑاتے جنگل کی طرف سے چلے آرہے ہیں یہ واقع شاہجہان پور کے عوام میں مشہور ہے۔ ذرا غور کیا جائے تو حقیقت کا انکشاف ہو جاتا ہے کہ حضور کے غلاموں کے جو ادنے غلام ہیں ان کی لطافت جسمانی اس درجہ پر ہوتی ہے کہ در و دیوار ان کو حائل نہیں ہوتی مثل ہوا کے نکل جاتے ہیں اور وہ ہستی پاک جو ہماری جانوں سے کہیں زیادہ لطیف و الطف ہے ان کی نسبت یہ خیال

کہ خرق والتیام آسمانوں پر جانے سے مانع ہُوا ہوگا۔ کس قدر بد باطنی اور تیرہ بختی ہے۔

حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کی ناصیہ نوری میں نورِ محبوب پاک سید لولاک نے یہ اثرات پیدا کر دئے کہ آپ نار نمرودی میں جو خوب دہکی ہوئی تھی۔ رونق افروز رہے اور بحکم الٰہی اُس آگ کا اثر آپ پر کچھ نہ ہُوا۔ اور کرۂ ناری کی مزاحمت سے آپ محفوظ رہے تو اُس نور مجسم معدن کرم محبوب رب اکرم سے کرۂ ناری کیسے مزاحمت کر سکتا تھا۔

بعض واقعہ معراج کو غلط ثابت کرنے کے لیے بحث حرکت لاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اتنی سرعت محال ہے کہ آسمانوں پر جا کر عجائب و غرائب ارضی و سماوی کی سیر کر کے اتنی جلدی واپس تشریف لے آئیں کہ بستر گرم اور زنجیر حلقہ بدستور متحرک ہے۔ اس کا جواب تو فلاسفہ کے اصول سے ہی واضح ہے۔ وہ یہ کہ حرکت کے بطی اور سریع ہونے کی کوئی انتہا نہیں۔ نظر اٹھاتے ہی جب انسان آسمان کی طرف دیکھتا ہے تو نگاہ آسمان پر پہنچ کر واپس آجاتی ہے۔ ریڈیو کے ذریعہ جو نشر صوت ہو رہا ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ مصر میں بولنے والے کے منہ سے جو آواز نکلی وہ لاہور میں اُسی سیکنڈ کے اندر آجاتی ہے۔ انگلینڈ میں بولنے والا جس سیکنڈ میں بولتا ہے اُسی سیکنڈ کے اندر وہ آواز آپ کے ریڈیو کے سیٹ کے ذریعہ آپ سُن لیتے ہیں۔ امام اہل سنت اعلحضرت بریلوی قدس سرہ العزیز الدولۃ المکیہ میں جامی کی نفحات الانس سے نقل فرماتے ہیں۔ کہ شیخ عماد الدین احمد بن شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مَیں حج میں اپنے والد ماجد کے ساتھ تھا کہ ایک روز طواف کرتے ہُوئے مَیں نے ایک مغربی بزرگ کو دیکھا کہ طواف فرما رہے ہیں اور لوگ اُن سے تبرک کر رہے ہیں کہ لوگوں نے میرے متعلق اُن سے کہا کہ یہ شیخ شہاب الدین سہروردی کے صاحبزادہ ہیں۔ تو انھوں نے میرے ساتھ اظہار محبت فرمایا اور میرا سر چوما اور میرے لیے دُعا خیر فرمائی جس کے برکات مَیں اپنے اندر پا رہا ہوں۔ اور اُمید کرتا ہوں کہ ان برکات سے آخرۃ میں بھی متمتع رہوں۔ مَیں نے بھی لوگوں سے اُن کے متعلق پوچھا کہ یہ کون بزرگ ہیں تو مجھے بتایا گیا کہ یہ شیخ موسی

سدوانی اکابر اصحاب سید ابی مدین مغربی ہیں۔

جب میں طواف سے فارغ ہوا تو میں نے اپنے والد قبلہ سے یہ ذکر کیا اور تمام واقعات دُعا وغیرہ سنائے تو والد قبلہ بہت خوش ہوئے۔ پھر لوگوں نے شیخ موسےٰ سدوانی کے مناقب بیان کرنے شروع کیے۔ اور ان میں سے یہ بھی بتایا کہ یہ ایسے صاحب کمال ہیں کہ رات دن میں ستر ہزار قرآن ختم فرماتے ہیں۔ اس کرامت کو سُن کر والد قبلہ خاموش ہو گئے۔ پھر اس کی تصدیق میرے والد قبلہ کے ایک ہم صحبت نے کی۔ اور قسم کھا کر فرمایا کہ یہ لوگ سچ کہتے ہیں۔ میں نے یہ تعریف ان کے بیان سے پہلے بھی سُنی تھی۔ یہ سُن کر میرے دل میں کچھ خیال آیا اور میں نے ایک روز رات میں شیخ موسیٰ کو طواف میں پالیا۔ اور میں ان کے پیچھے پیچھے ہو گیا تو میں نے دیکھا کہ تقبیل رکن اسود فرما کر اوّل فاتحہ سے شروع کیا اور چلتے رہے اور تلاوت نہایت ترتیل سے فرماتے رہے کہ میں اُن کی تلاوت کا حرف حرف سُن رہا تھا۔ جب آپ حجر سے کعبۃ اللہ کے قریب پہنچے جو چار قدم کے فاصلے پر ہے تو قرآن کریم ختم تھا اور میں برابر سُن رہا تھا۔ یہ حیرت ناک کیفیت میں نے اپنے والد شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ سے عرض کی تو آپ نے اس کی تصدیق فرمائی اور تمام حاضرین جلسہ اکابر نے بھی تصدیق کی اور اس واقعہ کو علامہ علی قاری نے بھی مختصر مرقات میں نقل فرمایا۔ اور سورۂ اسریٰ کی تفسیر میں صاحب روح البیان نے بھی اسے نقل کیا اور سبع سنابل شریف میں بھی یہ واقعہ منقول ہے۔

اور نفحات الانس میں مولانا نور الدین عبد الرحمٰن جامی قدس سرہ السامی نے بعض مشائخ کے حالات میں فرمایا کہ وہ تمام قرآن کریم استلام حجر سے محاذ باب کعبہ پہنچنے تک ختم فرمایا کرتے تھے۔

اور میزان الشریعت الکبریٰ میں امام عارف سید عبد الوہاب شعرانی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ سید علی مرصفی رحمہ اللہ ایک رات دن میں تین لاکھ ساٹھ ہزار ختم فرماتے تھے۔ اس اشکال کو حل فرمانے کے لیے آگے فرماتے ہیں۔

ثم قال قدس سرہٗ ولا یستبعد ھٰذا علی اولیاء اللّٰہ تعالیٰ الذین غلبت روحانیتہم علی جسمانیتہم والروح من امر اللّٰہ وامر اللّٰہ کلمح بالبصر کما اخبر تعالیٰ و عرض کلمات القرآن کلہا مع معانیہا فی لسان الولی کلمح بالبصر ما ھو ببعید واللّٰہ علیٰ کل شیئٍ قدیر۔

اور حضرت جامی علیہ الرحمۃ مذکورہ روایت کے تتمہ میں فرماتے ہیں۔ قال الشیخ عماد الدین احمد قدس سرہٗ۔ فسئالو والدی عن ھٰذا المعنی فقال ھٰذا من بسط الزمان الذی یقع لبعض اولیاء اللّٰہ تعالیٰ۔ حضرت عماد الدین احمد فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد ماجد شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ سے اس راز کو دریافت کیا تو آپ نے فرمایا یہ بسط زمان سے ایک مخصوص شان ہے۔ جو بعض اولیاء اللہ پر ظاہر ہوتی ہے۔

پھر حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ نے اس واقعہ کی تصدیق میں ایک قصہ سنایا اور فرمایا کہ شیخ الشیوخ حضرت ابن سکینہ کے ایک ڈھایا مرید تھے۔ اُن کے ذمہ یہ خدمت تھی کہ جمعہ کے روز مصلّے مشائخ کرام کے لیے لے جاکر بچھا دیں اور بعد نماز جمعہ لپیٹ کر واپس خانقاہ میں لائیں۔ ایک جمعہ کو انھوں نے مصلّے لپیٹے تاکہ جامع مسجد میں لے جائیں اور چاہا کہ اوّل دریا دجلہ پر جاکر غسل کریں۔ چنانچہ ساحل دجلہ پر پہنچ کر کپڑے اُتارے۔ تہبند باندھ کر دجلہ میں اُترے اور غوطہ لگایا اب جو سر نکالا تو دیکھا کہ نہ وہ ساحل ہے نہ وہاں کپڑے ہیں لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ کیا مقام ہے لوگوں نے بتایا یہ مصر ہے۔ انھیں سخت تعجب ہوا اور پانی سے نکل کر وہی تہبند باندھے ہوئے شہر میں گئے ایک دوکان ڈھلتے کی تھی اُس پر کھڑے ہو گئے دکاندار

لہ پھر فرمایا یہ بات ان اولیاء اللہ پر بعید نہیں جن کی جسمانیت پر ان کی روحانیت غالب آچکی ہے۔ کیونکہ روح اللہ تعالیٰ کا امر ہے اور اللہ کا امر آنکھ جھپکنے کی طرح ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ نے خبر دی ہے اور یہ بات اللہ تعالیٰ پر کچھ مشکل نہیں کہ قرآن پاک کے تمام کلمات معنیٰ سمیت ایک لحظہ میں ولی اللہ کی زبان پر جاری فرمادے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

نے فراست سے جانا کہ یہ اہل فن ہے۔ انھیں اکرام سے بٹھایا اور گھر لے گیا مختصر یہ کہ اپنی لڑکی سے ان کی شادی کر دی سات برس تک یہ یہاں رہے تین بچے بھی ہو گئے۔ ایک روز پھر یہ دریا پر گئے اور غوطہ لگایا جب سر نکالا تو اپنے کو اسی جگہ پایا جہاں سات سال قبل غوطہ لگا چکے تھے۔ اور دیکھا کہ کپڑے بھی اسی جگہ پڑے ہیں جہاں اُتارے تھے۔ اُنھوں نے کپڑے پہنے اور خانقاہ میں آئے تو مصلّے جیسے لپیٹ گئے تھے ویسے ہی ملے۔ اور بعض لوگ کہنے لگے تم وضو سے بہت جلدی آ گئے۔ غرضکہ یہ مصلّے مسجد کو لے گئے اور نماز جمعہ پڑھی۔ پھر انھیں خانقاہ میں لائے۔ اب گھر کو جو گئے حیرت استعجاب میں جلدی جلدی گھر پہنچے بیوی نے کہا وہ کہاں ہیں جن کے لیے آپ مچھلی تلنے کو کہہ گئے تھے۔ میں نے مچھلی تل رکھی ہے۔ انھوں نے ان مہمانوں کو بلایا اور ان کے ساتھ مچھلی کھائی پھر اپنے شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تمام حال سنایا تو شیخ ابن سکینہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مصر جا اور اپنے بیوی بچے لے آ چنانچہ یہ گئے اور تینوں بچے اور بیوی لے آئے جب شیخ ابن سکینہ نے دیکھا اور تصدیق فرمائی اور فرمایا اس روز تیرے دل میں کیا خیال تھا۔ اُنھوں نے عرض کی حضور میرے دل میں اس آیت کریمہ سے ایک خلجان سا تھا کہ فی یوم کان مقدارہٗ خمسین الف سنۃ کہ ایک دن پچاس ہزار برس کا کیسے ہوگا۔ تو شیخ نے فرمایا ھٰذہٖ رحمۃ من اللہ تعالیٰ بلک اذ دفع اشکالک وصحح ایمانک یہ تجھ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ اُس نے تیرے اشکال کو رفع فرما دیا اور تیرے ایمان کو صحیح کر دیا۔ ان اللہ یبسط زمانًا لمن یشاء من عبادہٖ ومع قصرہ لقوم اٰخرین۔ بے شک اللہ بسط زمانی فرما سکتا ہے جس پر چاہے اپنے بندوں سے اور جس پر چاہے اُسے زمانہ کا قصر کر سکتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ جب عام خادمان اولیا کے ساتھ ایک ساعت سات برس کی شکل میں بدل سکتی ہے تو اللہ کے حبیبؐ کے لیے برسہا برس کے سفر کو طرفۃ العین میں اگر اللہ پورا کر دے تو کیا تعجب ہے۔

دوسرا نفحات الانس میں یہ واقعہ فتوحات سے نقل فرمایا کہ ایک جوہری نے

اپنے گھر سے آٹا گوندھا ہوا لیا اور تنور پر جا کر رکھا۔ چونکہ یہ جنبی تھا یعنی غسل فرض اس پر تھا۔ بہ دریا نیل کے کنارہ گیا اور غوطہ لگایا تو اُس نے خواب کی طرح دیکھا کہ یہ بغداد میں ہے اور وہاں اُس نے شادی کی اور اپنی دلہن کے پاس چھ سال رہا اور بچے بھی ہو گئے کہ اتنے میں آنکھ کھلی تو اس نے غسل پورا کیا۔ اور کپڑے پہن کر تنور پر آیا اور روٹیاں لے کر گھر پہنچا۔ اپنی بیوی سے یہ سب قصہ کہا۔ چند مہینہ گزرے کہ بغداد والی بیوی معہ بچوں کے اس جوہری کا گھر پوچھتی ہوئی آئی جب یہ جوہری ملا تو اُس نے بیوی اور بچوں کو پہچان لیا۔ اس کی بیوی نے بغداد والی سے پوچھا متی زوجک تم سے یہ شادی کب ہوئی تھی۔ تو اُس نے کہا منذ ست سنین چھ سال گزر گئے۔ یہ وہ نظائر ہیں جو طے زماں کو واضح کر رہے ہیں۔ اب وہ بھی سنیں جو محض تخیل کے ساتھ بذریعہ فن سیمیا مشاہدے میں آئے۔

سلطان ہمایوں کے زمانہ میں ایک شخص شمس آباد میں فن سیمیا کا ماہر رہتا تھا۔ لوگوں کو بڑے بڑے عجائب دکھاتا تھا۔ ایک روز شیخ احمد فرملی اور شیخ احمد استاد جو اپنے وقت کے مشہور اکابر علماء سے تھے۔ دونوں نے آپس میں مشورہ کیا اور اس کے پاس تشریف لے گئے اور کہا کہ ہمیں بھی کچھ دکھا۔ اُس نے ایک تنکا اپنے اس گھر میں ایک طرف گول لگایا۔ اور شیخ احمد فرملی سے عرض کی کہ آپ اس تنکے کے نیچے سے گزریں آپ نے جونہی قدم مبارک رکھا سب محو ہو گیا۔ اور یہ ذہن میں آیا کہ میں اپنے گھر سے گجرات جانے کو نکلا ہوں۔ غرض کہ قطع منازل طے مراحل کرتے کرتے ایک مدۃ بعد گجرات پہنچے۔ وہاں ایک باغ دیکھا آپ نے وہاں سے کچھ پھل توڑے کہ اتنے میں باغبان پکارا کہ یہ پھل تم نے کیسے توڑے یہ تو سرکاری فواکہات ہیں۔ حتیٰ کہ آپ کو گرفتار کر لیا اور سلطان کے سامنے پیش کیا۔ سلطان نے دیکھا تو فراست سے جانا کہ یہ کوئی شریف آدمی ہیں مالی کو زجر و توبیخ کی اور شیخ سے پوچھا آپ کون ہیں کہاں سے آئے ہیں۔ آپ نے فرمایا بادشاہ میرا نام فرملی ہے۔ اور میرا وطن قنوج ہے میں تیرے شہر میں ملازمت کے لیے آیا تھا۔ بادشاہ نے کہا آپ شوق سے رہیں۔ ہم نے آپ کو ملازم رکھا۔ دو

گھوڑے دیدیے۔ سامان رہائش مکان وغیرہ مل گیا۔ شیخ یہاں چند سال رہے۔ اور شادی کی اولاد بھی ہوئیں اور بادشاہ کی مصاحبت میں رہے۔ کبھی شکار کبھی پولو کے لیے بادشاہ کے ساتھ جاتے یہاں تک کہ پچاس برس گزر گئے موئے سیاہ کی بجائے سفید بال آگئے کہ ایک روز اچانک وہی تنکا نظر پڑا۔ اُس کی طرف چند قدم بڑھے تو شیخ احمد استاذ کو دیکھا۔ بڑے تپاک سے آگے آئے اور معانقہ کرکے فرمانے لگے۔ آپ کب گجرات سے آئے۔ استاذ فرمانے لگے این گجرات انما نحن فی شمس اباد فی بیت السیمیاوی وانت الساعۃ دخلت الخص ورجعت فلان تذکر۔ کیسا گجرات ہم تو شمس آباد میں ہیں۔ اور یہ گھر اس سیمیاوی کا ہے۔ اور تم ابھی اس تنکے کے نیچے گئے۔ اور ابھی واپس ہوئے ہو۔ تو معاً شیخ احمد کو یاد آیا۔

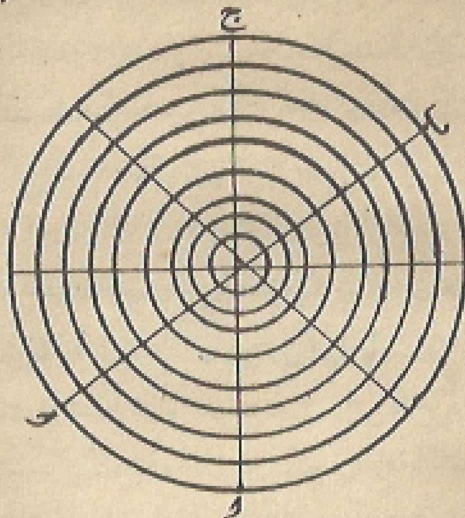
دیکھا یہ ہے خیال کا اثر کہ کہاں پچاس سال اور کہاں ایک ساعت۔

پھر واقعہ معراج سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں قرآن کریم فرماتا ہے۔ سبحان الذی اسری بعبدہ لیلاً تو جس سیر کو سبحان اپنی طرف منتسب کرے اور فرمائے کہ ہم نے سیر کرائی اس میں کسی قسم کے اشکال کو موقع دینا بے دینی نہیں تو بد مذاقی اور جہالت سے کسی طرح کم نہیں ہو سکتا۔

اور اس قسم کے بہت سے واقعات مذکور ہیں جو اعلیحضرت قدس سرہ العزیز نے الدولۃ المکیہ میں مفصل نقل فرمائے۔ ان مشاہدات پر بھی اگر اطمینان نہیں تو اس کے ثبوت میں دلیل حسی بھی موجود ہے۔ جو بغور سمجھنے سے مسئلہ کو صاف کر دیتی ہے نظام شمسی میں زمین کو آفتاب سے وہ نسبت ہے۔ جو مٹر کو مٹکے سے ہوتی ہے۔ اور آفتاب آسمان چہارم سے ایک قرص کی صورت میں ہمیں نظر آتا ہے۔ اب غور طلب امر یہ ہے کہ آسمان چہارم بہ نسبت آفتاب کے کس قدر بڑا ہوگا۔ اور زمین اس کی مساحت سے کتنی چھوٹی ہے۔ پھر پانچواں آسمان بہ نسبت چوتھے کے اور چھٹا بہ نسبت پانچویں کے اور ساتواں بہ نسبت چھٹے کے اور آٹھواں بہ نسبت ساتویں کے اور نواں بہ نسبت آٹھویں کے کس قدر بڑا ہوگا۔ اور یہ فلک الافلاک جس کے بطن میں یہ سارا عالم ہے۔

اس کی فراخی اور وسعت کے مقابل میں سمجھنا چاہیئے کہ ان کو سوا ایک نقطۂ وہمی کے اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

اب ہم ایک دائرہ فلک الافلاک یعنی آسمان نہم کا قائم کر کے اس کے مرکز سے فلک الافلاک کے محیط تک دو خط غیر متوازی ا ب، د ج کھینچتے ہیں۔



پھر مابین خطین ہر دائرہ کی قوسیں جو ایک دوسرے کے محاذی ہیں۔ حسب دوائر خورد و کلاں کے کم و بیش ہوں گی۔ اور باوجود کمی بیشی کے ہر قوس کے مرور کا زمانہ ایک ہوگا۔ مثلاً فلک الافلاک کی قوس جو مابین خطین سب سے بڑی ہے۔ اگر اس کا مرور ایک گھنٹہ کا فرض کیجئے۔ تو اس کے محاذی پر دائرہ کی قوس کا مرور اسی ایک گھنٹہ کا ہوگا۔ حتیٰ کہ زمین کی قوس جو بہ نسبت فلک الافلاک کے غایت قلت میں بمنزلہ ایک نقطہ کے ہے اس کا مرور بھی اسی ایک گھنٹہ میں ہوگا گھڑی رکھ کر دیکھیں کہ محیط قوس اور مرکزی قوس کی رفتار مساوی ہوتی ہے۔

اور آٹھواں اور نواں آسمان جس کو اصطلاح شرع میں عرش و کرسی کہتے ہیں وہ ایسا وسیع دائرہ ہے کہ اس کی قوسوں کی سطح جو مابین خطین مذکور ہیں ہے۔ اس کی وسعت اس قدر ہے۔ کہ برسوں کا کام اس میں انجام پا سکتا ہے۔ بخلاف سطح ارض کے جو

بمقابلہ اس کے بمنزلہ ایک نقطہ کے ہے۔ اس میں اتنی گنجائش نہیں کہ کوئی کام انجام کو پہنچے۔ حالانکہ دونوں کے مرور کا زمانہ وہی ایک گھنٹہ مفروضہ ہے۔

اس اصول مستمرہ پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ جس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سطح قوس ارضی سے جو نہایت تنگ بلکہ بمنزلہ ایک نقطہ کے ہے عرش اور کرسی پر تشریف لے گئے۔ اور بعد حصول تقرب الٰہی و نعمائے غیر متناہی بوجہ وسعت سطح قوس عرش کے تمام عجائب و غرائب سماوی مثل دوزخ جنت وغیرہ وغیرہ کے دیکھتے بھالتے جس وقت تشریف لے گئے تھے۔ بتفاوت اقل قلیل مدۃ اسی وقت واپس تشریف لے آئے در بستر گرم بلا زنجیر حلقہ بدستور ہلتی رہی اس میں کون سا تعجب پیدا ہوا اور کیا محال تھا جو لازم آتا۔

اب ذرا والنجم اذا ھوی ما ضل صاحبکم وما غوی کو بغور پڑھ لیں۔ تا کہ کلام الٰہی جو شان معراج بتا رہا ہے۔ وہ بھی اچھی طرح سمجھ لی جائے۔ اس سورۂ مبارکہ میں سیاق و سباق سے اشارۃً و کنایۃً حضرت روح الامین کا کہیں ذکر نہیں۔ لیکن بعض مفسرین نے آیت کریمہ شدید القوٰی ذو مرۃ میں جبرئیل مراد لیا ہے۔ حالانکہ اگر اس سے رب العزۃ جلت مجدہٗ عز اسمہٗ مراد لیا جائے تو مفہوم آیت میں اور وضاحت ہو جاتی ہے۔

اگر کہا جائے کہ سورہ اذا الشمس کورت میں ذی قوت حضرت جبرئیل کی صفت آئی ہے۔ اس قرینہ سے یہاں بھی حضرت جبرئیل مراد لیے گئے تو ہم کہتے ہیں۔ شدید القوٰی ذو مرۃ صفت عام ہے ہر موصوف کو شدید القوٰی ذو مرۃ کہہ سکتے ہیں۔ اس میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کی تخصیص کیوں۔ پھر جبرئیل مراد لینے سے حضور جبرئیل علیہ السلام کے شاگرد قرار پاتے ہیں۔ حالانکہ اکابر سلف روح الامین کو دربار رسالت کا ادنیٰ خادم مانتے ہیں۔ ؎

عرش است کمین پایہ ز ایوان محمدؐ   جبرئیل امین خادم دربان محمدؐ

بہرحال میں اس تفسیر کی ترجیح کو پسند کرتا ہوں جس میں علمہٗ شدید القوٰی سے

رب العزت مراد لیا ہے۔ علاوہ اس کے کفار کا کہنا سننا اور انکار کرنا اس ذکر پر نہ تھا کہ رسول علیہ السلام نے جبریل کو ان کی اصلی صورت میں دو مرتبہ دیکھا۔ بلکہ ان کا انکار معراج کے متعلق تھا جس کی تردید خود رب جلت مجد تبارک وتعالےٰ عز اسمہٗ نے اس صورت میں فرمائی وھو بالافق الاعلیٰ میں ھُوْ کا مرجع اگر حضرت جبریلؑ کو قرار دیں تو آیۂ کریمہ کے معنی نہیں بنتے اس لیے کہ افق اعلیٰ فلک الافلاک کا دائرۂ عظیم ہے۔ کیونکہ اس کے ماتحت جتنے آفاق ہیں وہ سب ادنےٰ واسفل ہیں۔ اور شرع شریف میں فلک الافلاک کو عرش کہتے ہیں۔ اس صورت میں آیۂ شریفہ کے یہ معنی ہوں گے کہ تعلیم کنندہ یعنی جبریل امین عرش کے کنارہ پر تھے اور یہ ظاہر ہے کہ جبریل کو عرش تک رسائی نہیں ان کا منتہیٰ سدرۃ المنتہیٰ ہے اس سے معلوم ہوا کہ شدید القویٰ ذومرہ سے جبریل مراد نہیں۔ بلکہ اس سے مراد حضرت رب العزت جلّ مجدہ ہے جو بڑا قوت والا اور زور آور ہے۔ اور ھُوْ کی ضمیر بھی اس ذات واجب کی طرف پھرتی ہے۔

اور اصلیتِ واقعہ پر نظر ڈالیے تو بھی صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ شدید القوہ ذومرہ ذات واجب تعالےٰ ہے۔ اس لیے کہ جب حضورؐ معراج سے واپس تشریف لائے اور لوگوں سے معراج اور وہاں کے حالات بیان کیے تو مسلمانوں نے تصدیق کی۔ کفار نے کہا کہ یہ بہکی بہکی باتیں اپنی طرف سے معاذ اللہ کہہ رہے ہیں۔ اُس کے جواب میں ارشاد ہوا والنجم اذا ھویٰ قسم ہے اس پیارے چمکتے تارے محبوب کی جب کہ وہ اُترے ما ضل صاحبکم وما غویٰ تمھارے صاحب نہ بہکے نہ بے راہ ہیں وما ینطق عن الھویٰ اور وہ کوئی بات اپنی طرف سے بنا کر نہیں فرماتے۔ ان ھو الا وحی یوحیٰ وہ جو فرماتے ہیں وہ ہماری وحی ہوتی ہے۔ علمہٗ شدید القویٰ ذومرہ۔ انھیں پڑھایا ان کے رب نے جو سخت قوتوں والا زور آور ہے۔ فاستویٰ پھر وہ جلوہ محبوب حادث وقدم کے خط استوا پر قائم ہوا۔ یا یوں کہیے کہ وہ جلوہ ذات متوجہ ہوا جلوۂ محبوب کی طرف وھو بالافق الاعلےٰ

اور وہ جلوہ ذات واجب اس وقت عرش کے اُفق یعنی کنارہ پر تھا۔ ثم دنٰی عالم قدس سے ندا آئے فاتی ہوئی ادن یا محمد اے محبوب قریب آ۔ چنانچہ آپ قریب ہوئے۔ وکان قاب قوسین او ادنیٰ ایسے قریب ہوئے کہ محب و محبوب میں دو کمانوں کا فرق رہا بلکہ اس سے بھی کم۔ فاوحیٰ الیٰ عبدہ ما اوحیٰ پھر اس خلوت سرائے خاص میں وہ اسرار حقائق اور معارف دل میں ڈالے گئے۔ کہ سوا محبوب و محب کے کوئی نہیں جانتا۔

میانِ عاشق و معشوق رمزیست　　　کراماً کاتبین راہم خبر نیست

ما کذب الفؤاد ما رآی۔ نہیں جھوٹ جانا دل نے جو آنکھوں نے دیکھا۔ یعنی جو بچشم سر دیدار الٰہی ہوا اُس نے اس کی تصدیق کی۔ اَفتُمٰرُونَهٗ علیٰ ما یریٰ کیا تم اس سے جھگڑا کرتے ہو جو اس نے آنکھوں سے دیکھ کر بیان فرمایا یعنی اے منکرو ہمارے محبوب و مطلوب نے شب معراج میں جو عجائب و غرائب کا مشاہدہ کیا اور لوگوں سے بیان فرمایا کیا اس میں تم اس سے جھگڑتے ہو اور تعجب کرتے ہو۔ ولقد راہ نزلۃً اخریٰ حالانکہ وہ معراج روحانی جو عالم رویا میں تینتیس بار ہو چکی ہے۔ اس میں پہلے بھی اس نے دیکھا یہ کوئی نئی بات نہیں۔ عند سدرۃ المنتہیٰ معراج روحانی میں سدرۃ المنتہیٰ کے قریب وہ جلوہ دیکھ چکے ہیں۔ عندھا جنت الماویٰ وہ سدرۃ المنتہیٰ وہ ہے جس کے نزدیک جنت الماویٰ ہے۔ اذ یغشی السدرۃ ما یغشیٰ اور وہ دیکھنا اس وقت تھا جس وقت ڈھانپ رکھا تھا۔ سدرہ کو جو کچھ ڈھانپ رہا تھا۔

معراج روحانی میں سدرۃ المنتہیٰ کے قریب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو رویت الٰہی ہوئی شاید اسی کی نسبت آپ نے یہ فرمایا کہ میں نے اپنے رب کو امرد کی صورت میں دیکھا۔ دوسری روایت میں ہے کہ میں نے خدا کو اچھی صورت میں دیکھا۔ تفسیر حقانی جلد ۵ صفحہ ۳۰۸ میں ہے۔ مسلم و ترمذی وغیرہ نے روایت کی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دو بار دیکھا۔ احمد وغیرہ محدثین نے بسند صحیح اس کو

ثابت کیا ما زاغ البصر وما طغیٰ نہیں کجی کی نظر نے اور نہ حد سے گذری یعنی شب معراج جسمانی میں حضورؐ کی نظر نے کما حقہٗ مشاہدہ ذات کیا اور حد سے تجاوز نہیں کیا لقد رأیٰ من آیات ربہ الکبریٰ بے شک دیکھا اُس نے نشانیوں رب جلیل کو بہت بڑی نشانی یعنی دیدار الٰہی۔

اگرچہ بحث کے لیے تو بہت سی گنجائشیں ہیں۔ لیکن ضرورت کے مطابق جو کچھ عرض کیا گیا کافی ہے۔ وللہ الحمد۔

(۱۰۹) وَقَدَّمَتْكَ جَمِيعُ الْأَنْبِيَآءِ بِهَا
وَالرُّسُلِ تَقْدِيمَ مَخْدُومٍ عَلَىٰ خَدَمِ

حلّ لغات وقدمتك، قدمت ماضی غائب از تقدیم آگے کرنا۔ اور آگے کیا آپ کو۔ جمیع الانبیاء، تمام انبیا نے۔ بہا، اس جماعت کے لیے۔ والرسل، اور رسولوں کا یہ۔ تقدیم، مفعول مطلق تمثیلاً بیان کیا۔ بڑھانا ایسا تھا جیسے۔ مخدوم، مخدوم کا۔ علی خدم، جمع خادم، خادموں پر بڑھانا ہے۔

ترجمہ اس مقام پہ پہنچ کر تمام انبیاء و مرسلین نے حضورؐ کو نماز میں امام بنایا۔ جیسے مخدوم خادموں کے آگے ہوتا ہے۔

شرح اس شعر میں اُس واقعہ کی طرف اشارہ ہے جو لیلۃ المعراج میں حضورؐ کو امام الانبیا بنایا گیا اور مسجد اقصیٰ میں حضورؐ نے نبیوں کی امامت فرمائی۔ ؎

نماز اقصےٰ میں تھا یہی سر عیاں ہوں معنی اوّل آخر
کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر جو سلطنت آگے کر گئے تھے

روایت ہے کہ جب حضورؐ بیت المقدس تشریف لائے اور براق سے اُترے تو براق تو اس جگہ باندھا گیا جہاں انبیاء کے براق بندھے ہوئے تھے۔ جب حضورؐ مسجد اقصیٰ

میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ مسجد انبیاء کرام سے بھری ہوئی ہے۔ اقامت نماز ہوئی۔
حضور فرماتے ہیں کہ ہم صفوف انبیاء میں اس امر کے انتظار میں کھڑے ہو گئے کہ
دیکھیں کون امامت کرتا ہے کہ جبریل امین نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے آگے کیا اور میں
نے امامت کی۔ پھر ہم مسجد سے نکلے تو جبریل نے دو ظرف پیش کیے۔ ایک شراب
سے مملو (بھرا ہوا) تھا۔ دوسرا دودھ سے میں نے دودھ لے لیا تو جبریل نے کہا
اخترت الفطرۃ حضور نے فطرت اسلامی کو قبول کیا۔ الحدیث مختصر یہ کہ یہ امامت
قبل عروج ہوئی اور قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ممکن ہے یہ امامت قبل
عروج و بعد نزول دونوں بار ہوئی ہو۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ نماز فرض ادا کی
گئی یا نفل تو ایک روایت کی بنا پر تو یہ ظاہر ہے کہ قبل عروج جو امامت ہوئی وہ
صلوۃ نفل کی تھی اور دوسری روایت میں ہے کہ حضور نے بعد نزول جو امامت فرمائی
وہ نماز فجر تھی اور بعد فرضیت ادا ہوئی۔ کذا فی المواہب۔

مولای صل و سلم دائما ابدا   علی حبیبک خیر الخلق کلهم

(۱۱۰) وَاَنْتَ تَخْتَرِقُ السَّبْعَ الطِّبَاقَ بِهِمْ
فِیْ مَوْکِبٍ کُنْتَ فِیْهِ صَاحِبَ الْعَلَمِ

حل لغات وانت، اور آپ نے۔ تخترق، اختراق پھاڑنا، چاک کیے۔ السبع الطباق، طباق جمع طبق تہ درجہ، سات طبقہ آسمان کے۔ بھم، بہ ہمراہی لشکر ملائکہ۔ فی موکب، دستہ سواراں، اور کوتل سواروں کے اندر۔ کنت، آپ تھے۔ فیہ، ان میں۔ صاحب العلم، سردار لشکر۔

ترجمہ اے سیاح الامکان آپ نے چاک کیے ہفت طبقات سماوی معہ لشکر ملائکہ اور ان سواروں کے جو جلوس میں ہمراہ تھا اور آپ

اُس میں سردار لشکر تھے۔

شرح فلاسفہ کہتے ہیں کہ ان الافلاک اجرام صلبۃ غیر قابلۃ للخرق والالتیام۔ لانہا لوکانت قابلۃ لہما لکانت اجزاءھا قابلۃ للتفرق فیلزم ان تکون الجہات محدودۃ قبلہا اذ التفرق لا یکون الا بالحرکۃ المستقیم۔ یعنی افلاک ایسے اجرام صلبہ سے ہیں جو نا قابل خرق والتیام ہیں۔ اس لیے کہ اگر وہ قابلِ خرق والتیام ہوتے تو اُن کے اجزا علیحدہ ہونے کے بھی قابل ہوتے اور ان کی جہالت کا محدود ہونا بھی ضروری تھا۔ اس واسطے کہ تفرق بغیر حرکت مستقیمہ ناممکن ہے۔ اس کا جواب یہ دیا ہے کہ ان الاجسام محدودۃ الحقائق تقبل الخرق والالتیام فعلی تقدیر تسلیمہ انما یتم فی المحدود دون ماعداہ تو ناظم فاہم رحمہ اللہ نے ردّ فلاسفہ کرنے کے لیے فرمایا ؎

وَ اَنْتَ تَخْتَرِقُ السَّبْعَ الطِّبَاقَ بِہِمْ

اور اس بیت میں اس حدیث کی طرف بھی اشارہ فرمایا جو حضور نے فرمایا جبریل آئے اور ہمیں لے گئے جب ہم سماء دنیا کی طرف پہنچے تو جبریل نے خازن سماء کو کہا افتح الباب دروازہ کھول تو خازن نے کہا من ھذا تم کون ہو تو جبریل نے کہا مَیں جبریل ہوں اور میرے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں مَیں ان کے لینے کو بحکم الٰہی گیا تھا جب دروازہ کھلا تو ہم چڑھے ہم نے وہاں ایک صاحب بیٹھے دیکھے جن کے داہنی جانب سپید چہرے والے تھے اور بائیں طرف کالے منہ والے جب وہ داہنی طرف دیکھتے خوش ہوتے اور جب بائیں جانب نظر ڈالتے روتے۔ ہم نے انھیں سلام کیا تو انھوں نے فرمایا مرحبا بالنبی الصالح والابن الصالح۔

مَیں نے جبریل سے پوچھا یہ کون ہیں تو انھوں نے کہا ھذا ادم ابوک وھذہ الوجوہ بیض التی عن یمینہ ھم ارواح اصحاب الیمین اھل الجنۃ والتی سود التی فی شمالھم ارواح اصحاب الشمال اھل النار من اولادہ یہ آدم ابوالبشر ہیں اور گورے چہرے والے اصحاب یمین جنتی ہیں اور کالے منہ والے اصحاب شمال جہنمی۔ ان کی اولاد ہیں۔

پھر ہم آسمان دوئم پر گئے اور خازن سے حسب سابق سوال وجواب کے بعد جبرئیل نے دروازہ کھلوایا اور ہم اس میں گئے تو وہاں حضرت یحییٰ و عیسٰے علیہ السلام سے ملے پھر ہم آسمان سوم پر گئے اور اسی طرح دروازہ کھلوا کے پہنچے تو وہاں یوسف علیہ السلام ملے۔

پھر آسمان چہارم پر گئے اور ویسے ہی خازن سے باتیں ہوئیں۔ اور دروازہ کھلا اور وہاں ادریس علیہ السلام سے ملے پھر آسمان پنجم پر ہارون علیہ السلام سے ملے۔ آسمان ششم پر موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔

آسمان ہفتم پر ابراہیم علیہ السلام سے ملے۔

حتیٰ کہ وہاں سے آگے بڑھے تو عرش کے قرب میں پہنچے وہاں قلموں کی حرکت کی آوازیں مسموع ہوئیں۔ پھر میری اُمّت پر پچاس نمازیں فرض ہوئیں۔ پھر بمشورہ موسیٰ علیہ السلام ان میں تخفیف کرائی گئی حتیٰ کہ پانچ نمازیں رہیں اور ثواب بھی پچاس کا عطا ہوا۔ یہ حدیث مفصل ہم بیت نمبر ۱۰۹ میں نقل کر چکے ہیں من یشاء فلینظر۔ سبع الطباق بھم میں بعض روایات کی بنا پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ بھم سے مراد وہی انبیاء کرام ہیں کیونکہ بعد فراغ صلوٰۃ جب حضورؐ تشریف لے جانے لگے تو جملہ انبیاء حضورؐ کی جلو میں تھے۔

اور صاحب العلم میں اس امر کی طرف کنایہ ہے۔ کہ حضور رئیس الانبیاء اور صاحب اللواء ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

مولای صل وسلم دائماً ابداً
علی حبیبک خیر الخلق کلھم

(۱۱۱)

حَتّٰٓی اِذَا لَمْ تَدَعْ شَأْوًا لِّمُسْتَبِقٍ
مِنَ الدُّنُوِّ وَلَا مَرْقًی لِّمُسْتَنِمٍ

حلّ لغات حَتّٰی، برائے غایت، یہاں تک کہ۔ اِذَا، جب۔ لم تدع، لمو تترك، نہ چھوڑی آپ نے۔ شأوًا، حد اور

دوڑنے کی ہمت۔ حد اور بڑھنے کی ہمت۔ **لمستبق**، استباق، سبقت لے جانے والا۔ کسی کو بڑھنے میں سبقت لے جانے والے کو۔ **من الدنو**، دنو، قرب، قرب خاص سے۔ **ولا مرقا**، مرق از رقی چڑھنا بلند کرنا۔ اور نہ رہا چڑھنے بڑھنے کا ذریعہ۔ **لمستنم**، از استنام، کسی پشتہ پر چڑھنا۔ کسی سیڑھی اور پشتہ سے۔

ترجمہ حضورؐ یہاں تک چڑھے کہ کسی چڑھنے بڑھنے والے کو موقع بلند ہونے اور چڑھنے کا باقی ہی نہ رہا۔

شرح اس بیت میں یہ بتایا ہے کہ سب سے زیادہ آسمانوں میں جانے آنے والے جبریل امین مکین و مطاع تھے مگر جب حضورؐ کے ساتھ یہ چلے حتیٰ کہ جب سدرہ آیا جو ایک درخت ہے کہ اس کے پتے ہاتھی کے کان کے مشابہ ہیں اور اس میں سے نہریں چل رہی ہیں۔ جبریل و فرات اور انہار جنت بتائی گئیں تو جبریل رہ گئے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ جبریل آگے چلو تو عرض کی لودنوت انملۃ لاحترقت حضورؐ اگر ایک انگل بھر آگے بڑھوں تو تجلی جمال سے جل جاؤں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وما منا الا لہ مقام معلوم ہم میں سے کوئی فرشتہ نہیں مگر اس کا ایک مقرر مقام ہے۔

تو میں یہاں سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔ اس لیے کہ علم عالمین کا منتہیٰ یہاں سے متجاوز نہیں اور اس سے تجاوز کرنا یہ خاصہ حضورؐ کی ذات کا ہے۔ سوا حضورؐ کے کسی ملک و نبی کی رسائی اس سے آگے نہیں اور انوار التنزیل میں ہے۔ کہ علم خلائق کا منتہیٰ اور ان کے اعمال کی حد سماد سابع پر ختم ہے۔ یہ مرتبہ حضورؐ کا ہے کہ علوم خلائق سے بالا منزل اعلیٰ تک حضورؐ کی رسائی ہے۔ وللہ الحمد۔

(۱۱۲)

خَفَضْتَ كُلَّ مَقَامٍ بِالْإِضَافَةِ إِذْ
نُودِيتَ بِالرَّفْعِ مِثْلَ الْمُفْرَدِ الْعَلَمِ

خفضت ، وضعت اوجعلت فی الاسفل، نیچے کر دیتے ہیں

حل لغات آپ نے - **کل مقام**، مقام بفتح المیم اسم مکاں یعنی محل القیام اسے مقامات الانبیا تمام مقامات انبیا کے - **بالاضافۃ** - اعنی بنسبتک الی مقامک - اپنے مقام کی نسبت سے - **اذ** جب کہ - **نودیت**، طلب الاقبال، پکارے گئے آپ - **بالرفع**، بلندی، بلندی کے ساتھ - **مثل**، مثل - **المفرد** المنفرد، یکتا - **العلم**، بمعنی عالی، بلند مرتبہ کے -

ترجمہ آپ نے اپنے مقام کی نسبت سے تمام انبیا کے مقام نیچے کر دیئے اور آپ علم مفرد کی طرح علو مرتبت کے ساتھ پکارے گئے -

شرح جب کہ شب معراج میں حضورؐ کی ترقیاں مقام نہایت کو پہنچ گئیں تو گویا حضورؐ نے اپنے مقام کی نسبت سے ہر صاحب مقام کو یا ہر مقام نبی کو بعنایت الٰہی پست فرمادیا جب کہ حضورؐ کو ادن یا محمد ادن یا احمد ادن یا خیر البریہ کی ندائیں آئیں تو حضورؐ مثل یکتا اور ممتاز ہستی کے منادے بنائے گئے -

اس بیت میں ناظم فاہم رحمہ اللہ نے اصطلاحات نحویہ خفض، اضافت، ندا، رفع، مفرد، علم کو غایت حسن وخوبی سے جمع فرمایا ہے -

اگرچہ یہاں مقصود نحوی نہیں ہے - جیسے نحو میں خفض فی الاعراب ہوتا ہے - یہاں خفض کے معنی حط رتبہ کے ہیں - اور مقام بفتح میم اور بضم میم دو طرح مستعمل ہے - بیت مبارک میں بفتح میم ہے جو بمعنی مکان یا محل قیام آتا ہے چنانچہ ابوسعود نحوی سے سوال کیا گیا - یا وحید الدہر یا شیخ الانام افتنا فرق المقام والمقام تو آپ نے فرمایا ان کان المقام لہ یقال مقام بفتح المیم اگر وہ مقام مخصوص صاحب مقام کو ہے تو بفتح میم کہیں اور اگر مقام غیر پر قبضہ ہو تو بضم میم پڑھیں گے -

اسی طرح اضافت میں بھی معنی لغوی یعنی نسبت مراد ہیں نہ اصطلاح نحوی

اور حرف اِذْ چار طرح سے مستعمل ہوتا ہے۔ اوّل یہ کہ وہ اسم زماں ماضی کا ہو تو یہ کبھی ظرف ہوگا۔ جیسے فقد نصرہ اللہ اذ اخرجہ الذین کفروا کبھی بدل مفعول کا ہوگا۔ جیسے واذکر فی الکتاب مریم اذ انتبذت اور کبھی مفعول بہ ہوگا۔ جیسے واذکروا اذ انتم قلیل اور کبھی مضاف الیہ اسم زماں کا ہوگا۔ جیسے یومئذٍ دوسری صورت یہ ہے کہ اسم زماں مستقبل ہو جیسے یومئذٍ تحدث اخبارھا تیسری شکل یہ ہے کہ مفاجات کے لیے ہو جیسے خرجت اذ زید قائم لیکن یہ بہت کم مستعمل ہے۔ اور چوتھے یہ کہ برائے تعلیل ہو جیسے لن ینفعکم الیوم اذ ظلمتم اور اس جگہ بیت مبارک میں اِذْ اوّل ہی صورت کے ماتحت استعمال کیا ہے۔

اور نُوْدِیتَ بمعنی طلب الاقبال ہے۔ اور اس میں ندا دینے والا اللہ تعالیٰ ہے جیسا کہ مروی ہے کہ اس رات میں جناب باری کی طرف سے حضورؐ کو ندا ہوتی اُدْنُ یا محمد ادن یا احمد ادن یا خیر البریہ۔

اور بالرفع میں بھی معنی لغوی مراد ہیں۔ یعنی ارتفاع درجہ۔ نہ کہ معنی نحوی اور اسی طرح مفرد کے معنی منفرد الواحد فی القوم کے ہیں اور علَم سے مراد عالی ہے یعنی ممتاز عن سائر جنس وللہ الحمد۔

(۱۱۳)

كَيْمَا تَفُوْزَ بِوَصْلٍ اَيِّ مُسْتَتِرٍ
عَنِ الْعُيُوْنِ وَسِرٍّ اَيِّ مُكْتَتِمٍ

حلّ لغات کَیْ، حرف تعلیل بمعنی تاکہ "تاکہ"۔ مَا، زائد ہے۔ تَفُوْزَ، مضارع مخاطب از فوز کامیاب۔ کامیاب ہوں آپ۔ بِوَصْلٍ، وصل الٰہی سے۔ اَیِّ، حرف استفہام و شرط اور یہاں تعجب کے طور پر لغت میں مستعمل ہے، کس قدر۔ مُسْتَتِرٍ، مخفی طور سے۔ عَنِ الْعُیُوْنِ، جمع عین بمعنی باصرہ عن عیون الناس والملائکہ والانبیا تمام آنکھوں سے۔ وَسِرٍّ، اور مخفی راز۔ اَیِّ، کس قدر۔ مُکْتَتِمٍ، پوشیدہ و مخفی، مخفی و پوشیدہ

ترجمہ یعنی یہ ندا اس لیے تھی کہ آپ کو وہ وصل حاصل ہو جو عین الخلائق سے پوشیدہ رہے اور آپ اُس رازِ مخفی سے واقف ہوں کہ حضورؐ کے سوا کوئی اُسے نہ جان سکے۔

وہ قرب جو محبوب کو ہر وقت ہے کمال ۔۔۔ ہو شرح اس اجمال کی بے کلک و دہن آج

ہو نسخہ امکان سے عیاں معنیٔ توحید ۔۔۔ ہو جائے متن شرح بنے شرح متن آج

نہ ہر سینہ را راز دانی دہند ۔۔۔ نہ ہر دیدہ را دیدہ بانی دہند

نہ ہر گوہرے درۃ التاج شد ۔۔۔ نہ ہر مرسلے اہلِ معراج شد

براتے سر انجام کارِ ثواب ۔۔۔ یکے از ہزاراں شود انتخاب

اس بیت مبارک میں وصل سے مراد درحقیقت رویت الٰہی ہے۔ اس امر میں اختلاف ہے کہ لیلۃ الاسرا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رویت الٰہی بچشم قلب فرمائی یا بچشم سر۔

بعض تو اس طرف گئے کہ اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بصر فواد روشن کی اور چشم قلبی سے دیدار الٰہی کا مشاہدہ فرمایا اور اس پر استدلال میں ماکذب الفؤاد ما رای کو دلیل لاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضورؐ نے چشم دل سے دیدار الٰہی کیا اس پر اللہ فرماتا ہے کہ ہمارے حبیب کے دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا۔

اور بعض اس طرف گئے کہ حضورؐ نے جمال الٰہی بچشم سر دیکھا جیسا کہ فرمایا ان اللہ اعطی موسیٰ الکلام واعطانی الرویۃ اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کو کلام کا فخر بخشا اور مجھے رویت الٰہی کا۔ اور فرمایا رأیت ربی فی احسن صورۃ میں نے اپنے رب کو بہترین صفت میں دیکھا اور علامہ کورشی فرماتے ہیں کہ اس میں حجت کرنا ہی زاید ہے اس لیے کہ اگر حضورؐ کو رویت بالقلب ہوئی تو اس لیے کہ آنکھوں سے دیکھنے کے مقابلہ میں دل سے دیکھنے میں یقین و معرفت کی ترقی ہے۔

علامہ حقی اندلسی رحمہ اللہ روح البیان میں فرماتے ہیں یقول الفقیر ایراد الرویۃ فی مقابلۃ الکلام یدل علی رویۃ العین لان موسیٰ سالھا فمنع منھا فاقتضٰی

ان یفضل نبینا علیہ السلام بما منع منہ وھو الرویۃ البصریۃ ولا شک ان الرویۃ القلبیۃ یشترک فیھا جمیع الانبیا حتیٰ الاولیا - یہ فقیر کہتا ہے کہ کلام موسیٰ کے مقابلہ میں رویت وارد ہے جو اس امر پر دال ہے کہ یہ رویت بالعین ہے - اس لیے کہ موسیٰ علیہ السلام نے ارنی انظر الیک جب فرمایا تو لن ترانی جواب ملا تھا۔

اب حضورؐ کی فضیلت اور امتیاز کو بلند کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی رویت سے حضورؐ کو نوازا اور یہ رویت رویت بچشم سر ہی ہونی چاہیئے اور اگر رویت بالقلب مانی جائے تو پھر حضورؐ کے ساتھ خصوصیت ہی کیا رہے گی - اس لیے کہ رویت بالقلب تو تمام انبیاء کو حاصل ہے حتیٰ کہ خاصان بارگاہ اولیاء کرام بھی اس سے متمتع ہیں اور بعض فضلاء نے خوب فرمایا کہتے ہیں کہ آیت میں رویت فؤادی کا ذکر فرمایا اور رویت عینی کو اس لیے مخفی رکھا کہ وہ سر ہے جو اللہ اور اس کے حبیب کے مابین مکتوم ہے - اور اسی طرف ناظم رحمہ اللہ وسرٍ آیٍ مُکتتم میں اشارہ فرما رہے ہیں - علامہ خرپوتی رحمہ اللہ سب کچھ لکھ کر اخیر میں خوب واضح اور صاف محاکمہ فرماتے ہیں - والحاصل انا نذھب الی صحۃ رویتہ بعینہ وبقلبہ الحدیث رواہ مسلم فی صحیحہ - رأیت ربی بعینی وبقلبی ولکنا عاجزون عن درک کیفیتھا - خلاصہ یہ ہے کہ ہم صحت رویت بالعین و بالقلب کے قائل ہیں اس لیے کہ مسلم شریف کی حدیث میں حضورؐ نے فرمایا ہے میں نے اپنے رب کو دل کی آنکھ اور سر کی آنکھ دونوں سے دیکھا لیکن ہم اس کی ادراکِ کیفیت سے عاجز ہیں۔

کسی عربی شاعر نے خوب کہا ہے ؎

لا یکتم السر الا کل ذی خطر	والسر عند کرام الناس مکتوم
والسر عندی فی بیت لہ غلق	قد ضاع مفتاحہ والباب مختوم

سر پوشیدہ نہیں رہتا مگر ذی خطر ارباب ہمت کے پاس اور راز عزت والی ہستیاں مخفی رکھا کرتی ہیں یہ اس گھر میں رہنے والا خزانہ ہے کہ جو مقفل و مغلق ہے۔

اور اس کی کنجی ضائع ہو چکی ہے اور دروازہ پر مہر لگی ہوئی ہے۔ کسی نے کہا ہے۔

بین المحبین سر لیس یفشیہ | قول و لا قلم للخلق یحکیہ

سر یمازجہ انس مقابلۃ | نور یخبر فی بحر من التیہ

بعض مفسرین نے تصریح کی کہ اس رات حضورؐ کو متعدد شان کی وحی ہوئیں ایک وہ جو حضورؐ نے عوام تک پہنچائی۔ دوسری قسم وحی کی وہ ہے جو خواص تک پہنچائی گئی جو معارف الہیہ تھے۔ تیسری قسم وحی وہ تھی جو اخص خواص تک پہنچی وہ حقائق اور نتائج علوم ذوقیہ تھے۔ اور چوتھی قسم وحی کی وہ تھی جو حضورؐ اور رب جلت ومجد عز اسمہ کے مابین مخفی رہی۔

مولای صل وسلم دائما ابدا | علی حبیبک خیر الخلق کلہم

(۱۱۴)

فَحُزْتَ کُلَّ فَخَارٍ غَیْرَ مُشْتَرَکٍ
وَجُزْتَ کُلَّ مَقَامٍ غَیْرَ مُزْدَحَمٍ

حلِّ لغات فحزت، فا برائے تفصیل تفریع حُزت من حاذ بمعنی جمع والخطاب علیہ السلام اے جمعت، پس جمع کر لیا آپ نے۔ کل، تمام۔ فخار، الفواضل والشمائل والفضائل، فضیلتوں کو۔ غیر مشترک، غیر مشترک حال ہیں۔ وجزت، عبرت وذھبت، اور عبور فرمایا آپ نے۔ کل مقام، تمام مقامات کو۔ غیر مزدحم، بغیر دوسرے کے اجتماع کے۔

ترجمہ حضورؐ آپ نے تمام فضیلتیں جمع فرمائیں بلا اشتراک غیرے اور آپ تمام مقامات سے عبور فرما کر اس جگہ پہنچے جہاں کسی کا اجتماع وازدحام ناممکن ہے۔

شرح بمقامیکہ رسیدی نہ رسد ہیچ نبی۔ بعض فضلا فرماتے ہیں فحزت کل فخار غیر مشترک سے مراد درجات وسیلہ اور مقامات رفیعہ اور کوثر وشفاعت عظمیٰ اور مقام محمود اور لواء ممدود ہے۔ غیر مزدحم سے مراد مقام

محبت اور ختم نبوت ورسالت عامہ وغیرہ ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ پھر ہم آگے بڑھے اور جبریل ہمارے ساتھ تھے۔ یہاں تک کہ جب ہم پردہ ذہبی پر پہنچے اور پردہ کو حرکت دی تو کہا گیا یہ کون ہے۔ جبریل نے کہا میں جبریل ہوں اور میرے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ملک حجاب ذہب نے اللہ اکبر کہا اور پردہ سے ہاتھ نکال کر مجھے اٹھالیا اور طرفۃ العین میں پانچ سو برس کی بُعد مسافت پر مجھے پہونچا دیا اور کہا تقدم یا محمد۔ اے آقا! آگے چلیے تو ہم آگے بڑھے کہ ایک پردہ موتیوں کا آیا۔ اس فرشتہ نے اس پردہ کو ہلایا دریافت کیا گیا کون ہے۔ تو اس نے کہا۔ انا صاحب الحجاب الذہب وھذا محمد یعنی میں حجاب ذہب کا فرشتہ ہوں اور آقا کائنات میرے ساتھ ہیں اس نے اللہ اکبر کہا۔ اور ہاتھ نکال کر مجھے اٹھایا۔ حتیٰ کہ اسی طرح حجاب در حجاب طے کرتے ہوئے ستر پردوں سے عبور کیا کہ ہر پردہ پانچ سو برس کی بُعد مسافت کا تھا۔ پھر رفرف سبز رنگ کا بستر لایا گیا جس کی چمک سورج سے تیز تھی۔ اس پر ہم چلے یہاں تک کہ عرش پر پہنچے وہاں سے ایک قطرہ ہمارے منہ میں ٹپکا جس کی صفت یہ تھی کہ فما ذاق الذائقون شیئاً قط احلیٰ منہا۔ دنیا میں اور آخرت میں چکھنے والے اس سے زیادہ شیریں چیز نہ چکھیں گے اور پھر اللہ نے اولین وآخرین کی تمام اخبار وعلم مجھ پر روشن فرما دیے۔ الحدیث۔

مولای صل وسلم دائما ابدا	علی حبیبک خیر الخلق کلھم
تو ہیں عروج اور نزول انتی ہو نزدیک!	مجھے نہ کوئی ان کے سوا سے سخن آج!

(از قبلہ قدس سرہٗ)

(۱۱۵) وَجَلَّ مِقْدَارُ مَا وُلِّيتَ مِنْ رُتَبٍ ، وَعَزَّ إِدْرَاكُ مَا أُولِيتَ مِنْ نِعَمِ

حلّ لغات وجلّ، صیغہ ماضی از جلالت بمعنی عظمت۔ بڑی عظمت والی ہے۔ مقدار، وہ مقدار۔ ما ولّیت۔ ما موصول۔ ولّیت

ماضی مخاطب مجہول از تولیت والی بنانا جس کے آپ مالک بنائے گئے۔ من
رتب، جمع رتبہ، رتبوں سے۔ وعز، از عز ازت۔ دشوار، اور مشکل ہے۔
ادراک، از درک۔ پانا۔ سمجھنا۔ ما اولیت، ما موصول اولیت ماضی مخاطب
مجہول از ایلا دینا۔ جس کے آپ مالک بنائے گئے۔ من نعم، من
تبعیضیہ۔ نعم جمع نعمت۔ نعمتوں سے۔

ترجمہ بہت بڑی عظمت والی ہے وہ شان جن کے آپ مالک بنائے
گئے مراتب سے اور مشکل ہے سمجھنا اس نعمت کا جو آپ کو دی گئی نعمتوں سے۔

شرح اس بیت مبارک میں اس عظمت شان کی طرف اشارہ ہے جو
حضور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوئی کہ حضورؐ کو
مالک محشر بنایا۔ والئے قیامت کیا اور شفاعت عظمیٰ کے منصب سے نوازا۔ اور
لیلۃ المعراج میں حضورؐ پر وحی کی کہ ان الجنۃ محرمۃ علی الانبیاء حتیٰ تدخلھا
وعلی الامم حتیٰ تدخلھا امتک۔ جنت انبیاء پر حرام ہے جب تک آپؐ کو
جنت میں داخل نہ کر دیا جائے اور تمام اُمتوں پر جنت حرام ہے جب تک آپؐ کی
اُمت جنت میں داخل نہ ہو جائے اور فرمایا۔ لولاک لما خلقت الافلاک اے
محبوب اگر تم نہ ہوتے افلاک وما فیہا ہم پیدا نہ کرتے۔ اور پھر قوت جبر وتیہ کی یہ شان
عطا فرمائی کہ اعداء سرکار ہلاک ہو رہے ہیں۔ اور ہلاک ہوتے رہیں گے۔

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعدا تیرے
پر مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

اور ما اولیت من نعم میں اس طرف اشارہ ہے۔ کہ اللہ نے حضورؐ کو علم اولین و
آخرین سے نوازا۔ حضورؐ کی اُمت کو خیر الامم بنایا اور اُمت کے لیے نصیحتیں حضورؐ
کے ذریعہ جناب باری کی طرف سے نازل ہوئیں جیسا کہ حدیث میں ہے۔ حضورؐ
نے فرمایا۔ شکا الی اللہ تعالیٰ من اُمتی لیلۃ المعراج شکایات اللہ تعالیٰ نے میری
اُمت کی چند شکایات فرمائیں۔ الاولی انہ قال انی لم اطلب منھم الیوم عمل

الغد وهم یطلبون منی رزق الغد۔ پہلی شکایت یہ تھی کہ میں آپ کی اُمت سے پیشگی عمل نہیں طلب کرتا اور وہ مجھ سے کل کا رزق کل سے پہلے چاہتی ہے۔ والثانیۃ انہ قال لا ادفع ارزاقہم الیٰ غیرہم وہم یدفعون عملہم الیٰ غیری دوسری یہ کہ میں اُن کا رزق غیر کی طرف دفع نہیں کرتا بلکہ الّا علی اللہ رزقہا کا وعدہ ہے۔ مگر وہ اپنے عمل میرے غیر کی طرف دفع کرتے ہیں یعنی ریا کاری کرتے ہیں۔ والثالثۃ انہم یأکلون رزقی ویشکرون غیری ویخونون معی ویصالحون خلقی تیسرا شکوہ یہ تھا کہ آپ کے اُمتی میرا رزق کھا کر میرے غیر کے شکر گزار بنتے ہیں میرے ساتھ خیانت کرتے اور میری مخلوق کے ساتھ مصالحت رکھتے ہیں۔ والرابعۃ ان العزۃ لی و انا المعز وہم یطلبون العزۃ من سوائی چوتھی یہ کہ عزت میرے لیے ہے اور میں ہی عزت دینے والا ہوں۔ یہ لوگ عزت میرے سوا غیر سے طلب کرتے پھرتے ہیں کہیں اہلِ دنیا کی خوشامد درآمد کرتے ہیں۔ کہیں ٹی پارٹیاں دے کر خان بہادری اور خان صاحبی یا سری حاصل کرتے ہیں۔ حالانکہ اُمت مخلصہ کی یہ شان ہونی چاہیئے کہ

بجز سرکار سرکار ایجاد — سرو کارے بسر کارے نداریم
نہ کس مبعد ہا نہ کس میدہد — خدا مید ہاند خدا میدہد

والخامسۃ انی خلقت النار لکل کافر وہم یجتہدون ان یوقعوا انفسہم فیہا۔ پانچویں شکایت یہ تھی کہ میں نے آگ کافروں کے لیے پیدا فرمائی لیکن یہ کوشاں ہیں کہ اپنی جانوں کو اس میں ڈالیں۔ پھر فرمایا قل لامتک ان اجبتم احدا لاحسانہ الیہم فانا اولیٰ بہ لکثرۃ نعمتی علیہم وان خفتم احدا من اہل السماء والارض فانا اولیٰ بذالک لکمال قدرتی وان انتم رجوتم احدا فانا اولیٰ بہ وان انتم استحییتم من احد لجفائکم ایاہ فانا اولیٰ بہ لان منکم الجفاء ومنی الوفاء وان انتم اثرتم احد اباموالکم وانفسکم فانا اولیٰ بذالک لانی معبود کم وان صدقتم احدا فی وعدہ فانا اولیٰ بذالک لانی انا الصادق۔

اے محبوب! اپنی اُمت کو فرما دو کہ اگر تم کسی سے احسان کی وجہ میں محبت

رکھتے ہو تو میں کثرت نعمت کی وجہ سے زیادہ حقدار ہوں اور اگر تم زمین و آسمان کی کسی مخلوق سے خائف ہو تو میں کمال قدرت کی وجہ سے اس امر کا زیادہ حقدار ہوں کہ مجھ سے خائف رہو۔ اور اگر کسی سے کچھ امید وابستہ رکھتے ہو تو میں اُس اُمید وابستہ رکھنے میں زیادہ حقدار ہوں اور اگر تم کسی سے شرم اپنی وفاداری کی وجہ سے کرتے ہو تو میں اس وفاداری کا زیادہ مستحق ہوں اس لیے کہ تمھاری طرف سے

جفا ہوتی ہے تب بھی ہماری طرف سے وفا ہی ہوتی ہے۔ اور اگر تم اپنی مال وجان کے لیے کسی سے تعلق رکھتے ہو تو بھی میں زیادہ حقدار ہوں۔ اس لیے کہ میں تمھارا معبود ہوں اور اگر تم صدق وغیرہ میں کسی کے ساتھ زیادہ پابندی کرنا چاہتے ہو تو میں اُس میں احق ہوں اس لیے کہ میں صادق ہوں۔ ؎

اے کریمے کہ از خزانۂ غیب   گبر و ترسا وظیفہ خور داری
دوستاں را کجا کنی محروم   تو کہ با دشمنان نظر داری

اس لیے حضورؐ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا یا محمد لم اکثر مال اُمتك لئلا یطول حسابھم یوم القیامۃ ولم اقل اعمارھم لئلا تقسوا قلوبھم ولم انجاءھم بالموت لئلا یکون خروجھم من الدنیا بدون التوبۃ واخرتھم فی الدنیا عن الاخرین لئلا یطول فی القبور حبسھم کذا فی روح البیان تفسیر القرآن لا۔ سماعیل حقی اندلسی صاحب الکشف والعرفان۔

اے محبوب! تمھاری اُمّت کو زیادہ مال ہم نے یُوں ہی عطا نہ کیا تاکہ قیامت کے دن ان پر حساب لمبا نہ پڑے ان کی عمریں لمبی اس لیے نہیں کیں تاکہ وہ قسی القلب (سخت دل) نہ ہو جائے اور مرگ مفاجات (اچانک موت) سے بھی محفوظ رکھا۔ تاکہ بدوں توبہ ان کا دنیا سے نکلنا نہ ہو اور دُنیا میں اُنھیں سب کے بعد اس لیے بھیجا تاکہ قبروں میں زیادہ ٹھہرنا نہ ہو۔ ایسا ہی روح البیان تفسیر القرآن علامہ اسماعیل حقی اندلسی میں ہے۔

(۱۱۶) بُشْریٰ لَنَا مَعْشَرَ الْاِسْلَامِ اِنَّ لَنَا مِنَ الْعِنَایَۃِ رُکْنًا غَیْرَ مُنْھَدِمٖ

حلِ لغات بُشْریٰ لنا، اے ھٰذہ القصۃ لبشریٰ لنا، بشارت خوشخبری ہے ہمارے۔ معشر الاسلام، معشر گروہ، اے جماعت مسلمین۔ ان لنا، بے شک ہمارے۔ من العنایۃ، شفقت و مہربانی ہے۔ رکنا، کسی چیز کا مضبوط کنارہ مراد از ستون۔ اور ایسا ستون ہے۔ غیر منھدم، جو نہ گرنے والا ہے۔

ترجمہ ہم اہلِ اسلام کو خوشخبری ہے کہ ہمارے پاس خدا کی رحمت کا ایسا پختہ ستون ہے جو گر نہیں سکتا حضورؐ کی ذات گرامی کا۔

شرح فضائل ذات و رفعت شان و تقرب الی اللہ فی المعراج بیان کرنے کے بعد یہ سوال پیدا ہوتا تھا کہ بایں ہمہ فضل و کمال اُمت مرحومہ کے لیے کیا عظمت شان و امتیاز خاص عطا ہوئی۔ تو اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہمارے لیے بھی اے معاشر مسلمین بڑے زبردست مژدے اور بشارتیں ہیں۔ اور ذات اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لیے ایک رکن غیر منہدم ہے۔ جس کے بھروسہ پہ ہمارا قیام ہے اور چند خصائص اس اُمت مرحومہ کے ایسے ہیں۔ کہ تمام امم ماضیہ ہیں وہ امتیاز نہیں مل سکتے۔ منجملہ اُن کے یہ ہیں کہ۔

۱۔ ہمارے لیے غنائم حلال کیے گئے امم ماضیہ کو حلال نہ تھے۔

۲۔ ہمارے لیے رُوئے زمین مسجد و طہور کر دی گئی۔

۳۔ ہمارے لیے مٹی کو وضو کا بدل تیمم کے ذریعہ بنایا گیا۔

۴۔ ہمارے لیے وضو کی تعلیم دی گئی امم ماضیہ ہیں سوا انبیا کے یہ وضو کسی کے لیے نہ تھا۔

۵۔ ہمارے لیے پانچ وقت کی نماز فرض ہوئی۔ امم ماضیہ کو یہ شرف نہیں ملا۔

۶ - ہمیں اذان واقامت عطا ہوئی - امم ماضیہ کے لیے یہ نہ تھی -

۷ - ہمیں بسم اللہ عطا کی گئی - امم ماضیہ کو یہ عطا نہیں کی گئی -

۸ - ہمیں بعد الحمد کے تعلیم آمین خلف الامام بالستر عطا ہوئی -

۹ - ہماری عبادت میں رکوع رکھا گیا -

۱۰ - ہمیں نمازوں میں صفیں بنانا تعلیم دی گئی مثل صفوف ملائکہ -

۱۱ - ہمیں جمعہ میں ایک ساعت اجابت ملی - ۱۲ - ہمیں جمعہ عطا ہوا -

۱۳ - ہمیں رمضان المبارک کی پہلی شب میں اللہ تعالیٰ نظر رحمت سے دیکھتا ہے اور جسے اللہ تعالیٰ بنظر رحمت دیکھ لے وہ معذب نہیں کیا جاتا -

۱۴ - ہمارے لیے تزئین جنت کی بشارت ہے -

۱۵ - ہمارے حق میں ملائکہ استغفار کرتے ہیں ہر رات میں -

۱۶ - ہمارے گناہ رمضان المبارک کی لیل اخیرہ تک مغفور ہیں -

۱۷ - ہمیں رمضان المبارک میں روزے کے لیے سحری عطا ہوئی -

۱۸ - ہمیں رمضان المبارک میں تعجیل فی الفطر کا حکم ہے -

۱۹ - ہمیں رمضان المبارک میں لیلۃ القدر عطا ہوئی جو ایک ہزار مہینوں کی عبادت سے افضل ہے -

۲۰ - ہمیں مصیبت کے وقت اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُون پڑھنے کی تعلیم ہے -

۲۱ - ہم پر سے اللہ تعالیٰ نے سختی اور اغلال کا رفع فرمایا -

۲۲ - ہمارے لیے دین میں حرج اور تنگی نہیں رکھی -

۲۳ - ہم سے اللہ تعالیٰ نے خطاء و نسیان کا مواخذہ اٹھا دیا -

۲۴ - ہمارے اسلام میں وہ وصف خاص رکھے گئے کہ اس میں بغیر اُمّت مرحومہ کوئی شریک نہیں - سوا انبیاء علیہم السلام کے -

۲۵ - ہماری شریعت اکمل شرائع ہے - ۲۶ - اُمّت مرحومہ کا اجماع ضلالت پر نہیں -

۲۷ - اُمّت مرحومہ کا اجماع حجت ہے - ۲۸ - اُمّت مرحومہ کا اختلاف رحمت ہے

۲۹۔ ہمارے اندر اگرچہ عمل کی قلت ہوگی مگر اجر سب سے زیادہ ملے۔
۳۰۔ ہمارے اندر خدانخواستہ اگر طاعون آنکلے تو اس میں مرنے والا شہید ہو۔ اور
وہ خدا کی رحمت ہے اور علاوہ ہمارے سب پر طاعون عذاب کی صورت
میں آیا۔
۳۱۔ اس اُمّت کا یہ خاصہ ہے کہ جو دو شخص کسی میت کی شہادت بخیر دیں۔ اس
کے لیے جنت لازم ہو۔
۳۲۔ اس اُمّت کی خاص خصوصیت یہ ہے کہ ان میں سندیں معتبر ہوں گی۔
۳۳۔ اس اُمّت میں تصنیف و تالیف کتب کا سلسلہ جاری رہے گا۔
۳۴۔ اس اُمّت مرحومہ میں قطب۔ اوتاد۔ نجبا و ابدال اور غوث ہوں گے۔
۳۵۔ اس اُمّت کا گنہگار قبر میں عاصی و سیاہ کار داخل ہو۔ مگر جب نکلے تو استغفار
مومنین سے مغفور نکلے۔
۳۶۔ ہماری یہ خصوصیت بھی ہے۔ کہ بروز محشر سب سے اوّل اُمّت مرحومہ
قبروں سے باہر آئے۔
۳۷۔ ہم میدان حشر میں وضو کی برکت سے روشن پیشانی اور دست و پا نورانی
لے کر اُٹھیں۔ ۳۸۔ ہم میدان حشر میں بطفیل سرکار بلند مقام پر ہوں۔
۳۹۔ ہمارے نامۂ اعمال داہنے ہاتھوں میں ہوں۔
۴۰۔ ہم میں سے جنت میں ستر ہزار بلا حساب و کتاب داخل جنت ہوں الٰہی
مجھے اور اس مؤلف کے مطالعہ کرنے والے کو ان ستر ہزار سیہ کاروں میں
محشور فرما۔ آمین بجاہ نبی المرسلین علیہ افضل الصلوٰۃ و اکمل التسلیم۔
۴۱۔ ہم تمام اُمّتوں سے پہلے جنت میں داخل کیے جائیں۔
۴۲۔ ہمارے حضورؐ کی شریعت باقی رہے گی۔ الی یوم التناد بہ عنایت
رب ہادی۔

کیا خبر کتنے تارے کھلے چھپ گئے — پر نہ ڈوبے نہ ڈوبا ہمارا نبی

مولای صلِ وسلم دائماً ابدا　علیٰ حبیبک خیر الخلق کلھم

ملک کونین میں انبیاء تاجدار　تاجداروں کا آقا ہمارا نبی ؐ

(۱۱۷)

لَمَّا دَعَی اللّٰہُ دَاعِیْنَا لِطَاعَتِہٖ
بِاَکْرَمِ الرُّسُلِ کُنَّا اَکْرَمَ الْاُمَمِ

حل لغات لما، جبکہ۔ دعی اللہ، صیغہ ماضی از دعاء بلانا، بلایا۔ داعینا، داعی صیغہ فاعل۔ پکارنے والا۔ بلانے والے نے ہیں۔ لطاعتہ، اللہ کی اطاعت کی طرف۔ باکرم الرسل، بوجہ اکرم رسل ہونے کے۔ کنا، ہوگئے ہم۔ اکرم الامم، اکرم الامم۔

ترجمہ جبکہ اللہ تعالیٰ نے حضور ؐ کو ہماری اصلاح اور دعوت اسلام کے لیے بھیجا تو وہ تمام انبیاء میں اکرم الانبیاء ہیں تو اُن کے پیروکار اکرم الامم ہوگئے۔

شرح مفہوم واضح ہے کہ ہمارا خیر الامم اشرف الامم اکرم الامم ہونا بھی حضور ؐ کی ذات ستودہ صفات کی تصدیق میں ہے۔ جب حضور ؐ ہمیں طاعت الٰہی کی دعوت دینے تشریف لائے اور ہم نے اُن کی دعوت کو لبیک کہا۔ تو چونکہ حضور اکرم الرسل اشرف الرسل اعظم الرسل افضل الرسل ہیں۔ اس لیے حضور ؐ کے غلام اور اُمتی حضور ؐ کی شرافت کے صدقہ میں اکرم الامت اشرف الامم خیر الامم ہوگئے۔ اور اس پر ابو نعیم نے حلیہ میں انس رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث بھی نقل فرمائی انہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اوحی اللہ تعالیٰ الی موسیٰ نبی اسرائیل انہ من لقینی وھو جاحد باحمد ادخلتہ النار قال یارب ومن احمد قال تعالیٰ ما خلقت خلقاً اکرم علیّ منہ کتبت اسمہ مع اسمی فی العرش قبل ان اخلق السمٰوٰت والارض وان الجنۃ محرمۃ

على جميع خلق حتى يدخلها هو و امته قال ومن امته قال الحمادون يحمدون
صعودا وهبوطا وعلى كل حال يشدون ازارهم اوساطهم ويطهرون اطرافهم
صائمون بالنهار ورهبان بالليل اقبل منهم اليسير وادخلهم الجنة بشهادة
ان لا إله إلا الله قال موسى يارب فاجعلنى نبى تلك الامة
قال نبيها منها قال اجعلنى من امة ذالك النبى قال استقدمت واستأخر
ولكن ساجمع بينك وبينه فى دار الجلال .



فصل احد ے عشر

غزوات کا بیان

(۱۱۸)

رَاعَتْ قُلُوْبَ الْعِدٰی اَنْبَاءُ بِعْثَتِہٖ
کَنَبْاَۃٍ اَجْفَلَتْ غُفْلًا مِّنَ الْغَنَمِ

حلّ لغات راعت، از روعٌ و تخویف، صیغہ ماضی ڈرانا۔ اور ڈر گئے۔ قلوب العدی، جمع قلب۔ عادی جمع عدو۔ دل اعداء دین کے۔ انباء، جمع نباء، بمعنی خبر۔ خبروں۔ بعثتہ، بعثت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ کنباۃ، النباۃ صوت الاسد۔ مثل آواز شیر کے۔ اجفلت، اسے اہرٹ وافزعت، کر گھبرا کے بھاگتی ہیں۔ غفلا، جمع غافل، بے خبری ہیں۔ من الغنم، بکریاں۔

ترجمہ دشمنانِ دین کے دل آپ کی تشریف آوری کی خبروں سے ایسے ڈرے جیسے شیر کی آواز بکریوں کو بے خبری میں سراسیمہ و پریشان کر کے بھگا دیتی ہے۔

شرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نصرت بالرعب مسیرۃ شھر و فی روایۃ مسیرۃ شھرین یعنی میری مدد کی گئی رعب کے ساتھ ایک مہینہ یا دو مہینہ کی بُعد مسافت تک۔ اس حدیث کو تلمیحاً ناظم فاہم رحمہ اللہ نے اس بیت مبارک میں بتایا کہ حضورؐ کے آوازۂ حق کا رعب دشمن اسلام پر اتنا زبردست پڑتا کہ وہ بکریوں کی طرح گلے سے آوازہ شیر پر بھاگ پڑتے تھے۔

۱۱۹ مَا زَالَ يَلْقَاهُمْ فِي كُلِّ مُعْتَرَكٍ
حَتّٰى حَكَوْا بِالْقَنَا لَحْمًا عَلٰى وَضَمٍ

حلّ لغات مازال۔ ماضی منفی فعل ناقص بحالت نفی ہمیشگی کے معنی میں آتا ہے۔ ہمیشہ رہے۔ **یلقاھم**۔ یلقٰے ملنا مقابلہ کرنا مقابلہ کرتے کفار سے۔ **فی کل معترکٍ**، اسم ظرف، رزم گاہ، تمام رزم گاہ میں۔ **حتّٰی**، غایت کو آتا ہے۔ یہاں تک کہ۔ **حکوا**۔ صیغہ ماضی از حکے۔ بمعنی مشابہ، مشابہ ہوگئے۔ **بالقنا** جمع قناۃ، نیزہ، نیزوں سے۔ **لحمًا**، اس گوشت کی مانند۔ **علٰی وضمٍ**، وضم بفتحتین خشب اور حدید بقطع القصاب جو قصاب کے تختہ پر ہو۔

ترجمہ حضورؐ کفار سے ہر میدان میں مقابلہ آرا رہے۔ یہاں تک کہ نیزہ مجاہدین کے ذریعہ ان کے گوشت ایسے کر دیئے جیسے تختۂ قصاب کا گوشت۔

شرح علامہ خرپوتی فرماتے ہیں کہ حضورؐ کفار کے مقابلہ میں رزم گاہ کے اندر شرکت فرماتے اور جتنی بار حضورؐ تشریف لے گئے دشمنانِ اسلام پر فتح ہی حاصل فرمائی اور حضورؐ ستائیس غزوات میں تشریف لے گئے ان میں سے نو غزوہ ایسے ہیں جن کے اندر بنفس نفیس خود مقابلہ فرمایا۔ وہ نو غزوات یہ ہیں غزوہ بدر۔ غزوہ احد۔ غزوہ مریسیع۔ غزوہ خندق۔ غزوہ بنی قریظہ۔ غزوہ خیبر۔ غزوہ حنین۔ غزوہ طائف۔ فتح مکہ۔ ان غزوات میں جو شان شجاعت نظر آئی وہ انشاء اللہ اپنے مقام پر بیان ہوگی۔ لفظ حکوا کے معنی حکایت یا قصہ کہنے کے بھی آتے ہیں۔ لیکن بمعنی مشابہت بھی اس کا استعمال ہوتا ہے۔ جیسے کسی کا شعر ہے۔

خلناك في تشبيه صدغيك بالمسك ۔۔۔ وقاعدة التشبيه نقصان ما يحكى

(۱۲۰) وَدُّوا الْفِرَارَ فَكَادُوا يَغْبِطُوْنَ بِهٖ
أَشْلَاءَ شَالَتْ مَعَ الْعِقْبَانِ وَالرَّخَمِ

حلِّ لغات | وَدُّوا، پسند کرتے تھے۔ الفرار، بھاگ جانے کو۔
نَكَادُوا، از افعال مقاربہ اے قودِیا، اور قریب تھا کہ۔
یغبطون، از غبط یغبط از غبطہ بکسر الغین تمنیٰ حصول مثل نعمت حاصل للغیر، ہر ایک پسند کرتا اور غبطہ کرتا۔ بِہٖ، اُس بھاگنے والے کے ساتھ بھا گنے کا۔
اشلاء، جمع شلو۔ ٹکڑا جسم کا مع گوشت، وہ ٹکڑے جسم کے۔ شالت، از شول بلند ہونا، جو اڑ چکے ہیں۔ مع العقبان، جمع عقاب کرگس، کرگسوں کے ساتھ۔ والرخم، چیل مردار خوار، اور مردار خوار چیل کے ساتھ۔

ترجمہ | کفار ضرب تیغ مجاہدین اسلام سے بھاگنا پسند کرتے اور جو جسم کے ٹکڑے کرگس اور چیل لے اڑے ہیں۔ ان پر غبطہ کرتے کہ جیسے یہ ٹکڑے اس ضربوں سے بچ کر کرگسوں کی غذا بن گئے ہم کیوں نہ بنے۔

شرح | غبطہ کہتے ہیں اُس خواہش کو جو نعمت کسی کو حاصل ہو۔ اس کے زوال بغیر اس کے حصول کے آرزو کرنا برخلاف رشک وحسد کے کہ اس میں زوال۔ نعمت غیر کے ساتھ اس نعمت کے حصول کی آرزو ہوتی ہے۔

کفار بقیۃ السیف کو گو بسبب تیغہائے مجاہدین راہ فرار نہ ملتی تھی۔ مگر باوجود اس کے وہ اس کو پسند کرتے تھے۔ کہ جس طرح موقع ملے بھاگ نکلیں آخر ان کی مجبوری انھیں اپنے مقتولین کے ان قطعہائے گوشت پر غبطہ کرنے کے لیے مجبور کرتی جو چیل کووں کی منقاروں میں آکر وہاں سے اڑ چکے ہوتے تھے۔ تاکہ مجاہدین کی ضربات سے بچ جاتے۔

تَمْضِی اللَّیَالِیْ وَلَا یَدْرُوْنَ عِدَّتَهَا
مَالَمْ تَکُنْ مِّنْ لَّیَالِی الْاَشْهُرِ الْحُرُمِ (۱۲۱)

حلِّ لغات تمضی۔ از مضی مؤنث غائب مضارع گزرنا۔ گزرتی رہتی۔ اللیالی۔ جمع لیل، راتیں۔ ولا یدرون، اور نہ جانتے۔ عدتھا، بمعنی عدد، گنتی دنوں کی۔ مالم تکن، جب تک کہ نہ ہوتیں۔ من لیالی، وہ راتیں۔ الاشھر الحرم، ماہ حرام کی۔

ترجمہ راتیں گزر رہی ہیں اور کفار غایت خوف وہراس میں ان کی گنتیاں نہیں جانتے۔ جب تک اشہر حرام کی راتیں نہ آجائیں۔

شرح ابتدائے اسلام میں اشہر حرام میں جنگ حرام تھی اور اب بھی اگرچہ حرمت منسوخ ہوگئی ہے۔ مگر افضل یہ ہے۔ کہ ان ایام میں بدایت (ابتدا) جنگ نہ کی جائے۔ ناظم فاہم کا مقصد اس سے صرف یہ ہے کہ میدان جنگ میں آنے کے بعد منکرین اس قدر حواس باختہ ہوتے تھے۔ کہ لیالی وایام کے ورق گردانی کا ہوش بھی انھیں خوف میں نہ رہتا۔ حتیٰ کہ اس اشہر حرم یعنی محرم الحرام رجب شعبان۔ رمضان جب آتے تو اس اطمینان پر کہ اب جنگ بند ہوگا۔ رات دن کا ہوش کرتے بعض نے اشہر حرام یہ جانتے۔ رجب اور ذیقعد ذالحجہ محرم۔ ان کا احترام تو قرآن کریم سے بھی ثابت ہے۔ اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِیْ کِتٰبِ اللّٰهِ یَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ۔ چنانچہ شارح خرپوتی نے ان بارہ مہینوں کی وجہ تسمیہ بھی تحریر فرمائی ہیں وھو ہذا۔

محرم کی وجہ تسمیہ بوجہ حرمت قتال ہے۔ اور بعض نے کہا کہ اس مہینہ میں شیطان پر جنت حرام کی گئی۔ اس لیے اسے محرم کہا گیا۔ صفر اس لیے کہتے ہیں کہ اس مہینہ میں اونٹ دبلے ہوجاتے تھے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اس مہینہ میں بخار وبا وغیرہ کثرت سے ہوتی تھی اور چہرے زرد ہو جاتے تھے۔

ربیع الاوّل۔ اسے زمانہ جہالت میں خوان کہتے تھے۔

ربیع الثانی اسے زمانہ جہالت میں بصان کہتے تھے۔ اوران دونوں مہینوں میں چونکہ ارتباع خصب کیا کرتے ہیں۔ یوں اوّل اور ثانی کہتے ہیں۔

جمادی الاوّل اسے زمانہ جہالت میں حنین کہتے تھے۔

جمادی الثانی اسے زمانہ جہالت میں رنی کہتے تھے اور دونوں مہینوں میں چونکہ جمود ماء ہو جاتا تھا اس سے اوّل اور ثانی کیا گیا۔

رجب۔ اس مہینہ کو اصم کہتے تھے اس لیے کہ اس ماہ میں ہتھیار اور تلوار کی جھنکار مسموع نہ ہوتی تھی۔ پھر رجب تعظیماً اس کا نام رکھا گیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ رجب میں اُمّت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر عذاب نہیں ہوتا۔

شعبان۔ اس کا نام عہد جہالت میں عجلان تھا۔ بعدہ اس کا نام شعبان اس لیے رکھا گیا کہ اس ماہ میں انشعاب قبائل برائے غارات ہوتا تھا۔ پھر شریعت میں اس نام کو یوں رکھا کہ اس مہینہ سے نیکیوں کے شعبے نکلتے ہیں کہ اس ماہ کی پندرھویں شب شب برات ہے۔ اس کے بعد رمضان مجسم خیر آتا ہے۔

رمضان۔ اس کا نام اس لیے رمضان ہے کہ اس کی حرارت سے گناہ جل جاتے ہیں اور اسی ماہ میں فصلیں پکتی ہیں رمض الحر شدت کی حرارت وگرمی کو کہتے ہیں۔

شوال۔ اس کا نام عاذل تھا۔ پھر اسے شوال کہا گیا۔ اس لیے کہ شول ناقہ اس ماہ میں کیا جاتا ہے اور حمل کا اونٹنی کے اس ماہ میں اندازہ کرتے تھے۔

ذوالقعدہ۔ اس کا نام عہد جہالت میں رُنّہ تھا۔ پھر ذوالقعدہ رکھا گیا۔ اس لیے کہ اس ماہ میں حرب عدو سے راحلہ کھول کر اپنے گھروں میں رہتے تھے۔

ذوالحجہ۔ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ مہینہ حج کا ہے۔

اسی طرح ہفتہ کے ایام بھی ایام جہالت میں اور تھے اور بعد میں اور ہوئے۔

اُردو میں	فارسی میں	عربی زبان میں	ایام جہالت میں
ہفتہ	شنبہ	یوم السبت	شیار

اتوار	یکشنبہ	یوم الاحد	اوّل
پیر	دوشنبہ	یوم الاثنین	اہون
منگل	سہ شنبہ	یوم الثلثاء	جبار
بدھ	چہار شنبہ	یوم الاربعاء	دبار
جمعرات	پنج شنبہ	یوم الخمیس	مؤنس
جمعہ	جمعہ	یوم الجمعہ	عروبہ

(۱۲۲)

کَاَنَّمَا الدِّیْنُ ضَیْفٌ حَلَّ سَاحَتَہُمْ
بِکُلِّ قَرْمٍ اِلٰی لَحْمِ الْعِدٰی قَرِمٍ

حلِّ لغات کَاَنَّمَا، کان تشبیہ کے لیے۔ ما کافہ۔ گویا کہ۔ الدین، دین بمعنی عادۃ اور دین بمعنی عادۃ۔ دین اسلام ضیف، ایک مہمان ہے۔ حل، جو اترا ہے۔ ساحتہم، ساحت صحن خانہ، گھر کے آنگن میں۔ بکل، ساتھ تمام۔ قرم، سید۔ والمراد ھھنا صحابۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم، سرداروں صحابۂ کرام کے۔ الی لحم العدٰی، جمع عدو۔ دشمن، دشمن کے گوشت کی طرف۔ قرم، شدید الاشتہا مشتاق اور شدید الاشتہا ہے۔

ترجمہ مذہب اسلام گویا ایک مہمان تھا جو اُن کے گھر آیا اور ایسے سرداروں کے ساتھ آیا جو دشمنوں کے گوشت کے مشتاق تھے۔

شرح مفہوم واضح ہے کہ دین اسلام گویا ایک ایسے مہمان کی صورت میں ہے جس کے ہمراہی سرداران قریش صحابہ کرام دشمن کے جبین صحن خانہ میں نازل ہوا اور چونکہ انھیں ان کے گوشت کا اشتیاق تھا۔ تو بلحاظ اکرام ضیف بے تکلف اپنے جسم کے گوشت کو ان کے لیے مباح کر دیا۔ خلاصۂ مفہوم یہ ہوا کہ مجاہدین اسلام کو ان کے قتل میں زیادہ جدوجہد کی حاجت نہ پڑی بلکہ رعب و

مہابت الٰہی اور نصرت اسلامی کے اثر نے کفار کو اتنا مرعوب کر دیا۔ کہ انھوں نے طوعاً و کرہاً اپنے کو قتل کے لیے پیش کر دیا۔

اگر ضمیر ساحتھم کو مجاہدین کی طرف راجع کیا جائے تو معنی یوں ہوں گے۔ کہ گویا دین مجاہدین کے گھر معہ سرداران گرامیقدر جو خون اعداء کے پیاسے تھے مہمان ہوا۔ اور فرزندان اسلام نے بپاس خاطر مہمان عزیز اعداء کو ذبح کر کے اس کی میزبانی کی اور وہ منکوس ایسے سراسیمہ ہوئے کہ شمار لیالی و ایام بھی کرنے سے بے خبر ہو گئے۔ جیسے کہ ایک حواس باختہ کا حال ہو جاتا ہے۔

(۱۲۳) يَجُرُّ بَحْرَ خَمِيسٍ فَوْقَ سَابِحَةٍ ... تَرْمِيْ بِمَوْجٍ مِّنَ الْاَبْطَالِ مُلْتَطِمِ

حل لغات يَجُرُّ، مضارع از جر کھینچنا رواں کرنا۔ کھینچتا ہے چلاتا ہے وہ نور مجسم۔ بحر، دریا۔ خمیس، العسکر الشجعان، لشکر دلاور کا۔ فوق، اوپر۔ سابحۃ، الفرس الذی یجر تحت الراکب بلا تعب۔ تیز رفتار گھوڑوں کے۔ ترمی، مارتا ہے۔ بموج، السہام والرماح، ساتھ تیروں اور نیزوں کے۔ من الابطال، جمع بطل، بہادر، بہادروں سے۔ ملتطم، از التطام، دریا کی لہروں کا باہم ٹکرانا۔ پے در پے۔

ترجمہ وہ ضیف معظم لشکروں کا دریا ہے کہ گھوڑوں پر سوار نیزے اور تیروں کی موجوں سے بہادروں کے ساتھ دشمن سے ٹکراتا ہے۔

شرح لشکر اسلام کے غازی چونکہ دشمن کے مقابلہ کے لیے ایسے بے چین ہوتے تھے جیسے دریا کی موجیں کہ ایک پر ایک بے چینی سے چڑھتی ہوئی آتی اور یہ دکھانا چاہتی ہے کہ میں اگلی موج سے آگے بڑھنا چاہتی ہوں۔ یہی شان لشکر اسلام کے ابطال یعنی بہادروں کی تھی کہ ہر ایک صف اگلی صف سے آگے ہونا چاہتی تھی۔ تاکہ دشمن بدحواس ہو کر راہ فرار اختیار کرنے

کے سوا کچھ کر ہی نہ سکے ۔ گویا بہادران تازہ دم روح ایمانی سے اپنے سردار و آقا کے ساتھ ایسے بلند حوصلہ تھے کہ میدان کارزار میں موجوں کی طرح ایک ایک پر دشمن کے کچلنے کو بڑھا ہوا ہوتا تھا ۔ اور تیروں اور نیزوں کے انتظام سے دشمن حواس باختہ ہو کر بھاگنا چاہتا تھا جس کی تفصیل اپنے موقعہ پر بیان ہو گی ۔

۱۲۴ مِنْ كُلِّ مُنْتَدِبٍ لِلّٰهِ مُحْتَسِبٍ ‏ يَسْطُوْ بِمُسْتَاصِلٍ لِّلْكُفْرِ مُصْطَلِمٖ

حلِّ لغات من کلّ منتدب ، اسم فاعل از انتداب ۔ اطاعت حکم کرنا ۔ ہر ایک مطیع امر تھا ۔ للہ ، اللہ سے ۔ محتسب ، امیدا جر کرنے والا ۔ برائی سے روکنے والا ۔ امیدا جر رکھتا تھا ۔ یسطو ، مضارع از سطو ، حملہ کرنا ۔ یہ حملہ کرتا ۔ بمستاصل ، صیغہ فاعل از استیصال ۔ منکرین کی جڑ اکھاڑنے کو تھا ۔ للکفر ، اور کفر کی ۔ مصطلم ، از اصطلام ، جڑیں کھودنے کو ۔

ترجمہ فرزندان اسلام سے ہر ایک مطیع حکم تھا ۔ اللہ سے امیدا جر رکھتا تھا ۔ اور دشمن پر حملہ ان کی جڑ اکھاڑنے کو اور کفر کی جڑیں کھود پھینکنے کو ہوتا تھا ۔

شرح اس بیت مبارک میں فرزندان اسلام کی شجاعت اور بے پناہ بہادری کی وجہ ظاہر فرمائی ہے ۔ کہ اس دلیری کی وجہ یہ تھی کہ امتثال امر الٰہی کے لیے وہ بڑھتے اور اللہ اور خالص اللہ کے واسطے اعلاء کلمۃ الحق کے لیے وہ لڑتے تھے ۔ اور اپنے فن تلوار اور نیزہ بازی میں بھی ماہر تھے ۔

اسی بنا پر حدیث میں آیا ہے ۔ من خرج وقصد الی الجهاد فی سبیل الله طلبا لمرضاة الله تعالٰی کان الله ضامنا و کفیلا لمغفرة ذالك العبد او سارع الله الی ایفاء مقابلة جهاده بالمثوبات او اوجب الله ان ینجزله ما وعده من الجنة والحور والغلمان ۔ یعنی جو اللہ کے لیے جہاد کو نکلے اور اس جہاد سے

مراد نہ حصول ملک ہو نہ اعزاز دنیا بلکہ محض رضاء الٰہی اور اعلاء کلمۃ الحق ہو تو اللہ تعالیٰ اس کا اس امر میں ضامن ہوتا ہے کہ اُسے بخش دے یا دشمن کے مقابلہ میں ثابت قدم رکھ کر ثواب کا حقدار بنا دے یا اُسے جنت اور حور و غلماں لازمی کر دے۔

حَتّٰی غَدَتْ مِلَّةُ الْاِسْلَامِ وَهِيَ بِهِمْ
(۱۲۵) مِنْ بَعْدِ غُرْبَتِهَا مَوْصُولَةُ الرَّحِمِ

حلِ لغات حتّٰی، برائے غایت، یہاں تک کہ۔ غدت، ماضی از فعل ناقص ہو گئی، ہو گئی۔ ملة الاسلام، ملت اسلامیہ۔ وھی، دراں حالیکہ۔ بھم، اے منصورۃ بھم، وہ انھیں میں تھے۔ من بعد غربتھا، بے وطنی، بعد غریب الوطن ہونے کے۔ موصولة الرحم، رحم بچہ دانی اور وصل رحم۔ محافت حقوق عزیزاں رشتہ والے ہو گئے۔

ترجمہ یہاں تک کہ ملت اسلامیہ کی ان کی بدولت یہ حالت ہو گئی کہ پہلے وہ سب سے جدا اور غریب الوطن تھی۔ اور اب گویا بڑی برادری اور عزیز و اقارب والی ہو گئی۔

شرح دین شریعت ملت ناموس یہ متحد بالذات اور متغائر بالاعتبار ہیں اس لیے کہ وہ طریقہ مخصوصہ جو حضورؐ کی تعلیم سے ثابت ہے اُسے دین کہتے ہیں۔ اور جو بروایات رواۃ شرعی اور اجماع امت ثابت ہو کر اس پر قبولیت عامہ ہوئی اُسے ملت کہتے ہیں اور کسی چیز پر مجتمع ہو کر اس کا پاس رکھنا اسے ناموس کہتے ہیں۔ غرضیکہ ابتدائی شان اسلام چونکہ غربت کی تھی۔ اس اعتبار سے ناظم فاہم رحمہ اللہ نے تلمیحًا اس حدیث کی طرف بھی اس بیت میں اشارہ فرمایا جو حضورؐ نے فرمایا۔ ان الدین بدا غریبا وسیعود غریبا فطوبی للغرباء۔ رواہ مسلم فی صحیحہ دین اسلام کی ابتدا غربت سے ہے اور آخر میں بحالت غربت ہی ہو جائے گا۔ تو مبارک ہو غرباء کو۔

(۱۲۶)

مَكْفُوْلَةً اَبَدًا مِّنْهُمْ بِخَيْرِ اَبٍ
وَخَيْرِ بَعْلٍ فَلَمْ تَيْتَمْ وَلَمْ تَئِمِ

حلِّ لغات مَكْفُوْلَةً۔ از کفل یکفل بمعنی ضمن والکفیل بمعنی الضامن والحافظ، محفوظ ہوگئی ملت اسلامیہ ۔ ابدا، ہمیشہ کے لیے۔ منہم، دشمن سے ۔ بخیراب، بوجہ بہترین باپ کے ۔ وخیر بعل، اور بوجہ بہترین شوہر کے ۔ فلم تیتم، مضارع نفی جحد بلم از تیتم یتیم ہونا پس ہرگز یتیم نہ ہوگی۔ ولم تئم، مضارع از ایمہ، بیوہ ہونا، اور ہرگز بیوہ نہ ہوگی۔

ترجمہ ملت اسلام ہمیشہ کے لیے محفوظ و مصئون ہے ۔ ہر دشمن سے بہ سبب حضورؐ کے ابویت اور بعلیت کے کہ باپ کی طرف سے یتیم اور شوہر کی طرف سے بیوہ نہیں ہو سکتی ۔

شرح مکفول کے معنی محفوظ و مصئون کے آتے ہیں اور ابد کے معنی دھر اور زمانۂ طویل کے ہیں ۔ گویا ابد کے معنی دائم کے ہوئے۔ اور صاحب عنا قید الفوائد نے تصریح کی ہے کہ ابد وقت مستقبل غیر متناہی پر مستعمل ہوتا ہے ۔ اور ازل وقت ماضی غیر متناہی کے لیے آتا ہے ۔ اور گزشتہ و آئندہ دونوں پر مستعمل ہے۔

اور بخیراب سے یہاں مراد ذات اقدس سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام اور علماء اعلام ہیں اور خیر بعل میں بھی وہی مراد ہیں ۔ اس لیے کہ بعل سید اور مالک کو کہتے ہیں اور زوج کو بھی اسی وجہ میں بعل کہہ دیتے ہیں اور بخیر بعل سے یہاں بھی مراد حضورؐ اور اصحاب کرام اور علماء عظام ہیں۔

(۱۲۷)

هُمُ الْجِبَالُ فَسَلْ عَنْهُمْ مُّصَادِمَهُمْ
مَاذَا رَاٰی مِنْهُمْ فِیْ كُلِّ مُصْطَدَمِ

ھم، وہ بہادر۔ الجبال، مثل پہاڑوں کے تھے۔ فسل،
حلّ لغات پس پوچھ۔ عنہم، ان میدانوں سے۔ مصادمھم،
مصادم مصدر، از صادم یصادم مصادمۃ التقاء عسکرین للقتال۔ اُن کے
مقابلہ کی شان کو۔ ماذا رأی، کیا دیکھا اُن کافروں نے۔ منہم، اُن جوانان
اسلام سے۔ فی کل مصطدم، اسم مکان محل الحرب، ہر رزم گاہ میں

ترجمہ فرزندانِ توحید مثل پہاڑوں کے مضبوط اور قائم تھے۔ اُن کی نسبت
اُن میدانوں سے دریافت کرکہ انھوں نے ہر رزم گاہ میں جو مظاہرِ
شجاعت کیا وہ کیسا تھا۔

شرح یعنی جاں نثارانِ اسلام دشمن سے ایسے ڈٹ کر سینہ سپر ہوتے
تھے۔ کہ ان کی شجاعت کی قسم وہ میدان قسم کھا کر ان کی بہادریوں کا
خطبہ پڑھ رہے ہیں اور ہر رزمگاہ ان کی دلیری پر تحسین و آفرین کر رہی ہے اب
تفصیل حالات آیندہ بیت سے شروع فرماتے ہیں۔

(۱۲۸)
فَسَلْ حُنَیْنًا وَّسَلْ بَدْرًا وَّسَلْ اُحُدًا
فُصُوْلُ حَتْفٍ لَّھُمْ اَدْھٰی مِنَ الْوَخَمِ

حلّ لغات وسل، اور پوچھ۔ حنینًا، غزوہ حنین سے۔ وسل، اور
پوچھ۔ بدرًا، غزوہ بدر سے۔ وسل، اور پوچھ۔ احد،
غزوہ اُحد سے۔ فصول، جمع فصل موسم، یہ موسم تھے۔ حتف بمعنی
موت، آفت اور موت کے۔ لھم، کافروں کے لیے۔ ادھی، اور نزول
بلا تھی۔ من الوخم، وخم مرض یقال لہ الوباء، وباء عام سے۔

ترجمہ حنین و بدر و اُحد کے غزوات سے پوچھ کر یہ کافروں کے لیے
آفت و بلا کے ایام اور بلاء عام کے موسم تھے۔

شرح اب تک اجمالی صورت میں شجاعان اسلام اور لشکر سید الانام کی بہادری و دلیری کا مذاکرہ تھا۔ اب تفصیلی صورت میں بعض غزوات کی کیفیت ظاہر فرماتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ۔

حنین سے پوچھ بدر اور اُحد سے معلوم کر کہ کفار پر موت کس صورت سے آئی۔ اور وبارِ عام کی طرح کیسے ان پر مسلط ہوئی۔ اور یہ ایام کفار کے حق میں کتنے مضرت رساں اور وبال جان تھے۔

اب ہم ناظم فاہم رحمہ اللہ کے بیت کے ترتیب کے مطابق اوّل غزوۂ حنین کو ذرا تفصیل سے نقل کریں گے۔ علامہ خرپوتی شارح قصیدہ نے بھی اگرچہ غزوات ثلاثہ کا ذکر فرمایا ہے لیکن نہایت مختصر طریقہ پر بیان کیا ہے۔ لہٰذا ہم ان واقعات کو سیرت النبیؐ اور دیگر تاریخی کتابوں کی روشنی میں نذر ناظرین کرتے ہیں۔
اوّل غزوہ حنین ملاحظہ ہو۔ ویوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم[1]

حنین مکہ معظمہ اور طائف کے مابین ایک وادی ہے۔ ذوالمجاز عرب کا مشہور بازار اور عرفہ سے تین میل ہے یہ اس کے دامن میں ہے اس مقام کو اوطاس بھی کہتے ہیں۔ ہوازن ایک قبیلہ کا نام ہے جس کی بہت سی شاخیں ہیں۔

اسلام کے فتوحات کا دائرہ اگرچہ وسیع ہو رہا تھا۔ لیکن اہل عرب یہ دیکھ رہے تھے کہ اُن کا قبلۂ اعظم یعنی مکہ اب تک محفوظ ہے۔ ان کا خیال تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اگر قریش پر غالب آگئے اور مکہ فتح ہو گیا۔ تو ہم مان لیں گے کہ وہ بے شبہ سچے نبی ہیں۔

چنانچہ جب مکہ فتح ہوا تو تمام قبائل نے خود پیش قدمی کی اور اسلام قبول کر کے مسلمانوں میں شریک ہونا شروع کر دیا۔ لیکن ہوازن و ثقیف پر اس کا الٹا اثر پڑا۔ یہ قبیلے ہمیشہ سے جنگجو اور فن حرب کے ماہر مانے جاتے تھے۔

اسلام کو جس قدر غلبہ ہوتا جاتا تھا ان کا اضطراب بھی بڑھتا جاتا تھا اور یہ

---

[1] اور حنین کا دن یاد کرو جب تم اپنی کثرت پر نازاں تھے ۔۱۲

اضطراب ایک حد تک ٹھیک بھی تھا۔ اس لیے کہ غلبہ اسلامی کی وجہ میں اس کی ریاست اور حکومت و امتیاز کا خاتمہ ہوا جا رہا تھا۔ اس بنا پر فتح مکہ سے قبل ہوازن کے رؤسا نے عرب کا دورہ کیا۔ اور ہر جگہ مخالفت اسلام کا جوش پھیلایا۔ سال بھر کامل ان کی یہ سعی جاری رہی جیسا کہ زرقانی نے لکھا ہے۔ غرضیکہ تمام قبائل عرب میں یہ قرارداد پاس ہو گئی کہ مسلمانان اسلام پر ایک عام حملہ کیا جائے۔

جب مکہ معظمہ فتح ہو گیا تو انھیں یقین ہو گیا۔ کہ اگر اب جلد از جلد تدارک نہ کیا گیا تو آیندہ بڑی سے بڑی طاقت اسلام کو زیر نہ کر سکے گی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روانگی کے وقت ان کو یہ غلط خبر پہنچی کہ حملہ کا رخ انھی کی طرف ہے۔ اس خبر نے انھیں کسی قسم کی انتظار کی اجازت نہ دی علی الفور زور و شور کے ساتھ خود حملہ کا اقدام کیا اور اس جوش سے کیا کہ ہر قبیلہ اپنے اہل و عیال کو لے کر چلا کہ بچے عورتیں جب ساتھ ہوں گے تو ان کی محافظت میں جانیں دے دینے کے سوا بھاگنے کی گنجائش نہ ہوگی۔ اس معرکہ میں اگرچہ ثقیف اور ہوازن کی تمام شاخیں شریک تھیں۔ لیکن پھر بھی کعب اور کلاب علیحدہ رہے۔ فوج کی سرداری کے لیے دو شخص منتخب ہوئے مالک بن عوف اور درید بن الصمہ ہوازن کا رئیس اعظم مالک بن عوف تھا اور درید بن الصمہ عرب کا مشہور شاعر اور قبیلہ جثم کا سردار تھا۔ اس کی شاعری اور بہادری کے معرکہ اب تک عرب کی تاریخ میں یادگار ہیں اس کی عمر اگرچہ سو برس سے زیادہ ہو چکی تھی اور صرف ہڈیوں کا ڈھانچہ رہ گیا تھا۔ لیکن تاہم عرب اس کو مانتا تھا اور اس کی رائے پر ملک کو اعتماد تھا۔ خود مالک بن عوف نے اس کی شرکت کی درخواست کی۔ یہ پیدل چلنے کے قابل نہ تھا نہ گھوڑے کی سواری کر سکتا تھا۔ اسے رزم گاہ میں پلنگ پر ڈال کر لائے اس نے دریافت کیا یہ کون سا مقام ہے۔ بتایا گیا اوطاس۔ بولا کہ ہاں یہ مقام جنگ کے لیے موزوں ہے۔

اس کی زمین نہ بہت سخت ہے نہ اس قدر نرم کہ پاؤں دھنس جائیں چونکہ قبائل اپنے بچے اور بیویاں ساتھ لائے تھے۔ بچوں کے رونے کی آوازیں سن کر اس نے پوچھا یہ بچوں کے رونے کی کیسی آوازیں ہیں۔ بتایا گیا کہ بچے اور عورتیں ساتھ لائی گئی ہیں۔ تاکہ کوئی شخص ان کی محبت اور غیرت سے اپنا پاؤں پیچھے نہ ڈالے۔ اس پر اس نے کہا یہ خیال فضول ہے۔ جب پاؤں اکھڑ جاتے ہیں تو کوئی چیز روک نہیں سکتی۔ میدان میں صرف تلوار کام دیتی ہے۔ یہ تم نے غلطی کی اگر بدقسمتی سے شکست ہوئی تو عورتوں کی وجہ سے اور بھی ذلت ہوگی۔

پھر پوچھا کعب اور کلاب بھی ہمارے ساتھ ہیں یا نہیں۔ اس کا جواب نفی میں دیا گیا۔ درید بن الصمہ نے ایک آہ سرد کھینچی اور کہا اگر آج کا دن عزت کا دن ہوتا تو کعب اور کلاب غیر حاضر نہ ہوتے۔ پھر درید بن الصمہ نے مشورہ دیا کہ میدان سے ہٹ کر کسی محفوظ جگہ کیمپ لگایا جائے۔ مگر مالک بن عوف نے جوش شباب میں اس رائے کو ٹھکرا دیا یہ بیس سالہ نوجوان تھا اس نے صاف کہہ دیا کہ تمہاری عقل بے کار ہو چکی ہے۔ یہ تفصیل طبری میں موجود ہے۔

سرکار دو جہاں رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس اجتماع کی اطلاع پہنچی تو حضورؐ نے تصدیق کے لیے عبداللہ بن ابی حداد کو بھیجا وہ جاسوس بن کر حنین میں آئے اور کئی دن فوج میں رہے۔ تمام حالات تحقیق کر کے دربار رسالت میں پہنچے۔ اور مفصل ڈائری پیش کی۔ حضورؐ نے حالات کی نزاکت ملاحظہ فرما کر مقابلہ کی تیاری کا حکم دیا۔ رسد اور سامان حرب کے لیے قرضہ کی ضرورت لاحق ہوئی عبداللہ بن ربیعہ ابوجہل کے سوتیلے بھائی نہایت دولت مند تھے انھوں نے تیس ہزار درہم قرض دیے (از مسند احمد بن حنبلؒ) صفوان بن امیہ مکہ کے رئیس اعظم اور مشہور مہمان نواز تھے اور اب تک مشرف با سلام نہیں ہوئے تھے انھوں نے سو زرہیں اور اس کے لوازمات حضورؐ میں پیش کیے۔

اب ۷ شوال ۸ھ مطابق جنوری فروری ۶۳۰ء کو اسلامی فوجیں

بارہ ہزار کی تعداد میں اس تزک و احتشام سے حنین کی طرف بڑھے ہیں کہ صحابہ کرام کی زبانوں سے بے اختیار یہ لفظ نکل گئے کہ آج ہم پر کون غالب آ سکتا ہے۔ یہ نازش بارگاہ رب العالمین میں ناپسند ہوئی چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہے۔

وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُدْبِرِينَ ۔ اور حنین کا دن یاد کرو۔ جب تم اپنی کثرت پر نازاں تھے لیکن وہ کثرت کچھ کام نہ آئی اور زمین باوجود وسعت کے تنگی کرنے لگی پھر تم پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے۔

مقابلہ شروع ہوا پہلے ہی وہلہ میں مطلع صاف تھا۔ حضورؐ نے ملاحظہ فرمایا تو دیکھا کہ رفقائے خاص میں سے بھی کوئی حاضر نہیں صرف چند اصحاب ثابت قدم رہنا بعض روایتوں سے ثابت ہے۔

حضرت ابو قتادہ فرماتے ہیں کہ اس میدان سراسیمگی میں میں نے ایک کافر کو دیکھا کہ ایک مسلمان کے سینہ پر سوار ہے۔ میں نے عقب سے اس کے شانہ پر تلوار ماری جو زرہ کاٹ کر اندر اتر گئی اس نے مڑ کر مجھے اس زور سے دبوچا کہ میری جان پر بن گئی مگر خدا کے فضل سے وہ ٹھنڈا ہو کر گر پڑا۔ اسی اثنا میں میں نے حضرت عمرؓ کو دیکھا میں نے کہا حضرت یہ مسلمانوں کا کیا حال ہے۔ فرمانے لگے قضاء الٰہی یہی تھی۔ کما فی البخاری غزوہ حنین۔ سیرۃ النبیؐ۔

شکست کے ظاہری اسباب

شکست کے بظاہر مختلف اسباب تھے۔

اول مقدمۃ الجیش میں جو حضرت خالد کے زیر کمان تھا زیادہ تر فتح مکہ کے جدید الاسلام نوجوان تھے جو غرور جوانی میں اسلحات جنگ سے بھی آراستہ ہو کر نہیں آئے تھے۔

۲۔ فوج میں دو ہزار کے قریب طلقا تھے۔ یعنی وہ لوگ جو اب تک اسلام نہیں لائے تھے۔

۳- ہوازن تیر اندازی میں تمام عرب پر ممتاز تھا ان کا ایک تیر بھی خالی نہیں
جاتا تھا۔

۴- کفار نے رزم گاہ میں پہلے پہنچ کر مناسب مقامات پر قبضہ کر لیا تھا۔
اور تیر اندازوں کے دستے پہاڑ کی گھاٹیوں اور کھوؤں اور دروں میں
جما دیے تھے۔

۵- لشکر اسلام کے جوشیلے نوجوانوں نے پورا دن نکلنے سے پہلے ہی
حملہ کر دیا تھا۔

۶- میدانِ جنگ ایسے نشیب میں تھا کہ پاؤں جم نہ سکتے تھے۔

۷- حملہ آوروں کا بڑھنا تھا کہ سامنے سے ہزاروں کی تعداد میں فوجیں
ٹوٹ پڑیں۔

۸- ادھر کمین گاہوں سے تیر اندازوں کے دستے نکل آئے۔ اور تیروں کا مینہ
برسا دیا۔

۹- جب مقدمۃ الجیش بے قابو ہو کر پیچھے ہٹا تو تمام فوج کے پاؤں اکھڑ گئے۔
صحیح بخاری میں ہے فادبر واحتیٰ بقی وحدہٗ یعنی تمام لشکر پسپا ہو گیا۔
یہاں تک کہ تن تنہا تاجدارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم رہ گئے۔
تیروں، تلواروں کا مینہ برس رہا تھا۔ آواز بزن کے سوا کان پڑی آواز کا پتہ
نہ تھا۔ بارہ ہزار کی جمعیت منتشر ہو چکی تھی۔ لیکن پیکر مقدس بانی دینِ اقدس کا یہ
شجاعانہ مظاہرہ تھا کہ پا بر جا تھا۔ اور کیوں نہ ہوتا۔

یہ ہستی پاک تن تنہا ایک فوج ایک ملک ایک اقلیم ایک عالم نہیں بلکہ مجموعہ
کائنات تھا۔ حضورؐ نے نہایت اطمینان کے ساتھ داہنی جانب ملاحظہ کیا اور آواز
دی یا معشر الانصار آواز کے ساتھ ہی صدا آئی حضورؐ ہم حاضر ہیں۔ پھر بائیں
جانب پکارے وہی آواز آئی۔ حضورؐ سواری سے اُترے اور جلال نبوت کے
لہجہ میں فرمایا۔ میں خدا کا بندہ اس کا پیغمبر ہوں۔

بخاری شریف کی ایک روایت میں ہے۔ کہ حضورؐ نے یہ رجز پڑھا انا النبی لاکذب۔ انا ابن عبد المطلب۔ میں پیغمبر ہوں یہ جھوٹ نہیں ہے۔ میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نہایت بلند آواز تھے۔ حضورؐ نے حکم دیا کہ مہاجرین و انصار کو آواز دو۔ آپ نے نعرہ مارا یامعشر الانصار یا اصحاب الشجرۃ اے گروہ انصار اے بیعت شجرہ والو اس پر اثر آواز کا کانوں میں پڑنا تھا کہ تمام فوج دفعتہً پلٹ پڑی جس کا تذکرہ قرآن پاک میں فرمایا گیا۔ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلٰی رَسُوْلِہٖ وَعَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْھَا وَعَذَّبَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَذٰلِکَ جَزَاءُ الْکٰفِرِیْنَ۔ پھر اللہ نے اپنے رسول اور مسلمانوں پر تسلی نازل فرمائی اور ایسی فوجیں بھیجیں جو تم نے نہیں دیکھیں اور کافروں کو عذاب دیا۔ اور کافروں کی یہی سزا ہے۔

جن لوگوں کے گھوڑے کش مکش اور گھمسان کی وجہ سے مڑ نہ سکے انھوں نے زرہیں پھینک دیں۔ گھوڑوں سے کود پڑے لڑائی کا رنگ دم زدن میں بدل گیا۔ کفار بھاگ نکلے جو رہ گئے وہ پا بجولاں ہو گئے بنو مالک جو ثقیف کی ایک شاخ تھی ذرا جم کر لڑی مگر جب ان کے ستر آدمی مارے گئے اور عثمان بن عبد اللہ ان کا علمبردار قتل ہو گیا تو وہ بھی نہ ٹھہر سکے شکست خوردہ فوج ٹوٹ پھوٹ کر کچھ اوطاس میں جمع ہوئی اور کچھ طائف میں جا کر پناہ گزیں ہوئی انھیں میں ان کا سپہ سالار مالک بن عوف بھی روپوش تھا۔ اس کے بعد وہ بڈھا گرگ باراں دیدہ درید بن الصمہ کئی ہزار کی جمعیت لے کر اوطاس میں آیا۔ حضورؐ نے ابو عامر اشعری کی سرکردگی میں تھوڑی سی فوج اس کے استیصال کو بھیج دی ابو عامر اشعری درید کے بیٹے کے ہاتھ سے شہید ہو گئے۔ اس نے علم اسلام ان کے ہاتھ سے لے کر اپنی فتح کا نقارہ بجانا چاہا تھا کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر ایسا کامیاب حملہ کیا کہ اسے واصل بجہنم کر کے علم چھین لیا۔ درید بن الصمہ ایک اونٹ پر ہودج میں سوار تھا ربیعہ بن رفیع نے اس پر تلوار کا وار کیا۔ لیکن اتفاق سے اچٹ

کر رہ گئی درید بن الصمہ نے طعنہ دیتے ہوئے کہا کہ تیری ماں نے تجھ کو اچھے ہتھیار نہیں دیے لے میری محمل میں تلوار ہے اسے نکال لے اور اپنی ماں کے پاس واپس جا کر کہنا کہ میں نے درید کو قتل کر دیا ربیعہ نے جا کر ماں کو اس کے قتل کی خبر دی تو اس نے کہا خدا کی قسم درید نے تیری تین ماؤں کو آزاد کرایا تھا مختصر یہ کہ اسیرانِ جنگ کی تعداد ہزاروں سے زائد تھی ان میں حضرت شیما بھی تھیں جو حضورؐ کی رضاعی بہن تھیں لوگوں نے جب انھیں گرفتار کیا تو انھوں نے کہا میں تمھارے نبیؐ کی بہن ہوں۔ لوگ تصدیق کے لیے حضورؐ کی خدمت میں لائے حضرت شیما نے اپنی پیٹھ کھول کر دکھائی کہ بچپن میں آپؐ نے دانت سے کاٹا تھا یہ اس کا نشان ہے۔ سرکار والا تبار رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی چشم مبارک میں فرطِ محبت سے آنسو بھر آئے ان کے لیے حضورؐ نے رداء مبارک بچھا دی۔ محبت کی باتیں فرمائیں چند اونٹ اور بکریاں عطا فرما کر ارشاد فرمایا جی چاہے میرے گھر چل کر رہو اور اگر گھر جانا چاہو تو وہاں پہنچا دیا جائے۔ حضرت شیما نے خاندان کی محبت کی وجہ سے وطن جانا پسند فرمایا چنانچہ احترام کے ساتھ پہنچا دی گئیں۔

اب حنین کی بقیہ شکست خوردہ فوج جو طائف میں پناہ گزین ہو کر جنگ کی تیاری کر رہی تھی۔ طائف ایک نہایت محفوظ مقام تھا۔ اسے طائف کہتے ہی اس وجہ سے تھے کہ اس کے گرد شہر پناہ کے طور پر چار دیواری تھی۔ اور یہاں قبیلۂ ثقیف کی جو شاخ آباد تھی وہ نہایت شجاع مشہور تھی تمام عرب میں ممتاز اور قریش کے گویا ہمسر تھی۔ عروہ بن مسعود یہاں کا رئیس ابوسفیان کا داماد تھا۔ کفارِ مکہ کہتے تھے کہ قرآن اگر اترتا تو مکہ یا طائف کے رؤسا پر اترتا۔ لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ[1] یہ لوگ فنِ حرب سے بھی واقف تھے اور باعزاز میں سردارِ قوم اور مالدار بھی تھے۔ طبری اور ابن اسحٰق میں لکھا ہے کہ عروہ بن مسعود ثقفی اور غیلان بن سلمہ نے جرش میں جا کر جو یمن کا ایک ضلع ہے

---

[1] دونوں بستیوں میں سے کسی بڑے آدمی پر یہ قرآن مجید نازل کیوں نہیں کیا گیا۔

قلعہ شکن آلات مثل دبابہ ضبور اور منجنیق کے بنانے اور استعمال کرنے کا فن سیکھا تھا۔ طائف میں ایک قلعہ تھا جو نہایت محفوظ تھا لیکن کچھ شکستہ سا تھا۔ اہل شہر اور شکست خوردہ فراری فوج حنین نے اس کی مرمت کی اور سال بھر کے لیے رسد کا سامان جمع کیا چاروں طرف منجنیق اور جا بجا قدر انداز متعین کیے۔ تاریخ خمیس جلد دوم اور ابن سعد۔

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین کا مال غنیمت اور اسیران جنگ کے متعلق حکم دیا کہ مقام جعرانہ میں محفوظ رکھے جائیں۔ اور خود طائف کا عزم فرمایا۔ حضرت خالد مقدمۃ الجیش کے طور پر پہلے روانہ کیے گئے۔ مختصر یہ کہ محاصرہ ہوا اور اسلام میں یہ پہلا موقع تھا کہ قلعہ شکن آلات یعنی دبابہ اور منجنیق استعمال کیے گئے دبابہ سے اہل قلعہ نے لوہے کی گرم سلاخیں برسائیں اور اس شدت کی تیر اندازی کی کہ نیستان ہوئہ کے شیروں کو پیچھے ہٹنا پڑا اور بہت سے زخمی ہوئے بیس دن تک یہ محاصرہ رہا لیکن شہر فتح نہ ہو سکا۔

آخر ش حضورؐ نے نوفل بن معاویہ کو بلا کر پوچھا کہ تمہاری کیا رائے ہے انہوں نے عرض کیا حضورؐ لومڑی بھٹ میں گھس گئی ہے اگر جد وجہد جاری رہی تو پکڑلی جائے گی اور اگر چھوڑ دی جائے تب بھی کوئی اندیشہ نہیں چونکہ صرف دشمن کی مدافعت مقصود تھی، حضورؐ نے محاصرہ اٹھا لینے کا حکم نافذ فرما دیا صحابہ نے عرض کی حضورؐ ان کو بد دعا دیں۔ حضورؐ نے یہ بد دعا دی اللھم اھدِ ثقیفًا وَأْتِ بِھِم الٰہی ثقیف کو ہدایت دے اور میرے پاس انھیں آنے کی توفیق عطا فرما۔

محاصرہ چھوڑ کر حضورؐ جعرانہ تشریف لائے غنیمت کا بے شمار ذخیرہ تھا چھ ہزار اسیران جنگ چوبیس ہزار اونٹ چالیس ہزار بکریاں چار ہزار اوقیہ چاندی تھی۔ (از طبقات ابن سعد) اسیران جنگ کے متعلق آپؐ نے انتظار فرمایا کہ ان کے عزیز و اقارب آئیں تو ان سے گفتگو کی جائے لیکن کئی دن گزر جانے کے باوجود کوئی نہ آیا۔

مالِ غنیمت کے پانچ حصے کیے گئے۔ چار حصے حسب قاعدہ اہل فوج کو تقسیم کیے گئے۔ خمس بیت المال اور غربا و مساکین کے لیے رکھا گیا۔ مکہ کے اکثر رؤسا جنھوں نے حال میں اسلام قبول کیا تھا اور ابھی متذبذب العقائد تھے انھیں کو قرآن کریم میں مؤلفۃ القلوب فرمایا ہے۔ اور جہاں قرآن کریم میں مصارف زکوٰۃ کا ذکر ہے وہاں ان لوگوں کا نام بھی ہے۔ حضورؐ نے ان لوگوں کو نہایت فیاضانہ انعامات بخشے۔ ان کی تفصیل یہ ہے۔

ابوسفیان کو مع اولاد کے ۳۰۰ اونٹ ۱۲۰ اوقیہ چاندی عطا فرمائی۔

حکیم بن حزام کو	۲۰۰ اونٹ	حویطب بن عبدالعزیٰ کو	
نضیر بن حارث بن کلاہ ثقفی کو	۱۰۰ اونٹ		۱۰۰ اونٹ
صفوان ابن امیہ کو	۱۰۰ اونٹ	اقرع ابن حابس کو	۱۰۰ اونٹ
قیس بن عدی کو	۱۰۰ اونٹ	عیینہ بن حصین کو	۱۰۰ اونٹ
سہیل بن عمرو کو	۱۰۰ اونٹ	مالک بن عوف کو	۱۰۰ اونٹ

اس کے سوا بہت سے لوگوں کو پچاس پچاس اونٹ عطا فرمائے فوج کے حصہ میں تقسیم عام کے اعتبار سے فی کس چار اونٹ چالیس بکریاں نکلیں۔ سوار کو چونکہ پیادہ فوج کے مقابلہ میں تین گنا حصہ دیا جاتا تھا۔ اس لیے ہر سوار کے حصہ میں بارہ اونٹ ایک سو بیس بکریاں آئیں۔ علاوہ اس کے جنھیں بارانِ عطا سے نوازا گیا۔

ان میں اکثر اہل مکہ اور جدید الاسلام تھے۔ اس پر بعض انصار کو رنج ہوا اور کہا کہ حضورؐ نے قریش کو انعام دے کر ہمیں محروم رکھا۔ حالانکہ ہماری تلواروں سے اب تک قریش کے خون کے قطرات ٹپک رہے ہیں۔ بعض نے کہا کہ مشکلات کے موقع پر ہماری یاد ہوتی ہے اور غنیمت اوروں کو ملتی ہے۔

حضورؐ کے گوشِ اقدس تک جب یہ آواز پہنچی حضورؐ نے انصار کو جمع فرمایا اور دریافت کیا کہ کیا یہ شکوہ تمہاری طرف سے ہوا ہے۔ انصار چونکہ سچ بولنے

کے عادی تھے انھوں نے صاف عرض کر دیا کہ حضورؐ ہمارے سربرآوردہ لوگوں کی طرف سے یہ بات نہیں نکلی بلکہ ہمارے نوخیز لڑکوں نے یہ ضرور کہا ہے حضورؐ نے انصار کے صغیر و کبیر جمع فرمائے اور ایسا بلیغ خطبہ دیا جس کی نظیر فنِ بلاغت میں معدوم ہے اور انصار کو خطاب کر کے فرمایا۔ کیا یہ سچ نہیں کہ تم پہلے گمراہ تھے۔ خدا نے میرے ذریعے سے تم کو ہدایت دی۔ تم منتشر تھے خدا نے میرے ذریعہ تم میں اتفاق پیدا کیا۔ تم مفلس تھے خدا نے میرے ذریعہ تمھیں متمول کیا۔ اس پر انصار ہر فقرہ کے بعد کہتے جاتے تھے کہ اللہ و رسول کے احسانات ہم پر سب سے زیادہ ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا نہیں تم یہ جواب دو کہ اے محمد صلی اللہ علیک آپؐ کو جب لوگوں نے جھٹلایا ہم نے آپؐ کی تصدیق کی آپؐ کو جب لوگوں نے چھوڑ دیا تو ہم نے پناہ دی۔ آپؐ جب عائل تھے تو ہم نے ہر طرح کی مدد کی اور فرمایا تم یہ جواب دیتے جاؤ اور میں کہتا جاؤں گا تم سچ کہتے ہو لیکن اے انصار کیا تم کو یہ پسند نہیں کہ لوگ اُونٹ بکریاں لے کر جائیں اور تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر اپنے گھر آؤ۔ یہ سن کر انصار بے اختیار چیخ پڑے اور کہنے لگے ہم کو صرف ہمارے حضورؐ درکار ہیں۔ اکثر کا یہ حال ہوا کہ روتے روتے ازخود رفتہ ہو گئے اور ڈاڑھیاں آنسوؤں سے تر ہو گئیں۔ پھر حضورؐ نے فرمایا مکہ کے لوگ جدید الاسلام ہیں میں نے ان کو جو کچھ دیا حق کی بنا پر نہیں۔ بلکہ تالیف قلوب کے لیے دیا ہے۔

اسیرانِ حنین کے ساتھ حضورؐ کی مراعات

اسیرانِ جنگ حنین ابھی تک جعرانہ میں محفوظ تھے ایک معزز سفارت حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور درخواست کی کہ حنین کے اسیر رہا کر دیئے جائیں یہ سفارت اس قبیلہ سے آئی تھی جس میں حضورؐ کی رضاعی دایہ حضرت حلیمہ تھیں رئیس قبیلہ زہیر بن صرد نے کھڑے ہو کر تقریر کی اور حضورؐ کی طرف مخاطب ہو کر عرض کیا جو عورتیں چھپروں میں محبوس ہیں انھیں میں حضورؐ کی رضاعی

پھوپھیاں اور خالائیں ہیں۔ خدا کی قسم اگر سلاطین عرب میں سے کہیں ہمارے خاندان
کا دودھ پیا ہوتا تو ان سے بہت کچھ امیدیں ہوتیں اور آپ سے تو ہمیں ان
سے بھی زیادہ توقع ہے۔ حضورؐ نے فرمایا خاندان عبدالمطلب کا جس قدر حصّہ
ہے وہ تمہارا ہے۔ لیکن عام رہائی کی تدبیر یہ ہے کہ جب نماز کے بعد مجمع ہو
تو سب کے سامنے یہ درخواست پیش کرو۔ نماز ظہر کے بعد ان لوگوں نے یہ
درخواست مجمع کے سامنے پیش کی حضورؐ نے فرمایا مجھ کو صرف اپنے خاندان پر
اختیار ہے لیکن میں تمام مسلمانوں سے ان کے لیے سفارش کرتا ہوں۔ مہاجرین اور
انصار بول اُٹھے حضورؐ ہمارا حصّہ بھی حاضر ہے اس طرح چھ ہزار بیک وقت آزاد
کر دیے گئے۔ علامہ خرپوتی رحمہ اللہ نے اس واقعہ میں ایک معجزہ کا ذکر فرمایا کہ حضورؐ
نے کفار کی طرف نظر کی اور ایک مٹھی خاک کی اٹھا کر فرمایا انھزموا ورب الکعبۃ
شاھت الوجوہ۔ بھاگ جاؤ رب کعبہ کے رعب سے اور خاک آلودہ چہرے
لے کر اور کفار کی طرف وہ مٹی پھینکی تو تمام کافروں کے اندر مثل ابر غلیظ وہ مٹی پھیل
گئی اور ان کی آنکھوں میں غبار بھر گیا اور بھاگ نکلے۔

غزوۂ بدر

اب بیت مبارک میں سل بدلا غزوۂ بدر کے واقعات کی طرف اشارہ
ہے۔ یہ واقعہ بھی ہم دیگر کتب تواریخ سے تفصیلی رنگ میں پیش ناظرین
کرتے ہیں اور شارح خرپوتی رحمہ اللہ نے جو مختصر نقل کیا ہے وہ بھی اوّل تبرکاً نقل کیے دیتے ہیں
بدر ایک موضع ہے جو مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے مابین واقع ہے۔ اس جگہ
محاربہ ہوا اور اللہ تعالیٰ نے باوجود قلت عدد مسلمین اور کثرت عدد مشرکین مسلمانوں
کو فتح عطا فرما کر حضورؐ کی شان دکھائی اور مسلمین کی جانیں بچائیں اور شیطان کو
معہ اس کی جماعت کے ذلیل و رسوا کیا۔ اس کا تذکرہ قرآن کریم میں یوں ہے۔
وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ۔ بے شک اللہ نے مدد فرمائی تمہاری
بدر میں باوجودیکہ تم دشمن کی نظر میں ذلیل تھے۔ اور یہ غزوۂ اعظم غزوات اسلام
سے ہے۔ یہ جنگ رمضان المبارک میں ہوئی اس میں مسلمانوں کی تعداد تین سو

تیرہ تھی اور مشرکین ایک ہزار کے قریب تھے۔ اور یہاں ایسا زبردست قتل و قتال ہوا کہ اس کی نظیر دوسرے غزوات میں نہیں ملتی پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر سکینہ نازل فرمایا اور جنود ملائکہ کے ساتھ امداد کی۔ اس محاربہ میں ستر مشرکین مارے گئے اور ستر قید ہوئے مقتولین میں اکثر صنادید قریش تھے اور اس غزوہ میں بہت سے معجزات و عجائبات کا بھی ظہور ہوا۔ انتہٰی من شرح الخرپوتی۔ اب اس واقعہ عظیم کو تفصیلی صورت میں ملاحظہ فرمائیں منتخب از سیرۃ النبی وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ بدر ایک گاؤں کا نام ہے جہاں ہر سال میلہ لگتا ہے۔ یہ مقام اس نقطہ کے قریب ہے جہاں شام سے مدینہ جانے کا راستہ دشوار گزار گھاٹیوں میں سے ہو کر گزرتا ہے۔ مدینہ منورہ سے تقریباً ۸۰ میل کے فاصلہ پر ہے۔

اس جنگ کے مبادیات یہ ہیں کہ جب ۲ھ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن جحش کو بارہ سپاہیوں کے ساتھ بطن نخلہ کی طرف اس غرض سے بھیجا تھا کہ قریش کے حالات کا پتہ لگائیں۔ تو انھوں نے بجائے اس کے یہ کیا کہ راستہ میں قریش کے چند آدمی جو شام سے مال تجارت لے کر آرہے تھے ان پر حملہ کر دیا۔ اس قافلہ میں عمرو بن حضرمی بھی تھا وہ مارا گیا اور دو گرفتار ہوئے۔ مال غنیمت ہاتھ آیا۔ عبداللہ معہ مال غنیمت اور قیدیوں کے مدینہ آئے اور سرکار میں سب چیزیں پیش کیں۔ حضورؐ نے فرمایا میں نے تمھیں یہ کب کہا تھا اور اس عتاب میں غنیمت بھی قبول نہ فرمائی۔ اور صحابہ کرام بھی عبداللہ پر نہایت برہم ہوئے اور انھوں نے کہا۔ صنعتم مالم تومروا به وقاتلتم فی الشھر الحرام ولم تومروا بقتال۔ طبری صفحہ ۱۲۷۵۔ تم نے وہ کام کیا جس کا تمھیں حکم نہیں دیا گیا اور ماہ حرام رجب المرجب میں مقاتلہ کیا۔ حالانکہ اس مہینہ میں لڑنے کا حکم نہ تھا جو لوگ گرفتار اور قتل ہوئے وہ بڑے معزز خاندان کے لوگ تھے۔ عمرو حضرمی جو قتل ہوا وہ عبداللہ بن حضرمی کا بیٹا تھا جو حرب بن امیہ یعنی امیر معاویہ کے دادا کا حلیف تھا۔ اور

حرب بن اُمیہ قریش کا رئیس اعظم اور ایسا رئیس اعظم تھا کہ حضرت عبدالمطلب کے بعد اس کو ریاست عامہ حاصل ہوئی تھی۔ اور جو لوگ گرفتار ہوئے تھے وہ عثمان اور نوفل مغیرہ کے پوتے تھے۔ مغیرہ ولید کا باپ حضرت خالد کا دادا اور حرب بن اُمیہ کے بعد دوسرے درجہ کا رئیس مکہ تھا۔ اس بنا پر قتل حضرمی نے تمام قریش میں اشتعال پیدا کر دیا۔ اور یہ انتقام خون کی بنیاد قائم ہو گئی۔

حضرت عروۃ بن زبیر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے تصریح فرماتے ہیں کہ نہ صرف غزوۂ بدر بلکہ تمام لڑائیوں کی وجہ جو قریش سے ہوئیں صرف اور صرف قتل حضرمی ہے۔ علامہ طبری لکھتے ہیں۔ اور جس چیز نے بدر کی جنگ کو ابھارا اور تمام غزوات کے سلسلہ جنبانی ہو گئی سب کا سبب یہ تھا کہ واقد سہمی نے حضرمی کو قتل کر دیا تھا۔

ہجرت کے بعد سے ہی حملہ کی تیاریاں شروع تھیں اور گزشتہ حالات انتقامی جذبہ کے ساتھ اس میں کارفرما تھے۔ عبداللہ بن ابی کو قریش مکہ نے خط میں صاف لکھ دیا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر کے ہمیں اطلاع دو۔ ورنہ ہم آکر ان کے ساتھ تمہارا بھی فیصلہ کر دیں گے۔ یہ پہلا الٹی میٹم تھا جو مدینہ کی طرف قریش نے دیا۔ اس کے بعد سے چھوٹی چھوٹی ٹکڑیاں مدینہ کی طرف گشت لگاتی رہیں۔ کرز فہری مدینہ کی چراگاہوں تک آکر غارت گری کرتا رہا۔ مکمل حملہ کے لیے سب سے پہلے مصارف جنگ کا بندوبست تھا اس لیے اب کے موسم میں جو کاروان تجارت قریش نے شام روانہ کیا وہ اس سر و سامان سے روانہ ہوا کہ مکہ کی تمام آبادی نے جس کے پاس جو رقم تھی سب کی سب دے دی تھی۔

اور نہ صرف مرد ہی اس میں شریک تھے۔ بلکہ عورتیں بھی اس تجارت میں شریک تھیں۔ ابھی قافلہ شام کو روانہ نہ ہوا تھا کہ حضرمی کے قتل کا واقعہ پیش آگیا۔ اس سے قریش کی آتش غضب اور بھی مشتعل ہو گئی حتیٰ کہ قریش کے غضب

کے بادل تمام عرب پر چھا گئے۔ حضورؐ کو جب اس کی اطلاع ملی تو آپؐ نے صحابہ کو جمع کر کے واقعہ کا اظہار فرمایا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، اور دیگر جاں نثاروں نے نہایت پرجوش تقریریں کیں لیکن حضورؐ انصار کا نظریہ معلوم فرمانا چاہ رہے تھے۔ کیونکہ ان سے بوقت بیعت یہ اقرار لیا گیا تھا کہ جب کوئی مدینہ پر چڑھائی کرے گا تو ان کی تلوار اُٹھے گی۔

آخر سعد بن عبادہ سردار قبیلہ خزرج اُٹھے اور عرض کرنے لگے کہ حضورؐ کی نظریں ہماری طرف اُٹھ رہی ہیں اور ہمارے پرانے عہدنامہ کے ماتحت حضورؐ ہمیں کوئی حکم نہیں فرما رہے ہیں۔ خدا کی قسم اگر حضورؐ حکم دیں تو ہم سمندر میں کودنے کو تیار ہیں۔

صحیح مسلم کی روایت ہے اور بخاری میں ہے کہ حضرت مقداد نے عرض کی حضورؐ ہم قوم موسیٰؑ کی طرح نہیں کہ یوں کہہ دیں اِذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ۔ آپ اور آپ کا خدا جا کر لڑے ہم یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ بلکہ حضورؐ حکم فرمائیں ہم حضورؐ کے داہنے سے بائیں سے سامنے سے پیچھے سے ہر طرح سے جان نثاری کریں گے۔ اس تقریر سے فرطِ مسرت میں حضورؐ کا چہرۂ زیبا چمک اٹھا۔ غرضیکہ ۱۲ رمضان المبارک ۲ھ کو حضورؐ نے تین سو جاں نثاروں کے ساتھ شہر سے نکلنے کا حکم دیا اور ایک میل چل کر فوج کا جائزہ لیا۔ ان میں سے جو کم عمر تھے واپس کیے گئے۔ اور فرمایا گیا کہ ایسے پُر خطر موقع پر بچوں کا کام نہیں۔

عمیر بن ابی وقاص ایک کمسن بچے تھے انھیں جب واپس ہونے کو کہا تو یہ رو پڑے۔ اس سے قلب مبارک متاثر ہوا اور انھیں اجازت مل گئی عمیر کے بھائی سعد بن ابی وقاص نے اس کمسن سپاہی کو سجایا گلے میں تلوار حمایل کی۔ اب فوج اسلام کی تعداد ۳۱۳ ہو گئی تھی ان میں ساٹھ مہاجرین تھے اور باقی انصار چونکہ منافقین اور یہود کی طرف سے اطمینان نہ تھا اس لیے حضرت ابولبابہ بن عبدالمنذر کو مدینہ کا حاکم مقرر فرمایا گیا۔ انھیں حکم دیا گیا کہ مدینہ واپس جائیں اور حالیہ یعنی

مدینہ منورہ کی بالائی آبادی پر عاصم بن عدی کو مقرر فرما دیا۔ اس انتظام کے بعد حضورؐ بدر کی طرف بڑھے۔

جس طرف سے اہلِ مکہ کے آنے کی خبر تھی ادھر دو خبر رساں بسبس اور عدی پہلے روانہ کر دیے کہ قریش کی نقل و حرکت کی خبر لائیں۔ غرض کہ روحا، منصرف، ذات اجذال، معلات، اثیل سے گزرتے ہوئے ۱۷ رمضان المبارک کو بدر کے قریب پہنچے۔ خبر رسانوں نے اطلاع دی کہ قریش وادی کے دوسرے سرے تک آ گئے ہیں۔ حضورؐ نے یہیں قیام فرمایا لشکرِ اسلام اتر پڑا۔ قریش کے ساتھ ہزار بہادر سپاہیوں کی جمعیت اور سو سواروں کا رسالہ تھا۔ رؤساءِ قریش سوا ابولہب کے سب شریک تھے۔ اور ابولہب بھی مجبوری کی وجہ ہیں نہ آسکا تھا۔ مگر اس نے اپنا قائم مقام بھیج دیا تھا۔ رسد کا یہ نظام تھا کہ امراءِ قریش یعنی عباس عتبہ بن ربیعہ حرث بن عامر نضر بن الحارث ابوجہل امیہ وغیرہ وغیرہ باری باری سے ہر روز دس اونٹ ذبح کرتے اور لشکر کو کھلاتے۔

قریش کی فوج کا سپہ سالار قریش کا رئیس اعظم عتبہ بن ربیعہ تھا مقام بدر میں قریش کو اطلاع ملی کہ ابوسفیان کا قافلہ خطرہ کی زد سے نکل گیا ہے تو قبیلہ زہرہ اور عدی کے سرداروں نے کہا اب لڑنا ضروری نہیں مگر ابوجہل نہ مانا۔ اور زہرہ اور عدی کے لوگ واپس چلے گئے۔ باقی فوج آگے بڑھی۔ قریش چونکہ پہلے آ چکے تھے انھوں نے مناسب موقعوں پر قبضہ کر لیا تھا۔

لشکرِ اسلام بعد میں پہنچا تھا۔ اس وجہ ہیں ان کے حصہ میں چشمہ یا کنواں کوئی چیز بھی نہ تھی۔ زمین ملی تو ایسی ریتلی کہ اونٹوں کے پاؤں ریتے ہیں دھنس دھنس جاتے تھے۔ حباب بن منذر نے حضورؐ سے عرض کی کہ جو مقام انتخاب کیا گیا ہے وحی کی رو سے ہے یا فوجی تدبیر کے ماتحت حضورؐ نے فرمایا وحی نہیں ہے۔ تو حباب نے عرض کی ایسی صورت میں میری رائے یہ ہے کہ ہم آگے بڑھیں چشمہ پر قبضہ کریں اور ارد گرد کے کنوئیں بیکار کر دیں حضورؐ نے یہ رائے پسند فرمائی اور اس پر عمل کیا گیا۔

حُسنِ اتفاق سے مینہ برس گیا اور ریتا جم گیا جا بجا پانی روک کر چھوٹے چھوٹے ایسے حوض بنا لیے گئے۔ جو غسل و وضو کے کام آئیں اسی کرم نوازی کو قرآن کریم فرماتا ہے۔ یُنَزِّلُ عَلَیْکُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّیُطَهِّرَکُمْ بِهٖ اور جب کہ ہم نے آسمان سے پانی برسایا کہ تم کو اس سے طہارت حاصل ہو۔ پانی پر اگرچہ قبضہ تھا لیکن وسعتِ خُلق ساقیِ کوثر نے یہ گوارہ نہ کیا کہ دشمن بے آب رہے بلکہ باوجود سخت حسد و کینہ کے حضورؐ کی طرف سے انھیں پانی کی اجازت تھی۔

اب رات کا وقت ہے۔ تمام لشکر کمر کھول کھول کر شب آرام لینے کے لیے سو رہا ہے لیکن صرف ایک ہستی مقدس ہے جو صبح تک بیدار مصروف دعا ہے۔ یا یوں کہیے کہ یہ رات تھی جو ہر قسم کے خوف سے بری ہو کر محو خواب تھی۔ اور اس کے دُولہا آقا مولا سرکار دو جہان صلی اللہ علیہ وسلّم پاسبان اور سرگرم دُعا شب بھر بیدار رہے صُبح ہوئی نماز کے لیے آواز دی گئی بعد نماز جہاد کے موضوع پر ایک بلیغ خطبہ دیا۔ ادھر یہ نظام ہے ادھر قریش جنگ کے لیے بے تاب ہیں۔ ان میں جہاں ہر ایک بر سر پیکار ہے وہاں کچھ نیک دل بھی ہیں۔ جو خون ریزی کو پسند نہیں کرتے۔ ان میں حکیم بن حزام بھی ہیں۔ جو بعد میں مشرف باسلام ہو گئے۔ اُنھوں نے سردار فوج عتبہ سے کہا کہ۔ اگر آپ چاہیں تو آج کا دن آپ کی نیک نامی کی ابدی یادگار ہو جائے۔ عتبہ نے کہا وہ کس طرح حکیم بن حزام نے کہا اس وقت قریش کا جو کچھ مطالبہ ہے وہ صرف حضرمی کا خون ہے۔ اس لیے کہ وہ آپ کا حلیف تھا۔ آپ اس کا خون بہا ادا کر دیں۔ یہ مشورہ عتبہ کو پسند آیا اور اُس نے خوشی سے منظور کر لیا لیکن چونکہ ابوجہل کا مشورہ اس سے لازمی تھا حکیم بن حزام سے کہا کہ جاؤ میرا یہ پیام ابوجہل کو پہنچاؤ۔ ابوجہل نے یہ سنتے ہی کہا کہ ہاں عتبہ ہمت ہار گیا ہے۔ اس لیے کہ اسلامی لشکر کے اندر حذیفہ عتبہ کا بیٹا آیا ہے جو مسلمان ہو گیا ہے یہ سب کچھ عتبہ اس لیے چاہتا ہے کہ اس کے بیٹے پر کوئی آنچ نہ آئے۔ ابوجہل نے حضرمی کے بھائی عامر کو بلا کر کہا کہ دیکھا تم نے تمھارے بھائی کا

خون بہا تمہاری آنکھوں دیکھتے مل رہا ہے۔ عامر نے یہ سُن کر عرب کے قاعدے کے مطابق کپڑے پھاڑ ڈالے اور خاک اُڑا کر واعمرہ واعمرہ کا نعرہ مارنا شروع کیا۔ اس مظاہرہ نے تمام فوج میں پھر آگ لگادی۔ جب عتبہ کو ابوجہل کا یہ طعنہ پہنچا تو سخت برہم ہُوا اور کہا میدانِ جنگ میں پتہ چل جائے گا کہ نامردی کا داغ کس کو لگتا ہے۔ یہ کہہ کر مغفر مانگا اور اوڑھا تو اس کا سر اتنا بڑا تھا کہ کوئی مغفر اس کے سر پر ٹھیک نہ اُترا۔ مجبور سر سے کپڑا لپیٹا اور لڑائی کے ہتھیار سجے۔

چونکہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دستِ اقدس کو خون کفار سے آلودہ فرمانا پسند نہیں فرماتے تھے اس لیے جان نثاران اسلام نے ایک خیمہ چھپر بنایا کہ اس میں حضورؐ تشریف رکھیں اور پہرہ کے لیے سعد بن معاذ تیغ بکف مقرر ہوئے۔

اگرچہ فتح ونصرت کا وعدہ من جانب اللہ قطعی تھا عناصر عالم آمادہ مدد تھے۔ ملائکہ کی فوجیں ہمہ تن اشارہ کی منتظر تھیں۔ تاہم عالم اسباب کے لحاظ سے حضورؐ نے اصول جنگ کے مطابق فوجیں مرتب فرمائیں۔ مہاجرین کا علم مصعب بن عمیر کو عنایت ہُوا۔ خزرج کے علمبردار حباب بن منذر ہوئے اور اوس کے سعد بن معاذ مقرر ہوئے۔

صبح ہوتے ہوتے آپ نے صف آرائی شروع کی۔ دست مبارک میں ایک تیر تھا اس کے اشارے سے صفیں قائم کی گئیں ابھی یہ انتظام ہو ہی رہا تھا کہ حضرت حذیفہ بن الیمان اور حُسَیل دو صحابی کہیں سے آ رہے تھے۔ راستے میں دشمنوں نے روکا اور کہا کہ تم لشکر اسلام کی مدد کو جا رہے ہو انھوں نے واقعہ کے مطابق انکار کیا۔ اس پر بھی انھوں نے وعدہ لیا کہ وہ مدد نہیں کریں گے۔ اس وعدہ کے بعد انھیں راہ ملی جب یہ دونوں دربار رسالت میں حاضر آئے واقعہ عرض کیا تو حضورؐ نے فرمایا ہم ہر حال میں وعدہ وفا کریں گے ہمیں صرف اپنے رب کی مدد درکار ہے اب دو صفیں مقابل ہیں ایک طرف حق ہے دوسری طرف باطل ایک طرف

نور ہے دوسری طرف ظلمت ایک طرف کفر ہے دوسری طرف اسلام اس کا نقشہ
قرآن کریم اس طرح کھینچتا ہے۔ قَدْ كَانَ لَكُمْ آيَةٌ فِي فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا فِئَةٌ تُقَاتِلُ
فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَأُخْرَىٰ كَافِرَةٌ يَرَوْنَهُم مِّثْلَيْهِمْ رَأْيَ الْعَيْنِ۔ جو لوگ باہم لڑے
ان میں تمہارے لیے عبرت کی نشانیاں ہیں۔ ایک خدا کی راہ میں لڑ رہا تھا دوسرا منکر
خدا تھا۔ یہ منظر عجیب منظر تھا اتنی بڑی وسیع دنیا میں توحید کی قسمت صرف چند
آدمیوں پر منحصر تھی صحیحین میں ہے۔ کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر اس وقت
ایک خاص خضوع کی حالت طاری تھی وہ نوری دست مقدس آسمان کی طرف پھیلے
ہوئے تھے اور زبان مبارک پر یہ لفظ جاری تھے۔ الٰہی تو نے مجھ سے جو وعدہ فرمایا
ہے آج پورا کر۔ محویت اور بے خودی کے عالم میں رداء مبارک دوش اقدس سے
گر جاتی ہے۔ کبھی سجدہ میں ہیں اور عرض کر رہے ہیں الٰہی اگر یہ چند جانیں آج فنا ہو
گئیں تو تیرا نام لینے والا قیامت تک نہ رہے گا۔

اس بیقراری پر جان نثاروں کو رقت آگئی حضرت صدیق نے عرض کی حضور
اللہ تعالیٰ وعدہ پورا فرمائے گا۔ آخر روحانی تسکین کے ساتھ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ
الدُّبُرَ پڑھتے ہوئے لب مبارک فتح کی پیش گوئی سے آشنا ہوئے۔ اب دشمن کی
فوجیں قریب آگئیں۔ تاہم جان نثاران اسلام کو حکم ہے کہ پیش قدمی نہ کریں جب دشمن
بالکل قریب ہو جائے تو اسے تیروں سے روکا جائے۔ یہ معرکہ ایثار وجان بازی کا
سب سے بڑا حیرت ناک منظر تھا۔ دونوں فوجیں سامنے آئیں تو لوگوں کو نظر آیا کہ خود
ان کے جگر پارے تلوار کے سامنے ہیں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جب
دیکھا کہ ان کا اپنا فرزند کافروں کی طرف سے میدان میں آرہا ہے۔ خود تلوار لے کر
میدان میں آئے۔ عتبہ میدان میں آیا تو اس کے فرزند حضرت حذیفہ مقابلہ کو نکلے۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے ماموں کے خون سے تلوار رنگ کر واپس ہوئے۔ لڑائی
کا آغاز یوں ہوا کہ سب سے پہلے عامر حضرمی جس کو بھائی کے خون کا دعویٰ تھا آگے
بڑھا مہجع حضرت عمر کا غلام اس کے مقابلہ کو نکلا اور مارا گیا۔ عتبہ جو سردار لشکر تھا

ابوجہل کے طعنہ سے سخت برہم تھا۔ سب سے پہلے وہی بھائی اور بیٹے کو لے کر میدان میں آیا۔ عرب کا دستور تھا کہ نامور لوگ کوئی امتیازی نشان لگا کر میدان میں جاتے تھے۔ عتبہ کے سینہ پر شتر مرغ کے پر تھے۔ حضرت عوف حضرت معاذ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم مقابلہ کو نکلے عتبہ نے نام ونسب پوچھا جب اسے معلوم ہوا کہ انصار ہیں تو عتبہ نے کہا ہم کو تم سے غرض نہیں پھر حضورؐ کی طرف خطاب کر کے پکارا کہ یہ لوگ ہمارے جوڑ کے نہیں بعض کتب احادیث کے مضامین سے پتہ چلتا ہے کہ یہ جواب بغرض اہانت انصار نہ تھا بلکہ عتبہ کا منشا یہ تھا کہ انتقام خون کا مطالبہ قریش سے ہے انصار سے نہیں مگر باینہمہ یہ حقیقت ناقابل انکار ہے کہ مکہ والے انصار کو اپنا ہمسر نہیں سمجھتے تھے۔ غرضیکہ حضرت حمزہ حضرت عبیدہ حضرت علی میدان میں آئے ان حضرات کے چہروں پر نقاب تھی عتبہ نے پوچھا تم کون ہو سب نے نام ونسب بتائے عتبہ نے کہا ہاں اب ہمارا جوڑ ہے عتبہ حضرت حمزہؓ سے ولید حضرت علیؓ سے مقابلہ ہوا ایک ہی وار میں دونوں مارے گئے مگر عتبہ کے بھائی شیبہ نے حضرت عبیدہ کو زخمی کیا۔ حضرت علیؓ نے بڑھ کر شیبہ کو قتل کر دیا اور حضرت عبیدہ کو کندھے پر اٹھا کر دربار شاہی میں پہنچایا حضرت عبیدہ نے حضورؐ سے پوچھا کیا میں دولت شہادت سے محروم رہا حضورؐ نے فرمایا نہیں تم شہید ہو۔ حضرت عبیدہ عرض کرنے لگے آج ابوطالب زندہ ہوتے تو تسلیم کرتے کہ ان کے اس شعر کا مستحق میں ہوں۔

ونسلمہ حتی نصرع حولہ   ونذھل عن ابنائنا والحلائل

ہم اپنے پیارے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمن کے حوالے اس وقت کریں گے جب ان کے گرد لڑ کر مر جائیں اور ہم اپنے بیٹوں اور بیویوں سے بھلا نہ دیئے جائیں سعد بن العاص کا بیٹا عبیدہ سر سے پاؤں تک لوہے میں دوبا ہوا صف سے نکلا اور پکارا کہ میں ابو کرش ہوں حضرت زبیر اس کے مقابلہ کو نکلے اور چونکہ اس کی صرف آنکھیں نظر آتی تھیں آپ نے تاک کر آنکھ میں برچھی ماری وہ زمین پر

گرا اور مر گیا۔ برچھی اس طرح پیوست ہو گئی تھی کہ حضرت زبیر نے اس کی لاش پر پاؤں رکھ کر کھینچی تو بڑی مشکل سے نکلی اور دونوں دھاریں مڑ گئیں اس برچھی کو حضورؐ نے حضرت زبیر سے لے کر یادگار میں رکھا۔ خلفاء اربعہ کے عہد تک یہ یادگار میں رہی بعد میں حضرت عبداللہ بن زبیر کے پاس آ گئی۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اس معرکہ میں کئی کاری زخم اٹھائے شانہ پر جو زخم آیا تھا اتنا گہرا تھا کہ اچھے ہو جانے پر اس میں انگلی چلی جاتی تھی۔ عروہ آپ کے صاحبزادے بچپن میں ان زخموں سے کھیلا کرتے تھے۔ جس تلوار سے آپ لڑے تھے وہ لڑتے لڑتے گر گئی تھی۔ چنانچہ جب عبداللہ ابن زبیر شہید ہوئے تو عبدالملک نے عروہ سے کہا تو زبیر کی تلوار پہچان لے گا اس نے کہا ہاں۔ عبدالملک نے پوچھا کیونکر بولا بدر کے معرکہ میں اس میں دندانے پڑ گئے تھے۔ عبدالملک نے تصدیق کی اور یہ مصرع پڑھا۔ ع

بِهِنَّ فلول من قراع الكتاب

عبدالملک نے وہ تلوار عروہ کو دے دی اس نے اس کی قیمت کرائی تو تین ہزار ہوئی قبضہ پر چاندی کا کام تھا۔ اب عام حملہ شروع ہو گیا۔ مشرکین اپنے بل بوتے پر لڑ رہے تھے اور جان نثاران اسلام صرف خدا کی قوت کا سہارا ڈھونڈ رہے تھے۔ ابو جہل کی شرارت اور دشمن اسلام کا عام چرچا تھا۔ اس بنا پر انصار میں سے معوذ و معاذ دو بھائیوں نے عہد کیا تھا کہ یہ شقی جہاں نظر آ جائے گا یا اس کو مٹا کر چھین لیں گے یا مٹ جائیں گے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف فرماتے ہیں کہ میری صف میں میرے داہنے بائیں دو نوخیز لڑکے نظر آئے اور انھوں نے کان میں مجھ سے پوچھا کہ ابو جہل کہاں ہے میں نے کہا برادر زادہ ابو جہل کو پوچھ کر کیا کرو گے۔ بولے ہم نے خدا سے عہد کیا ہے کہ جہاں اُسے دیکھ لیں گے قتل کر دیں گے یا خود لڑ کر جان دے دیں گے میں نے اشارے سے بتایا کہ ابو جہل وہ ہے۔ بس میرا اشارہ کرنا تھا کہ باز اشہب کی طرح دونوں جھپٹے

اور میری نظر پڑی تو ہیں نے دیکھا ابو جہل خاک پر ہے ۔ یہ دونوں شجاع بچے عفرا کے نونہال تھے ۔ عکرمہ نے جب اپنے بہادر باپ کی یہ گت دیکھی عقب سے آیا اور حضرت معوذ کے بائیں شانے پر ایسی تلوار ماری کہ بازو کٹ گیا صرف تسمہ رہ گیا ۔ معاذ نے عکرمہ کا تعاقب کیا مگر وہ بچ کر نکل گیا ۔ حضرت معوذ اسی حالت میں لڑ رہے تھے ۔ لیکن ہاتھ لٹکنے سے زحمت ہوتی تھی حضور کے دربار میں آئے ہاتھ دکھایا حضور نے اسے اُس کی جگہ لگا دیا ہاتھ بالکل تندرست ہوگیا ۔ مختصر یہ کہ عتبہ سالار لشکر اور ابو جہل کے مارے جانے سے قریش کا پائے ثبات اکھڑ گیا ۔ اور فوج میں بیدلی سی پھیل کر بزدلی چھا گئی ۔

حضور کا پرانا دشمن امیّہ بن خلف بھی جنگ بدر میں شریک تھا ۔ اور حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اس سے کسی زمانہ میں معاہدہ کیا تھا کہ وہ مدینہ آئے گا تو یہ اس کی جان کے محافظ ہوں گے بدر میں اس خبیث سے انتقام لینے کا خوب موقعہ تھا لیکن چونکہ عہد کی پابندی اسلام کا شعار خاص ہے ۔ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف نے چاہا کہ یہ بچ کر نکل جائے ۔ بلکہ اسے لے کر ایک پہاڑ پر چلے گئے ۔ اتفاق سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے دیکھ لیا انصار کو خبر کردی فوراً لوگ لوٹ پڑے حضرت عبد الرحمٰن نے اُمیّہ کے بیٹے کو آگے کر دیا مسلمانوں نے اس کو قتل کر ڈالا مگر اُمیّہ کی طرف سے پھر بھی بے پروانہ ہوئے آخر ش حضرت عبد الرحمٰن نے اُسے لٹا دیا یہ لیٹ گیا تو مسلمان اس پر چھا گئے حضرت عبد الرحمٰن اس کی سپر بن گئے ۔ اس کے اوپر لیٹ گئے لیکن لوگوں نے حضرت عبد الرحمٰن کے پیروں میں سے ہاتھ ڈال کر اس کو واصل جہنم کر ڈالا اس کشاکش میں حضرت عبد الرحمٰن کی ایک ٹانگ بھی زخمی ہوگئی اور مدتوں تک اس زخم کا نشان قائم رہا ۔

اب جنگ بدر میں قریش کے جوش ختم تھے وہ آخری سانس توڑ رہے تھے ۔ ابو جہل عتبہ وغیرہ کے قتل کے بعد قریش نے ہتھیار ڈال دیے اور

مسلمانوں نے ان کی گرفتاریاں شروع کر دیں۔

حضرت عباس عقیل جو حضرت علی کے بھائی تھے نوفل اسود بن عامر عبداللہ بن زمعہ اور بہت سے بڑے بڑے معززین قریش گرفتار ہوئے حضورؐ نے ان گرفتاریوں کے بعد حکم دیا کہ کوئی خبر لائے کہ ابوجہل کا کیا انجام ہوا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود نے جا کر لاشوں کو دیکھا تو زخمیوں میں پڑا ہوا نظر آیا کہ دم توڑ رہا ہے آپ نے پوچھا تو ابوجہل ہے۔ اس نے کہا ایک شخص کو اس کی قوم نے قتل کر دیا تو یہ فخر کی کیا بات ہے۔ ابوجہل نے ایک دفعہ آپ کو طمانچہ مارا تھا اس کے انتقام میں آپ نے اس کی گردن پہ پاؤں رکھا ابوجہل بکنے لگا او بکریاں چرانے والے دیکھ تو کہاں پاؤں رکھتا ہے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کا سر کاٹ لیا اور حضورؐ کے قدموں میں لا کر ڈال دیا۔ بعد فتح معلوم ہوا کہ مسلمانوں میں سے صرف چودہ نفوس شہید ہوئے جن میں چھ مہاجر اور آٹھ انصاری ہیں۔ اور دوسری طرف شجاعان نامور مارے گئے اور شیبہ۔ عتبہ۔ ابوجہل۔ ابوبختری۔ زمعہ بن الاسود۔ عاص بن ہشام امیہ بن خلف منبہ۔ بن الحجاج جیسے مایۂ ناز مشرکین واصل جہنم ہوئے۔ تقریباً ستر آدمی قتل اور اسی قدر قید ہوئے۔ اسیران جنگ میں سے بھی دو عقبہ اور نفر بن حارث کو قتل کیا گیا باقی قیدی مدینہ میں لائے گئے۔

اس جنگ میں دیکھنا یہ ہے کہ مسلمان تین سو تیرہ ہیں اور ان کے پاس سامان حرب بھی نہ ہونے کے برابر ہے۔ مسلمان فوج میں صرف دو گھوڑے اور معمولی ہتھیار تھے۔

قریش کے اندر تمام کے تمام مسلح ایک ہزار پیادہ پانسو سواروں کا رسالہ تھا۔ ایسی صورت میں اللہ تعالٰی کی طرف سے ہی فتح اسلام ہونی منظور تھی۔ اسی لیے تو ناظم قاسم رحمہ اللہ نے فرمایا وسل بدرؓ بدر کی سرزمین سے پوچھ کہ یہ مقابلہ اس تاجدار نبوت نے کس بانکپن سے کیا۔ کہ اسباب ظاہری کے

اعتبار سے نہ سامان حرب نہ جمعیت ہی اتنی کہ مقابلہ کے قابل ہو اسی وجہ میں ناظم
فاہم رحمہ اللہ نے فرمایا وسل بدرا۔ اس حبیب ہاشمی کی شان توکل و استغنا
اور شجاعت و دلیری کی اور میدان بدر سے پوچھ آگے فرماتے ہیں وسل احدا
اور جنگ احد کے معرکہ سے پوچھ اگرچہ طوالت مضمون مانع ہے کہ اب ہم
تفصیلی بحث بدستور کریں لیکن دل نہیں مانتا بنابرایں جس طرح ہم نے بدر
کے واقعہ کو اول علامہ خرپوتی کے رنگ اختصار میں پیش کر کے پھر تفصیل
سے عرض کیا اس طرح واقعہ احد کو بھی اول علامہ خرپوتی کے اختصاری
رنگ میں عرض کر کے پھر تفصیل واز تاریخی روشنی میں عرض کریں گے۔

قصہ غزوہ احد

وَسَلْ اُحُدًا اُحُد بضمتین۔ یہ مدینہ کے قریب ایک موضع ہے جو محل محاربہ ہے

اس کا قصہ یہ ہے کہ جب بدر میں قریش پر نزول بلا ہو چکا اور ان
کے بڑے بڑے نامور صنادید قتل کر دیے گئے تو ایک بار پھر اجتماع ہوا اور
حضور کے مقاتلہ کی رائے پاس ہوئی اور بہت سے قبائل ایک آواز پر مطیع
فرمان ہو گئے حتیٰ کہ تین ہزار کی جمعیت بن گئی اور انھوں نے اپنے آنے کی
خبر حضور کو پہنچائی چنانچہ جمعہ کے روز حضور نے جان نثاران اسلام کو تیاری
کا خطبہ دیا اور فرمایا۔ ایھا الناس انی رأیت فی منامی بقرا تنحر ورأیت کانی
فی درع حصینۃ ورأیت کان سیفی انفصم ورأیت کانی مردف کبشا فاولت
البقر بنفر من اصحابی یقتلون وام الدرع الحصینۃ فالمدینۃ واولت
انفصام سیفی بشیٔ یصیبنی فی نفسی واما الکبش فکبش کتیبۃ القوم
اقتلہ انشاء اللہ تعالےٰ۔

لوگو! میں نے خواب میں گائے ذبح ہوتی دیکھی اور دیکھا کہ گویا میں ایک
مستحکم زرہ میں ہوں اور میں نے دیکھا کہ میری تلوار میں دندانے پڑ گئے ہیں۔
اور دیکھا کہ میں مردف کبش ہوں تو گائے کی قربانی سے میں نے تعبیر لی کہ میرے

صحابہ میں سے کچھ بھاگ جائیں گے اور کچھ شہید ہوں گے اور زرہ منشق سے میں نے مدینہ مراد لیا۔ اور تلوار میں دانتے پڑ جانے سے میں نے تعبیر لی کہ کچھ تکلیف مجھے بھی پہنچے گی اور مردف کبش ہونے سے یہ تعبیر لی کہ لشکر کفار کو انشاء اللہ ہم قتل کریں گے۔

پھر حضورؐ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا اور مدینہ کے قیام پر کثرت رائے رہی مگر جان نثاران اسلام نے عرض کی کہ حضورؐ تشریف لے چلیں اور دشمن سے ہم مقابلہ کریں۔ چنانچہ حضورؐ جمعہ کے دن ہی مدینہ سے روانہ ہوئے اور جب التقاء جماعت ہوا تو مشرکین بھاگ پڑے اور لوگ مال غنیمت کی طرف ملتفت ہو گئے۔ اس غفلت میں کفار پھر جمع ہوئے اور مسلمانوں پر ہلہ بول دیا اس وقت کچھ صحابہ شہید ہوئے اور حضورؐ کو بھی ضرب آئیں اور اس میں علم اللہ کے اندر بہت سی حکمتیں تھیں۔ آگے فصول حتف ہے فصول جمع فصل کی ہے۔ یعنی موسم اور حتف بمعنی ہلاک ہے۔ یعنی وہ زمانہ کفار کے لیے ہلاکت کا زمانہ تھا۔ ادھی اسم تفضیل ہے داھۃ جو بمعنی آفت عظیم آتا ہے اور دخم بفتحتین اس مرض کو کہتے ہیں جیسے وباء عام کہا جا سکتا ہے اس پر قرآن کریم نے فرمایا۔ اِذْ هَمَّتْ طَّائِفَتَانِ مِنكُمْ أَن تَفْشَلَا وَاللَّهُ وَلِيُّهُمَا انتہی مختصراً از تعبیر یوتی۔

غزوۂ اُحد تفصیلی رنگ میں

عرب میں ایک شخص کا قتل لڑائی کا ایک ایسا سلسلہ چھیڑ دیتا تھا جو سینکڑوں برس تک ختم نہیں ہو سکتا تھا۔ طرفین میں سے جس کو شکست ہوتی وہ انتقام کو ایسا فرض مؤبد جانتا جس کے ادا کیے بغیر اس کی ہستی قائم نہیں رہ سکتی ہے۔

بدر میں قریش کے ستر آدمی وہ مارے گئے جو قریش کے مایہ ناز وجود تھے اس بنا پر تمام مکہ جوش انتقام سے لبریز تھا۔ قریش کا کاروان تجارت جو جنگ بدر کے زمانے میں نفع کثیر کے ساتھ شام سے واپس آیا تھا۔ اس کا

راس المال تو حصہ داروں میں تقسیم کر دیا گیا تھا لیکن زرِ منافع امانت کے طور پر محفوظ تھا۔

قریش مقتولین بدر سے فارغ ہوئے تو انھیں جذبۂ انتقام نے پھر متحرک کیا۔ ابوجہل کا بیٹا عکرمہ اور وہ جن کے اعزا و اقربا بدر میں قتل ہو چکے تھے وہ سب جمع ہوئے اور ابوسفیان کے یہاں جا کر کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری قوم کا خاتمہ کر دیا اب انتقام لیے بغیر ہماری زندگی فضول ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ کاروانِ شامی کی تجارت کا منافع جو جمع ہے وہ تمام کا تمام اس کام میں صرف کر دیا جائے اور مسلمانوں کو کم از کم بتا دیا جائے کہ جوشِ انتقام اس کو کہتے ہیں۔

اس درخواست کو شرف منظوری حاصل ہو گیا۔ مگر رائے پاس کر لینے کے ساتھ یہ بھی سمجھ چکے تھے کہ مسلمان کس جذبہ کا وجود ہے۔ وہ جانتے تھے کہ بدر میں جس سامان سے وہ گئے تھے وہ مسلمانوں کے مقابلہ کو کافی نہ تھا۔ ہر ملک میں کسی تحریک کا احساس پیدا کرنے کے لیے ایک خاص طریقہ ہوتا ہے عرب میں جوش پھیلانے کے لیے اور دلوں کو گرمانے کے واسطے سب سے بڑا آلہ اشعار کا تھا۔

عمرو جمحی اس فن کے بڑے ماہروں میں مانا جاتا تھا دوسرا مسافع شاعر نامور تھا۔ عمرو جمحی غزوۂ بدر میں گرفتار ہو گیا تھا مگر حضورؐ نے باقتضائے رحم سے رہا کر دیا تھا۔ یہ اور دوسرا مسافع دونوں مکہ سے نکلے اور قبائلِ قریش میں اپنی آتش بیانی سے خوب آگ لگا آئے۔

لڑائی کے میدان میں ثابت قدمی اور جوشِ جنگ کا بڑا ذریعہ خاتونانِ حرم یا دیویوں کا میدان میں نکلنا تھا۔ جب دیویاں یا خواتین جوانوں کے آگے رجز پڑھتی ہوئی رزمگاہ سے گزرتیں تو عرب جانوں پر کھیل جاتے اس موقعہ پر ایسی دیویاں یا خواتین بہت سی تھیں جو جنگ بدر میں اپنی اولادیں قتل کروا چکی

تھیں انھوں نے اس تحریک میں خاص حصّہ لیا اور منت مانی کہ اولاد کے قاتلوں کے خون پی کر دم لیں گی۔ جب فوجیں تیار ہوگئیں تو معزز گھرانوں کی دیویاں بھی فوج میں شامل ہوئیں۔ قابلِ ذکر دیویاں یہ تھیں جو جوانان میدان کے جوش بڑھانے کو میدان میں ساتھ آئیں۔

ہند ۔ عتبہ کی بیٹی اور حضرت امیر معاویہ کی ماں۔
ام حکیم ۔ عکرمہ بن ابی جہل کی بیوی۔ فاطمہ ۔ ہمشیرہ حضرت خالد۔
برزہ ۔ مسعود ثقفی رئیس طائف کی بیٹی۔ ریطہ ۔ عمرو بن عاص کی بیوی۔
خناس ۔ حضرت مصعب بن عمیر کی والدہ۔

حضرت حمزہ سید الشہدا رضی اللہ عنہ نے ہند کے باپ عتبہ کو قتل کیا تھا اور جبیر بن مطعم کا چچا بھی آپ کے ہی ہاتھوں مارا گیا تھا۔ اس بنا پر ہند نے وحشی کو جو جبیر کے غلام اور حربہ اندازی کے ماہر تھے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قتل پر آمادہ کیا۔ اور یہ اقرار ہوا کہ اس کے صلہ میں وہ آزاد کر دیے جائیں گے۔ حضرت عباس حضورؐ کے چچا گو اسلام لا چکے تھے۔ لیکن ابھی تک مکہ میں مقیم تھے۔ انھوں نے ان تمام حالات کو مفصل لکھ کر ایک تیز رو قاصد کے ذریعہ حضورؐ تک پہنچایا اور قاصد کو تاکید کی کہ تین رات میں مدینہ پہنچ جائے۔

حضورؐ کو یہ اطلاع پہنچی تو حضورؐ نے ۵ شوال ۳ھ کو دو خبر رساں انس اور مونس بھیجے وہ خبر لائے کہ قریش کا لشکر مدینہ کے قریب آگیا۔ اور چراگاہ مدینہ جسے عریض کہتے ہیں۔ ان کے گھوڑوں نے صاف کر دی ہے۔ حضورؐ نے حباب بن منذر کو بھیجا کہ فوج کی تعداد کا جائزہ لائیں۔ انھوں نے حاضر ہو کر صحیح تخمینہ سے اطلاع دی۔ چونکہ شہر پر حملہ کا خطرہ تھا اس لیے ناکہ بندی کر دی گئی۔ حضرت سعد بن عبادہ اور حضرت سعد بن معاذ ہتھیار لگا کر تمام شب مسجد نبویؐ کے دروازہ کا پہرہ دیتے رہے۔ صبح حضورؐ نے صحابہ سے مشورہ کیا

مہاجرین وانصار نے رائے دی کہ عورتیں باہر قلعوں میں بھیج دی جائیں اور شہر میں پناہ لے کر مقابلہ کیا جائے۔ عبداللہ بن ابی بن سلول آج تک مشورہ میں کبھی شریک نہیں کیا گیا تھا لیکن آج اسے شرکت کا موقع دیا گیا اس نے بھی مہاجرین کی رائے سے اتفاق کیا۔ مگر نوخیز صحابہ نے جو جنگ بدر میں شریک نہ ہو سکے تھے جوشِ جہاد میں اس امر پہ اصرار کیا کہ شہر سے نکل کر حملہ کیا جائے۔ حضورؐ باب عالی میں تشریف لے گئے اور زرہ پہن کر تشریف لائے ان نوجوانوں کو اس امر کا احساس ہوا کہ حضورؐ کے خلافِ مرضی ہم نے اپنی رائے پر زور دیا سب نے معذرت کی اپنی رائے واپس لینی چاہی حضورؐ نے فرمایا۔ اللہ کے نبی کو یہ زیبا نہیں کہ ہتھیار پہن کر بلا محاربہ اتار دے۔

مختصر یہ کہ ادھر قریش بدھ کے روز مدینہ کے قریب پہنچے اور جبل اُحد پر پڑاؤ ڈالا۔ ادھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن نماز جمعہ پڑھ کر ایک ہزار صحابہ کے ساتھ شہر سے باہر تشریف لائے۔ عبداللہ بن ابی تین سو کی جمعیت لے کر آیا تھا۔ عین وقت پر اپنی جمعیت لے کر واپس ہو گیا اور یہ الزام رکھتا ہوا گیا کہ حضورؐ نے میری رائے نہ مانی۔ اس لیے جا رہا ہوں۔ حضورؐ نے ان تین سو کے کم ہو جانے کی پریشانی کے باوجود بھی پرواہ نہ کی اور بقیہ سات سو صحابہ جو رہ گئے تھے جن میں زرہ پوش صرف سو تھے ان کو لے کر مدینہ سے باہر تشریف لائے اور فوج کا جائزہ لیا۔ کمسن جو تھے وہ واپس کیے گئے۔ ان میں حضرت زید بن ثابت براء بن عازب ابوسعید خدری عبداللہ بن عمر عرابہ اوسی بھی تھے۔ جاں نثاری کا یہ جذبہ تھا کہ جب رافع بن خدیج سے کہا گیا کہ تم عمر میں چھوٹے ہو واپس جاؤ تو وہ انگوٹھے کے بل تن کر کھڑے ہو گئے کہ قد اونچا نظر آئے۔ حضورؐ نے ان کے جذبہ کی قدر فرمائی اور انھیں لے لیا۔ سمرہ ایک نوجوان تھے اور رافع بن خدیج کے ہمسن انھوں نے عرض کی حضورؐ میں رافع کو پچھاڑ سکتا ہوں۔ اس لیے اگر انھیں اجازت ملی ہے تو مجھے بھی اجازت ملنی چاہیے۔ مختصر یہ کہ انھیں بھی اجازت مل گئی۔ اب میدان میں پہنچ کر حضورؐ نے

جبل اُحد کو پشت پر رکھ کر صف آرائی فرمائی۔ حضرت مصعب بن عمیر کو عَلم عنایت ہُوا۔ زبیر بن العوام رسالے کے افسر بنائے گئے۔ حضرت حمزہ سید الشہدا رضی اللہ عنہٗ کو غیر زرہ پوش فوج کا کمانیر کیا۔

پشت کی طرف سے دشمن کے آنے کا احتمال تھا وہاں پچاس تیر اندازوں کا ایک دستہ متعین کیا گیا اور حکم دیا گیا کہ لڑائی فتح ہو جائے یا نہ ہو وہ ہر صورت میں اپنی جگہ سے نہ ہٹیں حضرت عبد اللہ بن جبیر ان تیر اندازوں کے افسر مقرر ہوئے۔ قریش کو بدر میں تجربہ ہو چکا تھا اس لیے انھوں نے نہایت ترتیب سے صف آرائی کی۔

میمنہ پر خالد بن ولید کو لگایا میسرہ عکرمہ کو دیا جو ابو جہل کا بیٹا تھا سواروں کا دستہ صفوان بن اُمیّہ کی کمان میں تھا۔ تیر اندازوں کے دستے الگ تھے اس کا افسر عبد اللہ ابن ابی ربیعہ تھا۔ علمبردار طلحہ کو بنایا دو سو گھوڑے کوتل رکاب میں تھے جو بروقت ضرورت کام میں لانے کو رکھے تھے۔ سب سے پہلے طبل جنگ بجانے کی بجائے خواتین قریش یا دیویوں کا ایک گروہ دف پر یہ اشعار گاتا ہُوا چلا۔ اس میں کشتگان بدر کا ماتم اور انتقامِ خون کے رجز تھے۔ ہندہ زوجہ ابو سفیان آگے آگے تھی چودہ عورتیں اس کے ساتھ تھیں۔ اشعار یہ تھے۔ ؎

نحن بنات طارق نمشی علی النمارق
ان تقبلوا نعانق او تدبروا نفارق

ہم آسمان کے تاروں کی بیٹیاں قالینوں پر چلنے والیاں ہیں اگر تم بڑھ کر لڑو گے ہم تم سے گلے ملیں گی۔ اور پیچھے قدم ہٹایا تو تم سے الگ ہو جائیں گی۔

اس کے بعد لڑائی کا آغاز ہُوا۔ ابو عامر جو مدینہ کا ایک مقبول عام آدمی تھا مدینہ کو چھوڑ کر مکہ میں آباد ہو گیا تھا ڈیڑھ سو آدمیوں کے ساتھ میدان میں آیا۔ اسلام سے قبل زہد اور پارسائی کی بنا پر تمام مدینہ اس کی عزت کرتا تھا۔ اسے خیال تھا کہ انصار جب مجھے دیکھیں گے تو حضورؐ کا ساتھ چھوڑ دیں گے۔ میدان میں آ کر پکارا

مجھ کو پہچانتے ہو میں ابو عامر ہوں انصار نے کہا ہاں او بدکار ہم تجھے جانتے ہیں۔ خدا تیری آرزو پوری نہ کرے۔

قریش کا علمبردار طلحہ صف سے نکل کر پکارا مسلمانو! تم میں کوئی ہے کہ مجھے جہنم میں پہنچاتے یا میرے ہاتھوں بہشت میں پہنچے۔ علی مرتضٰے شیرِ خدا کرم اللہ وجہہ صف سے نکلے اور فرمایا کہ میں ہوں۔ اور تلوار جو ماری تو طلحہ کی لاش زمین پر تھی عثمان برادر طلحہ نے جب طلحہ کی یہ گت دیکھی اور اس کے پیچھے پیچھے عورتیں یہ گا رہی تھیں۔

ایہا بنی عبد الدار۔ ایہا حماۃ الدیار۔ ضربا بکل بتار۔ اے پسران عبد الدار۔

اے حامیان ملک و دیار شمشیر براں کے خوب ہاتھ مارو۔ کڑک کر تیغ بکف

حضرت شیر خدا کی طرف جھپٹا اور یہ رجز پڑھتا ہوا حملہ آور ہوا۔

ان علی اھل اللوا ءحقا ان تخضب الصعدۃ او تندقا

علمبردار کا فرض ہے کہ نیزہ خون میں رنگ دے یا خود ٹکرا کر ٹوٹ جائے کہ اس کے مقابلہ کو حضرت حمزہ نکلے اور شانہ پر ایسی تلوار ماری کہ کمر تک اتر آئی ساتھ ہی ان کی زبان سے نکلا کہ میں ساقی حجاج کا بیٹا ہوں اس کے بعد عام جنگ شروع ہو گئی۔ حضرت حمزہ حضرت علی ابو دجانہ فوجوں میں گھس گئے اور صفیں کی صفیں صاف کر دیں۔

حضرت ابو دجانہ عرب کے مشہور پہلوان تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دست مبارک میں تلوار لے کر فرمایا۔ اس تلوار کا حق کون ادا کرتا ہے اس سعادت کے لیے بہت سے ہاتھ بڑھے۔ مگر یہ فخر حضرت ابو دجانہ کے نصیب میں تھا۔ اس غیر متوقع عزت نے انھیں فخر و مباہات کے مظاہرہ پر مائل کر دیا۔ سر پر سرخ رومال باندھا اور دشمن کے مقابل اکڑتے تنتے ہوئے فوج سے نکلے۔ حضور نے فرمایا۔ یہ چال خدا کو ناپسند ہے۔ مگر اس وقت پسند ہے۔ ابو دجانہ فوجوں کو چیرتے لاشوں پر لاشے گراتے بڑھتے چلے جاتے تھے یہاں تک کہ ہند سامنے آ گئی اس کے سر پر تلوار رکھ کر اٹھالی کہ حضور کی عطا کی ہوئی تلوار اس قابل نہیں

کہ عورت پر آزمائی جائے۔

حضرت حمزہ دو دستی تلوار چلاتے جاتے تھے اور جس طرف بڑھتے صفیں کی صفیں صاف ہو جاتیں۔ کہ یکایک سباع غبشانی سامنے آگیا آپ نے للکارا ختانۃ النساء کے بچے کہاں جاتا ہے۔ یہ کہہ کر تلوار ماری کہ وُہ خاک پر ڈھیر تھا۔ وحشی جو ایک غلام ہیں جبیر بن مطعم ان کے آقا نے وعدہ کیا ہے کہ اگر وہ حضرت حمزہ کو شہید کر دیں تو آزاد کر دیے جائیں گے۔ حضرت حمزہ کی تاک میں نکلے۔ اتفاق سے حضرت حمزہ برابر سے گزرے تو اُس نے ایک چھوٹا سا نیزہ جسے حربہ کہتے ہیں۔ اور حبشیوں کا یہ خاص ہتھیار ہے پھینک کر مارا جو آپ کی ناف مبارک پر لگا اور پار ہو گیا۔ آپ نے اس پر حملہ کرنا چاہا لیکن لڑکھڑا کر گرے اور اعلیٰ علیین کی طرف رجوع فرمائی۔

کافروں کے علمبردار لڑ لڑ کر قتل ہوتے جاتے تھے مگر علم گرنے نہیں دیتے تھے۔ ایک علمبردار گرتا کہ دوسرا جانباز بڑھ کر علم کو ہاتھ میں لے لیتا۔ ایک شخص نے جس کا نام صواب تھا جب علم ہاتھ میں لیا تو کسی نے بڑھ کر اس زور سے تلوار ماری کہ دونوں ہاتھ کٹ کر گر پڑے مگر اسے قومی علم کو اپنی آنکھوں دیکھتے خاک میں ملنا گوارا نہ تھا۔ علم کے گرنے کے ساتھ سینہ کے بل زمین پر گرا۔ اور علم سینہ سے دبا لیا اس حالت میں یہ کہتا ہوا مارا گیا کہ مَیں نے اپنا فرض ادا کر دیا۔ اب علم دیر تک خاک میں پڑا رہا اور مشرکین مکہ کے پیر اکھڑ چلے تھے کہ ایک دلیری عمرۃ بن علقمہ دلیرانہ بڑھی اور اس نے علم کو ہاتھ میں لے کر بلند کیا۔ یہ دیکھ کر ہر طرف سے قریش فرار شدہ پھر سمٹ آئے اکھڑے ہوئے پاؤں جم گئے۔

ابو عامر کفار کی طرف سے لڑ رہا تھا۔ اس کے بیٹے حضرت حنظلہ اسلام لا چکے تھے انھوں نے حضور صلعم سے باپ کے مقابلہ میں جانے کی اجازت چاہی حضور صلعم نے یہ گوارا نہ فرمایا کہ بیٹا باپ پر تلوار اُٹھائے۔ حضرت حنظلہ نے کفار کے سپہ سالار ابو سفیان پر حملہ کیا اور قریب تھا کہ ان کی تلوار ابو سفیان کا فیصلہ کر دے

کر دفعتہً پہلو سے شداد بن الاسود نے جھپٹ کر ان کے وار کو روکا اور حضرت حنظلہ کو شہید کر دیا۔ لڑائی کا پلہ ابھی تک مسلمانوں ہی کی طرف بھاری تھا۔ علم برداروں کے قتل اور حضرت علی اور حضرت ابو دجانہ کے بے پناہ حملوں سے فوج کے پاؤں اکھڑ گئے تھے۔ بہادر نازنین جو رجز سے دلوں کو ابھار رہی تھیں بدحواسی سے پیچھے ہٹیں مطلع صاف ہونے لگا۔ مسلمانوں نے لوٹ شروع کر دی یہ دیکھ کر تیر انداز جو پشت پر مقرر کیے گئے تھے وہ بھی غنیمت کی طرف جھکے۔

حضرت عبداللہ بن جبیر نے بہت روکا لیکن وہ نہ رُک سکے۔ تیر اندازوں کی جگہ خالی دیکھ کر خالد نے عقب سے حملہ کیا۔ عبداللہ بن جبیر چند جان بازوں کے ساتھ جم کر لڑے اور سب کے سب شہید ہو گئے۔ اب راستہ صاف تھا خالد نے سواروں کے دستہ کے ساتھ نہایت بے جگری سے حملہ کیا لوگ لوٹنے میں مصروف تھے۔ مڑ کر دیکھا تو تلواریں برس رہی ہیں بدحواسی میں دونوں فوجیں اس طرح باہم مل گئیں کہ خود مسلمانوں کے ہاتھ سے مسلمان مارے گئے۔

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صورتاً مشابہ تھے اور علم بردار لشکر بھی تھے ابن قمیہ نے انھیں شہید کر کے غل مچایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت پائی اس آواز سے مسلمانوں میں عام بدحواسی پھیل گئی۔ بڑے بڑے دلیروں کے پاؤں اکھڑ گئے بدحواسی میں اگلی صفیں پچھلی صفوں پر ٹوٹ پڑیں اور دوست دشمن کی تمیز نہ رہی۔

حضرت حذیفہ کے والد یمان اس کش مکش میں آگئے اور ان پر تلواریں برس پڑیں۔ حضرت حذیفہ چلاتے رہے کہ میرے والد ہیں لیکن کون سنتا تھا آخرش وہ شہید ہو گئے۔ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے ایثار کے لہجہ میں فرمایا مسلمانو! خدا تم کو بخش دے حضورؐ نے مڑ کر ملاحظہ کیا تو صرف گیارہ جان نثار پہلو میں حاضر ہیں۔ جن میں سے جناب علی مرتضیٰ۔ حضرت ابو بکر صدیق۔ حضرت سعد وقاص۔ حضرت زبیر بن العوام۔ حضرت ابو دجانہ۔ حضرت طلحہ رضوان

اللہ علیہم اجمعین کے نام تخصیص معلوم ہیں صحیح بخاری شریف کی روایت میں تو صرف حضرت طلحہ اور حضرت سعد کا ہی ذکر ہے۔

اس ہلچل اور اضطراب میں اکثر نے تو بالکل ہمت ہار دی۔ لیکن جانبازوں کا بھی زور رہ گیا تھا جو جہاں تھا وہیں گھر کر رہ گیا تھا۔ حضورؐ کو کسی کا پتہ نہ تھا کہ کون کہاں اور کدھر ہے۔ صرف ایک شیر خدا رضی اللہ عنہ دشمنوں کی صفیں الٹتے تلوار چلاتے نظر آ رہے تھے اور حضورؐ کی تلاش میں تھے کہ کہیں مقصود کہیں نظر آئے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے چچا ابن نضر لڑتے بھڑتے موقعہ سے آگے نکل گئے دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مایوس ہو کر ہتھیار پھینک دیئے ہیں۔ آپ نے کہا عمر یہ کیا کر رہے ہو۔ آپ نے بحالت یاس فرمایا کہ اب لڑ کر کیا کریں گے میرے حضورؐ نے شہادت پائی اب ہمارا جینا عبث ہے۔ ابن نضر نے کہا بے شک ہم ان کے بعد زندہ رہ کر کیا کریں گے۔ اور فوج میں گھس گئے لڑتے لڑتے آخر شہید ہو گئے۔ لڑائی کے بعد جب لاش مبارک دیکھی تو اسی سے زیادہ تیر تلوار اور نیزہ کے زخم تھے۔ کوئی پہچان بھی نہ سکا کہ یہ کس کی لاش ہے۔ آپ کی بہن نے انگلی دیکھ کر پہچانا۔ جان نثاران خاص برابر لڑتے جاتے تھے۔ مگر نگاہیں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈھونڈ رہی تھیں۔ سب سے پہلے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی نظر پڑی چہرۂ اقدس پہ مغفر تھا صرف آنکھیں نظر آتی تھیں کعب نے پہچانا اور پکارا مسلمانوں حضورؐ یہ جلوہ فرما ہیں۔ اس آواز نے مردہ دلوں میں تازہ جان ڈال دی۔ ہر طرف سے جان نثار پروانوں کی طرح اس شمع نبوت پر ٹوٹ پڑے۔ کفار نے اب ہر طرف سے ہٹ کر اسی رخ پر نور پر دھاوا کا دل ہجوم کر کے بڑھتا تھا مگر ذوالفقار کی بجلی سے یہ بادل پھٹ پھٹ کر رہ جاتا تھا۔ ایک دفعہ ہجوم ہوا تو حضورؐ نے فرمایا کون مجھ پر جان دیتا ہے۔ حضرت زیاد بن سکن پانچ انصاری لے کر اس خدمت کے ادا کرنے کو بڑھے اور ایک ایک نے جانبازی سے لڑ لڑ کر

جانیں فدا کردیں۔

حضرت زیاد کو یہ شرف حاصل ہوا کہ حضورؐ نے حکم دیا کہ ان کا لاشہ قریب لاؤ۔ لوگ اٹھا کر لائے کچھ کچھ جان باقی تھی قدموں پر منہ رکھ دیا اور اسی حالت میں جان دے دی۔

بچہ ناز رفتہ باشد زجہاں نیاز مندے | کہ بوقت جان سپردن بسرش رسیدہ باشی

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن | خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

ایک بہادر مسلمان ایک طرف کھڑا ہوا کھجوریں کھا رہا تھا اس نے کچھ سوچا اور بڑھ کر پوچھا یا رسول اللہؐ اگر میں مارا گیا تو کہاں ہوں گا حضورؐ نے فرمایا جنت میں اس بشارت سے بے خود ہو کر کفار پر ٹوٹ پڑا بہت سے واصل جہنم کیے اور پھر شہید ہو گیا۔ صحیح مسلم شریف کے باب غزوۂ احد میں ہے کہ سات انصار تھے۔ اور ساتوں نے باری باری سے اپنی جانیں حضورؐ پر فدا کیں۔ عبداللہ بن قمیہ جو قریش کا مشہور بہادر تھا صفوں کو چیرتا پھاڑتا حضورؐ کے قریب آیا اور چہرۂ اقدس پر اس زور سے تلوار ماری کہ مغفر کی دو کڑیاں چہرہ مبارک پر چبھ کر رہ گئیں۔ چاروں طرف سے تیر و تلوار کی بارش تھی۔ یہ دیکھ کر جان نثاران نے حضورؐ کو دائرہ میں لے لیا۔ حضرت ابو دجانہ حضورؐ کے سپر بن گئے اب جو تیر آتے تھے آپ کی پشت پر آتے تھے۔ حضرت طلحہ نے ہاتھ سے تلواروں کو روکا ایک ہاتھ کٹ کر گر گیا۔

اللہ اللہ کیا شان رحمت تھی۔ بے درو رحمت عالم پر تیر برسا رہے تھے اور حضورؐ کی زبان مبارک پر یہ الفاظ تھے رب اغفر قومی فانھم لا یعلمون الٰہی میری قوم کو بخش دے وہ مجھے جانتے نہیں ہیں۔ حضرت ابو طلحہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے علاتی باپ اور مشہور قدر انداز تھے۔ آپ نے اس قدر تیر برسائے کہ سات کمانیں تقریباً ٹوٹ گئیں انھوں نے سپر سے حضورؐ کے چہرۂ انور کی اوٹ کر رکھی تھی۔ حضورؐ کبھی گردن اٹھا کر دشمن کی فوج کی طرف نظر ڈالتے تو آپ عرض کرتے حضورؐ میری ماں اور باپ قربان گردن نہ اٹھائیں۔

ایسا نہ ہو کر کوئی تیر لگ جائے ۔اس کام کے لیے یہ سینہ سامنے ہے حضرت سعد وقاص رضی اللہ عنہ بھی مشہور تیرانداز تھے ۔اس وقت حضورؐ کی رکاب میں حاضر تھے ۔حضورؐ نے اپنا ترکش دیا ۔اور فرمایا سعد تیر مارے جاؤ۔

القصہ حضورؐ ثابت قدم جاں نثاروں کی جھرمٹ میں پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گئے ۔ابوسفیان نے دیکھا تو فوج لے کر پہاڑی پر چڑھا ۔مگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور چند صحابہ نے اتنے پتھر برسائے کہ وہ آگے بڑھ نہ سکا یہاں تو یہ گھمسان ہو رہا تھا ۔کہ مدینہ میں حضورؐ کی وفات کی خبر آواز شیاطین نے عام کردی ۔اخلاص شعار جاں نثار بے تابی کے ساتھ کلیجہ تھامے دوڑے حضرت سیدہ فاطمہ زہرہ رضی اللہ عنہا بھی دوڑی آئیں ۔حاضر ہو کر دیکھا تو ابھی چہرۂ زیبا سے خون جاری تھا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سپر میں پانی بھر کر لائے ۔جناب سیدہ دھوتی تھیں ۔لیکن تھمتا نہ تھا ۔بالآخر چٹائی کا ٹکڑا جلا کر زخم بھرا تو خون رکا ۔از صحیح بخاری غزوۂ احد۔

ابوسفیان نہایت جوش میں سامنے کی پہاڑی پر چڑھ کر پکارا یہاں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ۔آپ نے حکم دیا کوئی جواب نہ دے ابوسفیان نے حضرت ابوبکر اور عمر فاروق کا نام لے کر پکارا ۔جب کچھ آواز نہ آئی تو پکار کر بولا سب مارے گئے ۔اس لفظ پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ضبط نہ ہو سکا ۔فرمانے لگے او دشمن خدا کیا بکتا ہے ہم سب زندہ ہیں ۔

ابوسفیان نے یہ جواب سن کر کہا ۔اُعْلُ هُبَلْ ۔اے ہبل بلند رہ ۔
حضورؐ نے فرمایا تم اس کا جواب دو ۔اللہ اعلیٰ واجل ۔خدا ہی بلند و بالا ہے ۔
ابوسفیان نے کہا ۔لنا العزیٰ ولا عزیٰ لکم ہمارے پاس عزیٰ ہے تمہارے پاس نہیں ۔

صحابہ کو حکم ہوا ۔انھوں نے جواب دیا ۔اللہ مولینا ولا مولیٰ لکم خدا

ہمارا مالک ہے اور تمہارا کوئی والی نہیں۔ ابو سفیان نے کہا آج کا دن بدر کے دن کا جواب ہے۔ ہمارے فوجیوں نے تمہاری مردہ لاشوں کے ناک کان کاٹ لیے ہیں۔ میں نے یہ حکم نہیں دیا تھا۔ لیکن مجھ کو معلوم ہوا تو کچھ رنج بھی نہیں ہوا بخاری شریف غزوہ احد۔

حضورؐ نے خواتین عفت پناہ اور بچوں کو یمانؓ اور ثابتؓ کی حفاظت میں مدینہ کے پاس کے قلعوں میں بھیج دیا تھا۔ ان لوگوں کو جب شکست کی خبر پہنچی تو سراسیمہ و پریشان سب کو چھوڑ کر احد کی طرف بڑھے۔

حضرت ثابتؓ تو مشرکوں کے ہاتھ شہید ہو گئے۔ اور حضرت یمانؓ کو مسلمان ہجوم میں پہچان نہ سکے۔ اُن پر تلواریں برسیں اور آپ کے صاحبزادے حضرت حذیفہ ہر چند پکارتے رہے۔ اور کہتے رہے ہاں ہاں یہ میرے باپ ہیں۔ لیکن ہنگامہ میں کوئی نہ سُن سکا۔ آخر شہید ہو گئے حضرت یمانؓ کا خون بہا مسلمانوں کی طرف سے حضورؐ نے ادا کرنا چاہا لیکن حضرت حذیفہ نے معاف فرما دیا۔ تاریخ ابن ہشام میں یہ واقع مفصل موجود ہے۔ اور بخاری شریف میں بھی مختصر منقول ہے۔

مشرکین کی دیویوں یا خواتین قریش نے انتقام بدر کے جوش میں مسلمانوں کی لاشوں سے بھی بدلہ لیا۔ اور ان کے ناک کان کاٹے ہند حضرت امیر معاویہؓ کی ماں نے ان کٹے ہوئے پھولوں کا ہار بنا کر اپنے گلے میں ڈالا۔ حضرت حمزہ سید الشہداء رضی اللہ عنہ کی لاش مبارک پر گئی شکم مبارک چاک کیا۔ کلیجہ نکالا۔ خوب چبایا مگر گلے سے اُتر نہ سکا۔ اس لیے اُگل دینا پڑا۔ تواریخ میں ہند کا لقب جو جگر خوار لکھا جاتا ہے۔ اسی بنا پر لکھا جاتا ہے۔ ہند فتح مکہ میں ایمان لائی مگر جس طرح ایمان لائی وہ عبرت خیز ہے۔

اس غزوہ میں بعض خواتین عفت مآب نے بھی شرکت فرمائی۔ لیکن اس لیے نہیں کہ میدان میں اُتر کر دف بجا بجا کر لوگوں کو معاذ اللہ اپنی طرف متوجہ

کریں اور مرنے مارنے پر از خود رفتہ بنادیں بلکہ حضرت عائشہؓ اور ام سلیم جو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ماں تھیں زخمیوں کو پانی پلانے کے لیے آئیں۔ بخاری شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے دیکھا کہ عائشہؓ اور ام سلیم پانچے چڑھائے ہوئے مشک بھر بھر کر لاتی تھیں اور زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں۔ یہ واقعہ غالباً پردہ کے قانون سے پہلے کا ہے عین اس وقت جب کہ کفار کا حملہ عام ہو چکا تھا۔ اور حضورؐ کے ساتھ صرف چند جان نثار رہ گئے تھے۔ حضرت ام عمارہ حضورؐ کی خدمت میں پہنچیں اور اپنا سینہ سپر کر دیا۔ کفار جب آپ پر بڑھتے تھے۔ تو تیر اور تلوار سے روکتی تھیں۔ ابن قمیہ دوڑتا ہوا حضورؐ کے پاس پہنچ گیا۔ تو حضرت ام عمارہ نے بڑھ کر روکا۔ آپ کے کندھے پر زخم آیا اور گہرا غار پڑ گیا۔ آپ نے بھی تلوار ماری مگر وہ دوہری زرہ پہنے ہوئے تھا۔ کارگر نہ ہوئی۔

حضرت صفیہ ہمشیرہ حضرت حمزہ کی شکست کی خبر سن کر مدینہ سے نکلیں۔ حضورؐ نے اُن کے صاحبزادے حضرت زبیرؓ کو بلا کر فرمایا کہ حمزہؓ کی لاش نہ دیکھنے پائیں۔ زبیرؓ نے حضورؐ کا پیام پہنچایا۔ بولیں میں اپنے بھائی کا ماجرا سُن چکی ہوں۔ مگر مجھے خدا کی راہ میں اس کا صدمہ نہیں۔ میں اسے راہ خدا میں کوئی بڑی قربانی نہیں سمجھتی۔ حضورؐ نے اجازت دی لاش پر گئیں۔ خون کا جوش تھا۔ عزیز بھائی کے ٹکڑے بکھرے ہوئے دیکھ کر آہ سرد دل پُر درد سے کھینچی اور انا للہ وانا الیہ راجعون کہہ کر چپ ہو رہیں۔ پھر دُعا مغفرت کر کے چلی آئیں۔ اُف زبان سے نہ نکالی۔

انصار میں سے ایک عفیفہ کے باپ بھائی شوہر سب اس معرکہ میں مارے گئے تھے۔ باری باری تین سخت حادثوں کی صدا اُن کے کان میں پہنچی۔ لیکن وہ ہر بار یہ پوچھتی تھیں۔ میرے حضورؐ کیسے ہیں۔

مدینے سے جب آتی ہے تو اتنا پوچھ لیتا ہوں   صبا جلدی بتا کیسی طبیعت ہے محمدؐ کی

لوگوں نے کہا حضور بخیر ہیں۔ یہ پاس آئیں چہرۂ انور دیکھ کر بے اختیار پکاریں:
کل مصیبت بعدک جلل۔ اے آقا تیرے ہوتے سب مصیبتیں ہیچ ہیں۔

میں بھی اور باپ بھی شوہر بھی برادر بھی فدا	اے شہِ دیں تیرے ہوتے ہوئے کیا چیز ہیں ہم
رہیں وہ جن سے کہ دونوں جہاں کی رونق ہے	ہمارا کیا ہے میاں ہم رہے رہے نہ رہے

لشکر اسلام سے ستر آدمی مارے گئے۔ جن میں زیادہ تر انصار تھے لیکن مسلمانوں کے افلاس کا یہ حال تھا۔ کہ اتنا کپڑا بھی نہ تھا۔ کہ شہدا کی پردہ پوشی ہو سکتی۔ مصعب بن عمیر ایک صحابی تھے۔ ان کا پاؤں چھپایا جاتا تو سر کھل جاتا۔ اور سر ڈھانکا جاتا تو پاؤں کھل جاتا۔ آخر پاؤں اذخر کی گھاس سے چھپا دیے گئے۔ یہ وہ حیرت انگیز منظر تھا کہ بعد کو بھی یہ واقعہ یاد آجاتا تو آنکھیں تر ہو جاتیں۔

شہدا بے غسل اسی طرح خون میں لتھڑے ہوئے دو دو ملا کر ایک ایک قبر میں دفن کیے گئے۔ جس کو قرآن زیادہ یاد ہوتا اس کو مقدم کیا جاتا۔ ان شہدا پر نماز جنازہ بھی اس وقت نہیں پڑھی گئی۔ آٹھ برس کے بعد وفات سے ایک دو برس پہلے جب آپ ادھر سے گزرے تو بے اختیار رقت طاری ہوگئی۔ اس طرح آپ نے پُر درد کلمات فرمائے۔ جیسے کوئی زندوں اور مُردوں سے رخصت ہو رہا ہو۔ اُس کے بعد حضورؐ نے ایک خطبہ دیا کہ مسلمانو! تم سے یہ خوف نہیں کہ تم پھر مشرک بن جاؤ گے۔ لیکن یہ ڈر ہے کہ تم دنیا میں نہ پھنس جاؤ۔

دونوں فوجیں جب میدان سے الگ ہوئیں تو مسلمان زخموں سے چُور تھے۔ تاہم یہ خیال کر کے کہ ابو سفیان مسلمانوں کو مغلوب سمجھ کر دوبارہ حملہ آور نہ ہوا ہو آپ نے مسلمانوں کی طرف روئے خطاب کر کے فرمایا کہ کون ان کا تعاقب کرے گا۔ فوراً ستر آدمیوں کی ایک جماعت اس مہم کے لیے تیار ہوگئی۔ ان میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہٗ اور حضرت زبیرؓ بھی تھے۔ از صحیح بخاری۔

ابو سفیان اُحد سے روانہ ہو کر جب مقام روحا پہنچا۔ تو اُسے خیال آیا کہ کام ناتمام رہ گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے ہی یہ علم تھا۔ اسی وجہ میں حضورؐ نے

اعلان کرا دیا تھا کہ کوئی واپس نہ جائے چنانچہ حمراء اسد تک جو مدینہ سے ۸ میل ہے تشریف لے گئے۔ قبیلہ خزاعہ اس وقت تک ایمان تو نہیں لایا تھا۔ لیکن در پردہ اسلام کا طرف دار تھا۔ اس کا رئیس معبد خزاعی شکست کی خبر سن کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور واپس جا کر ابو سفیان سے ملا۔ ابو سفیان نے اپنا ارادہ ظاہر کیا۔ معبد نے کہا میں دیکھتا آتا ہوں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس سر و سامان سے آرہے ہیں کہ ان کا مقابلہ ناممکن ہے۔

غرض ابو سفیان واپس گیا۔ اس واقعہ کو مورخین نے ایک علیحدہ غزوہ بنا کر اس کا نام غزوہ حمراء الاسد رکھ دیا ہے۔ ایک روایت سے ثابت ہوتا ہے۔ جیسے صاحب عطر الوردہ نے نقل کیا۔ کہ اسی جنگ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دندان مبارک شہید ہوا۔ اور نیچے کا چوکا سنگ اندازی اعداء سے ٹوٹا۔ پیشانی اقدس پر اور رخسار مبارک پر بھی زخم آیا۔ اس وقت حضور کی زبان پر یہ دعا تھی

اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ۔

واہ کیا حلم ہے اپنا تو جب سر کٹ رہے ہو — پھر بھی ایذاء ستمگر کے روادار نہیں!

مولای صل وسلم دائماً ابداً — علی حبیبک خیر الخلق کلھم

(۱۲۹) اَلْمُصْدِرِی الْبِیْضِ حُمْرًا بَعْدَ مَا وَرَدَتْ مِنَ الْعِدٰی کُلَّ مُسْوَدٍّ مِّنَ اللِّمَمِ

حل لغات اَلْمُصْدِرِی، اصل مصدرین سقط نونہ بالاضافۃ۔ اور چونکہ اضافت لفظی ہے۔ اس لیے۔ الف لام ساقط نہیں ہوا۔ اصدار سے ہے۔ جانور کو گھاٹ سے پانی پلا کر واپس لانا۔ البیض، سیوف مصقولہ، سفید تلواروں کو۔ حُمْرًا، سرخ رنگ۔ بعد ما، بعد اس کے کہ۔ وردت، یعنی دخلت واتصلت، پہنچتی۔ من العدیٰ، جمع عدو، دشمن کے پاس۔ کل مسود، جو تمام سیاہ دل تھے یا سیاہ بال۔ من اللمم،

جمع لمۃ۔ شعر مسترسل الی المنکب، کالی زلفوں والے۔

ترجمہ صحابہ کرام سفید تلواروں کو سرخ خون پلا کر واپس لانے والے ہیں۔ جب کہ تلواریں دشمنوں کے سیاہ بالوں میں جاتی تھیں۔

شرح مُصدِری اصل میں مصدرین تھا۔ نون اضافت کی وجہ سے ساقط ہوا اور چونکہ اضافت لفظی ہے۔ اس لیے مصدری کے پہلے الف لام ساقط نہیں ہوا۔ مصدرین جمع ہے۔ اور مرکب اضافی ترکیب نحوی میں ھم لجبال کا حال واقع ہوا ہے۔ جو گزشتہ سے پیوستہ شعر میں صحابہ کرام کی توصیف میں مذکور ہے۔ مُصدِر صیغہ فاعل اصدار سے ہے۔ اس کے معنی ہیں جانور کو گھاٹ سے پانی پلا کر واپس لانا۔ بیض بالکسر جمع ابیض بمعنی سفیدی۔ تلوار کا وصف ہے۔ جو صقل شدہ ہو۔ حُمر بالضم جمع احمر کی ہے۔ مُسَوَّدٌ بر تشدید دال اسود سے سیاہ ہونے کے معنی میں ہے جمع لِمَّۃ بکسر لام و فتح میم جمع لَمّۃ ٹے پیچیدہ یعنی وہ بال جو منکبین تک یعنی شانوں تک گرے ہوئے ہوں۔ تو حاصل معنے یہ ہوئے کہ دلاوران اسلام ایسے ہیں کہ اپنی سفید صقل شدہ تلواروں کو دشمنان اسلام کے نوجوانوں کے سروں میں ڈال کر ان کے سروں سے سرخ خون پلا کر لال رنگ میں رنگ کر نکالتے ہیں۔

(۱۳۰) وَالْكَاتِبِيْنَ بِسُمْرِ الْخَطِّ مَا تَرَكَتْ أَقْلَامُهُمْ حَرْفَ جِسْمٍ غَيْرَ مُنْعَجِمِ

حل لغات وَ، واؤ عاطفہ، اور۔ الکاتبین، جمع کاتب۔ لکھنے والا۔ لکھنے والے۔ بِسُمْرِ، جمع سمراء، گندم گوں۔ مراد از نیزہ۔ نیزوں سے۔ خَطِّ، اسم بلدۃ فی البحرین۔ یہاں کے نیزے مشہور ہیں۔ جو شہر خط کے ہیں۔ ما ترکت، نہیں چھوڑا۔ اقلامھم، جمع قلم والمراد ھٰھنا السھام، ان کے نیزوں نے۔ حرف، حرف۔ جسم، جسم کا۔ غیر منعجم،

غیر منجم غیر منقوط، بغیر نقطہ لگائے۔

ترجمہ یعنی صحابہ کرام لکھتے اور نقش کرتے تھے۔ جسم عدو کے صفحوں پر یہاں تک کہ ان کی قلموں یعنی نیزوں نے کوئی حرف جسم نہ چھوڑا۔ مگر نقطہ لگا کر۔

شرح اس بیت کی شرح واضح ہے کہ صحابہ کے تیروں سے دشمن کے جسم یہاں تک چھلنی ہوئے۔ کہ ایک دشمن کافر بغیر زخم کھائے نہ بچا۔

(۱۳۱) شَاکِی السِّلَاحِ لَهُمْ سِيمَا تُمَيِّزُهُمْ
وَالْوَرْدُ يَمْتَازُ بِالسِّيمَا مِنَ السَّلَمِ

حل لغات شَاکِی السِّلَاحِ، اسے تام السلاح۔ صحابہ کرام بارعب تھے ہتھیاروں سے۔ یا مزین تھے۔ شاکی مقلوب الشائک۔ بمعنی ذو شوکت سجے ہوئے تھے ہتھیاروں سے۔ لَهُمْ، ان کے لیے۔ سِيمَا، علامت، علامت تھی۔ تُمَيِّزُهُمْ، امتیاز سے۔ جو انھیں شناخت کراتی تھی۔ وَالْوَرْدُ، اور پھول گلاب۔ يَمْتَازُ، ممتاز ہوتا ہے۔ بِالسِّيمَا، اپنی علامت ہیں۔ مِنَ السَّلَمِ، شجرۃ یشبہ شجرۃ الورد، درخت سلم سے۔

ترجمہ وہ صحابہ کرام ہتھیاروں سے سج کر بارعب ہو کر ایسے جاتے تھے۔ کہ ان کے چہروں سے وہ ممتاز ہوتے تھے۔ جیسے گلاب کا پھول خاردار درختوں میں ممتاز ہوتا ہے۔

شرح صحابہ کرام مسلح اور صاحب شوکت ہوتے تھے اگرچہ اعدا بھی مسلح ہوتے ہیں ان کے مشابہ تھے مگر ان کے چہرے بموجب فرمان قرآن کریم سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ ایسے روشن اور ممتاز ہوتے تھے۔ جیسے گلاب کا پھول اور ببول کا درخت آپس میں خاردار ہونے

کے اعتبار سے مشابہ ہو کر بھی ممتاز ہوتا ہے۔ اس لیے کہ گلاب رنگ و بو اور شکل میں اپنی موزونی و شادابی و نضارت کے باعث بھی ببول کے خار دار درخت اور اس کے پھول سے نہیں مل سکتا۔

(۱۳۲) يُهْدِي إِلَيْكَ رِيَاحُ النَّصْرِ نَشْرَهُمْ ۝ فَتَحْسَبُ الْوَرْدَ فِي الْأَكْمَامِ كُلَّ كَمِي

حلّ لغات | يُهدي، بضم یا مضارع از اہداء تخفہ لانا۔ از اھدی یھدی۔ بمعنی توصل وارسال ہدیہ۔ بھیجتی ہے۔ إلیك، تیری طرف۔ ریاح النصر، ہوائیں نصرت کی۔ نشرھم، پھیلتی ہیں۔ فتحسب، از حسبان، اور تو گمان کرتا ہے۔ الزھر، کہ گلاب۔ فی الاکمام، جمع کمامہ غلاف شگوفہ، اپنے شگوفوں میں ہے۔ کلّ کمی، بہادر زرہ پوش تھے۔

ترجمہ | صحابہ کرام کی خوشبو تمہارے پاس فتح مکہ کی ہوائیں لاتی ہیں۔ اور تم ہر ایک زرہ پوش کو ایسا پاتے ہو جیسے گلاب شگوفوں میں ہیں۔

شرح | صحابہ کرام منصور تھے اور ہر جہاد میں کفار پر غالب حتیٰ کہ دشمن اپنی جانیں قربان اور ہدیہ کرنے کو ایسے سامنے آتا تھا۔ جیسے باد نصرت آتی اور تائید غیبی کی خبر لاتی ہے۔ تو ایسی صورت میں ہر جانباز اسلام زرہ کے اندر اس طرح نظر آتا جیسے گلاب کا پھول اپنے شگوفہ میں ہو۔

مولای صل وسلم دائما ابدا ۝ علی حبیبك خیر الخلق کلھم

(۱۳۳) كَأَنَّهُمْ فِي ظُهُورِ الْخَيْلِ نَبْتُ رُبًا ۝ مِنْ شِدَّةِ الْحَزْمِ لَا مِنْ شِدَّةِ الْحُزُمِ

حلّ لغات | کأنھم، گویا کہ وہ۔ فی ظھور الخیل، گھوڑے کی پشت پر۔ نبت ربی، چٹان پر پودے کا اگنا، ایک پودا گا

ہوا ہے ۔ من شدۃ الحزم ، شدۃ استواری کی سواری کرتے ہیں ۔ لا من

شدۃ الحزم ، نہ کہ باندھے ہوئے لکڑی کی گٹھے کی طرح ۔

ترجمہ صحابہ کرام گھوڑوں کی پشت پر سوار ایسے معلوم ہوتے گویا کہ چٹان پر پودا اُگا ہوا ہے ۔ نہ یہ کہ گھاس یا لکڑی کا گٹھا بندھا ہوا ۔

شرح صحابہ کرام کی شہسواری کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جس طرح اچھا سوار گھوڑے کی پشت پر اتنا مضبوط آسن جماتا ہے ۔ کہ گھوڑے پر میخ کی طرح جما ہوا ہوتا ہے ۔ تو ناظم قاہم رحمہ اللہ نے میخ سے تشبیہ نہ دی بلکہ اس پودے سے تشبیہ دی جو ٹیلوں یا چٹانوں پر اپنی جڑیں پھیلا کر ایسا جمتا ہے کہ ہوا کے جھونکے اُسے اُکھاڑ نہیں سکتے ۔ اور اناڑی سوار پشت توسن پر ایسا نظر آتا ہے ۔ گویا پشت پر گھوڑے کے گھاس کا گٹھ بندھا ہوا ہے کہ کبھی ادھر جھک گیا کبھی اُدھر ۔ یہ خوبصورت تشبیہ ثبت دُنی سے دے کر شدۃ الحزم بتا کر لا من شدۃ الحُزم فرما دیا ۔ حزم استواری کو کہتے ہیں ۔ اور حُزم لکڑی کے گٹھ کو ۔

(۱۳۴)

طَارَتْ قُلُوْبُ الْعِدٰی مِنْ بَاْسِهِمْ فَرَقًا
فَمَا تُفَرِّقُ بَيْنَ الْبَهْمِ وَالْبُهَمِ

حل لغات طارت ، از طیران الحرکت من مکان الی مکان ۔ اُڑتے تھے ۔ قلوب ، جمع قلب ، دل ۔ العدی ، جمع عدو ، دشمنوں کے ۔ من باسہم ، سختی اور لڑائی ، اُن کی سختی اور جنگ سے ۔ فرقا ، خوف سے ۔ فما تفرق ، پس نہیں فرق کر سکتے تھے ۔ بین البہم ، جمع بہمۃ بکری کا بچہ ، چارپائے ہیں ۔ والبہم ، شجاع ، اور بہادر شجاع ہیں ۔

ترجمہ دشمن کے دل خوف سے اڑتے تھے کہ خوف زدہ ہو کر بکری کے بچے اور بہادر سوار میں اُسے تمیز دشوار تھی ۔

شرح صحابہ کرام کے خوف سے دلہائے دشمنان ایسے اُڑتے اور مضطرب ہوتے تھے۔ کہ حواس باختہ ہو کر بھیڑ یعنی بکری کے بچے اور اپنے دلیر شجاع شہسوار میں تمیز نہیں کر سکتے تھے۔

بلکہ جنگل میں بکری کا بچہ کُدکتا ہوا آتا تو کفار ڈر کر سمجھتے کہ کوئی جان نثار شہسوار گھوڑا کدکاتا ہوا آرہا ہے۔

(۱۳۵) وَمَنْ تَكُنْ بِرَسُولِ اللّٰهِ نُصْرَتُهٗ ‌ اِنْ تَلْقَهُ الْاُسْدُ فِيْ اٰجَامِهَا تَجِمِ

حل لغات وَمَنْ، شرطیہ، اور جس کسی کو۔ تَكُنْ، ہو۔ بِرَسُولِ اللّٰهِ، باسببی، یا استعانت۔ بہ سبب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ نُصْرَتُهٗ، اور ان کی مدد کی ہمت۔ اِنْ، اگر۔ تَلْقَهُ ملے اُس کو۔ الْاُسْدُ۔ جمع اسد، شیر۔ فِيْ اٰجَامِهَا، جمع اُجمہ بفارسی بیشہ رونده اپڑ۔ اپنی روند میں یا بڑہیں۔ تَجِمِ، تو خاموش ہو جائے وہ شیر۔

ترجمہ جسے حضورؐ کی مدد اور نصرۃ حاصل ہو۔ اگر اُس کے سامنے بڑ کا شیر بھی آجائے تو خاموش رہ جاتے۔

شرح جس کے اُوپر کرم خاص ہو اور حضورؐ کی مدد و نصرت اُس کی شریک ہو یقینی امر ہے کہ وہ شیر کی کیا پروا کرے۔ بلکہ شیر اُس سے خائف ہو کر اُس کے آگے جھک جائے۔

گویا ناظم فاہم رحمۃ اللہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ صحابہ کرام کے آگے ظفر و نصرۃ جو جھکی رہتی تھی۔ وہ حضورؐ کا صدقہ تھا۔ اور اُس ذات مقدس کی اعانت و اغاثت تھی۔ کہ محاربہ اعدا میں فتح یاب ہوتے تھے حضورؐ کی ذات اقدس کے واسطہ سے منصور و محفوظ رہتے تھے۔ حضرت سفینہ رضی اللہ عنہٗ حضورؐ کے غلام آزاد شدہ تھے۔ آپ کو روم کے جہاد میں کافروں نے گرفتار کر لیا۔ وہ وہاں سے

کسی طرح نکل آئے۔ راستہ میں کسی جنگل میں شیر سے مقابلہ ہوگیا۔ آپ نے شیر سے فرمایا یا ابو الحارث انا خادم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اے شیر میں حضور کا خادم ہوں اسلامی لشکر میں جانا چاہتا ہوں۔ شیر بجائے اس کے کہ حملہ کرے آگے آگے ہولیا۔ جب آپ لشکر میں مل گئے واپس ہوگیا۔ منقول از عطر الوردہ یہی واقعہ دوسری صورت میں علامہ خرپوتی نے نقل فرمایا کہ حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کو حضور نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے پاس یمن بھیجا تھا۔ راستہ میں شیر سے دوچار ہوگئے تو آپ نے فرمایا انا مولیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اے شیر میں حضور کا آزاد کردہ غلام ہوں دمعی کتاب ہ اور میرے پاس حضور کا نامۂ عالی ہے تو شیر راستہ سے ہٹ کر نظروں سے غائب ہوگیا۔

تیسری روایت حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے اور ہے فرماتے ہیں۔ ہم کشتی میں دریائی سفر کر رہے تھے۔ کہ موجوں کی ٹکروں سے کشتی شکستہ ہوگئی۔ ہم تختہ پر بہتے بہتے ایک جزیرہ میں جا نکلے کہ مفاجتہ شیر سے دوچار ہوگئے۔ تو میں نے کہا انا مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حضور کا غلام آزاد کردہ ہوں تو شیر نے گردن کے اشارہ سے اپنے پیچھے لیا۔ اور راستہ بتایا۔

حضرت عبد اللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ ہم سفر میں تھے کہ ایک جگہ لوگوں کا مجمع دیکھا دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ ایک شیر نے راہ بند کر رکھی ہے۔ اور اس راستہ پر بہت سے آدمی ہلاک کر چکا ہے۔ آپ سواری سے اترے اور شیر کے پاس جا کر اس کا کان پکڑ کر مروڑا اور فرمایا۔ خبردار لوگوں کو آئندہ نہ ستائیو۔ اور جا اپنے بن میں رہا کر۔ وہ شیر سر جھکا کر اپنے بن میں چلا گیا۔ ؎

کیا دبے جس پہ حمایت کا ہو پنجہ تیرا ۔۔۔ شیر کو خطرہ میں لاتا نہیں کتا تیرا

وَلَنْ تَرَى مِنْ وَلِيٍّ غَيْرَ مُنْتَصِرٍ
بِهٖ وَلَا مِنْ عَدُوٍّ غَيْرَ مُنْقَصِمٖ

(۱۳۶)

حلّ لغات | ولن، واو عطف لن نافیہ، اور ہرگز نہیں - ترای، دیکھے گا تو - من ولی، کسی ولی کو - غیر منتصر، بے مدد - بہ، اس دربار رسالت سے - ولا، اور نہ کسی - من عدو، دشمن سے - غیر منقصم، بمعنی انقطع، غیر منقطع -

ترجمہ | حضورؐ کے دربار کا جو قریب ہو گا - وہ کبھی بغیر اس آستانہ کی مدد کے نہ ملے گا - اور دشمن کو بغیر خستہ حالی نہ دیکھا جائے گا -

شرح | حضورؐ کے دوست اور صحابہ کرام حضورؐ کے صدقہ میں منصور ہیں اور ذات اقدس کے صدقہ میں دشمن پائمال ہیں - علامہ خرپوتی فرماتے ہیں کہ تمام اولیاء امت حضورؐ کے صدقہ میں مظفر و منصور ہیں -

اور اسی بنا پر ولی شیخ احمد ملثم رحمہ اللہ فرماتے ہیں - لم تکن الاقطاب اقطابا ولا الاوتاد اوتادا ولا العماد عمادا الا برسول اللّٰہ دبتعظیمهم له واجلالهم شریعته وکل من عدوالشریعته کان عدواله علیه السلام وکذا کل من کان عدوالصاحب الشرع من العلماء وکل من یتکلم بما یتاذی به علیه السلام فهو عدوه ولذا قال الحقی فی روح البیان حکی عن بعض الکبار انه قال کنت فی مجلس بعض الغافلین فتکلم الی ان قال لا مخلص لاحد عن الهوی - ولوکان فلانا اراد به النبی علیه السّلام حیث قال حبب الی من دنیا کم ثلاث الطیب والنساء وقرة عینی فی الصلوٰة فقلت له اما تستحیی من اللّٰه فانه علیه السّلام ما قال احببت بل قال حبب فکیف یلام العبد علی ما کان من اللّٰه کرامة ثم حصل لی غم وهم من استماعی مثل هذا الکلام فرأیت النبی علیه السّلام فی المنام فقال لی لا تغتم فقد کفینا امره ثم سمعت انه خرج الی ضیعة له فقتل فی الطریق نعوذ باللّٰه من التطاول علی الانبیاء وورثتهم من العلماء والاولیاء - یعنی کوئی قطب قطب نہیں ہوتا نہ کوئی اوتاد اوتاد بن سکتا ہے نہ عماد عماد د بن سکتا

ہے مگر حضورؐ کے دربار کے صدقے میں اور عظمت ذات و اجلال شریعت کے ماتحت اور جو شخص دشمن قانون شریعت ہو وہ درحقیقت حضورؐ کا دشمن ہے اور ایسے ہی جو اصحاب شریعت یعنی علماء حقہ کا دشمن ہو یا ایسی بات بناتا ہو جو حضورؐ کی ذات گرامی کو ایذا رساں ہو۔ وہ یقیناً دشمن رسول ہے۔
اسی بنا پر علامہ حقی رحمہ اللہ نے روح البیان میں فرمایا۔ کہ بعض اکابر نے بیان کیا کہ ہم مجلس غافلین میں تھے۔ کہ بات ہوتے ہوتے ایک شخص نے کہا کہ کہ خواہش دنیا سے کوئی نجات نہیں پا سکتا۔ اگرچہ وہ ذات گرامی ہی کیوں نہ ہو۔ اور اس سے وہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی مراد لیتا تھا اور کہنے لگا کہ حضورؐ نے بھی فرمایا کہ مجھے تمھاری دنیا سے تین چیزیں پسند ہیں۔ خوشبو اور عورتیں اور آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے تو میں نے کہا کیا تو خدا سے نہیں شرماتا کمبخت حضورؐ نے تو یہ فرمایا ہے کہ تمھاری دنیا سے تین چیزیں ہمارے لیے محبوب بنائی گئیں۔ نہ کہ یوں فرمایا کہ میں محبوب رکھتا ہوں۔ پھر کس طرح تو اس بندے کو ملامت کر سکتا ہے۔ جو اللہ کے نزدیک معزز ہے۔ پھر مجھے اس امر کا غم ہوا کہ میں نے ایسی بات کیوں سُنی۔ تو خواب میں حضورؐ کے جمال جہاں آرا سے مشرف ہوا اور حضورؐ نے فرمایا تو غم نہ کر۔ اُس کا معاملہ ختم ہو گیا۔ پھر ہم نے سُنا کہ وہ اپنا سامان لے کر کہیں جا رہا تھا کہ قتل کیا گیا۔ اللہ محفوظ رکھے انبیاء و علماء کی شان میں زبان درازی سے اور اُس کے وبیوں کی توہین سے۔

(۱۳۷)

اَحَلَّ اُمَّتَهٗ فِیْ حِرْزِ مِلَّتِهٖ
كَاللَّیْثِ حَلَّ مَعَ الْاَشْبَالِ فِیْ اَجَمِ

حل لغات | اَحَلَّ، صیغہ ماضی از احلال اتارنا، اتاری۔ امتہ، اپنی امت۔ فی حرز، جائے استوار، بمعنی الحصن، قلعہ میں یا صاف جگہ میں۔ ملتہٖ، اپنی ملت کے۔ کاللیث، لیث اسم الاسد، مثل شیر کے۔ حَلَّ، صیغہ ماضی

از حلول اترنا، کر اتر- مع الاشبال، جمع شبل ولد الاسد، مع اپنے بچوں کے - فی اجم، مکان یسکن فیہ الاسد، کچھار میں -

ترجمہ حضورؐ نے اپنی اُمت کو دین کے قلعہ میں اتارا - جیسے شیر معہ اپنے بچوں کے کچھار میں بے فکر اُترتا ہے۔

شرح حدیث قدسی میں ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا - لا الٰہ الا اللہ حصنی ومن دخل حصنی امن من عذابی - کلمہ توحید میرا قلعہ ہے - جو میرے قلعہ میں آگیا - میرے عذاب سے مامون ہوگیا - اس حدیث کی طرف اس بیت میں اشارہ ہے کہ اُمت مرحومہ چونکہ قلعہ توحید میں محفوظ ہے - لہٰذا ہر قسم کی بلا وعذاب سے مامون ہے۔

(۱۳۸)

کَمْ جَدَّلَتْ کَلِمَاتُ اللّٰہِ مِنْ جَدِلٍ
فِیْہِ وَکَمْ خَصَمَ الْبُرْهَانُ مِنْ خَصِمِ

حل لغات کم، خبریہ، للتکثیر، کتنی بار - جدّلت، از تجدیل، وضع علی الارض، خاک میں ڈالا - کلمات اللہ، والمراد منہ قرآن عظیم - (فاعل جدلت) قرآن کریم نے - من جدل، جھگڑا کرنے والے کو - فیہ، اس دین میں، یا حضورؐ کی ذات میں - وکم، اور کتنی بار - خصم، کثیر اما غلب فی الخصومۃ - از تخصیم جھگڑے میں غالب آنا، غالب آیا - البرهان، والمراد منہ من المعجزات والکرامات معجزہ وکرامت - من خصم، جھگڑالو گروہ پر -

ترجمہ بارہا خاک مذلت پر ڈال دیا قرآن کریم نے اُن لوگوں کو جو حضورؐ کے شان میں ملت اسلامیہ میں جھگڑنے آئے اور بارہا غالب آئے - منکرین پر معجزات اور کرامات منکر اور شدید الخصومت پر -

شرح مفہوم واضح ہے کہ بڑے بڑے فصحاء و بلغاء قرآن کریم کے مقابلہ میں خوار ہوئے - بڑے بڑے مطالبہ کرنے والے حضورؐ کے آگے

ذلیل ہوئے۔ ابوجہل سنگریزے لایا تو اُن سنگریزوں نے حضورؐ کی تصدیق کی جیسب رومی جس کا تذکرہ مفصل ہم بیت نمبر ۶۷ میں کر چکے ہیں۔ طلب معجزہ کے بعد کیسا جُھکا۔ سوکھے درخت بولے۔ تو گویا صاف بات ہے۔ کہ مخالفت کرنے والوں نے کمی نہ کی۔ لیکن جُوں جُوں مخالفت بڑھی اسلام ترقی ہی کرتا رہا۔ ؎

چاند شق ہو پیڑ بولیں جانور سجدہ کریں　　بارک اللہ مرجع عالم یہی سرکار ہے

(۱۳۹) كَفَاكَ بِالْعِلْمِ فِي الْاُمِّيِّ مُعْجِزَةً فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَالتَّادِيْبِ فِي الْيُتْمِ

حل لغات كَفَاكَ، یعنی حسبک، کافی ہے تجھ کو۔ بِالْعِلْمِ، علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم۔ فِي الْاُمِّيِّ، حضورؐ کے اُمّی ہونے کی صورت میں۔ مُعْجِزَةً، معجزے کے شانوں سے۔ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، زمانہ جہالت میں۔ وَالتَّادِيْبِ اور زمانہ تبلیغ رسالت میں فِي الْيُتْمِ اور حالت یتیمی میں

ترجمہ کافی ہے تجھ کو حضورؐ کا وہ علم جو بغیر پڑھے ابتداء زمانہ سے تبلیغ کے ایام تک کا ظاہر ہوا کہ وہ بذاتہٖ خود معجزہ ہے۔

شرح یعنی اے مخاطب تجھ کو حضورؐ کے معجزات کا علم ہی کافی ہے باوجودیکہ حضورؐ اُمّی تھے اور زمانۂ یتیمی میں بھی آپ تعلیم ادب دیتے۔ اور دلائل بے شمار سے قطع نظر کر کے بھی دیکھا جائے تو یہ کیا کافی نہیں کہ اُس ہستی مقدس نے جاہلوں میں نشوونما پائی ابتدا سے اخیر تک کبھی کسی سے کچھ نہ پڑھا۔ باوجود اس کے تمام علوم میں ماہر ثابت ہوئے۔ اور بڑے بڑے فصحاء بلغاء کی جماعتوں میں افضل اور اعلیٰ مانے گئے۔ اور تمام فضائل حمیدہ و شمائل پسندیدہ حضورؐ سے دنیا نے حاصل کیے اور یہ سب کچھ بہ تعلیم ربانی حضورؐ سے ظہور میں آیا۔ چنانچہ خود حضورؐ نے فرمایا۔ علمنی ربی فاحسن تعلمی وادبنی ربی فاحسن تادیبی مجھے میرے رب نے اچھی تعلیم دی اور اچھے ادب سے مزین فرمایا۔

فصل اثنا عشر

رحمۃ للعالمین سے رحم اور سفارش کی درخواست اور یہ قصیدہ لکھنے کی غرض

(۱۴۰)

خَدَمْتُهُ بِمَدِيحٍ اَسْتَقِيلُ بِهٖ
ذُنُوبَ عُمْرٍ مَضٰى فِى الشِّعْرِ وَالْخِدَمِ

حلِ لغات خَدَمْتُهُ، صیغہ ماضی متکلم، من الخدمت، اسے مدحت علیہ السلام، نعت کی ہے میں نے۔ بِمَدِيحٍ، مایمدح بہ، اس ممدوح کی صلی اللہ علیہ وسلم۔ اَسْتَقِيلُ، از استقالۃ۔ یعنی طلب العفو۔ اور معافی طلب کی ہے میں نے۔ بِهٖ، ضمیر راجع الی المدیح، اس ہستی مقدس سے۔ ذُنُوبَ، جمع ذنب عام للصغائر والکبائر، اپنے گناہوں کی۔ عُمْرٍ، جو عمر۔ مَضٰى، گزشتہ میں ہوئے۔ فِى الشِّعْرِ، لغو شعر گوئی۔ وَالْخِدَمِ، اور خوشامد میں۔

ترجمہ میں نے حضور کی مدحت کر کے اس ذریعہ سے اُس عمر کے گناہوں کی معافی طلب کی ہے۔ جو شعر گوئی اور اہل دنیا کی خدمتوں میں ضائع ہوئی۔

شرح مروی ہے کہ ناظم رحمہ اللہ ابتداء عمر میں مقربین سلاطین سے تھے اور ان کی خدمات قصیدہ گوئی اور مذمت اعداء کے ساتھ انجام دیتے تھے اور اس سے مقصود جلب مال و منصب ہوتا تھا تو اس قصیدہ مبارکہ میں اپنی امیدیں ذات رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں نے مدیح النبی کی مدحت کر کے آغاز کیا ہے۔ یعنی ان گناہوں کو عفو و رحمت سے بدلا ہے۔ جسے ناظم گناہ سمجھتے ہیں۔ ورنہ سلاطین اسلامیہ کی سچی مدحت اور اُن کے اعداء کی صحیح مذمت ممنوع نہیں۔

لیکن یہ درجہ غایت تورع اور تقوی کا ہے رحمتہ اللہ تعالے علیہ۔

مولای صل وسلم دائما ابدا   علی حبیبک خیر الخلق کلھم

(۱۴۱) إِذْ قَلَّدَانِي مَا تَخْشَى عَوَاقِبُهُ ۔ كَأَنَّنِي بِهِمَا هَدْىٌ مِّنَ النَّعَمِ

حلّ لغات إِذْ، اس لیے کہ۔ قلدانی، از قلادہ بدھی۔ قلادہ ڈال دیا ہے مجھے اُس شعر گوئی نے ایسا۔ ما تخشٰی، کہ اُس سے خوف ہے مجھے۔ عواقبہ، میرے انجام کا۔ کاننی، گویا کہ میں۔ بھما، اُس مدحت اور مذمت اعدا کے ساتھ۔ ھدی، وہ ہدی ہتوں جو ذبح کو جا رہی ہو۔ من النعم، چارپایہ سے۔

ترجمہ ان دونوں باتوں یعنی شعر گوئی اور خدمت اہل دنیا نے میری گردن میں ایسی بدھی ڈالی ہے۔ جس کے انجام سے خوف زدہ ہوں اور سمجھتا ہوں کہ ان گناہوں کا ہار ڈال کر میں اس صدقہ کے جانور کے مشابہ ہوں جو پٹہ ڈال کر ذبح کو لے جایا جاتا ہے۔

شرح چونکہ اُس اُونٹ کے گلے میں بدھی ڈال دی جاتی ہے جو قربانی کے لیے نامزد ہو چکا ہو۔ جسے عربی میں ہدی کہتے ہیں۔ تو ناظم فاہم استعارتًا یہ بدھی نام رکھ رہے ہیں۔ اُن افعال کا جسے معصیت تصور فرما رہے ہیں۔ یعنی سلاطین اسلامیہ کی مدحت اور اُن کے اعدا کی مذمت اور اُس کے ذریعہ امید حصول مال کرنا۔ پھر اپنے کو اُس اُونٹ سے تشبیہ دے رہے ہیں۔ جس کے گلے میں قلادہ پڑ چکا ہو اور ذبح کے لیے ہدی بنا دیا گیا ہو۔ اور یہ سب کچھ اظہار انکسار ہے۔ حسنات الابرار[1] سیئات المقربین کی سی کیفیت ہے۔ غفر اللہ۔ بحرمتہ نبی ہذا الامتہ۔

---

[1] ابرار کی نیکیاں مقربین کی خطائیں ہیں۔ ۱۲

(۱۴۲) اَطَعْتُ غَیَّ الصِّبَا فِی الحَالَتَیْنِ وَمَا
حَصَّلْتُ اِلَّا عَلَی الآثَامِ وَالنَّدَمِ

حلّ لغات اطعت، صیغہ متکلم ماضی، از اطاعت فرمانبرداری، اطاعت کی میں نے۔ غیّ، بمعنی الغوایۃ والضلالۃ، گمراہی۔ للصبا، بکسر الصاد، بچپن کی۔ فی الحالتین، شعر و خدمت ہیں۔ وما، نافیہ، اور نہیں۔ حصّلتُ، حاصل ہوا۔ الّا، استثنا، مگر۔ علی الاثام، جمع اثم بمعنی الذنب گناہ، گناہوں پر۔ والندم، من الندامۃ، ندامت۔

ترجمہ میں نے شعر گوئی اور خدمت سلاطین دونوں حالتوں میں طفلانہ گمراہی کی اطاعت کی اور بجز گناہ یا ندامت کے کچھ حاصل نہ ہوا۔

شرح گویا اپنا احساس و اعتراف ظاہر فرماتے ہیں۔ کہ میں جانتا ہوں کہ میں نے بچپن کی گمراہی کی مخالفت نہیں کی۔ اور مدحت سرائی سلاطین اور خدمت اعدا میں اپنی عمر ضائع کرتا رہا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج میرے پاس معصیت پر ندامت تحسر و تحزن کے سوا کچھ نہ رہا یہ گویا ناظم فاہم رحمہ اللہ اپنی طرف منسوب کر کے توبہ کرنے کا طریقہ تعلیم دے رہے ہیں اور بتا رہے ہیں۔ کہ اس طرح معافی مانگا کرتے ہیں۔

(۱۴۳) فَیَا خَسَارَۃَ نَفْسِیْ فِیْ تِجَارَتِهَا
لَمْ تَشْتَرِ الدِّیْنَ بِالدُّنْیَا وَلَمْ تَسُمِ

حلّ لغات فیا، کلمہ ندائیہ، پس اے افسوس۔ خسارۃ، اصابتہ الضرر الغیر المقصود، ٹوٹا، نقصان۔ نفسی، میرے نفس کا۔ فی تجارتها، اُس کی تجارت میں۔ لم تشتر الدین، افسوس تُو نے دین نہ خریدا۔ بالدنیا، دُنیا چھوڑ کر۔ ولم تسم، السام کبیوم

سومًا، از سوم، تخمینہ کرنا قیمت لگانا۔ اور خریدنے ہیں غور نہ کیا۔

ترجمہ افسوس میری جان خسارہ میں گئی۔ کہ اس نے دنیا چھوڑ کر دین نہ خریدا اور نہ خریدنے پر غور کیا۔

شرح گویا علامہ فاہم تنبیہ فرما رہے ہیں۔ کہ اے ٹوٹے میں رہنے والے نفس ابھی وقت ہے۔ تیری تجارت میں اگرچہ اب تک تُو نے دنیا پر دین کو پسند نہ کیا اور فانی کے بدلے باقی نہ خریدا۔ اگر اب بھی تحصیل دین اور ترک دنیا نہ کرے گا۔ تو پھر کب وقت آئے گا۔ آ اور حسن نیت اور صدق قصد کے ساتھ دین کو لے۔ روح البیان میں علامہ حقی فرماتے ہیں۔

ان اللہ خلق الروح نورانیا علویا و خلق النفس ظلمانیۃ ثم اشرک بینھما وجعل رأس مالھما الاستعداد الفطری القابل للکمال والترقی فی القربۃ والمعرفۃ والخسارۃ والنقصان فمن امن وجاھد بنفسہ ومالہ فی سبیل اللہ وطلب فی کل حالہ رضی اللہ فقد ربح روحہ وخسرت نفسہ ومن لم یؤمن باللہ ورسولہ وکفر بھما وامن ولم یأت بعمل حسن اصلا فقد خسر روحہ ونفسہ جمیعا فعلی العاقل ان یجتھد قبل مجئ الفوت ویربح فی تجارتہ ببذل النفس والمال فی طلب رضاء اللہ فان سلامۃ رأس المال الذی ھو الاسلام ما دام حاصلا یمکن ان یتدارک الربح فی صفقۃ وان لم یحصل فی صفقۃ اخری فلا ینبغی ان تضیع العمر فیما لا یعنی اذ الفرصۃ غنیمۃ۔" تمام مضمون کا خلاصہ مفہوم کو یہ شعر کافی ہے۔ ؎

مکن عمر ضائع بافسوس وحیف　　　که فرصت عزیز است والوقت سیف

(۱۴۳) وَمَنْ يَبِعْ اٰجِلًا مِّنْهُ بِعَاجِلِهٖ
یَبِنْ لَهُ الْغَبْنُ فِیْ بَیْعٍ وَّفِیْ سَلَمٖ

حلّ لغات وَمَنْ، اور جو شخص۔ یَبِعْ، اصل میں یَبِیْعُ تھا، شرط کے موقعہ پر اس کا اخیر جزم ہوتا ہے، اور حرف علت حذف ہو گیا۔

اجِلاً، اجل اسم فاعل از اجل بمعنی مہلت کچھ دیر میں ملنے والی چیز یعنی ثواب آخرت، آخرت کے ثواب کے بدلے اور - مِنۡہُ، اُس سے - بِعَاجِلِہٖ، جلدی ملنے والی چیز دنیا، دنیا لے - یَبِنۡ، اصل میں یَبِیۡنُ تھا۔ شرط کے تحت میں اُس کی بھی وہی تعلیل ہوئی۔ جو بیع پر ہوئی۔ بمعنی اظہر ظاہر ہوگا۔ لَہٗ، اُس کے لیے - الغَبۡنُ، نقصان - فِی بیعٍ، ہر بیع میں - وَفِی سَلَمٍ، اور سلم یعنی بدھنی میں۔

ترجمہ یعنی جو شخص آخرت کو دنیا کے عوض بیچے اُس کو نقصان ظاہر ہوگا۔ خواہ وہ بیع وجود مبیع پر ہو یا بیع موعود یعنی سلم ہو جسے بدھنی کہتے ہیں۔

شرح ایک بیع ایسی ہوتی ہے۔ جہاں بیع یعنی بکنے والی چیز اور اس کی قیمت موجود ہوتی ہے۔ یعنی نقد فروختگی اور ایک بیع وہ ہے۔ جسے بیع سلم کہتے ہیں۔ اس کی ہندی بدھنی ہے کہ ثمن یعنی قیمت پہلے دی جائے۔ اور مبیع جو خریدا ہے۔ وہ موعود ہو یعنی کسی وعدہ پر ملے۔

اس بیت میں اس مقولہ کا رد کیا گیا ہے۔ جو عربی میں مشہور ہے۔ الدنیا نقد والآخرۃ نسیئۃ واعطاء النقد لها غیر معقول دنیا نقد ہے اور آخرت قرض تو نقد کو قرض پر دینا غیر معقول ہے تو بیع سلم جو دنیا میں ہوتی ہے۔ اس میں نقد دے کر وعدہ پر بیع لیا جاتا ہے۔ تو ناظم فاہم فرماتے ہیں۔ کہ دنیا کو ترجیح آخرت پر دینا ایسی ہی حماقت ہے۔ جیسے کوئی بیع سلم کو پسند نہ کرے۔

علامہ خرپوتی فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ نے انسان کو موکب من الدنیا والآخرۃ پیدا فرمایا ہے۔ اس کی جزو میں دونوں طرف کا میلان رکھا ہے۔ اس کا جزو دنیوی نفس امارہ ہے۔ جو درکات نیرانیہ کی طرف لے جانا چاہتا ہے۔ اور جزو اخروی روح ہے۔ جو طرق جنان کے درجات بتاتی ہے۔ اور ان دونوں اجزا سے قلب پیدا ہوا کہ وہ اللہ تعالےٰ کی بے کیف اصابع میں ہے۔ ایک

اصبع رحمت اور ایک اصبع قہر جس پر ارادت اللہ مظاہرۂ قہر فرماتا ہے۔ اس کے قلب کو سخت کر دیتا ہے اور اس کا رجحان دنیا کی طرف ہو جاتا ہے۔ تو وہ بیع عاجل کی طرف مائل ہوتا ہے۔ اور اس کا نفس اُسے درکات جہنم میں پھینک کر رہتا ہے۔ اور جس پر ارادت اللہ مظاہرۂ لطف فرماتا ہے۔ اُس کے قلب کو قائم بالاستقامۃ کر دیتا ہے تو اس کا رجحان عالم علوی کی طرف ہو جاتا ہے۔ تو وہ آخرت کو ترجیح دیتا ہے۔ اللّٰھم خلّصنا بجودک عن توھم وجودنا۔ کسی نے خوب کہا ہے۔

سوف تریٰ اذا انجلی الغبار افرس تحتک ام حمار

شہد دکھائے زہر پلائے یہ بس کی گانٹھ ہے حرافہ

صورت دیکھو ظالم کی تو کیسی بھولی بھالی ہے!

(١۴٥) اِنْ اٰتِ ذَنْبًا فَمَا عَهْدِیْ بِمُنْتَقِضٍ مِّنَ النَّبِیِّ وَلَا حَبْلِیْ بِمُنْصَرِمٖ

حلّ لغات اِن، حرف شرط، اگر۔ اٰتِ، از اٰتی یاْتی، صیغہ متکلم، اصلہ اٰتی فسقط الیاء للجزم ومعناہ ان فعلت، کروں میں۔ ذنبًا، کوئی گناہ۔ فما، نافیہ، پس نہیں ہے۔ عهدی، میرا عہد۔ بمنتقض، ٹوٹنے والا۔ من النبی، میرے نبی سے۔ ولا حبلی، اور نہیں ہے میرے عقیدہ کی رسی۔ بمنصرم، ٹوٹنے والی۔

ترجمہ اگرچہ میں گنہگار ہوں مگر میرا معاہدہ اطاعت اس سے ٹوٹنے والا نہیں۔ جو میں نے حضور سے کیا اور میری عقیدت و محبت کی رسی کٹنے والی نہیں۔

شرح یعنی اگرچہ میں گناہ کروں اور کسب سیئات پر مائل رہوں اور امید ستر و عفو قائم رہے۔ تو گناہ گار ایسا ناقض عہد نہیں ہوتا

جس سے ایمان جاتا رہے۔ تو اشہد ان لا الٰہ الا اللہ کا جو تعلق ہے وہ عاصی کے ساتھ قائم رہے گا۔ اور میری سیہ کاریاں مجھے عقیدت و محبت کی رسی توڑ کر علیحدہ نہیں کر سکتیں۔

گویا اس بیت میں ناظم فاہم رحمہ اللہ عقیدہ اہل سُنت کا خلاصہ فرماتے ہیں۔ وہ یہ کہ عاصی پُرمعاصی کا سب سیئات کتنا ہی کیوں نہ ہو جائے۔ جب تک اُس کا عقیدہ درست ہے۔ اور وہ اپنی معصیت پر شرمندہ اور خطیئت پر امید عفور رکھتا ہے۔ مومن ہے مسلمان ہے اور جب تک مومن و مسلم ہے۔ حبل مودتِ محمدی (محبت محمدی کی رسی) اُس کے ہاتھ میں ہے۔ اور معاہدہ کا نقض لازم نہیں آتا۔

جب توبہ کرے گا۔ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِہِمْ حَسَنَاتٍ کی بشارت سے متمتع ہوگا۔ ؎

بد سہی چور سہی مجرم و ناکارہ سہی	اے وہ کیسا ہی سہی ہے تو کریما تیرا
موت نزدیک گناہوں کی تہیں میل کے خول	آبرس جا کہ نہا دھوئے یہ پیاسا تیرا
مجھکو رسوا بھی اگر کوئی کہیگا تو یونہیں	کہ وہی نا وہ رضا بندۂ رسوا تیرا

(۱۴۶) فَاِنَّ لِیْ ذِمَّۃً مِّنْہُ بِتَسْمِیَتِیْ مُحَمَّدًا وَّھُوَ اَوْفَی الْخَلْقِ بِالذِّمَمِ

حلِّ لغات فان لی، پس میرے لیے۔ ذمۃ، امان، امان ہے۔ منہ، ضمیر راجع الی علیہ السلام، اس کی ذات رحمت سے۔ بتسمیتی، ب سببی، بہ سبب میرے نام کے کہ۔ محمدًا، وہ محمد ہے۔ وھو، دھو بلائے ضرورت شعرھا کو جزم دیا۔ اور وہ ذات مقدس۔ اوفی الخلق، اوفی صیغہ مبالغہ للتفضیل بمعنی تمام، تمام مخلوق سے زیادہ وعدہ وفا ہے۔ بالذمم، جمع ذمہ، امانوں کے دینے ہیں۔

ترجمہ کیونکہ میرا نام محمدؐ ہے مجھے میرے حضورؐ کے حضور میں امن لازمی ہے۔ اس لیے کہ حضورؐ اپنے وعدہ کے وفا کرنے میں اوفی الخلق ہیں۔

شرح اس بیت مبارک میں اس حدیث کی طرف اشارہ ہے جو حضورؐ نے فرمایا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ راوی ہیں۔

من انہ اذا کان یوم القیامۃ نادے مناد الا لیقم من اسمہ محمد او احمد ولیدخل الجنۃ کرامۃ لمحمد صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن منادی ندا دے کہ خبردار جس کا نام محمدؐ یا احمدؐ ہے۔ وہ کھڑا ہو اور جنت میں داخل ہو جائے یہ اعزاز ہے۔ آقا و نامدار محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ تو ناظم قاہم کا نام نامی شیخ شرف الدین ابی عبداللہ محمدؐ بن سعید الدلاوصی ثم البوصیری ہے۔ تو فرماتے ہیں۔ کہ میرے باپ نے میرا نام محمدؐ رکھا اور حدیث میں حضورؐ نے وعدہ فرمایا۔ کہ جس کا نام محمدؐ ہوگا وہ دوزخ میں نہ جائے گا۔ اور حضورؐ سے زیادہ وعدہ وفا کرنے والا دنیا میں کون ہو سکتا ہے۔ تو مجھے اس پر بھی گھمنڈ اور ناز ہے کہ میرا نام محمدؐ ہے۔ وللہ الحمد۔

اور حدیث میں وارد ہے کہ حضورؐ نے فرمایا اتانی جبرائیل فقال یا محمد ان اللہ یقرء علیک السلام ویقول لك وعزتی وجلالی لا اعذب من سمی باسمك بالنار۔ ہمارے پاس جبرائیل آئے اور کہا حضورؐ اللہ سلام فرماتا ہے اور بشارت دیتا ہے کہ میرے عزت وجلال کی قسم جس کا نام آپ کے نام پر ہوگا اُسے میں جہنم کا عذاب نہ دوں گا۔

دوسری حدیث میں ہے۔ استحیی ان عذب بالنار من اسمہ اسم حبیبی اللہ شرم فرماتا ہے۔ اس سے کہ جہنم کا اُسے عذاب دے۔ جس کا نام میرے حبیبؐ کے نام پر ہو۔ اور علامہ قاضی عیاض شفا میں فرماتے ہیں۔ ان اللہ تعالیٰ وملائکتہ یستغفرون لمن اسمہ محمد واحمد اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے بخشش

ف یہ حدیث عطر الوردہ میں بھی موجود ہے ۱۲

و رحمت کرتے ہیں۔ اُس پر جس کا نام محمدؐ یا احمدؐ ہو۔ اور نام محمدؐ ایسا اسم کریم و شریف ہے کہ اشرف اسماءِ حضورؐ ہے اور اللہ تعالےٰ نے اس نام کو حضورؐ کے اخص اسمائے سے بنایا۔ چنانچہ آدم علیہ السلام کی کنیت ابو محمدؐ رکھی گئی اور حضورؐ بھی ہمیشہ فرامین و احکام میں محمد رسول اللہ ہی تحریر فرماتے۔ اور ملک الموت جب روح اقدس لے کر چلا تو وا محمداہ اس کی زبان پر تھا۔ اور علماءِ سلف کے اکثر و بیشتر اسماء میں یہ نام مبارک لازمی رکھا گیا۔ اور اس حقیر فقیر درماندہ نفس شریر کا نام بھی بحمدہ تعالیٰ محمدؐ احمدؐ ہے۔ میں یقین کرتا ہوں کہ میرے لیے یہ طغراء امتیاز کافی و وافی شافی ہے۔

حافظ زند زندہ باش مرگ کجا و تو کجا ‏ ‏ ‏ تو شدہ فناء محمد محمد بود بقاء تو

۱۴۷

إِنْ لَّمْ يَكُنْ فِيْ مَعَادِيْ اٰخِذًا بِيَدِيْ ‏ ‏ فَضْلًا وَّإِلَّا فَقُلْ يَا زَلَّةَ الْقَدَمِ

حلِّ لغات إِنْ لَّمْ يَكُنْ، جملہ شرطیہ، اگر نہ ہوں وہ۔ فِيْ مَعَادِيْ، صیغہ ظرف از عود والمراد حالۃ الموت، میرے مرنے کے وقت۔ اٰخِذًا، تھامنے والے۔ بِيَدِيْ، میرا ہاتھ۔ فَضْلًا، اپنے فضل سے۔ وَإِلَّا، ورنہ تو۔ فَقُلْ، کہہ مجھے۔ يَا زَلَّةَ الْقَدَمِ، اے پھسلے ہوئے قدم۔

ترجمہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے مرنے کے بعد میرے دستگیر نہ ہوں تو کہنا کہ اے قدم پھسلے ہوئے ذلیل۔

شرح اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم براہِ فضل و کرم اور نسبت اسمی کے لحاظ سے میری مرتے وقت دستگیری نہ فرمائیں تو میری قسمت پر افسوس کرتے ہوئے کہنے کا حق ہے۔ کہ اے زلۃ القدم اب پاؤں پھسلنے پر کیا ہوش اور یہ ہوش کس کام کا۔ دوسری صورت یہ کہ الا بمعنی ان لم یکن کذالک مانا جائے۔ غرض کہ اس بیت میں بہت سی توجیہات ہیں اچھی اور صاف توجیہ یہ

ہے۔ کہ مصرع اوّل شرط اور اس کی بیت اوّل نمبر ۱۴۳ اس کی خبر لی جائے تو اب یہ معنے ہوں گے۔ کہ اگر کوئی عہد و پیمان میرے معاصی کے مقابلہ میں نہ کام دے تو افسوس ہے میرے لغزش قدم پر اور بعض کہتے ہیں لفظ اِنَّ زائد ہے۔ جیسا کہ صاحب قاموس نے لکھا کہ لفظ اِنَّ کلام عرب میں زائد بھی آتا ہے۔ تو اس اعتبار سے علامہ خرپوتی کی شرح صاف معلوم ہوتی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حاصل معنی بیت کے یہ ہیں۔ کہ میں محتاج شفاعت جناب کریم کا ہوں نجات مہالک سے اور عذاب الیم سے حتیٰ کہ اگر میرا معین ان کا فضل و احسان زائد علی الوعدہ نہ ہو تو پھر میرے نفس کو عتاب کے ساتھ یازلۃ القدم یا سیئی الحال یا شدید الاہمال کہنا۔ لیکن چونکہ ایسا نہیں تو میں زلّۃ القدم بھی نہیں۔ ؎

عام ہیں ان کے تو الطاف شہیدی لیکن　　تجھ سے کیا ضد تھی اگر تو کسی قابل ہوتا

(۱۴۸)

حَاشَاهُ اَنْ یُّحْرِمَ الرَّاجِیْ مَکَارِمَهٗ
اَوْیَرْجِعَ الْجَارُ مِنْهُ غَیْرَ مُحْتَرَمِ

حلّ لغات حَاشَاهٗ، استثناء، ہرگز وہ ہستی ایسی نہیں۔ ان یحرم، کہ محروم کر دے۔ الراجی، امیدوار کو۔ مکارمہ، جمع کرم بخشش، ان کی بخششیں۔ اویرجع، یا یہ کہ لوٹے۔ الجار، یعنی قریب یا مستجیر، آرزومند یا قرب والا۔ منہ، ان کی بارگاہ سے۔ غیر محترم، مایوس بے نیل مرام۔

ترجمہ حضورؐ کی شان کرم اس سے منزہ ہے کہ ان کے در پر سائل جو امیدوار جائے وہ بخشش حاصل کیے بغیر بے نیل و مرام واپس لوٹ آئے۔

شرح

نہ رفت لا بزبان مبارکش ہرگز　　مگر باشہد ان لا الٰہ الا اللہ

حضورؐ چونکہ معدن کرم اور مخزن فضل ہیں۔ لہٰذا وہاں سے اس قسم کے توہمات کو جگہ دینا حاشا وکلا نازیبا ہیں۔ وہ تو وہ ہیں کہ

مَا قَالَ لَا قَطُّ اِلَّا فِیْ تَشَهُّدِهٖ　　لَوْلَا التَّشَهُّدُ کَانَتْ لَاءُهٗ نَعَمْ

میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا　　دریا بہا دیے ہیں دُر بے بہا دیے ہیں

فصل ثالث عشر

حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے بابِ کرم سے امید کا بیان

(۱۴۹) وَمُنْذُ اَلْزَمْتُ اَفْکَارِیْ مَدَائِحَہٗ
وَجَدْتُّہٗ لِخَلَاصِیْ خَیْرَ مُلْتَزَمٖ

حلّ لغات ومنذ، ظرف زماں بمعنی اوّل المدۃ مفعول فیہ، اور جب سے کر۔ الزمت، لازم کی میں نے۔ افکاری، اپنے فکروں پر۔ مدائحہ، جمع مدح، اُس ہستی پاک کی نعتیں۔ وجدتہ، پائی میں نے۔ لخلاصی، اپنی نجات کے لیے۔ خیر ملتزم، ملتزم جائے پناہ، بہترین جائے پناہ۔

ترجمہ جب سے میں نے اپنے افکار میں حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی نعت گوئی لازم کی میں سمجھتا ہوں کہ میں نے بہترین جائے پناہ لی۔

شرح جب حضورؐ کی ذاتِ اقدس کو ردِّ سائل اور محروم کرنے سے منزّہ ثابت کر چکے تو اپنی نعت گوئی کے نتیجہ کو بیان فرماتے ہیں کہ جب میں نے مدحت سرائی اس ہستی مقدس کو اپنے خیالات و افکار میں لازم کر لیا ہے یعنی اس وقت سے کہ میں اپنے اشعار کو سوائے منقبت حضورؐ کے اور کسی کام میں نہیں لاتا۔ جب ہی سے میں اطمینان کر چکا ہوں کہ یہی نعت گوئی میرے لیے زبردست نجات کا ذریعہ ہے۔ اور اسی وقت کو میں اپنے لیے بہترین جائے پناہ سمجھتا ہوں۔

کرے مدح اہلِ دول رضاؔ پڑے اس بلا میں میری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارۂ ناں نہیں

(۱۵۰) وَلَنْ یَّفُوْتَ الْغِنٰی مِنْہُ یَدًا تَرِبَتْ
اِنَّ الْحَیَا یُنْبِتُ الْاَزْھَارَ فِی الْاُکُمِ

حلِ لغات وَلَنْ، اور ہرگز نہیں - یفوت، از فوت، ضائع کرے گا۔ غنیٰ، والمراد منہ شفاعتہ علیہ السلام، اُمید۔ شفاعت کو - منہ، ضمیر راجع الیہ علیہ السلام، اُس ہستی پاک سے - یدًا، کوئی ہاتھ، کوئی ہاتھ - تربت، اے افتقرت، اید المحتاجین، محتاج کا - ان الحیا، حیا، مطر بے شک بارش - ینبت، اگاتی ہے - الازھار، کلیوں کونپلوں کو - فی الاکم، جمع اُکمہ، راس الجبل، پہاڑ کی چوٹیوں پر۔

ترجمہ جو ہاتھ مفلس حضورؐ کی بارگاہ کی طرف بڑھے - وہ کبھی دولت لیے بغیر واپس نہ ہو - بارش ہوتی ہے تو پہاڑ کی چوٹیوں پر بھی پھول کھلا دیتی ہے۔

شرح

باراں کہ از لطافت طبعش خلاف نیست
در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس

غنیٰ کے لغوی معنے تونگری فراخدستی بے پرواہی کے ہوتے ہیں - اور علامہ خرپوتی رحمہ اللہ نے تحریر فرمایا - الغنی بالکسر مع القصر بمعنی الیسار و المراد منہ شفاعتہ علیہ السلام اس سے مراد شفاعت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

تو مفہوم واضح ہے کہ وہ غنیٰ جو دربارِ رسالت سے حاصل ہو ہرگز کسی ہاتھ کو گرد آلودہ یعنی خالی و محتاج نہیں کرتا - بلکہ سب کو مالا مال کر دیتا ہے - اس لیے کہ حضورؐ کا فیضِ رحمت عام ہے - اور مثل بارش کے ہے - حیا کے معنی یہاں اُس بارش کے ہیں - جو عام ہو جس سے زمین مزروعہ بھی سیراب ہو - اور پہاڑ کی چوٹیاں ٹیلے جہاں پانی نہ ٹھہرتا ہو اُسے بھی اتنا سیراب ضرور کر دیتا ہے کہ اس میں شگوفہ

پھول جاتیں ہیں۔

برستا نہیں دیکھ کر ابر رحمت   بدشوں پر بھی برسانے برسانے والے

(۱۵۱)

وَلَمْ اُرِدْ زَهْرَةَ الدُّنْيَا الَّتِي اقْتَطَفَتْ
يَدَا زُهَيْرٍ بِمَا اَثْنٰى عَلٰى هَرِمِ

حل لغات وَلَمْ اُرِدْ، اور نہیں چاہتا ہیں۔ زَهْرَةَ الدُّنْيَا الَّتِي، اس مدح سرائی کے بدلے میں دنیا کی وہ تازگی۔ اِقْتَطَفَتْ، من قطف الثمر، پھل پھول چننا۔ جو چُنی یا حاصل کی۔ يَدَا زُهَيْرٍ، المراد بہ زہیر بن ابی سلمی شاعر مشہور عربی۔ زہیر بن سلمی کے ہاتھوں نے۔ بِمَا اَثْنٰى، ساتھ اس کے کہ مدح کی اس نے۔ عَلٰى هَرِمِ، سنان بن ہرم، سنان بن ہرم کی۔

ترجمہ میں حضورؐ کی مدح نعت سے وہ تازگی اور بہجت حاصل کرنا نہیں چاہتا جو زہیر بن ابی سلمی مشہور شاعر کے ہاتھوں نے سنان بن ہرم کی تعریف کے صلہ میں حاصل کی۔

شرح زہیر بن ابی سلمی بڑے نامور شعراء سے گزرا ہے۔ عہد عمر فاروق رضی اللہ عنہ میں اس سے بہتر اشعار کسی کے نہ مانے جاتے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اسے اشعر الناس فرماتے تھے۔ اور اس کے صاحبزادے حضرت کعب نے قصیدہ بانت سعاد دربار رسالت میں سنایا تھا۔ اور شارح ابن درید میں ہے۔ کہ زہیر کی کنیت ابو بجیرہ تھی اور اس کی موت قبل البعث ہوئی۔ اور ثعلب ابن عباس اپنی سند کے ساتھ فرماتے ہیں۔ کہ مجھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمیں اپنے بڑے شاعر کے اشعار سناؤ تو میں نے عرض کیا وہ کون ہے؟ تو فرمایا وہ زہیر ہے۔ اور ابن اعرابی کہتے ہیں کہ زہیر میں ایک خاص بات تھی۔ جو اس کے سوا اور کسی میں نہیں ملتی۔ کہ اس کا باپ بھی شاعر وہ بھی شاعر اور

اس کے ماموں بھی شاعر اور اس کی بہن سلمٰی بھی شاعرہ اور اس کے بیٹے حضرت کعب اور بجیرہ دونوں شاعر اور اُس کی دوسری بہن خنسا بھی شاعرہ اور حضرت معاویہؓ کہتے تھے کہ اہل جہالت کے نامور شاعروں میں زہیر بن ابی سلمہ ہے۔ اور اسلام کے نامور شعرا میں اس کے بیٹے حضرت کعب اور زہیر ملوک عرب میں سے ہرم بن سنان کے حق میں بہت قصیدہ لکھا کرتا تھا۔ اس لیے کہ ہرم انعام بہت دیتا تھا۔

تو امام محمد بوصیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دولت دنیا حاصل کرنے کو زہیر کی طرح میں ہرم کے لیے مدحت نہیں کرتا۔ بلکہ دولت عقبیٰ کی امید پر میری مدح منقبت دربار رسالت میں پیش ہے۔

(۱۵۲) يَا أَكْرَمَ الْخَلْقِ مَالِي مَنْ أَلُوذُ بِهِ
سِوَاكَ عِنْدَ حُلُولِ الْحَادِثِ الْعَمِمِ

حلّ لغات یا اکرم الخلق، اے تمام مخلوق سے زیادہ کرم فرمانے والے۔ مالی، ما نافیہ، نہیں ہیں میرے لیے۔ من، کوئی ایسا کہ جس کی۔ الوذ، از لیاذ، پناہ لوں۔ بہٖ، اُس سے۔ سواک، سوا آپ کے۔ عند، وقت۔ حلول، نازل ہونے۔ الحادث، حادثوں بلاؤں۔ العمم، عام کے۔

ترجمہ اے بہترین کریم عالم آپ کے سوا میرے لیے کوئی جگہ نہیں جہاں پناہ لوں مصیبتوں کے عام نزول کے وقت۔

شرح مفہوم واضح ہے اور حقیقت ہے کہ حضورؐ کے سوا اُن کے غلام کے لیے کوئی دستگیر نہیں۔ حتیٰ کہ قرآن کریم بھی اسی شفاعت نگرکا راستہ بتاتا ہے۔ اور فرماتا ہے کہ جب تم اپنی جانوں پر معصیت کی وجہ سے ظلم کر گزرو تو ہمارے حبیب کی طرف آؤ۔ اور توبہ کرو۔ اور ہمارے حبیب تمہاری

سفارش کریں تو تم اللہ تعالیٰ کو تواب و رحیم پاؤ گے ۔ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَاءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۔

شر خیز شور سور شر رو و نار نور | بشریٰ کہ بارگاہ یہ خیر البشر کی ہے
مجرم بلائے آئے ہیں جاؤک ہے گواہ | پھر رد ہو کب یہ شان کریموں کے در کی ہے
بد ہیں مگر انہیں کے ہیں باغی نہیں ہیں ہم | نجدی نہ آئے اس کو یہ منزل خطر کی ہے
بے ان کے واسطے کے خدا کچھ عطا کرے | حاشا غلط غلط یہ ہوس بے بصر کی ہے

۱۵۳ وَلَنْ يَّضِيْقَ رَسُوْلَ اللّٰهِ جَاهُكَ بِیْ اِذَا الْكَرِيْمُ تَجَلّٰى بِاسْمِ مُنْتَقِمٖ

حلِ لغات ولن یضیق ، اور ہرگز تنگ نہ ہو گا میدان عزت آپ کا ۔ جاھك بی ، یعنی الوجاھة وھی رفعة المنزلة ، آپ کی رفعت منزلت میری شفاعت پر ۔ اذالکریم ، اس لیے کہ آپ کریم ہیں ۔ تجلّی ، وفی نسخة تحلّی ، یعنی اتصف ، وتجلّی بمعنی انکشف ، اور آپ کا نام روشن ہے ۔ باسم منتقم ، ساتھ نام منتقم حقیقی کے ۔

ترجمہ یعنی حضور کی عظمت و شان کی پناہ میرے واسطے تنگ نہ ہو گی ۔ بروزِ قیامت منتقم حقیقی کے نام سے اپنی شان ظاہر فرمائیں گے ۔

شرح مفہوم واضح ہے ۔ گویا ناظم قاہم اعلیٰحضرت کے اس شعر کو عربی استعارہ میں سنا رہے ہیں ۔

میں تو کیا میرے عصیاں کی حقیقت کتنی | مجھ سے سو لاکھ کو کافی ہے اشارہ تیرا
چہ کم گردد اے صدر فرخندہ پے | ز قدر رفیعت بدرگاہ حی
کہ باشند مشتے گدایان خیل | بمہمان دار السلام از طفیل

یعنی یوں عرض کر رہے ہیں کہ حضور کی وجاہت شرافت رفعت میدان

حشر میں عالم آشکار ہوگی۔ مجھ جیسے بے کس اور تہی دست کے لیے اُن کا عرصۂ شفاعت تنگ نہیں ہو سکتا۔ اور منتقم حقیقی کی طرف سے جبکہ یا محمد ارفع راسك سل تعطه واشفع تشفع کی آوازیں آئیں۔ تو پھر مجھے کیا فکر ہونی چاہیئے۔ ؎

گُل سے اُتار و راہ گزر کو خبر نہ ہو — جبریل پر بچھائیں تو پر کو خبر نہ ہو

لے شوق دل یہ سجدہ اگر ان کو روا نہیں — اچھا وہ سجدہ کیجیے کہ سر کو خبر نہ ہو

۱۵۴ فَاِنَّ مِنْ جُوْدِكَ الدُّنْيَا وَضَرَّتَهَا وَمِنْ عُلُوْمِكَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

حل لغات فانّ، پس بے شک۔ من جودك، الجود، افاضة ماینبغی لا لعوض ولا لغرض، آپ کے جود و کرم سے۔ الدنیا، دنیا ہے۔ وضرتها، مال بسیار وضرہ ضد دنیا، یعنی جمع بین المراتین، حاصل معنی آخرۃ، اور آخرت۔ ومن علومك، جمع علم، اور آپ کے علموں سے۔ علم اللوح والقلم، علم لوح و قلم ہے۔

ترجمہ حضور آپ کے ہی خوان جود و کرم سے دنیا ہے۔ اور اس کی ضد یعنی آخرت کا وجود اور لوح قلم کے علم آپ کے دائرہ معلومات کا ایک جزو ہیں۔

شرح پہلی بیت کے مضمون میں جو خفا تھا۔ اس کی تفسیر اس بیت میں فرمائی گئی۔ کہ مجھ سے تہیدست کی شفاعت حضور کو اس لیے مشکل نہیں کہ دنیا اور اس کی ضد یا سوتن جس کا دنیا کے ساتھ جمع ہونا محال ہے یعنی آخرت یہ سب حضور کے خوان عطا کے ریزہ ہیں نہ حضور ہوتے نہ دنیا و آخرت کا وجود ہوتا۔ جود عربی زبان میں ایسی بخشش کو کہتے ہیں۔ جو بلا عوض و غرض کسی پر کی جائے۔ اور ضرۃ اس چیز کو کہتے ہیں۔ جس کا اجتماع متعذر ہو۔

جیسے ایک خاوند کے عقد میں دو عورتیں جمع ہوں تو سوتن کہلاتی ہیں۔ اسی طرح دنیا اور آخرت ان کا اجتماع محال ہے۔ جیسا کہ حضورؐ نے فرمایا من احب اخرتہ اضر بدنیاہ ومن احب دنیاہ اضر باخرتہ۔ جو آخرت کو محبوب رکھے تو یہ محبت اضر یعنی ضد دنیا ہے۔ اور دنیا کو محبوب رکھے تو یہ محبت ضد آخرت ہے۔ علامہ خرپوتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ قیل کون الکونین من جودہ لانہ واسطۃ فی فیضان الوجود علی الماھیات وسیلان الوجود علی الموجودات فکان الکونین من جودہ۔ یعنی وجود کونین حضورؐ کی جود و عطا کا ظہور ہے۔ اس لیے کہ کونین واسطہ ہے۔ فیضان وجود میں ماہیت پر اور سیلان جود وجود سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم موجودات پر ہے۔ تو کونین کا ہونا حضورؐ کے جود و کرم سے ہوا۔ اور اس مصرع میں تلمیحاً اس حدیث کی طرف بھی اشارہ ہے۔ جو جناب باری کی طرف سے حضورؐ نے ظاہر فرمائی۔ لولاک لما خلقت الدنیا۔

اور علم لوح قلم کو جو جز علم مصطفےٰ فرمایا۔ یہ بھی خاصہ ہے ذات گرامی کا۔ لوح ایک کتاب مبین ہے۔ جس کی مقدار عقل سے وراء ہے۔ جو اس میں عظمت ولطافت اور حروف وکتابت سے ہے۔ بعض نے کہا لوح چار ہیں۔

(اوّل) لوح القضاء المصؤن عن المحو والاثبات اور یہ لوح عقل اوّل ہے۔

(دوم) لوح القدر یہی لوح نفس ناطقہ کلیہ ہے۔ جس میں تفصیل کلیات لوح اوّل کی ہے۔ اور اس کا تعلق اثبات سے ہے۔ اور اسی کو لوح محفوظ کہتے ہیں۔

(سوم) لوح نفس الجزئیہ لسماء الدنیا ہے۔

(چہارم) لوح ہیولٰے ہے جو قابل صور ہے عالم شہادۃ میں۔

اور قلم یہ وہ ہے جو سب سے پہلے مخلوق کی گئی اور اس میں اللہ تعالےٰ نے تین سو ساٹھ سن بنائے اور ہر سن میں علوم اجمالیہ کے تین سو ساٹھ صنف

مقرر فرمائیں۔ پھر ان کی تفصیل لوح محفوظ میں ہوتی ہے۔

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں۔ کہ جب اللہ تعالیٰ نے قلم روشن فرمایا۔ اُس سے ایک دوسرا وجود مشتق کیا۔ اُس کا نام لوح رکھا۔ اور قلم کو حکم دیا کہ لوح کو سب کچھ بتا دے اور جمیع ما یکون الی یوم القیامۃ کا علم اُسے دیا۔ امام عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ الیواقیت والجواہر میں فرماتے ہیں کہ اگر کوئی پوچھے کہ ان علوم میں سے اولیا کو اطلاع مل پاکیا جو حوادثات وغیرہ کے متعلق قلم نے لکھے۔ اور لوح محفوظ میں قیامت تک کے حالات نقش کیے تو اس کا جواب شیخ اکبر باب ۱۶۸ فتوحات مکیہ میں دیتے ہیں۔ کہ نعم انا ممن اطلعہ اللہ علی ذالک۔ ہاں ہم ہیں اُن میں سے جسے اللہ تعالیٰ نے اُن علوم پر اطلاع دی۔ اور فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے مطلع فرمایا عدد امہات پر علوم ام الکتاب سے اور وہ ایک لاکھ انتیس ہزار چھ الواح پر ہیں۔

اور یہ سب کچھ لکھ کر شیخ زادہ فرماتے ہیں ھذا اعلیٰ قدر فہمک واما من اکتحلت عین بصیرتہ بالنور الالٰہی فیشاھد بالذوق ان علوم اللوح جزء من علومہ کما ھی جزء من علم اللہ تعالیٰ۔

تو حاصل معنی واضح ہو گئے کہ حضورؐ کی ہستی پاک واسطہ ہے۔ افاضۃ لمنح الظاھریات والباطنیات کا مبدء اول سے کائنات میں علویات و سفلیات کے اور جب کہ حضورؐ کی یہ شان ہے۔ تو ان کی عنایت اور وجاہت و کفایت میرے لیے تنگ نہیں ہو سکتی وللہ الحمد۔



فصل رابع عشر

نفس کو نا اُمیدی سے روکنے کا بیان

۱۵۵

یَا نَفْسُ لَا تَقْنَطِیْ مِنْ زَلَّۃٍ عَظُمَتْ
اِنَّ الْکَبَائِرَ فِی الْغُفْرَانِ کَاللَّمَمِ

حلِّ لغات یا نفس، اے نفس۔ لا تقنطی، از قنوط مایوس ہونا، نہ مایوس ہو۔ من زلۃ، لغزش، اس لغزش سے عظمت، اے کبرت، جو کبیرہ گناہ ہو گئے ہیں۔ ان الکبائر، جمع کبیرہ، بے شک کبیرہ گناہ۔ فی الغفران، بخششوں ہیں۔ کاللمم، لمم، آمادگی گناہ بمثل صغیرہ کے ہیں۔

ترجمہ اے نفس اپنے گناہوں کے سبب سے جو بہت بڑے ہو گئے ہیں ان کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ کیونکہ غفران و رحمت کے ہوتے بڑے گناہ بھی چھوٹے ہو جاتے ہیں۔

شرح

زاہدان کا میں گنہگار وہ میرے شافع — اتنی نسبت مجھے کیا کم ہے تو سمجھا کیا ہے
بے بسی ہو جو مجھے پرسشِ اعمال کے وقت — دوستو کیا کہو اُس وقت تمنا کیا ہے
کاش فریاد میری سُن کے یہ فرمائیں حضورؐ — ہاں کوئی دیکھو یہ کیا شور ہے غوغا کیا ہے
کون آفت زدہ ہے کس پہ بلا ٹوٹی ہے — کس مصیبت میں گرفتار ہے صدمہ کیا ہے
کس سے کہتا ہے کہ للہ خبر لیجئے میری — کیوں ہے بیتاب یہ بے چینی کا رونا کیا ہے

یوں ملائک کریں معروض کہ اک مجرم ہے
اُس سے پرسش ہے بتا تو نے کیا کیا ہے
سامنا قہر کا ہے دفترِ اعمال ہیں پیش!
ڈر رہا ہے کہ خدا حکم سناتا کیا ہے
سُن کے یہ عرض میری بحرِ کرم جوش میں آئے
یوں ملائک کو ہو ارشاد ٹھہرنا کیا ہے
کس کو تم مورد آفات کیا چاہتے ہو
ہم بھی تو آکے ذرا دیکھیں تماشا کیا ہے
اُن کی آواز پہ کر اُٹھوں میں بے ساختہ شور
اور تڑپ کر یہ کہوں اب مجھے پروا کیا ہے
لو وہ آیا میرا حامی میرا غمخوارِ امم
آگئی جان تنِ بے جان میں یہ آنا کیا ہے

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کبائر ۹ ہیں۔
شرک باللہ، قتل نفس بغیر حق۔ قذف محصنہ۔ زنا۔ فار من الزحف یعنی اسلامی لشکر سے بھاگنا۔ سحر۔ مال یتیم کھانا۔ مسلمان والدین کی نافرمانی کرنا۔ اور الحاد کرنا۔ اور ایک قول ہے کہ ہر وہ معصیت جس پہ اصرار کیا جائے وہی کبیرہ ہے۔ اور ہر وہ معصیت جس سے استغفار کر لیا جائے صغیرہ ہے۔

ان تغفر اللھم فاغفر جما فای عبد لک ما الما

(۱۵۶) لَعَلَّ رَحْمَةَ رَبِّي حِيْنَ يَقْسِمُهَا
تَاْتِیْ عَلٰی حَسَبِ الْعِصْيَانِ فِي الْقِسَمِ

حل لغات لعلّ، حرف ترجی، شاید کہ۔ رحمة ربی، میرے رب کی رحمت۔ حین، جبکہ۔ یقسمھا، تقسیم ہو۔ تاتی، آجائے۔ علی حسب العصیان، میرے معاصی کی مقدار میں۔ فی القسم، میرے حصّہ کے اندر۔

ترجمہ شاید کہ رحمت الٰہی جب تقسیم ہو ممکن ہے میرے گناہوں کے برابر میرے حصّہ میں آجائے۔

شرح
میرے گناہ زیادہ ہیں یا تیری رحمت
میرے کریم بتا دے حساب کر کے مجھے

انتہا امید پر ناظم فرماتے ہیں کہ شاید بلکہ لعل بمعنی یقین لینا چاہیئے یعنی یقیناً میرے رؤف و رحیم کی رحمت جبکہ بندگان سیہ کار پر تقسیم ہو تو میرے گناہوں کی ہموزن میرے حصہ میں آئے گی تو پھر اُس وقت کہوں گا۔

عفو بے اندازہ میخواہد گناہ بے حساب — پیش عفوش قلتِ تقصیر ما تقصیر ماست
آو پکارتی ہے شفاعت رسول کی — باقی رہے ہیں حشر میں کتنے گنہگار
کہ مستحق کرامت گنہگارانند — نصیب ماست بہشت اے خدا شناس برو

حدیث قدسی میں بھی آیا ہے۔ غلبت رحمتی علیٰ غضبی۔

من طور عطائے او نکو میدانم — من قاعدۂ رحمت او میدانم
من عادتِ آں بہانہ جو میدانم — لطف و کرمش عاشق جس گنہ است

اس بیت مبارک میں اس حدیث کی طرف بھی اشارہ ہے جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے حضور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ فرماتے تھے۔ اللہ نے رحمت کے سو جز فرما کر اپنے پاس ننانوے جز رکھے اور زمین پر ایک جز نازل فرمایا۔ اس ایک جز ہی سے دنیا آباد ہے۔ اور مخلوق میں رحم دلی پائی جاتی ہے اور جانور اپنے بچے کو دودھ پلانے خود پہنچتا ہے ایک حدیث میں وارد ہے۔ کہ ایک شخص بروز قیامت لایا جائے اور حکم ہو۔ اس کے صغیرہ گناہ پیش کرو۔ اور کبیرہ مخفی رکھو۔ پھر اُسے کہا جائے تُو نے فلاں دن یہ کیا یہ کیا۔ وہ اقرار کرے اور انکار کی ہمت نہ ہو اور اپنے کبائر سے ڈر رہا ہو۔ کہ اتنے میں حکم ہو اس کے ہر گناہ کے بدلے ایک نیکی عطا کی جائے۔ تو وہ عرض کرے الٰہی میرے ابھی ایسے گناہ بھی ہیں جو تُو نہیں جانتا راوی فرماتے ہیں۔ کہ میں نے حضور کو دیکھا۔ کہ اس جملہ پر اتنا تبسم ہوا نواجذ علیا ظاہر ہو گئے یہ روایتیں سعتہ رجا کی صریح دلیل ہیں۔ وللّٰہ الحمد۔

---

(۱۵۷) يَا رَبِّ وَاجْعَلْ رَجَائِيْ غَيْرَ مُنْعَكِسٍ
لَدَيْكَ وَاجْعَلْ حِسَابِيْ غَيْرَ مُنْخَرِمِ

حلّ لغات یا رب، اے میرے رب ـ واجعل، کر دے پوری ـ رجائی، میری امید ـ غیر منعکس، غیر برگشتہ ـ لدیک، اپنے پاس سے ـ واجعل، اور کر دے ـ حسابی، میرا اعمال نامہ ـ غیر منخرم، باخائے معجمہ غیر منقطع، غیر منقطع ـ

ترجمہ الٰہی اپنی بارگاہ میں یوم حشر میری اُمید کے خلاف نہ کر اور میرا اعمالنامہ مغفرت حاصل کرنے والوں سے کاٹ کر منقطع نہ کر۔

شرح انا عند ظن عبدی بی ـ کی طرف سے اشارہ فرما کر ناظم فاہم فرما رہے ہیں۔ کہ الٰہی میرا یقین ہے کہ تو ضرور بخشش فرمائے گا لہٰذا مجھے بخشش دے۔

تو اب مفہوم واضح ہے کہ الٰہی میں نے تجھ سے جو دُعا و التجا کی ہے تو میری درخواست اپنے در سے رد نہ کر اور جو تو نے میرے لیے رحمت و مغفرت رکھی ہے وہ مجھ سے منقطع نہ کر۔ یہ دُعائیہ بیت ہے۔

---

(۱۵۸) وَالْطُفْ بِعَبْدِكَ فِي الدَّارَيْنِ إِنَّ لَهُ
صَبْرًا مَتٰى تَدْعُهُ الْأَهْوَالُ يَنْهَزِمِ

حلّ لغات والطف، اللطف ھو الاحسان، اور لطف فرما ـ بعبدک، اپنے بندے پر ـ فی الدارین، دنیا و آخرت میں ـ ان لہ، اس لیے کہ اس کا ـ صبرًا، صبر ایسا ہے کہ ـ متٰی، جب ـ تدعہ الاھوال، ہول شدۃ و فزع۔ آتے ہیں گھبراہٹ ـ ینھزم، تو صبر بھاگ جاتا ہے۔

ترجمہ الٰہی اپنے بندے پر دین و دنیا میں رحم فرما کیونکہ اُس کا صبر اتنا کمزور ہے کہ جب ہول و فزع کا سامنا ہو تو یہ بھاگ جاتا ہے۔

یعنی جاتا رہتا ہے۔

شرح مفہوم واضح ہے کہ الٰہی مَیں اپنے صبر و تحمل میں اتنا کمزور ہوں، کہ مصائب و آلام کے وقت مضطرب اور بیقرار ہو جاتا ہوں اور دعوئے صبر و شکیب سب فنا ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا تیرا ہی فضل مجھے درکار ہے۔

خلاصۂ مفہوم بیت اس دعا میں صاف ہے۔ یا لطیف الطف واحسن بعبدك الضعيف المعترف بالمعاصي وسلمه في الدنيا والاخرة من الشدائد والافزاع لان لعبدك صبراً كاشا متى طلبته الاهوال اولاقته يفر صبره منه لكمال ضُعفِهٖ۔



فصل خامس عشر

سرکار ابد قرار علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آل و اصحاب پر درود و سلام

(۱۵۹) وَائْذَنْ لِسُحُبِ صَلٰوۃٍ مِنْکَ دَائِمَۃً
عَلَی النَّبِیِّ بِمُنْہَلٍّ وَّمُنْسَجِمٖ

حلّ لغات وَائْذَنْ، اور حکم دے۔ لِسُحُبِ، جمع سحاب، اپنی رحمت کے بادلوں کو۔ صلٰوۃٍ، کہ بارش صلوٰۃ وسلام۔ منک دائمۃً، تیری طرف سے ہمیشہ برسائیں۔ علی النبی، تیرے حبیب نبی عالم پر۔ بمنہلّ، انہلال زوردار بارش، موسلادھار۔ ومنسجم، از انسجام روانی، اور بہتے ہوئے۔

ترجمہ اور رحمت کے بادلوں کو حکم کر کہ وہ صلوٰۃ وسلام کی موسلادھار بارشیں نبی رحمت پر ایسی کریں کہ ہمیشہ جاری رہے۔

شرح یعنی حضورؐ پر قیام قیامت تک رحمت کے بادل درود و سلام کی بارشیں کرتے رہیں۔

(۱۶۰) وَالْاٰلِ وَالصَّحْبِ ثُمَّ التَّابِعِیْنَ لَہُمْ
اَہْلِ التُّقٰی وَالنُّقٰی وَالْحِلْمِ وَالْکَرَمٖ

حلّ لغات والاٰل، اور ان کی آل پر۔ والصحب، جمع صحابی اور اصحاب کرام پر۔ ثم التابعین لھم، اور تابعین پر۔ اھل التقٰی، جو پرہیزگاری کے اہل ہیں۔ والنقٰی، اور برگزیدہ۔ والحلم، اور علم میں۔ والکرم، اور شرافت مآب۔

ترجمہ حضورؐ کے آل واصحاب اور تابعین پر رحمت فرما جو پرہیزگار برگزیدہ اوصاف تحمل وشرافت والے ہیں۔

(١٦١) مَا رَنَّحَتْ عَذَبَاتِ الْبَانِ رِيحُ صَبَا
وَاَطْرَبَ الْعِيسَ حَادِي الْعِيسِ بِالنَّغَمِ

حل لغات مَا رَنَّحَتْ، مادامت بمعنی حرکت وامالت، جب تک ہلاتی رہے۔ عذبات، جمع عذبہ یعنی، ڈالی، ڈالیاں۔ البان، شجرۃ البان۔ درخت بان کی۔ ریح صبا، بادِ صبا۔ واطرب العیس، اور جب تک خوش کرتا رہے ساربان اونٹوں کو۔ حادی العیس، اونٹ ہانکنے والا۔ بالنغم، جمع نغمہ، اپنے نغمات سے۔

ترجمہ تیری رحمتیں نازل ہوتی رہیں جب تک بادِ صبا درخت بان کی شاخوں کو ہلاتی رہے اور جب تک اونٹوں کو شتربان اپنے نغموں سے مست کرتا رہے۔

شرح حلیہ میں ہے کہ ریاح چار ہیں صبا اسے ہی قبول کہتے ہیں ابن خلکان میں ہے۔ کہ ریح صبا نے رب عزوجل تبارک وتعالے عزاسمہ سے اجازت طلب کی کہ یعقوب علیہ السلام کو یوسف علیہ السلام کی خوشبو پہنچائے قبل اس کے کہ بشیر قمیص لے کر پہنچے تو اسے اجازت دی گئی۔ اسی بناپر بادِ صبا ہر محزون وغمگین کو مسرور کرتی ہے۔ اور بدنوں کو تر و تازہ کرتی ہے دوسری قسم کا نام ہے۔ جنوب یہ ہوا ابروں کو جمع کرتی ہے۔ اور اسی ہوا سے گھوڑے پیدا ہوتے ہیں۔ حاکم نے تاریخ نیشاپوری میں ذکر کیا۔ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم حضورؐ سے راوی ہیں کہ جب اللہ تعالے نے ارادہ خلق خیل فرمایا۔ تو ریح جنوب کو حکم دیا کہ میں تجھ سے ایک مخلوق پیدا کروں گا۔ لہذا جمع ہو تو

وہ جمع ہوئی۔ اور جبریل حاضر ہوئے اور اس سے ایک قبضہ لیا۔ پھر اللہ نے فرمایا۔ هٰذہٖ قبضتی ثم خلق فرسا کمیتا۔ یہ قبضہ ہے۔ پھر اس سے کمیت گھوڑے پیدا فرمائے پھر فرمایا میں نے تجھے گھوڑا بنایا اور عربی کیا۔ اور تجھے تمام چارپایوں پر فضیلت دی۔ اور تیسری قسم شمال ہے۔ اور چوتھی قسم دبور ہے یہ دونوں ہوائیں ایسی ہیں کہ ان سے بنیادیں اکھڑ جاتی اور درخت اڑ جاتے ہیں۔ اسی کو ریح عقیم اور ریح عاصف اور صرصر بھی کہتے ہیں۔ جس کا تذکرہ قرآن کریم میں بھی آیا ہے۔ اور جہاں قرآن کریم میں لفظ ریح آیا ہے۔ اُس سے مراد ریح دبور ہے۔

عیس عربی میں تنومند اونٹ کو کہتے ہیں۔ اور حادی العیس اونٹ ہانکنے والے کو کہتے ہیں۔ اور ختم قصیدہ بالنغم پر فرماتے ہیں یہ لطافت بھی ہے۔ کہ قاری قصیدہ کو قرأت قصیدہ نغمہ کے ساتھ لازمی ہے۔ اس لیے کہ یہ اشعار ہیں اور اشعار کو لحن کے ساتھ پڑھنا چاہیے۔

شارح خرپوتی رحمہ اللہ نے اختتام پر فرمایا کہ بعون الملک العلام اس شرح سے رمضان المبارک ۱۳۲۰ھ میں فارغ ہوا۔ اور بحمدہ تعالٰے فقیر حقیر اس خدمت عظمٰے سے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض باطنی کی مدد سے آج ۶ یا ۷ رمضان المبارک ۱۳۵۹ھ بروز روح افزا دوشنبہ ۱۴ اکتوبر ۱۹۴۰ء کو فارغ ہوا۔

والحمد للّٰہ رب العالمین وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا محمد وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین وسلم تسلیما کثیرا۔

اس شرح عربی پر مندرجہ ذیل علماء کرام نے تقاریظ فرمائیں۔ افاضل عصر اماثل جہابذہ مصر استاذ العلام جہبذ الفہام ذوالتالیف المفیدہ والتصانیف المجیدہ مولانا الشیخ محمد ابراہیم باجوری قدس اللہ سرہ العزیز۔

امام الاکمل ہمام الامثل مولانا الشیخ ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ عمدۃ الفاضل۔ جامع بین الفضائل والفواضل مولانا الشیخ محمد الانبابی رحمۃ اللہ تعالٰے علیہ۔

عرض فقیر

ہر کہ خواند دعا طمع دارم   زانکہ من بندہ گنہگارم
یلوح الخط فی القرطاس دہراً   وکاتبہ رمیم فی التراب

یکے از بیچمداں راجی رحمۃ الرحمان
ابوالحسنات قادری خطیب مسجد وزیر خاں لاہور



ہماری دیگر مطبوعات

کتاب العقائد جس میں اسلامی عقائد جن کا جاننا ہر مسلمان کا اولین فرض اور مومن کامل بننے کے لئے ضروری ہے، نہایت صاف اور سلیس زبان میں دلنشین طریقہ پر لکھے گئے ہیں، تاکہ دیہات تک کے مومن مرد اور مومن عورتیں اس سے بے دریغ فائدہ اُٹھا سکیں۔ ...قیمت پچاس پیسے

ارشادات امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام ربانی قیوم زمانی قطب دورانی شیخ احمد فاروقی سرہندی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے عقائد و فرامین حقانی کا بہترین مجموعہ ہر ارشاد کے ساتھ مکتوب اور صفحہ کا نمبر دے دیا ہے۔ قیمت۔ پندرہ پیسے

شرح قصیدۂ امام اعظم رضی اللہ عنہ سراج الامت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا نعتیہ قصیدہ آپ کے فرمودات کا مجموعہ ہے جس سے آپکے علم وفضل، بارگاہِ رسالت سے عقیدت اور محبت و نیازمندی پر واضح طور پر روشنی پڑتی ہے۔ اس انمول مبارک قصیدہ کی یہ شرح حنفیوں کے لئے جامِ سرور اور نورانی تحفہ ہے اسے پڑھیئے اور ایمان تازہ فرمائیے۔

خصوصیاتِ شرح

(۱) آج سے ۷۰ سال پہلے ایک جید عالم اور بزرگ کی تصنیف کردہ

(۲) قرآن وسنت اور بزرگانِ دین کے ارشادات سے مدلل اور مفصل شرح

(۳) پہلا ترجمہ۔ بامحاورہ اور سلیس اردو میں

(۴) دوسرا ترجمہ عقیدت ومحبت بھرے اردو اشعار میں

مطبوعہ آفسٹ، کاغذ بڑھیا۔ قیمت ۲ روپے پچاس پیسے صرف

ملنے کا پتہ

مکتبہ نعمانیہ ۔ اقبال روڈ سیالکوٹ